اورنگ زیب ؒ
عالمگیر
نور اللہ مرقدہ
حالات اور واقعات کے آئینے میں
شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ ؒ

# اورنگ زیب عالمگیر

مغل تاج دار اورنگ زیب عالمگیر کے حالات و واقعات
تاریخ کے آئینے میں

تالیف
شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

ناشر
مکتبۃ الحق
ماڈرن ڈیری جوگیشوری ممبئی ۱۰۲

نام کتاب : اورنگ زیب عالمگیر

مؤلف : شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

سن اشاعت : ۲۰۱۳ء

صفحات : ۴۹۵

تعداد : ۱۱۰۰

باہتمام : شمشیر احمد قاسمی

قیمت : ۴۰۰

ناشر

مکتبۃ الحق

ماڈرن ڈیری جوگیشوری ممبئی ۱۰۲

ملنے کے پتے

دارالکتاب دیوبند☆ سنابل کتاب گھر دیوبند☆ مکتبہ عکاظ دیوبند

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند☆ زمزم بک ڈپو دیوبند

دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد

مکتبہ الغزالی، سری نگر، کشمیر

# فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اورنگ زیب عالمگیر کی ولادت سے تاجِ شاہانہ تک

خافی خاں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اورنگ زیب 1068 ہجری 1219 عیسوی میں پیدا ہوا۔اس کی تاریخ ولادت ''آفتاب عالمتاب'' لکھی۔بادشاہ نامہ میں تاریخ ولادت 15 ذیقعدہ 1067 ہجری ہے اور ظفر نامہ میں شب یکشنبہ 15 ذیقعدہ 1067 ہجری لکھی ہے۔یہ ددہود (جو اصل میں ددحد ہے) جس کی وہ تسمیہ ہم نے پہلے لکھی ہے اُجین سے 100 سومیل پر جبکہ بڑودہ سے شمال مشرق میں 70 میل پر واقع ہے) میں پیدا ہوا جو صوبہ احمد آباد اور مالوہ کی سرحدوں پر ہے۔ایاّم شاہزادگی میں بلخ وبدخشاں کی تسخیر میں اور قندھار ودکن کی مہمات میں اور مست جنگی ہاتھی سے لڑنے میں جو کام اُس سے ظہور میں آئے وہ ہم نے ظفر نامہ صاحب قرانی میں مفصل بیان کردیے ہیں اس لیے کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔مگر بعض واقعات ایسے ہیں کہ ہم نے ظفر نامہ میں بھی اُن کو بیان کردیا ہے مگر یہیاں اُن کو ہم مکرّر لکھتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ عالمگیر کیونکر تخت نشین ہوا۔

## شاجہان کی علالت اور داراشکوہ کا اختیار سلطنت لینا:

شاہجہان 7 ذی الحجہ 1067 ہجری کو دارالخلافہ شاہجہاں آباد میں بیمار ہوا۔مرض کی شدت سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا جس کے سبب سے وہ امور مملکت کے نظم ونسق میں مصروف نہ ہوا او ردستور کے موافق وہ غسل خانہ میں بھی نہ آیا اور نہ خاص وعام کو اپنا چہرہ دکھایا۔خلق کو اُس کی زیارت کی ہرروز عادت تھی، جب وہ اُس سے محروم ہوئے تو اُن کو طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے۔داراشکوہ اپنے آپ کو ولیعہد جانتا تھا۔بادشاہ کے پاس سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔جب باپ عارضہء جسمانی کے سبب سے ملک کا کام نہ کرسکا تو سلطنت کا تمام اختیار اُس نے خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔خرد اُس کی رہنمانہ تھی، اس لیے اُس نے تمام اطراف وحدود میں خبروں کا بھیجنا مسدود کردیا۔آدمیوں کے خطوط اور نوشتوں کو پکڑ لیتا او ر دربار کے وکلا کو منع کردیا کہ اطراف واکناف میں اخبار اور حقائق حال کو نہ لکھیں۔اُن کو شک وشبہ کی بنیاد پر محبوس ومقید کرتا۔اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس

مملکت کے کل صوبوں اور بلاد میں شاہزادوں وامیروں کو بلکہ اکثر اہل دارالخلافہ کو یقین نہ رہا تھا کہ بادشاہ زندہ سلامت ہے۔ اس لیے احوال ملک میں خلل پڑا۔ ہر گوشہ و کنارہ سے سرکشوں نے اور ہر سرکار وصوبہ میں متمردوں نے فتنہ وفساد کے لیے سر اٹھایا اور جہاں رعایا واقعہ طلب تھی اُس نے مال گزاری کو ترک کیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک آئی کہ مراد بخش نے گجرات میں خودسری کا علم بلند کیا اور تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ جاری کیا۔ پٹنہ پر لشکر کشی کی اور وہاں سے بڑھ کر بنارس میں آیا۔ جب داراشکوہ کے استقلال کو کمال ہوا۔ اسباب جاہ کی کثرت سے اس کو پندار پیدا ہوا۔ وہ سپاہ موفور کے ساتھ حضور میں رہتا تھا۔ اس علالت میں بادشاہ اس کا بڑا ملاحظہ کرتا تھا۔ ضعفِ جسمانی کے سبب سے بادشاہ کے دماغ میں بھی خلل آ گیا تھا۔ وہ داراشکوہ کی خودسری کو روکتا نہ تھا بلکہ اس کی خوشنودی و خاطرداری سے انجاح مطالب وملتمسات میں کوشش کرتا تھا۔

## داراشکوہ کی سلطنت کے حصول کی تدبیر:

داراشکوہ کے دل میں عالمگیر کا بڑا رعب بیٹھا ہوا تھا اور اس سے بہت ڈرتا تھا۔ اس نے بادشاہ کو سمجھا کر ان لشکروں کو طلب کرایا جو ولایت بیجاپور کی تسخیر کے لیے کمکی بھیجے گئے تھے۔ یہ طلب اُس وقت ہوئی کہ بیجاپور پر یورش ہو رہی تھی اور وہ فتح ہونے کی قریب تھا۔ اس سبب آئے اس مہم میں تاخیر ہوئی اور امراء عظام میں سے سوائے معظم خاں و شاہ نواز خاں ونجابت خاں کے کوئی اورنگ زیب کا کمکی نہیں رہا۔ اب داراشکوہ نے اپنی صلاح کار اس میں دیکھی کہ شجاع ومراد بخش کے مقدمہ سرکشی کو ان کے دفع اور استیصال کے لیے شاہی لشکروں کے پہنچنے کا بہانہ بنائے اور بادشاہ کی حین حیات میں ان دونوں کا کام تمام کرے اور پھر خاطر جمعی سے اپنے سارے لشکر اور کل بادشاہی لشکروں کو لے کر دکن کی طرف مصروف ہو اور عالمگیر کی تدبیر کار کے در پے ہو۔ اس مدعا کے حاصل کرنے کے لیے وہ اکبرآباد کو اس سبب سے بہتر جانتا تھا کہ مملکت کے وسط میں وہ واقع تھا اور سارے خزانے اور ذخیرے وہاں تھے۔

## بادشاہ کا شاہجہان آباد سے اکبرآباد آنا، شجاع سے لڑنے کے لشکر بھیجنا اور شجاع کا بھاگنا:

یہ باتیں سوچ کر اُس نے بادشاہ کو اکبرآباد جانے کے کی ترغیب دی اور عین شدت مرض میں جس میں سکون اور آرام کرنا چاہیے تھا سفر کرایا۔ بادشاہ 20 محرم 1068 ہجری کو شاہجہاں آباد سے چلا اور 19 صفر کو اکبرآباد میں پہنچا۔ یہاں داراشکوہ کھیل کھیلا۔ راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو امرائے

نامدار اور شاہی لشکر بیشمار کے ساتھ روانہ کیا۔ توپ خانہ اور کل اسباب محاربہ تیار کیا اور اپنے بڑے بیٹے کو اس سپاہ کا سپہ سالار مقرر کر کے شجاع سے لڑنے کے لیے اکبر آباد سے روانہ کیا۔ یہ لشکر بنارس سے گزر کر موضع بہادر پور میں آیا جو شہر سے ڈھائی کروہ پر گنگا کے کنارہ پر تھا اور شجاع وہاں مقیم تھا اور نوارہ بنگالہ اس کے پاس تھا۔ ڈیڑھ کروہ کے فاصلہ پر اس سے لشکر شاہی اُترا اور دست برد کی گھات میں بیٹھا۔ راجہ نے 21 جمادی الاولیٰ کو تبدیل منزل اور تغیر مکان کا بہانہ بنا کے کوچ کا آوازہ بلند کیا اور سحر گاہ جنگ و پیکار کے لیے سوار ہوا۔ اُس وقت شجاع بے پروا، خواب آلود غفلت میں پڑا تھا۔ اُس نے صفوف رزم کو آراستہ کیا اور نہ اور مقدمات حرب وقتال کی تمہید کی کہ صبح کے وقت مرزا کے لشکر پر ناگہاں خدع و غدر کے طور پر لشکر شاہی حملہ آور ہوا۔ شجاع تھوڑی دیر لڑا۔ جب دیکھا کہ ہاتھ سے کام گیا اور ہاتھ کام سے گیا تو وہ خود بھاگ کر نوارہ میں گیا اور کشتی میں سوار ہو کر بھاگ گیا۔ اس کا کل لشکر و خزانہ و توپ خانہ و دواب و کارخانے تباہ و غارت ہوئے۔ وہ پٹنہ سے گزر کر مونگیر میں گیا۔ جب یہاں بھی لشکر شاہی نے اس کا تعاقب کیا تو یہاں چند روز ٹھیر کر بنگالہ کی راہ لی۔ مونگیر سے پٹنہ تک ملک داراشکوہ کی اقطاع میں داخل ہوا۔ شجاع کے جو آدمی گرفتار ہوئے تھے وہ داراشکوہ نے اکبر آباد میں بلائے اور ان کی اہانت و تشہیر کر کے ان کے ہاتھ کاٹے جس کے سبب سے بعض آدمی مر گئے۔

## داراشکوہ کا مالوہ میں لشکر بھیجنا:

جب داراشکوہ نے شجاع کے مقابلہ کے لیے سلیمان شکوہ کو بھیجا تھا تو اُس نے یہ سوچا کہ ایک لشکر عظیم مالوہ میں بھی بھیجے جو دکن کی راہ میں ہے اور یہ لشکر اُجین میں جو اس ولایت کا حاکم نشین ہے مقیم ہو کر اُس کے قلعوں اور حدود کی حفاظت کرے اور دریائے نربدا کی اور اُس کی گزرگاہوں کی ایسی نگہبانی کرے کہ دکن کی راہ مسدود ہو جائے۔ غرض اس سے یہ تھی کہ عالم گیر اس طرف نہ آنے پائے۔ اس سے خوف کے مارے داراشکوہ کی جان نکلتی تھی۔ یہ تدبیر سوچ کر اُس نے شاہجہان سے غرض آلود، مصلحت نما باتیں اور مقدمات غوایت آمیز فساد افزا کچھ اس طرح گھڑ کر کہے کہ بادشاہ نے اس کی اس تجویز کو مان لیا اور راجہ جسونت سنگھ راٹھور کو جو ہندوستان کے منتخب راجاؤں میں تھا مالوہ روانہ کیا۔ امرائے ذی شوکت، بڑا لشکر، خزانۂ وافر اور بڑا توپ خانہ ان کے ساتھ گیا۔ دارا شکوہ یہ بھی چاہتا تھا کہ مراد بخش کا حال شجاع کا سا کرے تو اُس نے بادشاہ کی طبیعت کو ایسا اس سے

برگشتہ کردیا کہ وہ اس کے استیصال کے درپے ہوا۔ بادشاہ نے قاسم خاں کے ساتھ ایک جدا لشکر ہمراہ کیا اور یہ تجویز کیا کہ وہ راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ اُجین جائے اور وہاں پہنچ کر اگر مصلحت ہو تو گجرات سے مراد بخش کے خارج کرنے کے لیے قاسم خاں متوجہ ہو۔ اور نہیں تو راجہ جسونت سنگھ کے لشکر کا ضمیمہ بنے۔ دونوں اس امر پر متفق ہوئے کہ جو مہم پیش آئے اُس پر قیام کریں۔ 22 ربیع الاوّل 1068 ہجری کو بادشاہ کے پاس سے یہ لشکر روانہ ہوا۔ داراشکوہ نے باپ سے کہہ سن کر مملکت وسیع مالوہ کو بھی اپنے اقطاع میں لیا اور خوخواجہ محمد صادق اپنے بخشی دوم کو شائستہ فوج کے ساتھ مالوہ میں بھیجا کہ اس ولایت کا بندوبست کرے اور اس مرزوبوم کے زمینداروں کی استمالت قلوب ایسی کرے کہ کاروپیکار کے وقت وہ راجہ جسونت سنگھ کے کمکی بن جائیں۔ اب راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں دونوں اُجین میں پہنچے اور وہاں مقیم ہو کر صوبہ مالوہ کا انتظام او رقلعوں اور حدود کی حفاظت کرنے لگے۔

## دراشکوہ کی اجین میں لشکر بھیجنے کی منصوبہ بندی:

داراشکوہ اس انتظام میں تھا کہ اگر سلیمان شکوہ اور اس کا لشکر جو شجاع سے لڑنے گیا تھا آ جائے تو اُس کو بھی اسی ہیئت مجموعی سے اُجین میں بھیجوں کہ دونوں لشکر جمع ہو کر اس کی خاطر خواہ کام کریں۔ شجاع مراد بخش کی سرکشی کے سبب سے اطراف کے آدمیوں نے بھی نافرمانی شروع کی مگر اورنگ زیب میں حلم و وقار اور عالی حوصلگی ایسی تھی کہ اپنے باپ کی رضاجوئی ومتابعت کی راہ سے باہر قدم نہیں رکھا اور سرکشی اور نافرمانی کا خیال بھی نہیں کیا اورنگ زیب کی طرف سے مقدمات ناملائم غرض آلود وامور غیر واقعہ وحشت انگیز داراشکوہ بادشاہ کے خاطر نشین ایسے کرتا تھا کہ رفتہ رفتہ بادشاہ کا مزاج اس سے ایسا منحرف ہو گیا تھا کہ اورنگ زیب کے وکیل عیسیٰ بیگ کو جو بادشاہ کے دربار میں رہتا تھا بغیر کسی جرم کے صادر ہونے کے محبوس کیا اور اُس کے مال ومتاع کے ضبط کرنے کا حکم دیا مگر کچھ دنوں بعد اس ادا کو اپنے حق میں بُرا سمجھ کے اُسے قید سے رہا گیا اور خلعت دے کر اورنگ زیب کے پاس بھیج دیا۔

## داراشکوہ کے بے دینی پر مبنی نظریات اور عالمگیر:

اورنگ زیب کو داراشکوہ سے بڑی نفرت اس سبب سے تھی کہ جس کو داراشکو تصوف جانتا تھا اُس کو اورنگ زیب الحاد سمجھتا تھا۔ داراشکوہ ہندوؤں کے دین اور آئین کی طرف مائل تھا۔

برہمنوں اور جوگیوں اور سنیاسیوں کے ساتھ صحبت رکھتا رہا اور اُن کو مرشد کامل اور عارف بحق واصل سمجھتا تھا اور اُن کے وید کی کتاب کو آسمانی وخطاب ربانی جانتا تھا اور اُس کو مصحف قدیم و کتاب کریم خیال کر کے پڑھتا تھا اور کمال اعتقاد کے سبب سے اُس نے اطراف سے سنیاسی اور برہمن بڑی سعی سے جمع کیے تھے اور وید کا ترجمہ کرتا تھا اور ہمیشہ اسی کام میں اپنے اوقات صرف کرتا تھا اور بجائے اسماء حسنائے الٰہی کے وہ پربھو جس کو ہندو اسم اعظم جانتے ہیں ہندی رسم الخط میں الماس ویا قوت وزمرد وغیرہ کے نگینوں پر نقش کر کے پہنتا اور ان کو متبرک جانتا۔ وہ اس کا معتقد تھا کہ ناقصوں کے واسطے تکلیف عبادت ہے اور عارف کامل کو عبادت درکار نہیں اور اُس کی دلیل آیہ کریمہ واعبدْ ربك حتى ياتيتك اليقين بتلاتا تھا۔ اس لیے اُس نے نماز وروزہ اور کل تکالیف شرعیہ کو خیر باد کیا۔ اس کے برعکس اورنگ زیب پاک اعتقاد تھا اور ہمیشہ دین مبین کی حمایت اور شرع حضرت سید المرسلین ؐ کی رعایت کو پیش نظر رکھتا تھا۔ سلطنت ودولت کا مقصود ترویج شرع وملت اور شاہی وسروری کی غرض دین پروری وہ سمجھتا تھا اور ہمیشہ لڑکپن وجوانی میں اپنے اوقات کو فرائض اور سنت ونوافل کے ادا کرنے میں صرف کرتا تھا۔ اور حتی المقدور مراسم امر معروف نہی عن المنکر میں کوشش کرتا تھا۔ وہ داراشکوہ کے عقائد کو ردّی اور اطوار کو باطل جانتا تھا اور اس سبب سے اُس کی حمیت دین ومسلمانی کی رگ حرکت میں آتی تھی اور یہ بات سب پر روشن تھی کہ اگر داراشکوہ حکومت کرنے اور حکم روائی میں مطلق العنان ہوگیا تو اس سے ارکان شریعت میں خلل پڑے گا اور اسلام وایمان کا وقار کفر کے طنطنہ سے مبدل ہو جائے گا۔

## اورنگ زیب کا اورنگ آباد سے برہان پور میں آنا

جب اورنگ زیب بیجاپور کے محاصرہ میں مصروف تھا اور بادشاہ نے داراشکوہ کے کہنے سے اس لشکر کو جو بیجاپور کی تسخیر کے لیے مامور تھا بلالیا تو ناچار اورنگ زیب نے سکندر عادل شاہ بیجاپور سے بات چیت کر کے ایک کروڑ روپیہ کی پیش کش نقد وجنس کی بوعدہ اقساط قبول کر لی اور اس کے بعد وہ اورنگ آباد میں آ گیا۔ جب اورنگ زیب کو معلوم ہوا کہ بادشاہ بیماری کی کوفت سے بے اختیار ہے اور داراشکوہ کی ہٹ دھرمی سے ملک میں فتنہ انگیزی ہو رہی ہے تو اُس نے یقینی جان لیا کہ بادشاہ پر ضعف کا ایسا غلبہ ہے کہ وہ مملکت کے کاموں کو نہیں کر سکتا اور حزم واحتیاط کے سبب سے داراشکوہ کی عنانِ اختیار کو ڈھیلا کر رکھا ہے اور اس سے مواسات کرتا ہے جس سے خوف یہ ہے کہ

اگر چند روز اسی طرح گزرے تو ارکان سلطنت اور اساس خلافت میں ایسا خلل عظیم پڑے گا کہ اس کا تدارک کسی وجہ سے نہیں ہو سکے گا دین و دولت کا حفظ و ناس اور امور...... مملکت وملت کے اختلال کا جبر بادشاہانہ غیرت وحمیت کے مذہب میں واجب ہے اور یہ امر بھی متحقق ہے کہ اگر داراشکوہ کو مراد کے استیصال سے فرصت مل گئی اور وہ اس مہم سے فارغ ہو گیا اور سیاان شکوہ اور اس کا لشکر داراشکوہ سے مل گئے تو اُس کو قوت وشوکت عظیم ایسی حاصل ہوگی کہ وہ مہم دکن کی تدبیر میں لگے گا اور چونکہ اس کی طبیعت وجبلت میں کینہ جوئی وفساد انگیزی داخل ہے اس کے ساتھ حلم ومروت کچھ فائدہ نہیں رکھتا اس لیے اس جاہل بے خرد کے اعمال وافعال ناپسندیدہ پر صبر اور ملک و دولت کی شورش پر اس سے زیادہ تحمل نہیں کرنا چاہیے اس لیے اورنگ آباد سے اکبرآباد بادشاہ کی خدمت میں جانا چاہیے اور باپ کی خدمت میں رہ کر امور ملک کا نظم ونسق ایسا کرنا چاہیے کہ سلطنت کے ارکان وقواعد میں فتور راہ نہ پائے اور امور دولت سے داراشکوہ کا ہاتھ کوتاہ کرنا چاہیے، وہی اس تمام فتنہ وفساد کا مصدر ہے اور سلطنت وحکم رانی کے گھوڑے خالی میدان میں دوڑا رہا ہے بادشاہ کو اس کے تسلط کی قید سے چھوڑانا چاہیے۔

## مراد بخش کے پاس اورنگ زیب کا پیام آنا:

اورنگ زیب نے یہ بھی تجویز کیا کہ مراد بخش نے جو اپنی خامی اور بے حوصلگی سے اداہائے جاہلانہ کی ہیں اس کو اپنے ساتھ لے جا کر باپ سے اس کی تقصیرات کو معاف کرائے۔ عالمگیر نامہ میں تو فقط یہ لکھا ہے اس کو ہم نے ظفر نامہ میں بیان کیا۔ اس ارادے کو پختہ کرنے کے بعد اورنگ زیب نے سوچا کہ میرا لشکر مالوہ کی راہ سے گزرے گا۔ راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خان بڑے لشکروں کے ساتھ اُجین میں موجود ہیں اور احتمال یہ ہے کہ داراشکوہ باپ کے پاس میرے جانے سے راضی نہ ہوگا، وہ ان کو اشارہ کرے گا کہ راہ میں میرے لشکر کو روکیں اور محاربہ وپیکار سے پیش آئیں اور بادشاہ کے تخت کے قریب بھی داراشکوہ غصہ وکینہ سے میرے لشکر سے مقابلہ کرے گا۔ اس لیے مختصر سپاہ کے ساتھ اس سفر کا کرنا احتیاط کے قانون کے خلاف ہے اس لیے حزم شاہانہ اس کا مقتضی ہوا کہ تو لشکر وسامان توپ خانہ وکل اسباب فوج آرائی اور لوازم فرد آزمائی میں کوشش کی جائے اور ایک لشکر جو اس مہم کے لائق ہو اس کا سامان کیا جائے اورنگ زیب نے اس بات پر توجہ کر کے تھوڑے دنوں میں ایک لشکر نمایاں وتوپ خانہ شایاں تیار کر لیا اور سپاہ کے سرداروں کو مناصب عالیہ اد

رخطاب ہائے شائستہ عنایت کیں اور تنخواہیں بڑھادیں۔

## شہزادہ سلطان کی لشکر کے ساتھ برہان پور روانگی:

غرہ جمادی الاولیٰ 1068 ہجری کو شہزادہ محمد سلطان کو عنایت خاں کے ہمراہ اطلاع کی غرض سے مقدمہ لشکر کے طور پر پہلے برہان پور روانہ کیا پانچ ماہ مذکور کو اپنا پیش خانہ خاندیس کی طرف روانہ کیا اور پادشاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر متعین کیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو جو ابھی پیدا ہوا تھا دولت آباد کے قلعہ میں اہل حرم کے ساتھ بھیجا اور مراد بخش کے نام فرمان بھیجا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف متوجہ ہو اور جب ہمارا لشکر نربدہ سے پار ہو تو وہ اس سے مل جائے اور شہزادہ محمد معظم کو اپنے ہمراہ لے۔12 ماہ مذکور روز جمعہ کو اورنگ آباد سے برہانپور کی طرف گیا۔ایک منزل چل کر شہزادہ محمد معظم کو اورنگ آباد رخصت کیا 25 ماہ مذکور کو برہان پور میں اورنگ زیب آیا۔شہزادہ محمد سلطان جو پہلے یہاں آ گیا تھا وہ باپ کی خدمت میں آیا۔اورنگ زیب نے یہاں ایک مہینہ توقف کیا۔

اس اثناء میں عیسیٰ بیگ نے باپ کی خدمت میں ایک عرضداشت مزاج پرسی کے لیے بھیجی تھی اس کے جواب کے انتظار میں ایک مہینے تک برہان پور میں توقف کیا۔اس کو یہ امید تھی کہ شاید باپ کا عارضہ بالکل زائل ہو جائے گا اور صحت کامل ہو جائے گی اور وہ مہمات سلطنت کا نظم ونسق کرنے لگے گا۔اس کے ضعف وآزار کے سبب سے فرمان روائی اور کشورستانی کے دستور العمل میں نہایت خلل آ گیا تھا۔بادشاہ اپنے نفس نفیس سے ازسرنو انتظام کرے گا اور دارا شکوہ کے دست تصرف واستقلال کو کوتاہ کرے گا۔اتنی مدت تک وہ خبر مسرت اثر کے انتظار میں رہا کہ دربار سے حصول صحت وعافیت دائمی کا مژدہ سنے مگر جو اخبار متواتر آئے وہ اس کی ضد تھے،روز بروز مملکت میں فساد اور اختلال پھیلتا جاتا تھا اور اسی حال میں عیسیٰ بیگ جس کا اوپر ذکر ہوا اکبرآباد سے آ گیا۔ اس نے دربار کے اخبار و وقائق کو اور داراشکوہ کی سرکشی اور حکمرانی و جہاں داری کو اور بادشاہ کی بے اختیاری کو جس طرح دیکھا تھا عرض کیا۔اس کے سوا راجہ جسونت سنگھ اُجین میں خاندیس کے ہمسایہ میں لشکر لیے موجود تھا۔5 / جمادی الآخر کو برہانپور سے اکبرآباد کی طرف اورنگ زیب چلا۔غرہ رجب کو وہ موضع مانڈو میں آیا۔

## شاہنواز صفوی کی نیت میں فتور:

ان دنوں میں شاہنواز خاں صفوی کی نیت میں فساد آیا اور وہ لشکر کے ساتھ نہ آیا۔ برہانپور میں رہ گیا اور وہاں سے آنے میں بہانہ بنا کے دفع الوقت کرنے لگا۔ اورنگ زیب کے نزدیک اس کا لشکر کے ساتھ نہ چلنا صلاح کار و مصلحت وقت کے خلاف تھا۔ اس نے شہزادہ محمد سلطان کو شیخ میر کے ساتھ برہان پور بھیجا کہ اس کو دستگیر کر کے قلعہ برہان پور میں مقید کر دیں۔ ان دو نے جا کر اس کو اپنے گھر سے سوار کرا کے قلعہ میں مقید کر دیا اور خود واپس اورنگ زیب کے پاس آ گئے۔ اورنگ زیب متواتر سات کوچ کر کے دریائے نربدہ کے کنارہ پر آیا۔ دسویں کو اکبر پور سے دریا عبور کیا۔ راہ میں ہر روز بہت امیروں کو منصب و خطاب عطا کیے۔ دیپال پور اس کے پاس چاروں طرف کے رئیس آ آ کے ملتے گئے۔ 2/کو وہ دیپال پور کے باہر آیا۔ 21/کو دیپالپور سے کوچ کیا کہ راہ میں مراد بخش اُس کے پاس آ کر مل گیا۔ یہ دونوں بھائی موضع دھرمات پور میں آ گئے جو اُجین سے سات کروہ پر واقع ہے۔ راجہ جسونت سنگھ و قاسم خاں مع تمام لشکر شاہی کے مقابلہ کے عزم سے اورنگ زیب کے لشکر سے ایک کروہ پر برابر آئے جبکہ اورنگ زیب نے نالہ چورتر تیہ کے کنارہ پر خیمہ لگایا۔

## راجہ جسونت سنگھ کا احوال

راجہ جسونت سنگھ کا حال یہ ہے کہ وہ اُجین میں آیا تھا۔ بادشاہ نے اُس کو مراد بخش کی تنبیہ و تاکید کے لیے مامور کیا تھا۔ جب اس نے سنا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف مراد بخش آتا ہے تو وہ قاسم خاں اور سارے لشکر کو لے کر بانس برلہ کی راہ سے لڑنے کے قصد سے مراد کے سر راہ پر گیا اور کاچرودہ سے تین کوس پر آ کر ٹھہرا جس سے مراد بخش اٹھارہ کروہ پر تھا اور جاسوسوں کو بھیجا کہ مراد بخش کی عزیمت کی خبر محقق پر اطلاع دیں۔ اورنگ زیب نے دریائے نربدا کی گزرگاہوں اور راستوں کا بندوبست ایسا کر رکھا تھا کہ صوبہ دکن اور خاندیس کی کوئی خبر راجہ کے پاس نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس کو یہ خبر نہیں ہوئی کہ اورنگ زیب برہان پور سے مالوہ کی طرف چلا ہے۔ وہ صرف مراد بخش سے لڑنے کے لیے آمادہ تھا۔ جب مراد بخش کو راجہ کی اور اس کے ساتھ لشکر شاہی کے آنے کی خبر ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ مجھ میں اس لشکر کے مقابلہ کی تاب و تواں نہیں ہے تو وہ اورنگ زیب کی ہدایت و ارشاد سے جو اُس نے اپنے مراسلات میں کی تھی کاچرودہ سے اٹھارہ کروہ کے فاصلہ پر اس راہ کی سمت بدلی جس پر وہ آتا تھا اور دیپال پور کے نواح میں اورنگ زیب سے آن ملا۔ راجہ جسونت سنگھ نے

کاچرودہ میں چار مقاموں کے بعد سُنا کہ مراد بخش جس راہ پر آتا تھا اُسے بدل کر دوسری راہ پر چلا گیا ہے۔ اب وہ اس راہ کی تفتیش میں ہوا۔ اور اب تک اُس کو خبر نہ ہوئی کہ اورنگ زیب کا لشکر دریائے نربدا سے پار آ گیا ہے۔ اس عرصہ میں راجہ شیورام گوڑ نے جو مانڈو میں تھا راجہ پاس نوشتہ بھیجا جس میں اورنگ زیب کے نربدا سے پار ہونے کا حال مجمل لکھا تھا اور اسی دوران یہ بھی ہوا کہ قلعہ دھار میں داراشکوہ کے جو نوکر تھے وہ اورنگ زیب کے لشکر کے قریب آنے سے ڈر کر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ گے اور راجہ سے جا کر ملے۔ راجہ نے یہ خبر سن کر چرودہ میں جس راہ سے آیا تھا اسی راہ سے واپسی کی اور جنگ کے ارادہ سے دھرمات پور سے ایک کروہ پر آیا کہ اورنگ زیب کے لشکر کا سدراہ ہو۔ اورنگ زیب یہ نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور مسلمانوں کا خون ہو۔ دھرمات پور میں آنے سے پانچ چھ روز پہلے کب رائے کو کہ ایک برہمن فہمیدہ تھا راجہ جسونت سنگھ کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے صرف باپ کی ملازمت کی نیت ہے۔ ہمارے ساتھ تم بادشاہ کی خدمت میں چلو یا ہمارے سرراہ سے ہٹ کر جودھپور اپنے وطن چلے جاؤ۔ نہیں تو لڑائی میں تمھارا بڑا نقصان ہوگا۔ راجہ نے اس پیغام کو کچھ نہ سنا اور جنگ و پیکار کے لیے آمادہ ہو کر کب رائے کو واپس بھیج دیا۔ جب اورنگ زیب کو یقین ہو گیا کہ لڑنا ضرور پڑے گا تو وہ تدبیر جنگ اور توزک سپاہ میں مصروف ہوا۔

## اورنگ زیب اور راجہ جسونت سنگھ کی لڑائی اور اورنگ زیب کی فتح:

روز جمعہ 22/رجب 1068ھ، 1658ء کو اورنگ زیب نے لشکر، توپ خانہ و ہاتھیوں کو آراستہ کیا اور خود ہاتھی پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ شہزادہ محمد سلطان اور نجابت خاں کو ہراول کا سردار بنایا اور توپ خانہ مرشد قلی خاں کے حوالہ ہوا۔ مراد بخش کو برانغار کا سردار محمد اعظم کو جرانغار کا سردار بنایا۔ لشکر کی قراولی خواجہ عبداللہ قزلباش خاں کے سپرد ہوئی اور قلب لشکر کی سرداری خود اورنگ زیب نے کی۔ ان فوجوں کے سرداروں کے ساتھ اور بہت سے نامی سردار تھے جن کے نام لکھنے تطویل سے خالی نہیں۔ سپاہ کے یمین و یسار کو اورنگ زیب نے آراستہ کیا۔

## راجہ جسونت سنگھ کا لشکر عالمگیری سے خوفزدہ و سراسیمہ ہونا:

عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کے لشکر کی ہیبت سے ایسا خوف زدہ ہوا کہ اُس نے اپنا وکیل اورنگ زیب کے پاس بھیجا اور اپنی بندگی و عجز و ندامت و سرافگندگی کا اظہار

کیا اور یہ پیغام دیا کہ میں حضور کے لشکر سے لڑنے کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ میرا ارادہ حضور کی ملازمت کا ہے۔ بندگی اور اخلاص کے سوا میں کسی اور طریقہ پر چلنا نہیں چاہتا۔ اگر مجھ پر حضور فضل و کرم کر کے نبرد سے باز آ جائیں تو حضور کی آستان بوسی کروں۔ اورنگ زیب نے اس بات کا اعتبار نہیں کیا۔ اس کو جواب دیا کہ ہم جنگ میں توقف نہیں کرتے۔ اگر تو سچا ہے تو لشکر سے جدا ہو کر تنہا نجابت خاں کے پاس جا۔ وہ تجھ کو شہزادہ محمد سلطان کے پاس لے جائے گا اور وہ میرے پاس تجھ کو لائے گا۔ تو میں تیرے جرائم معاف کروں گا مگر راجہ یہ کب سنتا تھا وہ جنگ پر مستعد رہا۔ قاسم کو ہراول کا سردار بنایا اور اس کے ساتھ بڑے بڑے راجپوت راجہ اور مسلمان امراء ہمراہ کیے۔ بہادر بیگ بخشی داروغہ توپ خانہ تھا۔ اس کے ہمراہ توپ خانہ شاہی لشکر سے آگے بھیجا۔ توران کے نامی سپاہیوں مخلص خاں و محمد بیگ و یادگار بیگ کو قراول مقرر کیا، مہیس داس گور و گوردھن راٹھور کو التمش مقرر کیا اور اپنے تئیں قول میں رکھا اور اور افتخار خاں کو میسرہ میں اور مالوجی دیرسوجی اور راجہ دیبی سنگھ بندیلہ کو لشکر کی محافظت کے لیے مقرر کیا۔

## لڑائی کا باقاعدہ آغاز:

پانچ چھ گھڑی دن چڑھا تھا کہ لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ اول مقدمہ جنگ میں طرفین سے گولی گولیاں بان چلنے شروع ہوئے پھر ہنگامہء جنگ گرم ہوا۔ لشکر آہستہ آہستہ تیر و بندوق و بان سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے۔ راجپوت جیسے کہ مکند راؤ ہاڈھ ورتن راٹھور و دیال داس جھالا اور ارجن کور تھے توپ خانہ پر گرے۔ اور مرشد قلی کی جان لی اور ذوالفقار خاں کو زخمی کیا اور توپ خانہ سے گزر کر وہ ہراول پر حملہ آور ہوئے۔ شہزادہ نجابت خاں اُن سے خوب لڑے۔ مسلمانوں کے تیر و تلواریں ہندوؤں کی پیشانیوں کے صندل اور گردن کے زنار بنتے تھے۔ ہندوؤں کے تیغ و سنان مسلمانوں کی زرہ و مغفر کو چیرتے تھے۔ غرض جب اورنگ زیب نے ان راجپوتوں کا غلبہ اپنے لشکر پر دیکھا تو وہ خود جنگ پر متوجہ ہوا۔ اُس نے دشمن کو ہٹایا اور مراد بخش جو برانغار میں صف آرا تھا اس نے دائیں طرف سے دشمنوں کی بنگاہ پر جو لشکر مخالف کے عقب میں تھا حملہ آور ہوا اور تاخت و تاراج شروع کی۔ مالوجی و پرسوجی جو محافظ لشکر تھے تاب مقاومت نہ لائے اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ دیبی سنگھ نے مراد بخش کے ہاتھی کے پاس آ کر پناہ مانگی۔ مراد نے اس کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ غرض راجہ جسونت سنگھ کو شکست ہوئی اور وہ کچھ زخمی راجپوتوں کو ہمراہ لے کر اپنے وطن کو چلا گیا اور قاسم خاں اور

سارالشکر بادشاہی فرار ہوا۔

اورنگ زیب نے اس لشکر کا تعاقب اس خیال سے نہیں کیا کہ وہ عاجز کشی تھی۔ اُس نے کمال دین پروری اور مسلمانوں کے سبب سے حکم دیا کہ معرکۂ جنگ میں جو مسلمان ہاتھ آئے اس کو جان کی امان دیں اور اس کا خون نہ کریں اور مسلمانوں کی عزت و ناموس کو نقصان نہ پہنچائیں۔

## فتح پیر عالمگیر کا رب کریم کی بارگاہ میں شکریہ:

اورنگ زیب نے اس فتح کا شکریہ الٰہی ادا کیا اور مراد بخش کو پندرہ ہزار اشرفی اور چار ہاتھی عنایت کیے اور شہزادہ محمد سلطان کا پنج ہزار پنج ہزاری سوار کا اضافہ منصب کر کے پانزدہ ہزاری دہ ہزار سوار بنایا اور جن امراء نے اس جنگ میں جانفشانی کی تھی ان کو بڑے بڑے جاہ و منصب و خلعت انعام دیئے اور ان کے اضافے کیے۔ اورنگ زیب نے بلدۂ اُجین سے باہر تین مقام کیے۔ 2 رجب کو وہ یہاں سے چلا۔ 28 رکوچ اور تین مقام کر کے 28 شعبان کو حدودِ گوالیار میں آیا اور بلدۂ مذکور کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ جب اورنگ زیب گوالیار میں آیا تو داراشکوہ دھولپور میں آیا اور اُس نے ایسی تدبیریں کیں کہ اورنگ زیب کا لشکر چنبل ندی کو عبور نہ کر سکے۔ اکثر مشہور گذرگاہوں پر اُس نے توپ خانے اور آلات جنگ لگا دیئے تھے۔ اورنگ زیب نے یہاں کے زمینداروں سے دریافت کر لیا کہ گوالیار سے دائیں طرف بیس کروہ پر بھدوریہ ایسی گزرگاہ ہے کہ جہاں سے لشکر پایاب عبور کر سکتا ہے۔ چونکہ اورنگ زیب کا لشکر کنار دریا سے دور تھا اور گذر مذکور غیر مشہور تھی۔ داراشکوہ نے اس کی محافظت نہیں کی تھی۔ اورنگ زیب نے خانخانان بہادر سپہ سالار اور صف شکن خاں کو اس گزر پر بھیجا کہ اُس پر قبضہ کریں۔ وہ ماہِ شعبان کو چنبل کے کنارہ پر پہنچے اور بے توقف جیسے پانی پر سے ہوا گزرتی ہے اُنہوں نے عبور کیا اور اس طرف پر دریائے کے قبضہ کیا...... اور ماہِ رمضان کو اورنگ زیب نے مع لشکر کے دریا سے عبور کیا۔ اب سطور ذیل میں بادشاہ کا حال جو اکبرآباد میں ہوا وہ بیان کیا جاتا ہے۔

## شاہجہاں کا حال:

اکبرآباد میں شاہجہاں کے مرض میں کچھ افاقہ ہو گیا تھا لیکن عارضہ بالکل دفع نہیں ہوا تھا آزار باقی تھا اور ضعف بہت قوی ہو گیا تھا گرمی کا موسم قریب آ گیا تھا اور اکبرآباد کی ہوا بہ نسبت شاہجہان آباد کی ہوا کے بہت زیادہ گرم تھی اور یہاں کے دولت خانہ کی عمارات بہ نسبت شاہجہاں

کے دولت خانہ کی عمارات کی وسعت وفضاء نزہت وصفا میں کمتر تھیں۔اس لیے اطبا نے تجویز کیا کہ اکبرآباد میں رہنے سے بادشاہ کے عود مرض کا اندیشہ ہے شاہجہان آباد جانا مناسب ہوگا۔بادشاہ نے بھی اس دارالخلافہ کی عزیمت کی کہ تابستان میں وہاں باغ و بستاں اور تسلسل نہر کی طراوت سے راحت ہوگی۔داراشکوہ بادشاہ کے سفر پر راضی نہیں ہوتا تھا۔اس کو اپنے مطالب ومقاصد کی ناکامی جانتا تھا مگر اس پر بادشاہ کی طبع مبارک بہت مائل تھی اور داراشکوہ جانتا تھا کہ راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کو اُجین سے آگے نہ بڑھنے دے گا۔اس لیے وہ بھی بادشاہ کے اس سفر پر راضی ہوگیا اور خود بھی شاہجہان آباد کو روانہ ہوا اور موضع بلوچ پور میں آیا۔راجہ جسونت سنگھ کے پاس رستم بیگ گرز بردار اور یساول بیگ گئے ہوئے تھے،اُنہوں نے آکر بادشاہ کو راجہ کی شکست کی خبر سنائی۔اس خبر کے سننے سے داراشکوہ کے ہوش اُڑے،وہ خود اکبرآباد کو اُلٹا پھرا۔نہم ماہ مذکور کو بلوچ پور سے بادشاہ کو بھی منت وساجت کر کے لے آیا اور سپاہ ولشکر اور اسباب نبرد وپیکار کے جمع کرنے میں کوشش کرنے لگا اور جن صوبہ جات اور محال سے منصب داروں وجاگیرداروں کا آنا ممکن تھا ان کو بلا لیا اور اُن کے قلوب کی تسخیر میں اور خواطر کی تسلی میں کوشش کی۔سب کو اپنا ہمداستان بنایا اور بادشاہ کے سارے عمدہ ملازموں اور امراء کو چرب ونرمی وملائمت ونوید احسان ورعایت سے راضی کر کے جنگ کے لیے آمادہ کیا اور تھوڑے دنوں میں بادشاہ کے نوکروں اور قدیم وجدید سپاہیوں کا ایک انبوہ جمع کرلیا جس میں ساٹھ ہزار سوار تھے ان کو تورخانہ شاہی سے ہتھیار جتنے جی چاہا دے دیئے۔کل توپ خانہ و جنگی ہاتھی اس لشکر کے ساتھ کیے۔خزانہ کے منہ کھول دیئے۔جتنا زر سپاہ میں پریشان کیا اتنا ہی اپنی پریشانی کے لیے سامان کیا،سب سے زیادہ اس کا ناصواب کام یہ تھا کہ معظم خاں کے بیٹے محمد امین خاں کو اُس نے قید کیا۔

## داراشکوہ کا محمد امین خاں کو قید کرنا:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اورنگ زیب نے معظم خاں کو بیجاپور کی حدود میں اس لیے چھوڑا تھا کہ وہ ایک کروڑ روپے کی پیش کش لے آئے جو اُس کے مراجعت کے شکرانہ میں عادل خاں نے دینی قبول کی تھی۔داراشکوہ نے عادل خاں اور ارکان دولت بیجاپور کو ایسا کچھ لکھ بھیجا کہ اورنگ زیب کا یہ مطلب دل خواہ نہ ہونے دیا اور اس کے کام کو تاخیر میں ڈال دیا۔اور اس نے بادشاہ سے ایسا کچھ کہا سنا کہ بادشاہ نے معظم خاں کو اپنے پاس بلایا۔وہ بادشاہ کے حکم سے باقی لشکر کو جوان حدود

میں تھا ہمراہ لے کر اورنگ آباد میں آیا کہ یہاں سے بادشاہ کے دربار میں جائے مگر اس کے جانے کو اورنگ زیب نے منافی مصلحت اس سبب سے جانا کہ دکنی زیادہ خودسر ہو جائیں گے۔ معظم خاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں جب تساہل کرنا نہ چاہا تو اورنگ زیب نے معظم خاں کو دستگیر کر کے دکن میں نگاہ رکھی۔ داراشکوہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے بداندیشی اور بدگمانی سے بادشاہ سے اس مقدمہ کو اس پیرایہ میں گوش گزار کیا کہ اورنگ زیب و معظم خاں نے اتفاق کر کے سازش کی ہے اس لیے اس کے بیٹے محمد امین خاں کو جو میر بخش گیری سلطنت تھا داراشکوہ نے اپنے گھر میں بلا کر امور غیر واقع سے متہم کرا کے مقید کیا۔ شاہجہاں کو تین چار روز کے بعد خان مذکور کی بے گناہی اور حقیقت حال پر اطلاع ہوئی۔ اس نے داراشکوہ سے کہے بغیر خود ہی اس کے حکم کو منسوخ کر کے اس کو رہا کرایا۔ شاہجہاں یقینی جانتا تھا کہ اورنگ زیب سے داراشکوہ لڑ کر خراب ہو گا اور اپنے بخت و دولت کے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارے گا۔ وہ صلح و صلاح کا مشورہ دیتا اور سمجھاتا کہ بیٹا بھائی سے نہ لڑ۔ مگر داراشکوہ اپنی لشکر کشی اور سپہ آرائی سے باز نہ آتا تھا۔ ان دنوں بادشاہ کے ہاتھ سے سر رشتہ اختیار واقتدار جا چکا تھا وہ منع و زجر پر قادر نہ تھا اس لیے ناچار وہ دارا پر بھروسہ کرتا تھا۔

## دریائے چنبل پر اورنگ زیب کے لشکر کے روکنے کے لیے داراشکوہ کا فوج بھیجنا:

16 شعبان کو داراشکوہ نے خلیل اللہ خاں کو برسم منقلا پہلے روانہ کیا اور بعض امراء و سپاہ کو اس کے ہمراہ کیا کہ وہ دھول پور میں جا کر اس کے آنے تک اقامت کرے اور دریائے چنبل کے گھاٹوں پر توپ خانے لگا کے اور سپاہ مقرر کر کے محافظت کرے۔ 25 شعبان کو اکبر آباد سے خود سارے لشکر اور اپنے چھوٹے بیٹے سپہر شکوہ کو ہمراہ لے کر برآمد ہوا اور پانچ منزلیں طے کر کے دھول پور میں آیا اور اس علاقے کے زمینداروں کی معاونت سے دریا کے گزروں کا انتظام کیا اور جہاں مخالف کے پایاب ہو کر عبور کرنے کا گمان بھی تھا وہاں بھی بندوبست کیا۔ اس کو یہ انتظار تھا کہ اس کا بڑا بیٹا سلیمان شکوہ اور اُس کا لشکر اس سے آن ملے۔ اُن کو اُس نے طلب کیا تھا وہ جلد چلے آتے تھے اس لیے اس کی رائے میں یہ آیا تھا کہ اُن کے آنے تک اس طرح کارزار اور صف آرائی میں چند روز دفع الوقت کرے مگر اورنگ زیب کے عبور ہونے کا یہ دریا کیسے مانع ہو سکتا تھا۔ اُس نے عبور کیا جس کا بیان اوپر ہوا تو داراشکوہ اس لشکر سے لڑنے کے لیے دھول پور سے روانہ ہوا اور راجپورہ آیا (اکبر آباد سے دس کروہ پر ہے) اور دریائے جمن پر ایک زمین جنگ کے واسطے تجویز کی۔ یہاں خیمے ڈالے

اور فوج کی ترتیب میں مصروف ہوا۔ اس وقت بھی بادشاہ نے اس کو نصیحت کی کہ جنگ و پیکار سے باز آ مگر اُس نے نہ سنا۔ گو اس وقت بادشاہ پر ضعف کا غلبہ اور قواء کا ضعف طاری تھا گرمی کی تیزی اور ہوا کی حرارت کی شدت تھی۔ مگر اس نے ارادہ کیا کہ دریا کی راہ سے اس لشکر گاہ میں خیمہ لگا کر بھائیوں کی جنگ کی آگ کو بجھائے۔ منازعت کو مٹا کے مصالحت کرائے، اس عزم سے پیش خانہ بھیجا اور حکم دیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان خیمہ گاہ کھڑا کریں اور پیچھے خود بھی سوار ہونے کا ارادہ تھا۔ دارا شکوہ جانتا تھا کہ بادشاہ کے جانے سے مصالحت ہو جائے گی جس کو وہ پسند نہیں کرتا تھا، اس لیے وہ بادشاہ کے جانے پر راضی نہیں ہوا۔ اُس نے حیلے بہانے کر کے اس کام کو جھمیلے میں ڈال دیا اور جنگ و پیکار میں جلدی کی جس کا سرانجام اس کے حق میں جو ہوا وہ بیان کیا جاتا ہے۔

## اکبر آباد کے قریب دارا شکوہ اور اورنگ زیب کی لڑائی اور دارا کا شکست پا کر دہلی بھاگنا اور دہلی سے لاہور جانا:

اورنگ زیب نے دریائے چنبل سے عبور کر کے دو روز مقام کیا کہ سپاہ و لشکر نے جو مسافت بعیدہ طے کی تھی آرام پائے۔ جب اُس نے سنا کہ دھول پور سے دارا شکوہ لڑنے کے قصد سے آتا ہے تو 4 رمضان کو وہ چنبل کے کنارہ سے چلا۔ 6 کو دارا شکوہ کے لشکر سے ڈیڑھ کوس پر آ کر مقیم ہوا کہ مخالف کے لشکر کی حقیقت اور اُس کے فساد کی عزیمت معلوم کریں۔ اسی روز اورنگ زیب کا لشکر قریب آیا، دارا شکوہ صف آرائی کر کے جنگ کے عزم سے سوار ہو کر اپنی لشکر گاہ سے آگے بڑھا۔ لوئیں آگ برسا رہی تھیں، زمین شعلے اُٹھا رہی تھی، گرمی کے غلبہ سے اور پیاس کی شدت سے اور کمیابی آب سے آدمی سراب عدم میں چلے جاتے تھے، اس کے لشکر کو نہایت تکلیف ہوئی اور شام کو بغیر لڑے وہ واپس چلا گیا۔ اُس دن اورنگ زیب کا لشکر بھی پانچ کوس گرمی کی شدت اور جلتی دھوپ اور پانی کی قلت میں آیا تھا اس نے اس سبب سے آج لڑنے کو مصلحت نہ جانا اور لشکر گاہ میں مقیم ہوا اور حکم دیا کہ رات کی خبرداری کے لیے مورچل قائم ہوں اور چوکی پہرے سارے لشکر میں تقسیم ہوں اور محافظت کی شرائط ادا ہوں۔ اورنگ زیب کے اس حکم سے لشکر کے سردار اور سپہ دار احتیاط اور بیداری کے لوازم کو بجا لائے اور صبح کے منتظر رہے۔ جب صبح ہوئی تو اورنگ زیب نے لشکر کو آراستہ کیا اور توپ خانہ کو اور جنگی ہاتھیوں کو آگے روانہ کیا اور شہزادہ محمد سلطان کو خانخانان بہادر کے ساتھ ہراول کا سپہ سالار بنایا اور شہزادہ محمد اعظم کو برانغار کی سرداری سپرد ہوئی۔ جرانغار مراد بخش کے حوالے

ہوا۔ التمش کی سرداری شیخ میر کو مفوض ہوئی۔ دست راست کی طرف بہادر خاں کو حوالہ ہوئی اور دست چپ کی طرف خاندوران خاں کو جنگجو اجہ عبداللہ بیگ کو قراولی۔ اورنگ زیب ہاتھی پر سوار ہوا اور بیٹے محمد اعظم کو اپنے ساتھ بٹھایا اور قول میں رونق افروز ہوا۔ اورنگ زیب کو تجربہ سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ تائید آفریدگار اور ثبات قدم واستقلال سردار پر فتح وظفر موقوف ہے اس لیے وہ مخالف کی کثرت لشکر سے خائف نہیں ہوتا تھا۔ 7 رمضان کو یہ لشکر اسی میدان جنگ میں گیا جو پہلے تجویز ہوا تھا۔

## داراشکوہ کی صف آرائی اور جنگ کی تیاری:

داراشکوہ کی ترتیب افواج اس طرح تھی کہ دست راست کی طرف تو اس کا اپنا توپ خانہ برق انداز خاں میر آتش کے اہتمام میں اور دست چپ میں توپ خانہ بادشاہی حسین بیگ خاں کی سرداری میں لشکر کی صفوں کے آگے کھڑے کیے تھے۔ راؤ ستر سال کو ہراول کا سردار بنایا اور داؤد خاں خویشگی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کا ضمیمہ کیا۔ خلیل اللہ خاں کو ہراول سپرد کی اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو رستم خاں کے ساتھ جرانغار کا سپہ سالار بنایا اور خود قول میں رہا۔ قول کے یمین و یسار میں خود رہا میمنہ کا سردار ظفر خاں کو اور فوج میسرہ کا سردار فاخر خاں نجم ثانی کو مقرر کیا۔ پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے اول بان و توپ و تفنگ چلے، آتش حرب جب اور زیادہ تیز ہوئی اور دونوں لشکر قریب آئے تو تلوار سے لڑائی شروع ہوئی۔ جرانغار کے سردار سپہر شکوہ اور رستم خاں اورنگ زیب کے توپ خانہ کے روبرو آئے، توپوں کی مار سے وہ پیچھے ہٹے۔ رستم خاں کی فوج کے ایک ہاتھی کے گولہ لگا جس سے وہ گر پڑا۔ جب سپاہ نے دیکھا کہ توپ خانہ کے استحکام کے سبب سے کام نہیں چل سکتا تو وہ یہاں سے پھر کر مخالف کے برانغار پر جھکے اور بہادر خاں سے لڑائی شروع ہوئی اور وہ زخمی ہوا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے سید دلاور خاں اور ہادی داؤد خاں قتل ہوئے۔

## شیخ میر کا مع لشکر کمک کو آنا:

غنیم کی فوج عظیم تھی۔ برانغار کی سعی سے وہ دفع نہ ہو سکی اور قریب تھا کہ برانغار میں لغزش آئے کہ شیخ میر فوج التمش کے ساتھ اس کی کمک کو آیا۔ اس نے دشمن کو پرے ہٹایا۔ اس جنگ میں رستم خاں جنگ رستمانہ کر کے تیر قضا کا ہدف ہوا اور سپہر شکوہ بھاگ گیا۔ اورنگ زیب کے برانغار میں سے حسن بخش و سیف خاں و غریب بیگ و محمد صادق و میر یز مہند زخمی ہو کر قتل ہوئے۔ اس کے

بعد قول اور التمش کی فوج داراشکوہ لے کراورنگ زیب کے توپ خانہ وہراول کے روبرو آیا مگر مقابلہ میں ٹھہر نہ سکا، دست راست کی طرف گیا مراد بخش سے جو برانغار میں تھا جابھڑا۔ خلیل اللہ خاں پھر برانغار کی فوج پر حملہ آور ہوا اور اس کے لشکر اوزبکیہ نے دلیری و مردانگی کی داد دی اور راجپوتوں نے بھی بڑی جلاوت دکھائی کہ راؤ ستر سال ہاڈہ و رام سنگھ راٹھور و بھیم پسر راجہ بیتھلد اس کور و راجہ سیورام برادر زادہ راجہ مذکور اور دلیر و نامور راجپوتوں کی جماعت اورنگ زیب کے بہت قریب آ گئی اور راجہ رُوپسنگھ اورنگ زیب کی سواری کے ہاتھی کے قریب گھوڑے سے اُتر کر جلاوت و بہادری کے کام کرنے لگا۔ اورنگ زیب نے اس کی یہ بہادری دیکھ کر اپنے نوکروں کو اس کے قتل کرنے سے منع کیا اور زندہ پکڑنے کا حکم دیا مگر نوکر اس کی اس گستاخی کے متحمل نہ ہوئے۔ اُنہوں نے اسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ اورنگ زیب کے رحم و مروت پر شہادت دیتا ہے کہ جو شخص اس کے قتل کرنے کے قصد سے آئے اس پر وہ عنایت فرمائے۔ اورنگ زیب بھی عجب مروت کیش رحم گستر و فتوت آئین اور عفو پرور تھا کہ اس کا قہر مہر کے ساتھ رہتا اور اس کا غضب لطف سے دمساز تھا اپنی حسن نکوئی اور لطف خوشی کے سبب سے سب وقت کینہ جو مخالفوں کو رجوع پر آمادہ اور عین جنگ میں بخشایش و رافت سے پرخاش جو دشمنوں کے لیے در صلح کو کشادہ رکھتا تھا۔ جب داراشکوہ نے دیکھا کہ رستم خاں راؤ ستر سال اور عمدہ راجپوت جو اس جنگ میں اس کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے تو اُس نے کچھ تھوڑی دیر اور کوشش کی کہ اس کا دیوان محمد صالح جس کو وزیر خاں کا خطاب دیا گیا تھا مارا گیا اور عمدہ آدمیوں کی ایک جماعت قتل ہوئی اور اس کی سواری کے قریب چند بان متواتر مخالفوں کے لشکر سے آن کر پڑے تو پھر میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکا۔ باوجودیکہ اس کے پاس ایک جماعت موجود تھی اور لڑائی ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ بھاگ گیا اور بہت ہراس و بے دلی سے ہاتھی سے اُتر کر بے یراق و سلاح ننگے پاؤں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس حرکت و اضطراب بے ہنگام سے اس کا لشکر پراگندہ و پریشان ہوا۔ اس حال میں ایک خدمت گار اس کی کمر میں ترکش باندھتا تھا کہ وہ تیر لگنے سے مر گیا تو وہ اور خوف زدہ ہوا، وہ بھاگا اور اس فرار میں اس کا بیٹا سپہر شکوہ بھی آن ملا۔ داراشکوہ کو شکست اور اورنگ زیب کو فتح ہوئی۔ اگرچہ اورنگ زیب نے اپنے لشکر کو تعاقب کا حکم نہیں دیا تھا پھر بھی اکبر آباد تک جو دس کروہ تھا ہر قدم پر زخمی مردہ پڑے تھے۔ اس جنگ میں بہت آدمی مارے گئے اور بڑے بڑے امیر جو ریاست و حکومت رکھتے تھے اُنہوں نے قتل ہو کر پر عدم کی راہ لی۔ داراشکوہ نے اپنے چھوٹے بیٹے سپہر شکوہ

کے ساتھ بھاگ کر اکبر آباد گیا اور اپنے گھر میں جا کر اُتر خجالت و شرمساری کے سبب سے کسی آشنا و بیگانہ سے نہ ملا۔ خوف کے مارے باپ کے سامنے بھی نہ گیا باپ کو کیا منہ دکھاتا وہ پہلے ہی اس ناز پروردہ کی حقیقت کو جانتا تھا۔ اورنگ زیب کو خوب پہچانتا تھا اس لیے مقابلہ کو منع کرتا تھا۔ اگر دارا باپ کے کہنے پر چلتا تو کیوں یہ ذلت و خواری اُٹھاتا۔ تین پہر رات تک یہاں ٹھہرا، آخر شب میں اپنے گھر سے فرار کیا اور بیوی اور لڑکی اور بعض اور اہل حرم کو ساتھ لیا اور کچھ جواہر و مرصع آلات اور سونا اور اشرفیاں جو اس اضطراب و سراسیمگی میں ہاتھ لگے ساتھ لے گیا۔ اندھیری رات میں سپہر شکوہ اور بارہ سوار اکبر آباد سے اس کے ہمراہ تھے وہ اس کے ساتھ دہلی گئے۔ مگر اس کے بعد اس کی سپاہ شکستہ جس میں کچھ زخمی کچھ گرمی کے مارے تھے اُس سے جا کر ملے۔ اس طرح پانچ ہزار سوار اس کے پاس جمع ہو گئے۔ بعض اس کے کارخانے بھی اس کے پاس پہنچ گئے مگر اکثر نوکر اس کے جدا ہو کر اورنگ زیب کے پاس چلے آئے جن کو اُس نے مناسب مناصب دیئے اور ان پر نوازش کی اور اکبر آباد میں دارا کا اکثر خزانہ و جواہر و مرصع آلات و کارخانہ جات و گھوڑے ہاتھی اور تمام اسباب حشمت و تجمل رہ گیا جو اس کے پاس نہ پہنچ سکا۔

## فتح حاصل کرنے کے بعد اورنگ زیب کا طرز عمل:

اس لڑائی میں یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر کی اس تدبیر سے کہ راجپوتوں کے ساتھ رشتہ ہو اور اس قوم پر از حد نوازش اور ان کی ترتیب کی جائے۔ راجپوتوں کو مسلمانوں کے ساتھ اور مسلمانوں کو راجپوتوں کے ساتھ ایسی محبت ہو گئی تھی کہ مسلمان اپنی سلطنت کے فیصلہ کرنے میں ان ان کو اپنا شریک بناتے اور وہ شریک ہو کر اس کا فیصلہ کراتے تھے۔

جب اورنگ زیب نے اعدا کو ہزیمت دی تو اُس نے خدا کی درگاہ میں شکریہ ادا کیا اور افواج کو ہمراہ لے کر مخالفوں کی لشکر گاہوں میں گیا۔ دشمنوں کی منزل گاہ میں غارت اور تاراج کی جاروب نے صفائی کر دی تھی مگر داراشکوہ کا نیمہ اپنی جگہ کھڑا تھا۔ اورنگ زیب اس خیمہ میں جب تک ٹھہرا کہ اس کا اپنا خیمہ دولت خانہ آیا۔ امراء رفیع القدر اور اخلاص شعار تسلیم مبارک باد اور آداب تہنیت بجا لائے۔ مراد بخش کا چہرہ زخموں کے لگنے سے گل رنگ ہو رہا تھا اورنگ زیب نے اوّل زخموں پر چرب و نرمی کے ساتھ اپنے لطف و نوازش کا مرہم رکھا۔ پھر ماہر جراح و تجربہ کار اطبا علاج کے لیے بھجوائے۔ جب بادشاہ کا خیمہ آ گیا تو وہ کھڑا ہوا اور کام بخشی و عطا گستری کی مراسم ادا ہوئیں اور جن

امراء و نوکروں نے اس جنگ میں کوشش و جانفشانی کی تھی اور جو ہر مردی و شجاعت و گوہر اخلاص و ارادت دکھایا تھا ان پر شاہانہ مہربانیاں ہوئیں اور ہر شخص کو اُس کے رتبہ و قدر کے موافق عطیات عنایت ہوئے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی۔ مقتولوں کو خاک سے اُٹھایا۔

## اورنگ زیب کا اپنے باپ شاہجہان کو معذرت نامہ بھجوانا:

دوسرے روز شکارگاہ سموگڑھ میں اورنگ زیب آیا، جمنا کے کنارے پر مکانات میں اترا اور اسی روز باپ کے پاس معذرت نامہ بھیجا جس میں صورت حال وصف آرائی کا اعتذار اور بحکم شرع و تقاضائے عقل داراشکوہ نے جنگ کا نہایت ادب کے ساتھ لکھ کر بھیجا۔ اُسی دن محمد امین خاں پسر معظم خاں اس کی خدمت میں آیا پھر اور بہت بڑے بڑے امراء اس کی خدمت میں آئے اور انہوں نے بڑے بڑے انعام و خلعت و خطاب پائے۔ 10 رمضان کو اورنگ زیب سموگڑھ سے باغ دل کشا نورمنزل میں آیا۔ یہاں اورنگ زیب کے معذرت نامہ کا جواب شاہجہاں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر فاضل خاں میر سامان کے ہاتھ بھیجا اور سید ہدایت اللہ صدر کو بھی اس کی رفاقت میں روانہ کیا۔ اُنہوں نے باغ نورمنزل میں بادشاہ کا یہ صحیفہ پیش کیا اور مقدمات جن کے لیے وہ مامور تھے گذارش کیے۔ اورنگ زیب نے ان کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ دوسرے روز بادشاہ کے حکم سے یہ دونوں آدمی اورنگ زیب کے پاس آئے اور ایک شمشیر موسوم بہ عالمگیر ان کے ہاتھ بادشاہ نے عالمگیر کے لیے بھجوائی اور بادشاہی امراء اورنگ زیب کے پاس آتے جاتے تھے۔ شہر کے باہر اس کے ٹھہرنے سے اہل شہر پریشان خاطر تھے۔

## شہزادہ مرادبخش کے نوکروں کی خودسری کا علاج:

اورنگ زیب نے سنا کہ مرادبخش کے نوکروں کا نظم و نسق نہ ہوا اور بے پروائی کے سبب سے خودسر ہوئے، ان میں سے بعض حکم کے برخلاف شہر میں جہاں جاتے دست تعدی دراز کرتے، اس سبب سے قریب تھا کہ شہر میں یہ اراذل و اوباش ایک آشوب برپا کرتے اور فساد کا ہنگامہ گرم ہوتا اور خلائق کی آسائش و آرام میں فتور آتا۔ اورنگ زیب نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو کچھ سپاہ ہمراہ کر کے حکم دیا کہ وہ شہر میں جا کر انتظام کرے۔ حسب الحکم 12 رمضان کو محمد سلطان اور خانخانان بہادر سپہ سالار شہر میں داخل ہوئے اور اہل شہر کو امن و امان کا مژدہ سنایا۔ لطف و احسان کی نوید دی اور خوب انتظام کر دیا۔ جب بڑے بڑے امیر اورنگ زیب کی خدمت میں آتے جاتے تھے تو منصوں

اور جاگیروں پر سرفراز ہوتے تھے۔ داراشکوہ کی چکلہ داری میں مقرر تھا۔ داراشکوہ کی پراگندگی کے سبب سے اس میں واقعہ طلب مفسدوں نے فساد مچا رکھا تھا۔ اورنگ زیب نے جعفر خاں ولد اللہ وردی خاں کو اس چکلہ کی فوجداری و نظم و مہمات سپرد کی۔

## شہزادہ محمد سلطان پسر عالمگیر کا اپنے دادا کی خدمت میں جانا:

17 رکو اورنگ زیب نے محمد سلطان کو حکم دیا کہ وہ دادا کی خدمت میں جائے۔ وہ حسب الحکم قلعہ میں دادا کی خدمت میں گیا اور باپ کی طرح آداب و کورنش بجالایا۔ 19 رکو شاہجہاں کے کہنے سے بیگم صاحب باغ نور محل میں اورنگ زیب پاس آئیں۔ اب روز بروز اورنگ زیب کے دربار کو رونق زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ رائے رایاں جو سر دفتر اہل دیوان تھا مع کل دیوانی کے متصدیوں اور کل زمرۂ اہل قلم وارباب محاسبات کے حاضر ہوا اور مراتب ملک و مال جن میں اس مدت میں فتور واختلال آیا تھا اُنہوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں عرض کیا۔ ان کے باب میں اُس نے احکام دیئے۔ ماہ رمضان سے 21 تاریخ تک ایک جمع کثیر اس کی مراحم و عنایت شہنشاہی سے کامیاب و بہرہ ور ہوئی منجملہ اُن کے شہزادہ محمد سلطان کو جیغۂ و خنجر مرصع علاقہ مروارید کے ساتھ اور دو زنجیر فیل مرحمت ہوئے اور مراد بخش کو خزانہ سے چھبیس لاکھ روپیہ عطا کیا۔

## داراشکوہ کا حال:

14 رمضان کو داراشکوہ اپنے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دہلی میں آ گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ یہ سوار شاہجہاں نے اس کے پاس بھیجے تھے اور پرانی دلی کے قلعہ میں ایسا اُترا جیسے کہ ویرانہ میں اُلو۔ اورنگ زیب نے اس کے تعاقب کے واسطے کوئی لشکر نہیں متعین کیا تھا۔ وہ خود اکبر آباد میں مقیم تھا کہ داراشکوہ دہلی میں توقف کر کے پھر لشکر و سپاہ کا سامان تیار کرنے لگا۔ وہ کارخانہ خاصہ بادشاہ کی اشیاء اور اموال و گھوڑوں اور ہاتھیوں پر امراء کے نقد و جنس و متاع و ذخائر پر دست درازی کرنے لگا جس کا مال جو ہاتھ آیا اس کو ہضم کیا۔ اُس نے سلیمان شکوہ کے لشکر کو طلب کیا تھا، وہ پٹنہ سے چلا تھا اُس نے ان امراء کو جو اس لشکر کے ساتھ تھے لکھا تھا کہ وہ جمنا کے اس طرف سے دہلی کی سمت میں بہت جلد آ کر مجھ سے مل جائیں۔ وہ بیٹے کے لشکر کا انتظار کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اُس کے لشکر کے آنے کے بعد دونوں لشکر یکجا ہو جائیں گے تو دوبارہ صف آرائی کی طاقت اُس میں ہو جائے گی۔ وہ مدت سے جانتا تھا کہ امراء و لشکر و سپاہ کا دل اورنگ زیب کی طرف مائل ہے لیکن اس پر بھی وہ اپنی مکر بازی

سے باز نہ آتا تھا۔ خفیہ طور پر خطوط اور استمالت نامے فریب آمیز امراء کو ارکان دولت اور صوبجات کے امراء اور ولایات کے احکام کو بھیج کر انھیں اکساتا کہ وہ اورنگ زیب کی نافرمانی ومخالفت کریں اور اطاعت نہ کریں ان کو اپنی طرف دعوت کرتا تھا۔ جو امراء اورنگ زیب کے ساتھ مخلصانہ تعلق نہیں رکھتے تھے ان کی اوضاع سے اورنگ زیب کو معلوم ہوتا تھا کہ داراشکوہ کا لکھنا ان پر اثر رکھتا ہے۔ داراشکوہ پوشیدہ نوشتے باپ کے پاس بھی بھیج کر اُس کے دل میں وسوسے ڈالنے کی کوشش کرتا تھا۔ چونکہ آدمی کی جبلت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ نقوش وساوس کو اور آثار تخیلات کو قبول کرتا ہے خصوصاً جو نیک خواہی اور خیر اندیشی کے لباس میں غلط نما ہو کر خرد آشوب و دانش فریب ہوں۔ شاہجہاں کے بعض اطوار سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ داراشکوہ کی محبت والفت و طرفداری کو دور نہیں کرسکتا۔ جب حضرت شاہجہاں نے افضل خاں کے ہاتھ یہ فرمان اورنگ زیب کو بھیجا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے میرے فرزند میں تیری صورت دیکھنے کو ترستا ہوں مدت کے بعد اب تو یہاں آیا ہے ہجر وفراق سے اشتیاق زیادہ ہوگیا ہے خدا کی عنایت سے میں نے دوبارہ زندگی پائی ہے تو میرے پاس آکر سعادت قدم بوسی حاصل کر۔ اورنگ زیب نے اس کا جواب یہ لکھا کہ میری بڑی خوش نصیبی یاوری اقبال ہے کہ حضور نے مجھے یاد فرمایا اب میں حضور سے اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری حاضری کے واسطے کوئی ساعت مسعود قرار دی جائے۔ بادشاہ اس عرضداشت کو سن کر بڑا خوش ہوا اور ملنے کا اشتیاق اور زیادہ بڑھ گیا مگر اورنگ زیب دل سے چاہتا تھا کہ میں باپ کے پاس جاؤں اور مراسم اخلاص وعقیدت کو بجالاؤں اور خاطر اشرف کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر بادشاہ کے دل میں اس کی طرف سے کچھ غبار ہو تو اُس کو بالمشافہ بے توسط آستین اعتذار سے پونچھوں کہ بالکل حجاب رفع ہوجائے اور صفائی ہوجائے لیکن شاہجہاں کو داراشکوہ کے اصلاح حال کی رعایت چلی جاتی اور اس کی طرف توجہ باطنی تھی۔ جو کچھ توقع میں آیا تھا وہ اُس کے مطلوب کے منافی تھا اس لیے اورنگ زیب نے باپ سے ملنے کا جو ارادہ کیا تھا اُس کو ترک کردیا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ دہلی میں داراشکوہ لڑنے کا سامان تیار کررہا ہے تو اُس نے اس کے شر کے دفع کرنے کو سب کاموں پر مقدم جانا۔

## اکبرآباد سے اورنگ زیب کا شاہجہان آباد جانا:

جب اورنگ زیب کا ارادہ شاہجہان آباد کے جانے کا ہوگیا تو اُس نے شہزادہ محمد سلطان کو

ایک لشکر کے ساتھ دارالخلافہ اکبرآباد میں متعین کیا اور اسلام خاں کو اس کا اتالیق بنایا۔ فاضل خاں کو شاہجہاں کی خدمت کے لیے اور مہمات بیوتات کی پرداخت کے واسطے اور کارخانجات خاصہ کے بندوبست کے لیے مقرر کیا۔ ذوالفقار خاں کو قلعہ کی حراست سپرد کی اور مقرب خاں کو جس نے شاہجہاں کے معالجہ میں بڑی کوشش کی تھی اور اس کے مزاج سے آشنا ہو گیا تھا حکم ہوا کہ وہ بادشاہ کی بقیہ مرض کا علاج اور صحت مزاج کی تدبیر کرے۔ اس کو تین ہزار اشرفیاں انعام دیں اور خلعت دیا۔

## شہنشاہ محمد اعظم کا اپنے دادا کی خدمت میں حاضر ہونا:

22 رمضان کو اورنگ زیب شاہجہان آباد کو روانہ ہوا۔ اس تاریخ کو شہزادہ محمد اعظم باپ کے حکم سے دادا کی خدمت میں گیا اور چار ہزار روپے بطریق نذر گزارے۔ دادا پوتے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اُس کو گلے لگایا بہت عنایت کر کے اس کو رخصت کیا۔ دارا شکوہ جانتا تھا کہ اورنگ زیب دہلی آئے گا اور اس کے بیٹے سلیمان شکوہ جس کا انتظار وہ دہلی میں کر رہا تھا راہ میں روکے گا اور مجھ سے ملنے نہیں دے گا اس لیے اُس نے جب سنا کہ اورنگ زیب دہلی آتا ہے تو وہ 21 رمضان کو لاہور کو روانہ ہوا اور اپنا حال سلیمان شکوہ اور اُس کے اتالیق باقی بیگ کو جس کا خطاب بہادر خاں تھا لکھ بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ اگر ہو سکے تو جمنا کی اس طرف سے بوریہ نہانپور کی راہ سے بہت جلد سرہند میں یا لاہور میں آجاؤ۔ الہ آباد میں دارا شکوہ کی طرف سے سید قاسم خاں بارہ صوبہ تھا۔ وہ اورنگ زیب کی اطاعت نہیں کرتا تھا بر سر فساد تھا اس لیے اورنگ زیب نے خان دوراں خاں کو لشکر کے ساتھ الہ آباد روانہ کیا کہ اگر قاسم خاں اطاعت کرے تو اُس کو ہمارے پاس بھیج دو اور اگر سرکشی پر آمادہ ہو اور قلعہ نہ حوالہ کرے تو قلعہ کو مفتوح کرو۔ مراد آباد کا موضع قاسم خاں کو عطا کیا اور اس کو وہاں سے روانہ کیا۔ ارادت خاں کو اودھ کا صوبہ مقرر کیا، عبدالنبی خاں کو اٹاوہ کا فوجدار مقرر کیا اور اسی طرح سے اور قلعہ دار و فوجدار اور صوبہ دار مقرر کیے۔ امراء کو ہزاروں روپے انعام دیئے خان جہاں کو جس کو بادشاہ نے دارا شکوہ کی شکست کے بعد جاگیر و منصب سے معزول کیا تھا اس کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا عنایت کیا۔ امیر الامراء کا خطاب دیا دو کروڑ دام کی جاگیر دی۔ خان دوراں خاں کو دو لاکھ روپیہ انعام دیا اور دو کروڑ دام جمع کی جاگیر دی۔ دلیر خاں و عبداللہ خاں ولد سعید خاں بہادر مرحوم نے سلیمان شکوہ کی رفاقت کو ترک کیا اور وہ اورنگ زیب کے پاس آئے ، اُس نے اپنی مرحمت خسروانہ سے ان کو سرفراز کیا۔ 2 شوال کو اورنگ زیب متھرا میں آیا۔ بقول

شاعر

اے آنکس کہ ظل ذوالجلال است　شریکش چوں شریک حق محال است
شہنشاہ فردی باید در اقلیم　دُریکتا بود در خورد دیہیم

## مراد بخش کا قید کرنا:

مراد بخش کے قید ہونے کے واقعہ کو مؤرخ مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں جس کو میں بیان کرتا ہوں۔ عالمگیر نامہ محمد کاظم میں لکھا ہے کہ مراد بخش کو تمنائے سلطنت کا سودا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ شاہجہاں کے بعد ملک و سلطنت کی وراثت کا دعویٰ مجھے پہنچتا ہے اور ہندوستان کی فرمانروائی اور سریر آرائی اُس کو پہنچے گی۔ جب شاہجہاں بیمار ہوا اور اطراف میں اُس کی خبر متوحش پھیلی تو بے تحقیق حال اور اندیشہ مآل تخت سلطنت پر ہو بیٹھا۔ مروج الدین اپنا لقب رکھا اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

بندر سورت بیگم صاحب سے تعلق رکھتا تھا اس میں فوج بھیجی اس کے قلعہ کو قہر سے لے لیا اور سرکار بادشاہی اور بیگم صاحب میں جو اموال اور اشیاء تھیں اُن پر متصرف ہوا اور آدمیوں کے اموال اور سامان پر دست تعدی دراز کیا اور ناشائستہ کام کرنے لگا۔ چنانچہ محمد شریف پسر اسلام خاں مرحوم کو جو بندر سورت کی مہمات کا ذمہ دار تھا اس کو مع اور متصدیوں کے قید کیا اور ان کی اہانت کی، ان کو آزار پہنچایا اور علی نقی جو اس کی سرکار کی مہمات کی کفایت رکھتا تھا اور بادشاہ کی طرف سے دیوانی کرتا تھا اور اُس کا دیوان بے گناہ ناحق اس کو نفاق کے توہم سے اور عدم یک جہتی کے شبہ سے اپنے ہاتھ سے قتل کیا غرض علانیہ سرکشی و خود رائی اختیار کی۔ مگر اورنگ زیب نے اپنا تغیر وضع نہیں کیا اور اورنگ سلطنت پر جلوس نہیں فرمایا۔ جب بے بنیاد خبروں کا جھوٹ ظاہر ہو گیا اور تحقیق ہو گیا کہ اگرچہ بادشاہ بیمار ہوا تھا اور اس کے قویٰ میں فتور عظیم آیا تھا مگر ابھی اس کی شمع حیات انجمن ہستی میں روشن ہے تو مراد بخش کچھ ہوش میں آیا۔ اور اورنگ زیب کی عاطفت کا دامن پکڑا کہ وہ باپ کے پاس لے جا کر خو تقصیرات معاف کرا دے گا مگر اب بھی نادانی اور بے عقلیے اپنے اوضاع سابق کو نہ چھوڑا، تخت و چتر و سائر لوازم سلطنت کو اپنے ساتھ رکھا، اس بات کو اورنگ زیب اُس کی کم عمری و جاہلی پر محمول کرتا تھا اور اپنی بزرگی اور دانائی کے سبب اُس سے درگزر کرتا تھا۔ اور حسن اخلاق اس کے ساتھ برتتا تھا کہ شاید رفتہ رفتہ وہ اپنی ان حرکات سے باز آئے مگر وہ اپنی نادانی اور غفلت سے باز نہ آتا تھا۔ جب

داراشکوہ کو شکست ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ اورنگ زیب کو سلطنت ہاتھ آئی تو اُس کے دل میں نفاق و مخالفت کا خیال پختہ ہوا اور ہمسری کے لیے سر کھجانے لگا فتنہ و فساد و سرکشی کا قصد ہوا باوجودیکہ خزانہ پاس نہ تھا مگر لشکر کو بڑھایا۔ اور بادشاہی بندوں اور امراء کے ساتھ طرح طرح سے تعلقات بڑھائے اور ان کی قربت حاصل کی اور اپنی طرف دعوت کی۔ یوں کچھ امیر اس کے طرف دار ہوئے ان کو نامناسب مناصب اور بے موجب روپے اور بے سرو پا آدمیوں کو بے جا خطاب دیئے اور اسباب شورش و سرکشی کو سرانجام دیا اور اسراف شروع کیا۔ روز بروز بے اعتدالی کو بڑھایا جب اورنگ زیب نے اکبرآباد سے سفر کیا تو ساتھ چلنے کے لیے بہانے بنائے۔ آخر کو ہمراہی اختیار کی کچھ دنوں اورنگ زیب کے لشکر کے پیچھے کوچ کر کے اور چند کروہ پیچھے کفیے کی کمین میں رہتا اس لیے اورنگ زیب نے اس کی شورش انگیزی اور مخالفت کو یہ سمجھ کر کہ خلقت کی آسائش و امن میں اس سے شورش پیدا ہوگی تو اُس نے اپنی فرزانگی و دانش و تدبیر سے اُسے قید کیا تا کہ اس کی تنبیہ و تادیب ہو جائے اور فتنہ و آشوب نہ برپا ہو۔ 4/ ماہ شوال کو متھرا میں جب مراد بخش کورنش کے لیے آیا تو اس کو تدبیر سے دستگیر (گرفتار) کیا اور آدھی رات کو شیخ میر کو سپرد کر کے شاہجہان آباد بھجوا دیا۔

## مراد بخش کی قید کا مفصل احوال:

خافی خاں لکھتا ہے کہ شہزادہ مراد بخش سادہ لوح تھا، اکثر صفات پسندیدہ سے موصوف تھا۔ مغلوں کی رعایت اور خطا بخشی میں بہت کوشش کرتا تھا اور اپنی صفائی باطن و حسن عقیدت سے بزرگوں کے اس قول پر خیال نہیں کرتا تھا کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔ وہ اورنگ زیب کے دلفریب وعدوں سے اور نقد و جنس کی تواضعات سے کہ بطریق عاریت و امانت قبل از جنگ و بعد از فتح وہ کرتا تھا اپنا دل خوش رکھتا تھا اور اپنی سادہ لوحی سے تمناء سلطنت کو لوح دل پر منقش کرتا تھا اور سلاطین کے طریقہ کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اور بھائی کے عہد و پیاں کے عدم ایفاء کا توہم بھی اُس کو نہ ہوتا تھا۔ باوجودیکہ اس کے ہوا خواہ مکرر گوش گزار کرتے کہ زمانہ کا رویہ بدعہدی ہے۔ خاص کر اس مادہ سلوک میں کہ ملوک نے وارث ملک کے ساتھ زمانہ سلف میں کیا کیا مگر وہ نہیں سنتا بے محابا چند آدمیوں کے ساتھ بھائی کی خلوت میں جاتا۔ ایک دن ایک سید ریش سفید معمر قدیم الخدمت نیک خصلت نے اس وقت کہ مراد بھائی کے پاس جاتا تھا عرض کیا کہ میرے خواب کی تعبیر کبھی غلط نہیں ہوتی، میں نے عالم رویاء میں مکرر دیکھا ہے کہ جو عہد و پیاں آپ کے اور بھائی کے درمیان ہوئے ہیں وہ اعتماد

کے لائق نہیں ہیں۔ مراد اس بات کو خوشامد سمجھا اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور خواجہ شہباز کی طرف مخاطب ہوا (جو اس کو اکثر اس قسم کی نصیحتیں کیا کرتا تھا) کہ ایسی لایعنی باتوں سے محبت و قرار عہد میں اختلال پڑتا ہے، القصہ 4 رشوال کو متھرا میں منزل ہوئی اوّل روز میں مراد بخش کو حسن تدبیر سے جس کی تفصیل نہیں کرتا اس کو دستگیر کر کے پابہ زنجیر کیا اس رات کو چار حوضے پردہ دار ہاتھیوں پر رکھ کر چاروں طرف روانہ کیے اور ہر ایک کے ہمراہ ایک فوج اور دو سردار نامی مقرر کیے، اس حوضہ کو جس میں مجبور و محبوس بیٹھا تھا شیخ میر و دلیر خاں کے ساتھ سلیم گڑھ کے قلعہ میں بھیج دیا یہ احتیاط اس لیے کی گئی تھی کہ جس حوضہ میں اس محبوس کو بٹھایا گیا تھا اس پر مغلیہ اور اُس کے ہوا خواہ غلبہ نہ کریں اور اس کے تمام خزانے اور کارخانے قبضے میں آجائیں اور ایک دام و درم ضائع نہ ہو۔

## برنیر اور ڈو صاحب کی کتابوں میں مراد بخش کی قید کا تذکرہ:

اب ہم برنیر اور تاریخ ہندوستان ڈو صاحب سے اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں جن کے پڑھنے سے ہم کو وہی مزہ آتا ہے جو بے سرو پا اخبارات ہند میں آج کل واقعات کے بیانات کے مطالعہ میں لطف آتا ہے کہ ایک جھوٹی بات اس وثاقت سے نمک مرچ اور گل پھول لگا کے بیان کرتے ہیں جس کے ہونے میں وہ لوگ ذرا بھی تامل نہ کریں جو اصل حقیقت حال سے ناواقف ہوں۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ جب آگرہ سے عالمگیر کے سفر کا دن آیا تو مراد بخش کے خاص دوستوں نے خاص کر زیادہ تر شہباز خواجہ سرا نے ہر طرح کی دلائل سے سمجھایا کہ حضور کو دہلی اور آگرہ کے ہمسایہ میں اپنے لشکر کے ساتھ رہنا چاہیے چرب و نرم و مودبانہ چاپلوسی کی افراط میں ہمیشہ فریب و دھوکہ ہوتا ہے، اُنھوں نے بیان کیا کہ حضور خاص و عام کے نزدیک بادشاہ ہیں اور آپ کی بادشاہی کو اورنگ زیب بھی تسلیم کرتا ہے تو یہ امر عاقلانہ تدبیر سے دور ہے کہ آپ آگرہ یا دہلی سے آگے چلے جائیں۔ اپنے بھائی کو تنہا داراشکوہ کے تعاقب میں جانے دیجیے۔ اگر اس دانشمندانہ صلاح کو مراد مان لیتا تو اورنگ زیب بڑی مشکلوں اور حیرانیوں میں پڑ جاتا مگر اس فہمائش کا اثر ذرا بھی اس کے دل پر نہ ہوا۔ اُس نے اپنے بھائی کے ان وعدوں اور قسموں پر پورا اعتماد کیا جو ان کے درمیان قرآن پر قسم کھا کے ہوئے تھے۔ دونوں بھائیوں نے ساتھ آگرہ سے دہلی کی طرف کوچ کیا۔ آگرہ سے چار چھوٹی منزلوں کو طے کر کے متھرا میں اُنھوں نے قیام کیا۔ مراد کے ہوا خواہوں نے بہت کچھ ایسا دیکھا اور سنا کہ جس سے ان کے دل میں شبہے پیدا ہوئے۔ ایک دفعہ پھر اُنھوں نے کوشش

کی کہ مراد کو کہہ سن کر ڈرائیں، اُنہوں نے اس سے کہا کہ ہم نے تحقیق کرلیا ہے کہ اورنگ زیب کی نیت میں آپ کی طرف سے فساد ہے اور ایک خوفناک سازش آپ کی خرابی کے لیے ترقی پذیر ہے۔ مختلف جگہوں سے جس کی اطلاع ہم کو آئی ہے سو اس لیے بھائی کی ملاقات کو آپ ہرگز نہ جائیں اور خاص کر آج کے دن اُدھر رُخ بھی نہ کیجئے اور مصلحت یہ ہے کہ آپ اس بلا کو یوں ٹالیے کہ بیماری کا بہانہ بنایئے جس سے اورنگ زیب حسب معمول آپ کی عیادت کو خود تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ضرور آئے گا۔ اپنا کام بنائے گا۔ اورنگ زیب کی تزویر، چاپلوسی اور ریاکاری کی افسوں سازی نے اُس نامراد شہزادہ پر ایسا اثر کیا تھا کہ ہوا خواہوں کے دلائل اور منت سماجت کب اس کی سمجھ میں آتے تھے۔ اورنگ کو بھائی کے آنے کی توقع تھی، اُس نے میر خاں و تین چار اور امیروں کے ساتھ اپنے منصوبے کا مشورہ کیا، جب مراد آیا تو بھائی اپنی اس مقررہ قربانی کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ تپاک سے پیش آیا اور ایسی خوشی ظاہر کی کہ جس کے سبب سے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اورنگ زیب نے اپنے ہاتھ میں رومال لے کر اُس سے چہرہ کا پسینہ پونچھا اور گرد دور کی۔ دونوں بھائیوں نے ساتھ بیٹھ کر ہنسی خوشی کھانا کھایا اور ظاہر میں محبت و الفت کی باتیں نہایت تپاک کے ساتھ ہوئیں اور کہیں بیچ میں اُن کا تار نہیں ٹوٹا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو کابل و شیراز کی مزہ دار شرابیں بہت سی آئیں تو اورنگ زیب اُٹھا اور مسکرا کر اُس نے کہا کہ صاحب عالم تم خوب جانتے ہو کہ میں مسلمان ہوں، مجھے مشکل ہے کہ میں تمھارے ساتھ اس مے نوشی میں مزے اُڑاؤں اس لیے مجھ پر لازم ہے کہ میں یہاں سے غیر حاضر ہوں مگر آپ کی مصاحبت میں عمدہ آدمی ہیں میر خاں اور احباب آپ کی خاطر مدارات اور مہمان داری کریں گے۔ مراد بخش کی تو عادت میں بہت شرابیں پینا داخل تھا۔ جب یہ نفیس شرابیں اس کے آگے آئیں تو اس قدر ان کو پیا کہ یہ مست ہو کر بے خبر سو گیا، اورنگ زیب کی مُراد بر آئی کہ مراد بے ہوش پڑا سوتا تھا۔ مراد بخش کے نوکروں کو حکم ہوا کہ وہ باہر چلے جائیں۔ اپنے آقا کے خواب راحت میں خلل نہ ڈالیں۔ میر خاں نے دونوں اس کی تلوار اور جمدھر لے لیا (جمدھر اصل میں یا مادھار یعنی موت کا لانے والا ہے) یہ ایک چوڑا خنجر ہوتا ہے اور اس کا قبضہ پھل کے اوپر قائم الزاویہ ہوتا ہے۔ بعض ان میں سے دو لکھانا اور بعض تین لکھانا ہوتے ہیں۔

## مراد کا قید ہونا اور اس کے ملازموں کو اورنگ زیب کا اپنا ساتھ گانٹھ لینا اور مراد کو سلیم گڑھ کے قلعہ میں بھیجنا:

منوچی سے پادری کیٹ رو نقل کرتے ہیں کہ یہ تلوار اور جمدھر اورنگ زیب کے پوتے اعظم پسر شہزادہ محمد نے اُٹھائے تھے وہ چھ برس کا لڑکا تھا۔ اورنگ زیب نے اپنے سوتے بھائی کے ساتھ یہ ایک دل لگی کہ پوتے سے کہا کہ اگر اس کی تلوار اور جمدھر اس طرح اُٹھا لاؤ کہ مراد جاگے نہیں تو ہم تم کو ایک جواہر انعام دیں گے۔ اس لڑکے نے بڑی پھرتی سے اس کام کو کیا اور دونوں ہتھیاروں کو متصل کے خیمے میں لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد اورنگ زیب اپنے بھائی کے جگانے کے لیے خیمے میں آیا اور آتے ہی وحشیانہ اول اس شہزادہ کو دو تین لاتیں ماریں اور جب اُس نے آنکھیں کھولیں تو اُس نے ملامت کے لیے یہ چند فقرے کہے کہ بڑی شرم اور بدنامی کی بات ہے کہ تو بادشاہ ہو کر اتنی کم ہوشیاری رکھے بلکہ دنیا کے لوگ میرے اور تیرے جنم میں کیا تھوکیں گے۔ اس کمبخت شرابی کے ہاتھ اور پاؤں باندھو اور اندر لے جاؤ کہ اس بے شرمی کا سونا وہاں سوئے۔ حکم دینے میں دیر تھی تعمیل میں دیر نہ تھی کہ پانچ چھ سپاہی دوڑ پڑے اور وہ مراد کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے گئے۔ وہ چیخیں مارتا اور دُہائی دیتا رہا اور زور زور کرتا رہا۔ بھلا یہ تشدد مراد بخش کے آدمیوں کے ظلم سے کسی طرح چھپائے چھپ نہیں سکتا تھا اُس کے آدمیوں نے غل شور مچایا مگر مراد بخش کے میر آتش علی قلی نے اُس کو دبا دیا۔ اورنگ زیب نے اس کو پہلے ہی زور دے کر اپنے ساتھ گانٹھ لیا تھا۔ اس کے لشکر کی فوجوں میں شور و غوغا ہوا اور اندیشہ تھا کہ وہ یکا یک نہ چڑھ آئیں مگر رات کو جاسوس ایسے بھیج دیئے گئے تھے جنھوں نے اورنگ زیب کے واقعات کو نہایت خفیف کر کے بیان کیا کہ وہ کوئی بڑی بات نہیں ہے ہم وہیں تھے کہ مراد بخش نے شراب اتنی کثرت سے پی تھی کہ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا، بدکلامی کرنے لگا۔ اس کی گالیوں سے کوئی شخص نہیں بچا یہاں تک کہ اورنگ زیب کو اُس نے مغلظ دشنام سنائیں اور وہ دنگہ اور اودھم مچایا کہ کسی طرح سنبھالے نہ سنبھلا۔ ناچار اس کو جدا بند کرنا پڑا، صبح کو جب رات کا نشہ اُتر جائے گا تو وہ پھر آزاد ہو جائے گا۔

اس اثناء میں بڑی بڑی رشوتیں اس کے تمام امراء عظام کو دی گئیں اور بڑے بڑے وعدے اُن سے کیے گئے اور فوراً کل سپاہ کی تنخواہ بڑھا دی گئی۔ بہت ہی تھوڑے آدمی ایسے تھے جو پہلے نہیں جانتے تھے کہ مراد کا زوال آنے والا ہے اس لیے جب دن ہوا تو اُس شورش کا نشان بھی مشکل ہے

ملتا تھا۔

## انگریز مصنف ڈو کی ''تاریخ ہندوستان'' میں مراد بخش کی قید کے بارے غلط بیانی:

جب اورنگ زیب کو اطمینان ہوا تو اس نے اپنے بھائی کو ایک زنانی عماری میں بند کر کے دہلی بھیج دیا کہ وہ قدیمی قلعہ سلیم گڑھ میں جو جمنا کے بیچ میں بنا ہوا ہے مقید رہے۔ اب ڈو صاحب کی تاریخ ہندوستان کی داستان سنئے جو غالباً اُنہوں نے کسی داستان گو سے سن کر لکھی ہوگی۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب متھرا میں لشکر اُترا تو مراد بخش نے اورنگ زیب کو دعوت میں بلایا۔ جب وہ آیا اور دونوں بھائی کھانے بیٹھے تو شہباز خاں خواجہ سرا نے جو مراد بخش کا راز دار تھا مراد سے سرگوشی کی کہ عمدہ پوشاک میں چاک کرنے کا وقت ہے یعنی اورنگ زیب سے اب سمجھ لینا چاہیے تو اورنگ زیب جو عنوان ظاہر سے باطن کا حال جان لیتا تھا بات کو سمجھ گیا۔ مگر اس کو پی کر چپکا ہو گیا تو مراد بخش نے شہباز سے کہا کہ اب جاؤ اور اس اشارہ کے منتظر رہو تو اورنگ زیب نے یہ سمجھ کر کہ میرے قتل کا منصوبہ ہے تو وہ پیٹ کے درد کا بہانہ بنا کے بہت جلد اپنے گھر چلا گیا۔ تیسرے روز یہ درد مصنوعی جاتا رہا۔ مراد بخش نے اس کی بڑی خوشی منائی۔ بھائی نے اس کی دعوت کی۔ خوب ناچ رنگ کیا۔ ایک حسین عورت کو دیکھ کر مراد بخش لٹو ہو گیا، اورنگ زیب نے اس وقت پابندی اسلام کو بھی سلام کیا بھائی کو شراب پلا کے بالکل بے ہوش کیا اور اس کے امراء بھی شراب پی پی کر بے ہوش ہوئے اورنگ زیب نے مراد بخش کے ہتھیار اُٹھوائے اور اس کے ہاتھ آہستہ آہستہ باندھنے شروع کیے۔ مراد نے چونکہ کچھ آدمیوں کو لاتیں مار دیں تو آدمی دوڑے مگر اورنگ زیب کی اس ڈانٹ کے بتانے سے کہ اگر مراد ذرا ہاتھ یا پاؤں ہلائے تو اُس کو ابھی قتل کر ڈالو تو یہ سن کر مراد کچھ بکا مگر پھر چپکا ہو گیا اور پاؤں بھی بندھوا لیے۔ شہباز خاں جو دلی خیر خواہ تھا یوں قید ہوا کہ وہ ایک خیمے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کی رسیاں کاٹ دیں وہ اُس کے نیچے دبا اور اس کے انجھیڑے سے نکل نہ سکا، گرفتار ہوا اور باقی امراء کو مسلح آدمیوں نے پکڑ لیا۔ انھوں نے اورنگ زیب کی اطاعت قبول کی۔ مراد اور اس کا ساتھی بہ حفاظت کامل آگرہ کو روانہ کیے گئے۔

## ظفر نامہ کے مصنف نے مراد بخش کی قید کا حال یوں بیان کیا ہے:

ظفر نامہ میں لکھا ہے کہ 22 رمضان 1068 ھ کو اورنگ زیب نے آگرہ سے کوچ کیا بہادر گڑھ میں شوال کو 24 رکوسامی گھاٹ پہنچ کر دو روز مقام کیا، جب اس کو معلوم ہوا کہ مراد بخش

نے آگرہ سے اب تک کوچ نہیں کیا ہے اور ملازمان شاہی کی ایک جماعت مثل ابراہیم ولد علی مردان خاں امیر الامراء وغیرہ نے مراد کی ملازمت اختیار کی اور مواجب و مناصب و بیست و پانزدہ مقرر کرتا ہے اور اس سے بہت آدمیوں نے اس کی طرف رجوع کی ہے، بیس ہزار سوار اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں اور ظاہر پرست صورت میں منصب کی طمع میں آکر لشکر عالمگیر سے جدا ہو گئے ہیں اور اس سے جا ملے ہیں۔ اور آناً فاناً میں اس کی جماعت بہت زیادہ ہو گئی ہے تو عالمگیر مراد کی اس ترک رفاقت کو اپنی مصلحت و دولت کے خلاف سمجھا اور اپنے مدعاء ولی عہدی میں خلل انداز جانا، اپنے معتمد کو بھیج کر مراد بخش سے رفاقت کے ترک کرنے کی وجہ پوچھی تو مراد نے جواب میں اپنی ناداری کی وجہ سے فوج کی پریشان حالی بیان کی تو اورنگ زیب نے بیں لاکھ روپیہ بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ فی الحال اس کو اپنی فوج میں خرچ کیجئے اور حسب وعدہ خزانہ اور غنیمت کی تہائی بہت جلد بھیج دی جائے گی اور مہم داراشکوہ کے اتمام کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ پنجاب و کابل اور کشمیر اور ملتان آپ کو یقینی دیا جائے گا۔ اس معاملہ میں آپ مطمئن رہیں اور جلد تشریف لائیں تاکہ بالاتفاق یہ بڑی مہم جو درپیش ہے حسب دل خواہ سرانجام پائے۔

## سیر المتاخرین میں مراد بخش کی اسیری کا احوال:

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ اس فساد کی ابتدا یہ ہوئی کہ فتح کے بعد مراد نے عالمگیر کو پیغام دیا کہ وعدہ یہ تھا کہ ملک و دولت انصاف سے تقسیم ہوگا اب اس کا ایفاء کیجئے۔ عالمگیر اس تقریر کو سن کر اس کے مقید کرنے کی تدبیر میں ہوا اور یہ جواب بھیجا کہ ابھی جنگ باقی اور بادشاہ زندہ ہے جس کی توجہ داراشکوہ کی طرف بہت ہے، اس گفتگو کا محل نہیں ہے سلطان مراد بخش نے بالجملہ تسلی و تسکین پائی اور آگرہ سے چلا مگر اب بھی بھائی کے لشکر سے اپنا لشکر ایک کوس پیچھے رکھتا، اس طرح دونوں بھائی آگے پیچھے چلتے ہوئے متھرا میں آئے تو پہلے سے بھی زیادہ فاصلہ پر مراد نے اپنا قیام کیا۔ اولیاء دولت نے مراد کی ان اوضاع و اطوار و حرکات و سکنات کو یک دلی و یک جہتی کے خلاف جانا اور خلوت میں عالمگیر کو اس پر مطلع کیا کہ ایسے وقت میں کہ بڑے بڑے کام کرنے درپیش ہیں اور حسب دل خواہ معاملہ نے صورت نہیں پکڑی ہے اور مخالفانہ دولت سے جمعیت خاطر نہیں ہوئی ہے مراد کی ان اداؤں سے عالمگیر کو تردد ہوا اور مصلحت دولت کے پیش نظر یہ تقاضا ہوا کہ اپنے ساتھیوں اور ہواخواہوں کی خاطر کو جمع کرنے کے لیے مراد مقید کیا جائے۔ جب رائے اس طرف ہوئی تو اول

اُس نے مراد کو کے امراء عظام کو بڑی بڑی رشوتیں دے کر اور بڑے بڑے وعدے کر کے اپنی طرف کر لیا اور پھر صلاح و مشورہ کے بہانہ سے مراد بخش کو اپنے گھر بلایا مگر وہ اس روز بعض خیر اندیشوں و ہوا خواہوں کے منع کرنے سے کچھ بہانہ بنا کے نہ آیا۔ اورنگ زیب کے دل میں یہ کانٹا کھٹکتا تھا اور اس کو جلد نکالنا چاہتا تھا۔ اُس نے متھرا میں قیام کیا اور اس کو یوں پھسلانا شروع کیا کہ کبھی ملاقات کا شوق ظاہر کیا کبھی معاملات ملکی میں صلاح و مشورہ کو حیلہ بنایا۔ مراد بخش اپنی سادہ دلی سے جانے کو تیار ہوا تو اس کے نیک خواہوں نے جو اس فریب سے آگاہی رکھتے تھے اس کو روکا اور کہا کہ ہم کو اورنگ زیب کی طرف سے اطمینان نہیں کہ وہ آپ سے وفا کرے گا اور پھر آپ کا پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا مگر اس نامراد نے ان کی بات کو اس کان سے سنا اور اس کان سے اُڑا دیا اور یہ جواب دیا کہ ایں محض واہمہ است کہ بر طبیعت شما غالب گشتہ باوجود عہد و پیمان مؤکد بالفاظ ایمان ازاں حضرت ایں ہمہ وتردد و مظنہ و واہمہ را امر ابخاطر راہ دادن از طریقہ مسلمانی نباشد۔ چنانچہ یہ دن بھی یوں گفتگو میں گیا اور اورنگ زیب نے اس معاملہ کو ادھورا چھوڑ کر آگے مہم کے لیے سفر کرنا عقل کے خلاف جانا اور متھرا میں توقف کیا اور ہر روز کئی کئی دفعہ آدمی پہنچا اور پیغام دیتا کہ بڑے بڑے معاملات ایسے درپیش ہیں کہ ان میں بغیر آپ کی صلاح و مشورہ لینے کے میں آگے کوچ نہیں کر سکتا۔ آپ کی تشریف آوری کا انتظار حد سے زیادہ ہے۔ اگر آپ تشریف لائیں تو ایک پنتھ دو کاج ہوں۔ ایک ملاقات کی مسرت دوم امور مرجوعہ کی اصلاح کی تدابیر۔ مراد بخش سادہ لوحی سے اورنگ زیب کے فقروں میں آ گیا اور اس کو سچا جان کر ملاقات کرنے پر رضامند ہو گیا۔ سوم روز صبح کو سیر و شکار کے لیے صحرا میں گیا۔ اُس کا خاص ملازم نورالدین اورنگ زیب کے ساتھ گٹھ گیا تھا، گھوڑا دوڑا کر وہ سامنے سے آیا اور عرض کیا کہ اورنگ زیب کے پیٹ میں دفعتہً شدید درد اٹھا ہے اور بستر پر لوٹ رہا ہے اور محبت کے مارے آپ کو بار بار یاد کرتا ہے ایسی صورت میں اس کی عیادت کے لیے جانا نہایت مناسب ہے۔

## مراد بخش کا فریب میں آ جانا:

مراد بخش سیدھا سادا آدمی مکر و فریب سے محض نا آشنا تھا وہ نورالدین کو سچا جان کر جلدی سے چند خدمت گاروں اور خواصوں کے ساتھ گھوڑا دوڑ کر دار دولت میں بپائے دار آیا۔ اورنگ زیب کے ہوش مند ملازم اس حال کے منتظر تھے استقبال کو دوڑے، دولت خانہ کے خاص خیمہ میں لے

گیے اور اس کے ملازموں کو یہ کہہ کر باہر ٹھہرایا کہ اندر جگہ تنگ ہے۔ اورنگ زیب نہایت تعظیم و احترام سے پیش آیا اور بہت اپنی بشاشت ومسرت دلی ظاہر کی اور خلوت کدہ میں لے گیا اور کہا کہ آپ کی حاضری کا وقت آگیا ہے وہ تناول کیجئے اور قیلولہ فرمایئے۔ استراحت کے بعد معاملات سلطنت میں فراغ خاطر سے گفتگو اور مشورہ کیا جائے گا۔ مراد بخش کچھ کھانا کھا کے پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور اپنی سادہ لوحی سے بے تکلف بے سوچے سمجھے ہتھیار کھول کر ایک کونے میں رکھ دیئے اور سو گیا۔ اورنگ زیب یہ دیکھ کر کہ سارا کام ٹھیک ہوگیا استراحت کے بہانہ سے حرم سرا میں چلا گیا۔ ایک لونڈی اندر سے آکر اُس کے تلوار اور ہتھیار اُٹھا کر لے گئی اور شیخ میر اور بعض اور لوگ جو اسی کام کے منتظر تھے اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہ تھی خواب گاہ میں آن گھسے۔ اُن کے پاؤں کی آہٹ سے اور شیخ میر کی صدائے سپر سے اُس کی آنکھیں کھلیں تو ایک نیا عالم دیکھا متحیر ہوکر کھڑا ہوا اور جب اپنے ہتھیاروں کا پتا نہ پایا تو اب سمجھا کہ معاملہ کیا ہے۔ بے یاس ہوکر ٹھنڈے سانس کھینچنے لگا اور بولا کہ مجھ جیسے درست اخلاص اور صاف باطن کے ساتھ ایسا کیا اور درست عہد و پیمان جن کا ضامن فریقین میں قرآن شریف تھا اس کا حق یہ بجالائے۔ یہ سن کر حضرت اورنگ زیب نے پردہ کے پیچھے سے ارشاد فرمایا کہ برادر عزیز چونکہ تم سے ان دنوں میں کچھ ایسی باتیں سرزد ہوئیں جن سے فتنہ وفساد اور خلافت و ملک کی بربادی کا گمان ہوتا تھا اور چند احمق اور شریر لوگوں کے بہکانے سے جو کہ تمہارے گردو پیش جمع تھے تمہارے دماغ میں کچھ ایسا غرور اور نخوت سا گئی تھی کہ عقلمند اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کے امن وامان میں خلل پڑنے اور سلطنت کے انتظام میں فتور آجانے کا یقین ہوگیا اس لیے تمہارے مزاج کی اصلاح اور ملک وسلطنت کی مصلحت کے لیے کچھ دنوں تم کو گوشۂ عافیت میں بٹھانا اور زمانہ کی کشمکش سے اور کن مکن کے دردسر سے چھوڑانا لازم ہوا اور خدا نہ کرے کوئی ایسا امر کہ جو آپ کی پیاری جان کے اندیشہ کا باعث ہو میرے دل میں نہیں ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس عہد و پیمان میں جو آپ کے ساتھ کیا گیا ہے کسی طرح کا خلل و فتور نہیں آیا اور تمہاری جان عزیز خدا کی ضبط وحمایت میں ہے پس مقتضاء عقل یہی ہے کہ اس کو اپنے لیے موجب بہتری سمجھ کر حزن و ملال کو طبیعت میں جگہ نہ دیجئے۔ درطریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ☆ بمقتضائے عسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم یعنی جس شے کو تم مکروہ جانتے ہو (ممکن ہے) عنقریب" تمہارے لیے خیر ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل میں مورخوں کا اختلاف ہے مگر نفس معاملہ میں اتفاق ہے اورنگ زیب نے جو دلائل اس بھائی کی گرفتاری کے بیان میں لکھے ہیں ان سے اس کی نہایت عاقلانہ تدابیر معلوم ہوتی ہیں۔ یوں اس کی باتیں بڑی مکر و فریب کی معلوم ہوتی ہے لیکن پولیٹیکل اخلاق میں وہ حسن اخلاق میں داخل ہے۔ ہر بادشاہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ مدعی سلطنت کو اس طرح ٹھکانے لگائے کہ ملک کو اس کے فتنہ سے بچائے۔ اورنگ زیب نے بھی یہی کیا مگر تدبیر و تزویر سے جو خونریزی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

## دارا شکوہ، سلیمان و مراد بخش کے امرا کا اورنگ زیب کے پاس آنا:

سلیمان شکوہ کے پاس سے علیحدہ ہو کر یہ امراء آئے راجہ جے سنگھ اور رائے سنگھ اس کا برادر زادہ راجہ جسونت سنگھ و سید فیروز خاں بارہہ اور بڑے بڑے امیر راجہ کے ساتھ آئے۔ راجہ جے سنگھ مثل اور راجپوت راجاؤں کے دارا شکوہ کا اس لیے طرفدار تھا کہ اس کے خیالات مذہبی وسیع تھے اور ہندوؤں کے حق میں اچھے تھے۔ اس کے علاوہ استحقاق سلطنت بھی اس کے نزدیک دارا کا تھا اور مرزا شجاعت سے لڑنے کو بے تامل چلا گیا مگر اورنگ زیب سے لڑتے ہوئے اس سبب سے اس کو شرم آتی تھی کہ وہ بلخ میں مدتوں تک اس کے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہا تھا وہ اس کی لیاقتوں اور حکمتوں سے ماہر تھا، سواء اس کے اب سلطنت کا تخت اس کے قدموں کے تلے تھا اب اُس سے لڑنے کے لیے راجہ کا قدم کیسے اُٹھتا۔ غرض اُس نے اپنی صلاح و فلاح اسی میں دیکھی کہ نوجوان پچیس برس کی عمر کے شہزادہ سلیمان شکوہ کو چھوڑ کر اورنگ زیب کے پاس آگیا۔ مراد بخش کے رفقاء میں سے اورنگ زیب کے پاس امرائے آئے۔ ابراہیم علی خاں پسر علی مردان خاں، کنور لعل سنگھ ،ارسی برادر رانا. قطب الدین خویشگی و راجہ دیبی سنگھ بندیلہ، سید حسن ولد سید دلیر خاں و سید منصور بارہہ و رحمت خاں و دلدار بیگ اور اس کا بھائی مجاہد خاں بیجاپوری و محمد عابد نیلاوری و منوہر داس پسر غریب داس سیسودیہ اور بعض اس کے سردار علی قلی بیگ اور میر فتاح اور میر مہدی میر سامان اور تمام عمدہ نوکر۔

بخشیوں کو اورنگ زیب نے حکم دیا کہ مرزا مراد کی سپاہ اگلی پچھلی چوبیس ہزار کے قریب ہے اس کو ملاحظہ کرائیں ان سب کو اُس نے اپنی سپاہ کا ضمیمہ بنالیا اور ان کے افسروں کو بڑے بڑے منصب دے دیئے۔

## داراشکوہ کا حال دہلی سے لاہور تک جانے میں اور اورنگ زیب کی عزیمت پنجاب:

داراشکوہ کو اپنی بادشاہی کی دھن چلی جاتی تھی جب وہ دہلی سے بھاگا تو راہ میں سرہند میں چندروز قیام کیا۔ یہاں کی مہمات کا نظم ونسق راجہ ٹوڈرمل کو سپرد ہوا جب اُس نے یہاں داراشکوہ کے آنے کی خبر سنی تو وہ دوراندیشی و پیش بینی کر کے لکھی جنگل میں بھاگ گیا۔ دارا نے اس کے ذخیروں کی تلاش کے لیے آدمی مقرر کیے۔ اس کا مال بیس لاکھ روپیہ کا بعض جگہوں پر مدفون تھا۔ وہ آدمیوں کی نشان دہی سے نکال لیا اور اس پر متصرف ہوا۔ یہاں سے لاہور کو روانہ ہوا جو اُس کی جاگیر میں تھا۔ جب ستلج کے کنارہ پر آیا تو کشتیوں کو جمع کیا۔ ان میں سے بعض کو ڈبویا اور بعض کو توڑا۔ اُس نے سوچا کہ برسات کا موسم ہے اور کیچڑ پانی کی کثرت سے راہوں ہیں اورنگ زیب کا لشکر چل نہ سکے گا اور ستلج کہیں اپنی طغیانی کے سبب سے پایاب نہیں اور کشتیاں ناپید ہیں۔ گزرگاہوں پر اپنے عمدہ نوکر داؤد خاں کو لشکر کے ساتھ مقرر کیا کہ کچھ دنوں اورنگ زیب کے صدموں سے بچے۔ جب تک برسات ختم نہ ہوگی اورنگ زیب پنجاب میں نہ آسکے گا۔ اس عرصہ میں لاہور خزائن بادشاہی اور اپنے اموال پر جو ایک کروڑ روپیہ کے قریب ہے اور قورخانہ وتوپ خانہ پر اور کارخانوں پر اور اسباب تجمل پر اور ادوات نبرد و پیکار پر متصرف ہو کر اپنی اصلاح حال فارغ البال ہو کر کرے گا۔ لشکر وسپاہ جمع ہو جائے گی دوبارہ اورنگ زیب سے محاربہ خوب ہوگا۔ مگر وہ اس امر سے غافل تھا کہ اس کی یہ حکمت اورنگ زیب کے آگے نہ چلے گی۔ وہ اس کو پنجاب میں اسباب جنگ کو نہیں جمع کرنے دے گا اور پنجاب سے باہر نکال دے گا۔ پہلے تو اُس نے امیروں کو بھیجا تھا اب آپ خود پنجاب جانے کا ارادہ اس نے کیا اگرچہ برسات کا موسم تھا لشکر کا رستہ چلنا دشوار تھا پھر دریائے ستلج سے پار جانا اور بھی مشکل تھا اور اس سال میں اُس نے اور اس کے لشکر نے بھی مکرر معرکہ آرائیوں میں مشقت شاقہ اُٹھائی تھی اور بڑی بڑی مسافتیں طے کی تھیں مگر اس نے اس یورش کا عزم کیا اور کچھ اس کا خیال نہیں کیا کہ سپاہ کچھ دنوں آرام کرے اور میں خود آسائش کروں اور (فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ) پر خیال کر کے پنجاب کا قصد کیا۔

## اورنگ زیب کا تخت سلطنت پر بیٹھنا اور دارا شکوہ و سلیمان شکوہ کے لیے لشکر بھیجنا اور خود پنجاب کی طرف جانا اور ستلج سے پار ہونا:

اورنگ زیب کی اورنگ نشینی کی تاریخ نجومیوں نے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ مقرر کی تھی۔ اب اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ شاہجہاں آباد میں داخل ہوتا اور اپنے خاندان کی رسم اور آئین کے موافق تخت نشین ہوتا اس لیے باغ اعز آباد میں ساعت مقررہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور سکہ وخطبہ کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا۔ اس نے دارا شکوہ کے سبب سے ان مراسم کے ادا کرنے کا خیال نہیں کیا۔

عالمگیر نے دارا شکوہ کے تعاقب میں بہادر خاں کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اب اور لشکر کا خلیل اللہ خاں کو سپہ سالار بنا کے 24 ر ذیقعدہ کو بھیجا کہ وہ بہادر خاں کے لشکر سے ملے اور دونوں لشکر یکجا جمع ہو کر آب ستلج کے کنارہ پر پہنچے اور وہاں اُس کے آنے تک ٹھہرے تاکہ دریا سے عبور کرنے کی تدابیر میں مشغول ہوں اور گذروں کی تحقیق کریں اور اُس طرف کے حالات کو معروض کریں۔ عالمگیر نے جب یہ سنا کہ سلیمان شکوہ آب گنگ سے اُتر کر ہردوار کی طرف آیا ہے اور اُس کے اپنے اور اُس کے باپ کے نوکر ساتھ ہیں جو باقی رہے تھے اور اس کا ارادہ ہے کہ اگر ہو سکے تو بوریہ اور سہارنپور کی راہ سے جا کر باپ سے مل جائے تو اُس نے امیر الامراء کو ایک لشکر کے ساتھ ہردوار روانہ کیا کہ وہ سلیمان شکوہ کا آب گنگ سے عبور کرنے کا سدراہ ہو اور ایک لشکر بھی بسر کردگی شیخ میر روانہ کیا کہ اگر سلیمان شکوہ دریاء گنگ سے عبور کر آئے تو اس کو دریائے جمنا پر روکے۔ جب سلیمان شکوہ کے سدراہ ہونے کے لیے لشکر روانہ ہو چکے تو عالمگیر پنجاب کو روانہ ہوا گو ابھی گردسفر اُس کے چہرہ سے نہ اُتری تھی:

نمد زین لشکر کشاں تر ہنوز ۔۔۔ عرق ناک اسپانِ لاغر ہنوز
نیاسودہ از بار جُنہ تنے ۔۔۔ نہ رستہ ہم از رنج رہ تو سنے

## اورنگ زیب کی روانگی اور پنجاب میں آمد:

7 ر ذیقعدہ کو بادشاہ باغ اعز آباد سے روانہ ہوا۔ 14 ر کو بادشاہ کرنال میں آیا یہاں سے آگے برسات کے سبب سے پنجاب جانے کی راہ نہایت خراب تھی اس لیے بادشاہ پرگنہ رو ہر میں کہ ستلج کے کنارہ پر ہے گیا۔ بہادر خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ لشکر شاہی ستلج سے پار اُتر گیا

جس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ خلیل اللہ خاں سے پہلے بہادر خاں دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا۔ جب اُس نے سنا کہ گزرگاہوں پر دارا شکوہ نے داؤد خاں کو مقرر کیا تھا۔ مگر اس کو بعض مطالب کے لیے لاہور بلا لیا ہے تو اس نے اس دریا سے عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ گزرگاہوں پر تو مخالفوں کی جمعیت بہت تھی وہاں سے لشکر کا عبور ہونا مشکل تھا۔ وہ زمینداروں کی رہنمائی و مشورہ سے گزرگاہ روہڑ سے اُتر گیا جو گزرگاہوں سے دائیں طرف اوپر کی طرف جانب ہے اس لیے اس نے بادشاہ کے حکم سے دارالخلافہ شاہجہاں آباد سے کشتیوں کو چھکڑوں میں لاد لیا تھا۔ یہ کشتیاں تھیں کچھ اور زمینداروں نے جمع کر دیں کل پچیس کشتیاں تیار ہوئیں۔ 16 / ذیقعدہ کو پار جانے کا ارادہ کیا اور خلیل اللہ خاں کے لشکر کا انتظار نہ کھینچا۔ پہر رات باقی ہو گی کہ دریا سے جنگ کے ارادہ سے اُس نے اپنے آٹھ سو آدمیوں کو کشتیوں میں بٹھا کر پار اُتارا۔ سپاہی کشتیوں سے اُترے اور توپ خانہ کو پیش رو کر کے مخالفوں کی طرف چلے جو بے خبر پڑے تھے۔ اور اُن پر حملہ کیا وہ رعب میں آ کر نہ لڑ سکے فرار ہو گئے۔ لشکر شاہی نے دریا کے پار اپنے مورچے جمائے اور مخالفوں کی جگہ پر ہو بیٹھے۔ بھگوڑے بھاگ کر تلوں میں اپنی لشکر سے جا ملے یہاں کا لشکر بھی ڈر کر سلطان پور کو بھاگا اور اس طرح گھاٹوں پر جو اور فوجیں بیٹھی تھیں بھاگ گئیں اور سب سلطان پور میں جمع ہوئیں اور دارا شکوہ کو یہ سارا حال لکھا۔ بہادر خاں کے عبور ہونے کی خبر سن کر بادشاہ بہت جلد روہڑ میں آیا اور لشکر کو پار اُتارا۔

## سلیمان شکوہ کا حال

دارا شکوہ کو 7 رمضان کو شکست ہوئی تھی۔ 15 / رمضان کو سلیمان شکوہ کو الہ آباد سے تین منزل پر نواحی کڑہ میں باپ کی اس شکست کی خبر پہنچی۔ اول شاہجہاں کا اور پھر دارا شکوہ کا فرمان آیا اس میں شکست کا اور عالمگیر کی فتح کا حال مفصل لکھا ہوا تھا۔ لشکر میں اس خبر کے منتشر ہونے نے اس کی جمعیت میں تفرقہ ڈالا۔ شاہجہاں کو اب تک دارا شکوہ کے احوال پر توجہ چلی جاتی تھی اور اس سے جو دارا کہتا تھا وہ کرتا تھا۔ اس کے کہنے سے شاہجہاں نے سلیمان شکوہ کو لکھا کہ اپنے باپ کے نوکروں اور اپنے لشکر کے ساتھ دہلی چلے جاؤ اور باپ سے مل جاؤ۔ اسی مضمون کا خط دارا شکوہ نے اس کو لکھا اور امراء اور اعیانِ لشکر کے نام استمالت نامے آئے کہ وہ سلیمان شکوہ کی ہمراہی اور رفاقت کریں۔ سلیمان شکوہ نے گھبرا کر راجہ جیب سنگھ کو بلا کر مشورہ لیا۔ بمقتضاء اَلْمُسْتَشَارُ مُؤتَمِنٌ راجہ نے کہا کہ صلاح اس میں ہے کہ سپاہ جو ساتھ ہے اس کو لے کے بلا توقف دہلی جاؤ اور باپ کے پاس پہنچ

جاؤ اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو الہ آباد کو مراجعت کرو اور جب تک کہ باپ کا حال معلوم ہو وہاں ٹھہرے رہو جب سلیمان شکوہ نے راجہ کو رفاقت اور ہمراہی کے لیے کہا تو اُس نے صاف جواب دیا کہ میں ہمراہ نہیں جاؤں گا اورنگ زیب پاس جاؤں گا۔ راجہ اپنی منزل میں رہا اور پھر اُس کے پاس نہ گیا۔

## سلیمان شکوہ کا دلیر خاں سے مشورہ کرنا:

دوسرے روز دلیر خاں سے سلیمان شکوہ نے مشورہ لیا۔ دلیر خاں نے یہ رائے دی کہ الہ آباد کو مراجعت کیجئے اور دریائے گنگ سے عبور کر کے شاہجہاں پور جائیے۔ وہ آپ کے اتالیق بہادر خاں کا آباد کیا ہوا ہے، وہ افغانوں کا وطن ہے وہاں افغانوں کی اقوام کی اور اوروں کی سپاہ جمع کیجئے پھر جو صلاح وقت و مقتضاء حال ہو عمل میں لائیے۔ میری یہ بھی عرض ہے کہ اگر میری صوابدید پر عمل کیجئے گا تو میں آپ کی رفاقت و ہمراہی کروں گا اور نہیں تو پھر اپنا رستہ لوں گا۔ سلیمان شکوہ نے اس تدبیر کو منظور کیا۔ دوسرے روز الہ آباد جانے کا قصد کیا۔ جب راجہ جے سنگھ کو اس کی خبر ہوئی جو دلیر خاں کا بڑا دوست تھا اُس نے دوستانہ نصیحت کی کہ کیوں احمق بنا ہے اور اپنے خان و مان کو برباد کرتا ہے میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چل۔ کس جاہل کے ساتھ بے حاصل ہمراہ ہوتا ہے۔ دوسرے روز جب سلیمان شکوہ نے دلیر خاں کی رائے کے موافق الہ آباد کی طرف کوچ کیا تو دلیر خاں نے معذرت کی۔ راجہ جے سنگھ کے ساتھ رہا اسی طرح اور بندہائے شاہی نے اس کی ہمراہی کو ترک کیا اور اس کے ساتھ کوچ نہ کیا۔ اس کے باپ کے نئے نوکر جن کے وطن اسی جانب میں تھے اس خبر کو سن کر متفرق ہو کر اپنے وطنوں کو چلے گئے۔ سلیمان شکوہ کے پاس جتنے آدمی رہ گئے تھے ان کے ساتھ دہلی جانے کا ارادہ کیا مگر بہادر خاں اُس کے اتالیق نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا اس کو الہ آباد جانے کی صلاح دی ناچار وہ باقی بیگ اور سید صلابت خاں بارہہ کے ساتھ الہ آباد کو چلا۔ اب اس کے ساتھ اپنے اور باپ کے نوکر چھ ہزار سوار تھے۔ ان کے ساتھ الہ آباد میں آیا اور سات روز یہاں ٹھہرا۔ ہر روز صلاح و مشورہ ہوتا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ہر فرقہ جدا ایک تدبیر بتاتا۔ ایک جماعت کی رائے یہ تھی کہ الہ آباد میں قیام کیجئے اور اس کی حدود اور پٹنہ کو اپنے بخت میں لائیے اور خودسری کیجئے۔ ایک گروہ یہ صلاح دیتا تھا کہ پٹنہ میں چلیے اور شجاع سے صلح والفت کا ڈول ڈالیے اور اس کے اتفاق و اعتقاد سے کام بنائیے۔ سادات بارہہ کی ایک جماعت جن کا وطن میان دوآب تھا کہتے تھے کہ ہم کو چاہیے کہ چاند پور اور ندینہ (نگینہ) کی طرف چل کر دریا پار جائیں اور نواحی بور یہ اور

سہارنپور سے جمنا پار ہوں اور یوں پنجاب میں جائیں یہ رائے بعد گفتگو و بحث کے سلیمان شکوہ کو پسند آئی۔ اموال زوائد و کارخانجات اور کچھ اہل حرم کو قلعہ الہ آباد میں چھوڑا۔ سید قاسم بارہہ کو قلعہ کی حراست سپرد کی گنگ سے عبور کیا اور منزلیں طے کرنی شروع کیں۔ ہر منزل میں اُس کے اور باپ کے نوکر اس سے جدا ہوتے جاتے تھے اور روز بروز اس کی شکست و جمعیت کی سلک منتشر ہوتی تھی۔ لکھنؤ سے گزر کر پرگنہ ندینہ میں آیا جو بیگم صاحب کے اقطاع میں تھا اس نے سنا کہ یہاں تحصیل کا روپیہ موجود ہے۔ کروری سے اس کو وصول کرنا چاہا وہ بھاگ کر اپنے گھر میں چھپا۔ سپاہ نے جا کر اس کا گھر گھیرا۔ اور اس کو پکڑا دو لاکھ روپیہ وصول کیا جو بیگم صاحب کا تھا۔ کروری کو مقید کیا۔ سید صلابت خاں بارہہ جو اُس کے ہمراہیوں میں تھا وہ بھی جدا ہو کر عالمگیر کے پاس چلا گیا۔ سلیمان شکوہ جس گزرگاہ سے عبور کرنے کا قصد کرتا تھا اُس کے آنے سے پہلے اس طرف سے کشتیاں اس طرف لے جاتے تھے جب کہیں سے وہ دریا پار نہ جاسکا تو ناچار مراد آباد کے پاس سے گزر کر چاندی میں آیا جو ہردوار کے محاذی ہے اور ولایت سری نگر کی سرحد کے قریب ہے۔ بھوانی داس دیوان بیوتات کو داراشکوہ نے پہلے زمیندار سری نگر کے پاس بھیجا تھا اور وہ سلسلۂ ارتباط کا محرک ہوا تھا اور کوہستان کی راہوں سے واقف تھا اس کو سلیمان شکوہ نے مرزبان مذکور کے پاس بھیجا اور کشتیوں کے سرانجام کرنے کے لیے اور دریا سے عبور کرنے کے واسطے استعانت و امداد کا خواستگار ہوا اور چند روز جواب کے انتظار میں یہاں ٹھہرا۔ اس اثنا میں امیر الامراء فدائی خاں اور سارا لشکر جو شاہجہاں آباد سے اس کے روکنے کے لیے روانہ ہوا تھا وہ گنگا کے پار چاندی کے قریب آیا جہاں سلیمان شکوہ ٹھہرا ہوا تھا۔ دریا کے پار لشکر شاہی کا سامان سلیمان شکوہ نے دیکھا تو جانا کہ مجھ میں اس سے لڑنے کی تاب و تواں کہاں ہے۔ ناچار پہاڑوں میں ٹکراتا ہوا کانہ تال میں جا کر ٹھہرا جو۔ ولایت سری نگر کی سرحد ہے۔ زمیندار سری نگر کے پاس جب بھوانی داس گیا تو اُس نے اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا وہ سلیمان شکوہ سے ملے اور اس کو پہاڑوں میں لے گئے جب وہ سری نگر سے چار منزل پر پہنچا تو سری نگر کا مرزبان سلیمان شکوہ سے ملا اور اُس نے کہا کہ میرے پاس تھوڑی سی جگہ ہے آپ کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی گنجائش اس میں کہاں ہے۔ اس کے علاوہ گھوڑے، ہاتھی اور دواب کی راہ عبور بند ہے اگر یہاں رہنے کا ارادہ حضور کا ہو تو سپاہ کو رخصت کیجئے اور اہل و عیال اور چند نوکروں کے ساتھ سری نگر چلیے۔ اس وقت باقی بیگ مخاطب بہ بہادر خاں بھی سلیمان شکوہ سے جدا ہو کر دہلی

سے رخصت ہو گیا۔ سلیمان شکوہ ایک حرکت بے جا یہ کر بیٹھا کہ کروری پرگنہ ندینہ کا جو ایک سید مظلوم بے گناہ قیدی پابہ زنجیر ساتھ تھا اس کا خون اپنی گردن پر لیا۔ غرض سات آٹھ روز وہ یہاں ٹھہرا رہا۔ جس طرح سے زمیندار سری نگر نے اس کو جانے کے لیے کہا تھا اس میں وہ متردد و متفکر تھا اور روز صلاح و مشورہ کرتا تھا۔

## دراشکوہ اور سلیمان شکوہ کے نوکروں کا طرز عمل:

سلیمان شکوہ اور داراشکوہ کے نوکر اپنی خیریت اس میں جانتے تھے کہ کسی طرح اس سے جدا ہو جائیں۔ وہ اسی گھات میں لگے رہتے تھے انھوں نے دیکھا کہ یہاں کا زمیندار اور اس کے آدمی موجود ہیں جن کے ہاتھ میں یہاں کی ساری راہیں اور درے ہیں وہ سری نگر میں پہاڑوں کے چکروں میں جا کر کیوں پھنسیں۔ سب نے متفق ہو کر یہ مصلحت دیکھی کہ سلیمان شکوہ کو سری نگر جانے سے باز رکھیں اور حسن تدبیر و لطائف الحیل سے ان پہاڑوں سے اُسے نکال کر ہندوستان کی زمین وسیع میں لے جائیں جہاں ہمارے جدا ہونے کا کوئی مزاحم و مانع نہ ہو۔ سرداروں نے اتفاق کر کے سلیمان شکوہ کو سمجھایا کہ یہاں کا زمیندار جس طرح جانے کے لیے کہتا ہے وہ حزم و احتیاط کے خلاف ہے بہتر یہ ہے کہ جس راہ سے آئے ہیں اسی راہ سے الہ آباد چلیں۔ مزید ترغیب کے لیے سید قاسم قلعہ دار الہ آباد کا خط بنا کر دکھلا دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ شجاع ایک لشکر عظیم کے ساتھ بنگلہ سے اس جانب روانہ ہوا ہے عنقریب وہ یہاں آتا ہے، بہتر یہ ہے کہ تم پھر کر الہ آباد میں آجاؤ اور اس کے ساتھ اتفاق کر کے جو صلاح حال اور مرکوز خاطر ہو اُس پر عمل کرو۔ اس سمجھانے سے سلیمان شکوہ نے سری نگر جانے کا قصد چھوڑا اور کوہستان کے زمیندار سے عذر کیا، اور کچھ جواہر اور مرصع آلات اور ایک ہاتھی اس کو دیا جس راہ سے آیا تھا اُسی پر الہ آباد کی طرف چلا۔ جب ندینہ میں آیا تو اُس کے آدمی جنھوں نے اپنی صلاح کار دیکھ کر یہ توطیہ بنایا تھا اب وہ جدا ہونے شروع ہوئے۔ سلیمان شکوہ کے ساتھ ساتھ صرف سات سو سوار رہ گئے اور وہ بھی بھاگنے کی فکر میں تھے۔ اب سلیمان شکوہ نے دیکھا کہ اس قلیل سپاہ کے ساتھ الہ آباد تک پہنچنا دشوار کیا بلکہ ناممکن ہے تو وہ سری نگر کے چلے آنے سے پشیمان ہوا۔ اور پھر اُس طرف چلا۔ اب باقی ماندہ آدمیوں میں سے بھی اس کے ساتھ اسد کاشی و تاج نیازی و بہادر لوحانی و سید احمد برادر سید قاسم بارہہ و محمد شاہ کوکہ اور چند آدمی اور دو سو سوار رہ گئے۔ مرادآباد میں قاسم خاں تیول دار ہو کر بادشاہ کی طرف آیا تھا جب اُس نے سنا کہ شہزادہ سری نگر

کی طرف جاتا ہے وہ پنچے جھاڑ کر اس کے گرفتار کرنے کے درپے ہوا۔ اور اس کے پکڑنے کے لیے چاروں طرف سے لشکر شاہی آن پہنچا۔ اب اس کا اور بھی لوگ ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ محمد شاہ کوکہ اور سترہ آدمی باقی رہے۔ پہاڑی آدمی اس کو غیر متعارف راہوں سے رہبری کر کے سری نگر لے گئے۔ زمیندار نے اس کو پہاڑ کے اوپر اپنی ولایت میں رکھا۔ شہزادہ کے پاس کچھ جواہر و مرصع آلات واشرفیاں تھیں خافی خاں نے لکھا ہے کہ اس مال کی طمع میں زمیندار سری نگر نے شہزادہ کو بطور قیدیوں کے نظر بند کیا۔ اب شہزادہ کا باقی حال آگے لکھا جائے گا۔

## داراشکوہ کی لاہور آمد کا حال:

داراشکوہ 12 شوال 1068ھ کو لاہور کے باغ فیض بخش میں 14 رکو شہر میں اور 17 رکو قلعہ میں آیا۔ عزت خاں اس صوبہ کا حاکم تھا۔ جب داراشکوہ اکبر آباد سے بھاگا ہے تو اُس نے اس کو لکھ بھیجا تھا کہ لشکر کے سرانجام اور توپ خانہ کا سامان کرنے میں جس قدر کوشش ہو سکے وہ کرے اور خود بھی اس وسیع صوبہ لشکر خیز کے اطراف میں اور اس کے حدود و نواحی میں استمالت نامے ملاطفت آمیز رعایت واحسان کے وعدوں پر امیروں کو بھیجے کہ کوہ میں مرز بوم کی ہر قوم وقبیلہ کے سپاہیوں کو میری نوکری کی ترغیب دیں اور اس کی اقطاع میں جو پنجاب وملتان و بھکر تھے ان کے زمینداروں و فوجداروں اور کمکیوں کو اور پشاور و کابل کے حاکم مہابت خاں کو خلعت بھیج کر نزدیک اور دور کے آدمیوں کی دعوت اپنی طرف کی خان خاں نے تو اس کام میں شاہجہاں کو بھی شریک کر لیا اور ایک نامہ شاہجہاں کی طرف سے مہابت خاں کو لکھا ہوا نقل کیا ہے۔ جس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نمک حراموں کے ہاتھ سے جو صدمہ میری سلطنت کو پہنچا وہ تم نے سنا ہی ہوگا۔ میرا مظلوم بیٹا داراشکوہ شکست پا کر لاہور میں گیا ہے۔ تم مہابت خاں کے خلف الصدق ہو یعنی مہابت خاں ثانی ہو۔ تم میرے بڑے مخلص درست اعتقاد ہو اس لیے میں اپنا درد دل بیان کر کے امید رکھتا ہوں کہ تم اس کا تدارک کرو گے۔ تم اُس بڑے باپ کے بیٹے ہو جس نے جہانگیر کو خراسانیوں کے ہاتھ سے رہائی دلائی اور مجھے بادشاہ بنایا اب اس سے بھی زیادہ مشکل ایک معاملہ پیش آیا ہے کوئی شخص اس کا متکفل سوا تمھارا اے نہیں ہوسکتا۔ میرا داراشکوہ لاہور میں ہے، وہاں خزانہ میں کمی نہیں ہے اور کابل میں آدمی اور گھوڑے بہت ہیں تعجب ہے کہ تو گوشہ نشین رہے اور لشکر کے ساتھ عزیمت نہ کرے اور لاہور میں پہنچ کر داراشکوہ بابا کی مدد و رفاقت نہ کرے اور صاحب قراں ثانی زندانی کو قید سے نہ

نکالے: بقول شاعر ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند۔ میں نے اپنے فرزند ارجمند کو لکھا ہے کہ اپنے تئیں بالکل تجھے حوالہ کرے اور تجھ سپہ سالار کی اطاعت میں اپنا حال و مآل جانے۔ مکرر لکھا جاتا ہے کہ مہابت خاں کو یہ بات کب پسند ہوگی کہ صاحب قران ثانی زندانی اقسام بلا میں گرفتار ہو اور ایک شخص دام تزویر میں ایک عالم کو رام کر کے تخت خلافت پر کامرانی کرے، اگر اس حال سے وہ عمدۃ الملک اغماض کرے تو فردائے قیامت دست من و دامن او۔ داراشکوہ نے لاہور میں داخل ہو کر سرکار خاصہ شاہی کے خزانے پر اور قورخانے و توپ خانے اور کارخانوں پر قبضہ کیا۔ سپاہ و لشکر پر دولت کا دروازہ کھولا۔ ایسا روپیہ بے دریغ دیا کہ اس کے پاس تھوڑی مدت میں بیس ہزار سوار جمع ہو گئے اور کچھ بند ہائے بادشاہی بھی اُس کے ساتھ ہو گئے جیسے کہ راجہ راجروپ، زمیندار کوہستان جموں سنجر خاں، فوجدار بھیرہ و خوشاب غرض یہ دولت روز بروز داراشکوہ کی جمعیت کو بڑھاتی تھی۔

## داراشکوہ کا صوبوں کے امراء کو خفیہ خطوط بھیجنا:

وہ خفیہ استمالت نامے امرائے صوبہ جات و راجپوتوں و رئیسوں کو ان کے وطن میں بھیجتا تھا کہ وہ عالمگیر سے سرکشی کریں۔ داؤد خاں کو پانچ ہزار سوار اور توپ خانہ اور بہت سے بان دے کر ستلج کے کنارے پر بھیجا تھا کہ گذرگاہوں کو استحکام دے۔ جب بادشاہ کے آنے کی خبر ہوئی تو عزت خاں و مصاحب بیگ کے ہمراہ ایک اور تازہ سپاہ گزر ردہر کی طرف بھیجی اور دریا کے کنارہ پر جا بجا لشکر متعین کیے۔ اب سب سے بڑی یہ حکمت کی کہ اُس نے مرزا شجاع کو جس سے لڑائی تھی اپنی طرف کرنے کے لیے خطوط ملاطفت آمیز لکھے اور یہ تجویز ٹھہرائی کہ میں پنجاب میں لڑائی پر آمادہ ہوتا ہوں وہ بنگالہ سے الہ آباد پر عزیمت کرے اور اس بات پر قول و قسم ہوئے کہ جب ملک فتح ہو جائے تو آپس میں آدھا آدھا مساوات کے ساتھ تقسیم ہو جائے۔ داراشکوہ کا یہ منتر شجاع پر چل گیا، وہ اس بات پر راضی ہو گیا جس کا بیان آگے ہوگا۔

## داراشکوہ پر عالمگیر کا رعب:

یہ ایک عجیب بات تھی کہ داراشکوہ اسباب جنگ و ستیز و سامان مقدمات نبرد و پیکار میں کوشش کرتا تھا مگر اورنگ زیب سے شکست کھا کر ایسا خوفزدہ ہو گیا تھا کہ اس سے لڑنے سے ڈرتا تھا۔ اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ملتان کی راہ سے قندھار کو بھاگ جائے۔ اس لیے وہ کشتی و بار برداری کا سامان کرتا تھا۔ جب آدمیوں نے اپنی فراست سے یہ عزیمت اس کی دریافت کی تو لوگ اُس سے جدا ہونے

شروع ہوئے۔ چنانچہ راجہ راجروپ نے جب یہ دیکھا کہ داراشکوہ بھاگنے کو ہے تو وہ یہ بہانہ بنا کے جدا ہوگیا کہ میں اپنے وطن میں سپاہ ولشکر کا سرانجام کروں گا اور وہاں کے زمینداروں کی استمالت قلوب کروں گا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ خلیل اللہ خاں و بہادر خاں مع لشکر کے ستلج سے پار چلے گئے تھے۔ جب داراشکوہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے اپنے سرداروں کو جو اور راور گزروں سے بھاگ گئے تھے لکھا کہ سلطان پور میں توقف کریں اور داؤد خاں کو گزرنگوں سے اپنے پاس داراشکوہ نے بلالیا تھا۔ اس کو مع لشکر کے لاہور سے آب بیاہ (دریائے بیاس) کے کنارہ بھیجا اور یہ تجویز کی یہاں جا کر اگر عالمگیر کے لشکر سے لڑنا دریا سے پار جا کر مصلحت ہو تو پار جائے اور وہاں کے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر دشمن کی مدافعت کرے اور نہیں تو دریا کے اس طرف توقف کر کے پار کے لشکر کو اپنے پاس بلائے اور ہر جنگ پر آمادہ ہو اور حقیقت حال سے مجھ کو اطلاع دے۔ داؤد خاں بہت جلد گزرگاہ گوبندوال پر آیا اور عالمگیر کے لشکر کا حال خوب دریافت کیا تو اس کی دانست میں داراشکوہ کی طاقت سے باہر تھا کہ وہ عالمگیر کے لشکر سے مقابلہ کرتا چنانچہ اُس نے پار کا لشکر اپنے پاس بلالیا۔ حقیقت حال پر داراشکوہ کو مطلع کیا اس نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو لشکر اور توپ خانہ کے ساتھ گزر گوبندوال میں داؤد خاں کے پاس بھیجا کہ بمقتضاء مصلحت دریا کے وار یا پار ہنگامۂ کارزار گرم کرے۔ عالمگیر 25/ ذیقعدہ کو گزرگاہ روہر (روپر) آب ستلج پر آ گیا تھا۔ مہاراجہ جسونت اجین سے بھاگ کر اپنے وطن جودھ پور کو چلا گیا تھا۔ اُس نے اپنے رشتہ دار راجہ جے سنگھ کی معرفت عالمگیر سے اپنی تقصیرات معاف کرائیں۔ خلیل اللہ خاں کو عرضداشت سے معلوم ہوا کہ افواج غنیم دریائے بیاس کے اس طرف پیکار اور مدافعہ کے لیے جمع ہوئی ہیں داؤد خاں اور سپہر شکوہ آگئے ہیں اور داراشکوہ لاہور سے آنے والا ہے اس لیے عالمگیر نے راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں کے ساتھ لشکر اپنے لشکر کی مدد کے لیے بھیجا اور دوسرے روز صف شکن خاں میر آتش کو بھی توپ خانہ کے ساتھ روانہ کیا اور خلیل خاں اور بہادر خاں کو حکم بھیجا کہ جب تک یہ لشکر تم سے آ کر ملیں اس وقت تک تم جہاں ہو وہیں ٹھہرنا۔

## خلیل اللہ خاں و بہادر خاں کے لشکروں کا حال:

یہ دونوں خان والاشان 22/ ذیقعدہ کو دریائے ستلج سے پار اُترے تھے۔ 25/ کو نوشہرہ میں آئے، آگے کی منزل میں بہت نشیب و فراز اور دشوار گزار آب کند تھے کہ لشکر آسانی سے نہیں جا سکتا

تھا اس لیے بیل داروں کو راہ ہموار کرنے کے لیے بھیجا۔ جب راہ صاف ہوگئی تو 27 رکو گڑھ سارنگ میں منزل کی۔ کمک کے آنے کا انتظار کیا۔ اس لشکر سے 29 رکو راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں آن ملے۔ دو روز تک داراشکوہ کے حال کی تحقیق میں صرف کیے تو معلوم ہوا کہ اب اُس نے اپنا ارادہ پیکار کا فرار سے بدل دیا۔ سپہر شکوہ کو جو گو بندوال بھیجا تھا اس کو بلا لیا اور 29 رذیقعدہ کو لاہور سے ملتان کو روانہ ہوا اور داؤد خاں کو چند سپاہ کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ بیاس کے کنارہ پر قیام کرے اور کشتیوں کو جلا دے یا غرق کر دے پھر اس کے لشکر سے جا ملے۔ بادشاہی آدمی اس خبر کو سن کر خوش ہوئے، اس کی بادشاہ کو اطلاع دی اور جلدی سے گو بندوال کو ایک جماعت بھیجی کہ لشکر کے پہنچنے تک وہ اطراف اور نواحی اور مواضع بالا آب میں کشتیاں جو دشمنوں کے تلف کرنے سے بچی ہیں جمع کریں اور ڈوبی ہوئی کشتیوں کو نکالیں اور پل بنانے میں کوشش کریں اور ناہر خاں کو لاہور بھیجا۔ وہ 6 رذوالحجہ کو لاہور میں آیا۔ شہر کی خبرداری اور انتظام میں مشغول ہوا۔ لشکر شاہی پانچ روز میں بڑے بڑے کوچ کر کے دریائے بیاس سے آدھ کوس پر آیا۔ راجہ راجروپ بھی وطن سے راجہ جے سنگھ کے پاس آیا جس کی معرفت اس کا قصور معاف ہوا۔ لشکر دریا سے عبور کر کے دارالسلطنت لاہور سے باہر آیا۔ خلیل اللہ خاں کے پاس متصدیان دارالسلطنت آئے۔ ان کی تقریر سے معلوم ہوا کہ داراشکوہ نے اول عالمگیر سے لڑنے کا قصد کیا تھا مگر اس کے رعب کے مارے وہ لاہور سے ملتان کو فرار ہوا۔ اور کل خزائن و ذخائر لاہور اشرفی روپیہ وطلا و نقرہ غیر مسکوک جو ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ تھا، نفیس اشیاء اور کارخانہ جات شاہی کی اجناس کو ساتھ لے گیا اور اکثر توپوں اور تمام ادوات توپ خانہ کو زیادہ تر کشتیوں میں اور کچھ دوات پر لاد کر پار لے گیا اور قندھار کے جانے کے ارادہ سے ملتان کو کوچ کیا۔ اگرچہ داراشکوہ کو آدمی چھوڑتے چلے جاتے تھے مگر وہ آدمیوں کو اس قدر روپیہ دیتا تھا کہ چودہ ہزار سوار اس کے پاس اب تک موجود تھے۔ عالمگیر کا فرمان آیا کہ خلیل اللہ خاں مع بہادر خان و دلیر خاں وصف شکن خاں و طاہر خاں اور سارا لشکر لاہور میں توقف نہ کرے اور داراشکوہ کا تعاقب کرے اور اس کو کہیں ٹھہرنے کی مہلت نہ دے۔ خلیل اللہ خاں شہر میں داخل نہیں ہوا اور 11 ذی الحجہ کو اُس نے کوچ کیا۔ داراشکوہ کا بخشی خواجہ صادق اور امراء جو اس سے جدا ہوئے تھے وہ خان کی خدمت میں آئے۔

## عالمگیر کا حال:

عالمگیر آٹھ روز تک دریائے ستلج کے کنارہ پر مقیم رہا کہ کشتیوں کو بہم پہنچا کر عبور کرے اور داراشکوہ کا حال دریافت کرے۔ ان دنوں میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو شاہجہاں آباد کو رخصت کیا کہ اس مہم کے انجام ہونے تک وہاں ٹھہرے۔ ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر اس کو عنایت کی۔ راجہ راجروپ کا قصور معاف ہوا اور اس کو اپنے پاس بلایا۔ شہزادہ محمد معظم کو برہان پور حکم بھیجا گیا کہ معظم خاں کو قلعہ ارک سے باہر حصار میں رہنے کی اجازت دے اور پچاس ہزار روپیہ اس کو انعام دے پھر اس کو ہمارے پاس بھیج دے اور اس کا مال متاع ضبط شدہ جو برہان پور میں موجود ہے اس کو واپس دے دے۔ اور کشتیاں تو اُسے بہم پہنچی نہیں۔ بادشاہ نے 5 ر ذی الحجہ کو سات روز میں کشتیوں میں لشکر کو بٹھا کر ستلج سے پار اتارا۔ 10 کو عید الضحیٰ کا جشن بڑے دھوم دھام سے ہوا۔ بڑے منصب و خلعت و خطاب امراء کو مرحمت ہوئے۔ 15 ر کو فدائی خاں کو حکم ہوا کہ وہ خلیل خاں سے مل کر داراشکوہ کا تعاقب کرے۔ 22 ر ذی الحجہ کو بادشاہ دریائے بیاہ کے کنارہ پر آیا اور پُل پر جو اُس کے حکم سے بندھا تھا عبور کیا۔ راجہ راجروپ موضع چاندی کا تھانہ دار مقرر ہوا کہ وہ سلیمان شکوہ کو نکالنے نہ دے اور آدمیوں کو اس کے پاس جانے نہ دے۔

## داراشکوہ کے متعلق خلیل اللہ خان کے مکاتیب:

خلیل اللہ خاں کی عرائض سے معلوم ہوا کہ داراشکوہ لاہور سے برآمد ہوا اور اس کے ساتھ خزانہ و توپ خانہ اور سامان شائستہ اور لشکر آراستہ چودہ ہزار سواروں کا موجود ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ جہاں قابو ملے ملازمانِ عالمگیر کے لشکر سے لڑے۔ عالمگیر نے یہ گمان کر کے کہ کہیں اُس کے لشکر کو شکست نہ ہو جائے خود یلغار کر کے داراشکوہ کے تعاقب میں گیا کہ کہیں اُس کا پاؤں نہ جمنے دے اور اس کے دل میں لڑائی کا خیال نہ پیدا ہونے دے کہ ملک و دولت کا خطرہ اس کے غبار وجود سے پاک ہو جائے تاکہ بادشاہ کی خاطر کو بالکل اُس کی طرف سے جمعیت ہو اور پھر امور سلطنت پر بفراغ توجہ کی جائے جس میں بہت سے خلل اور فتور پیدا ہو گئے ہیں اس لیے اس نے شہزادہ اعظم کو لاہور بھیج دیا اور اس کے ساتھ بہت سے لشکر اور کارخانوں کو روانہ کیا کہ جب تک اس کو اس مہم سے فراغت ملے وہاں وہ رہے اور خود چل کر 29 ر کو نواحی موضع مومن پور میں آیا۔ بادشاہ نے سنا کہ داراشکوہ ملتان میں اس سبب سے نہیں ٹھہرا کہ اُس نے بادشاہ کے آنے کی خبر سنی بہت سے اُس کے

سرداراور نوکر کہ ملتان تک ہمراہ گئے تھے اس سے جدا ہو گئے ہیں اور روز بروز اس کا لشکر پریشان و پراگندہ ہوتا گیا۔ اس لیے بادشاہ نے یلغار کو ترک کیا، صف شکن میر آتش کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا کہ اس کو ممالک محروسہ سے نکال دے اور چھ ہزار سوار اور بڑے بڑے سردار اس کے ساتھ کیے۔

## لاہور سے فرار ہونے کے بعد دارا شکوہ کا حال:

عالمگیر کے لشکر سے یہ خطا ہوئی کہ اس نے دارا شکوہ کے تعاقب میں کوتاہی اور تاخیر کی اس لیے اس کو فرصت مرحلہ پیمائی اور رہ سپاری کی ملی اور کچھ دنوں گرفتاری سے بچا۔ 25/ ذی الحجہ کو وہ ملتان میں آیا اور یہاں آ کر بادشاہ کے ڈر اور خوف سے آٹھ روز سے زیادہ قیام نہ کر سکا۔ ان دنوں میں یہاں خزانہ شاہی پر قابض ہوا جس میں بائیس لاکھ روپیہ تھا اس کو اپنے خزانہ میں شامل کیا او رلاہور سے خزانہ وتوپخانہ واحمال واثقال جو کشتیوں میں ہمراہ لایا تھا اسی طرح بڑی کشتیوں میں لدا رہنے دیا اور فیروز میواتی اور بسنت خواجہ سرا کو ان کا محافظ بنا کر اور سپاہ مقرر کر کے حکم بھیجا کہ وہ ان کو بھکر میں لے جائیں اور وہ خود خشکی کی راہ سے روانہ ہوا۔ ستلج وبیاہ پر اُس کے حکم سے پل بنائے گئے تھے۔ اس سے وہ اتر گیا اور بھکر اس لیے گیا کہ وہاں سے قندھار جائے۔ جب وہ ملتان سے چلا تو ایک روز بعد یہ خبر خلیل اللہ خاں اور بہادر خان اور بادشاہی سرداروں کو ہوئی تو اُس کے ساتھ تعاقب میں وہ جلد روانہ ہوئے اور ملتان میں آئے۔ ابھی ان کو یہ تحقیق نہ تھا کہ وہ اجمیر کو جائے گا یا بھکر کو بلکہ ان کو اجمیر کی طرف اس کا جانا اغلب معلوم ہوتا تھا اس لیے وہ اجمیر کی راہ پر گئے جہاں اس کا پتا نہ پایا نہ وہ بھکر کو ہی گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ حاجی خاں بلوچ نے جو ملتان کے عمدہ زمینداروں میں سے ہے، دولت خواہی اور خدمت گزاری کی وجہ سے ایک جماعت کے ساتھ خزانہ اور اسباب کی کشتیوں کو جن کے محافظ فیروز اور بسنت تھے روکنا چاہا اور ان کے واپس لے جانے کا ارادہ کیا لیکن ان کے ساتھ توپ خانہ وسپاہی ہمراہ تھے، وہ اس کی مدافعت کے لیے مستعد ہوئے اس طرح دونوں کے درمیان جنگ ہوئی کچھ آدمی مرے اور کشتیوں کو مخالف نہ روک سکے۔

## شیخ میر کا دارا شکوہ کے تعاقب میں پہنچنا:

جب بادشاہ کو ملتان سے دارا کے فرار ہونے کی خبر ہوئی تو اُس نے یلغار کرنا موقوف کیا اور آہستہ آہستہ چل کر 7/ محرم 1069ھ کو دریائے راوی کے کنارہ پر ملتان سے تین کوس پر آیا۔

داراشکوہ کے سردار جو اس کو چھوڑ کر بادشاہ پاس آتے تھے وہ خلعت کی عنایت سے سرفراز ہوتے تھے۔ 4 محرم کو صف شکن خاں ملتان سے داراشکوہ کے تعاقب میں روانہ ہو چکا تھا مگر بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ داراشکوہ کے پاس ابھی بڑا لشکر ہے معلوم نہیں کہ صف شکن خاں اس سے مقابلہ کر سکے یا نہ کر سکے اس لیے 8 محرم کو شیخ میر کو نو ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا اور معظم خاں کو جس کی رہائی کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں گجرات کا صوبہ دار مرزا مراد کی جگہ مقرر کیا اور بادشاہ نے شیخ بہاءالدین کے مزار کی زیارت کی۔ سجادہ نشین اور خادموں کا دامن دولتِ دنیا سے پُر کیا۔

## بادشاہ کا ملتان سے شاہجہاں آباد آنا اور شہزادہ شجاع کے معاملات

جب بادشاہ ملتان میں آیا تو ممالک مشرقی کے وقائع نگاروں کی برابر عرائض آئیں کہ مرزا شجاع بنگالہ سے لڑنے کے قصد سے روانہ ہوا ہے۔ جب خبر تواتر کی حد کو پہنچی تو بادشاہ نے سلطنت و فرمانروائی کے مصالحہ کے سبب اس کی شورش افزائی کو دفع کرنا چاہا۔ ابھی ہندوستان کا انتظام جیسا کہ چاہیے نہیں ہوا تھا۔ ابھی بادشاہ کی خاطر کو امور ملک وملت کی پرداخت سے اور قواعد و دولت کے اختلال کے دفع سے تعلق چلا جاتا تھا کہ اس کے ساتھ ایک جھگڑا مرزا شجاع کا کھڑا ہوا۔ داراشکوہ جب ملتان سے بھکر کو بھاگا تو بادشاہ نے اس کے تعاقب میں فوج متعین کی اور خود اکبرآباد جانے کا ارادہ کیا۔ برنیر لکھتا ہے کہ جب اورنگ زیب کو معلوم ہوگیا کہ داراشکوہ کا ارادہ کابل جانے کا نہیں ہے تو اس کو اطمینان ہوا کہ اب دارا کا کام چنداں مشکل نہیں رہا۔ اُس نے بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے کہ داراشکوہ کا لاہور سے ملتان جانا اور کابل نہ جانا بڑی غلطی تھی۔ کابل جاتا تو وہاں کا حاکم مہابت خاں اورنگ زیب کا مخالف اس کی مدد کرتا۔ روپیہ بھی دارا کے پاس تھا بہت سپاہ آسانی سے جمع ہو جاتی۔ مگر ڈاکٹر نے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ داراشکوہ نے قندھار جانے کا قصد اسی طرح کیا تھا جیسا کہ ہمایوں نے کیا تھا جس سے شاہ ایران کی مدد سے ہمایوں کی طرح ہندوستان کی سلطنت کے ملنے کی دوبارہ توقع تھی۔ خود شاہجہاں بھی ایک دفعہ ٹھٹھہ میں اسی نیت سے آیا تھا۔ بادشاہ پانچ روز ملتان میں رہ کر 12 محرم 1069ھ کو یہاں سے روانہ ہوا۔ 24 کو آنچھڑ میں کہ لاہور سے باہر راہ ملتان کی سمت میں واقع ہے بادشاہ اُترا۔ وہ چاہتا تھا کہ دارالسلطنت لاہور میں چند روز ٹھہر کر مہمات پنجاب میں مشغول ہو اور ان حدود کے بندوبست سے خاطر جمع کرے۔ داراشکوہ کے سبب سے اس ملک میں بہت خلل آ گیا تھا مگر شجاع کا ایسا فکر اس کو لگا ہوا تھا کہ وہ یہاں

نہ ٹھہر سکا اور شہر سے باہر باغ فیض بخش میں رہا۔ شہزادہ معظم اور اس کے ساتھ کے امراء بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں گیا اور قلعہ کو دیکھا اور وزیر خاں کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر وہ باغ فیض بخش میں آ گیا جو کچھ انتظام کی بابت بتلانا تھا وہ شہزادہ اور قلعہ دار کو بتلا دیا۔ پنجاب کی صوبہ داری خلیل اللہ خاں کو مرحمت ہوئی۔ اور ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر عنایت ہوئی۔ ماہِ محرم کو لاہور سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا۔ 23 رصفر کو باغ اعز آباد میں آیا یہاں راجہ جسونت سنگھ جو بادشاہ کے حکم سے شاہجہاں آباد میں مقیم تھا بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ شاہجہاں آباد میں 4 رربیع الاول کو پہنچا۔

## اورنگ زیب اور شجاع کے مابین محبت واتحاد کی باتیں:

مرزا شجاع کے ساتھ صدق وخلوص اور یک جہتی وموافقت کا دم اورنگ زیب بھرتا تھا اور ہمیشہ اپنی تحریر وتقریر میں اس کا اظہار کرتا تھا اور قدیم الایام سے بمقتضاء مہراندیشی ومحبت برادری اس سے رابطہ الفت والتیام رکھتا تھا، اور ہمیشہ اس کے کام وحال کی رونق میں اور اس کی دولت کے استقلال میں اعانت کرتا تھا چنانچہ جب نواحی بنارس میں شجاع کو داراشکوہ کے لشکر سے شکست ہوئی اور اس کے مال ومال میں فتور آیا تو اورنگ زیب کو اس کا ملال تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دوبارہ اس کے کار کو رونق ہو اور اس کے ملک ودولت کو استحکام ملے۔ جب داراشکوہ کو اکبر آباد کی نواحی میں شکست ہوئی اور وہ بھاگا اور اسباب سلطنت کا انتظام عالمگیر کے ہاتھ میں آیا تو اول کام اُس نے یہ کیا کہ شاہجہاں سے کہہ کر شجاع کی اقطاع وسیع بنگالہ پر مونگیر وصوبہ بہار و پٹنہ کو بڑھوایا جس کی تمنا شجاع ایک عمر سے رکھتا تھا اور شاہجہاں کا فرمان ان ملکوں کے تفویض ہونے کا حاصل کر کے محمد میرک گرز بردار کے ہاتھ بھجوایا اور اپنا خط بھی بھیجا جس میں دربار کے حقائق وسوانح لکھے تھے اور یہ بھی تحریر تھا کہ جس صوبہ کی خواہش تم کو ہمیشہ رہتی تھی اب اس کو ولایت بنگالہ کے ساتھ ملا کر متصرف ہو جب مجھے داراشکوہ کی مہم سے فراغت ہوگی تو تمھارے اور مدعاؤں ومطالب کے حاصل کرانے میں کوشش کراؤں گا۔ جیسا کہ آئین اخوت ہے اور مقتضاء فتوت ہے ویسا ہی ملک ومال میں تمھارے ساتھ میں مضائقہ نہ کروں گا۔ جب بنگالہ میں محمد میرک آیا اور عالمگیر کا نامہ شجاع کو دیا تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور بھائی کا نہایت منت پذیر ہوا اور داراشکوہ کے فرار اور ادبار سے کمال مسرور ہوا اور یک تہنیت نامہ بھائی کو لکھا اس میں اس کے احسان کی نہایت شکر گزاری کی اور اکبر نگر سے کہ

حاکم نشین بنگالہ تھا پٹنہ میں چلا آیا، یہاں آ کر اُس نے جانا کہ دارا شکوہ کے تعاقب میں اورنگ زیب پنجاب میں بہت دور چلا گیا ہے اور اس مہم کا جلد سرانجام پانا خیال میں نہیں آتا۔ اب میدان خالی ہے اول لشکر جمع کر کے الہ آباد چلیے اور پھر اگر ہو سکے تو اکبر آباد پہنچیے۔ شاید اس تیز دستی میں کام بن جائے اور سلطنت ہاتھ لگ جائے۔

**شجاع کا الہ آباد آنا:**

یہ سوچ کر اُس نے تھوڑے توقف میں پٹنہ میں ان حدود کے لشکروں اور توپ خانہ اور نوارہ عظیم بنگالہ کو جمع کر لیا۔ 1068ھ میں پٹنہ سے الہ آباد کو روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں اورنگ زیب پنجاب میں دارا شکوہ کی مہم میں مصروف تھا۔ جب شجاع قلعہ رہتاس کے نواح میں آیا تو یہاں کے قلعہ دار رام سنگھ نے اس سے ملاقات کی اور اس کو قلعہ حوالہ کیا وہ دارا شکوہ کا ملازم تھا اور اُسی کی طرف سے حراست کرتا تھا، دارا شکوہ نے اکبر آباد سے بھاگنے کے بعد اس کو اور الہ آباد کی سمت کے قلعہ داروں کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ قلعے شجاع کو حوالہ کر دیں اور ایسے ہی سید عبدالجلیل بارہہ نے جو دارا شکوہ کی طرف سے قلعہ چنارہ کا مالک تھا شجاع کو قلعہ حوالہ کر دیا۔ الہ آباد کا قلعہ دار سید قاسم شجاع کو لکھا کرتا تھا کہ اگر حضور اس طرف تشریف لائیں تو مجھے حکم ہے کہ قلعہ آپ کے سپرد کروں۔ ان مقدمات کے واقع ہونے نے شجاع کی جرأت کو بڑھایا۔ جب اورنگ زیب کو ان وقائع کا حال سنایا گیا تو اس نے بھائی کو کئی دفعہ موعظت نامے دلآویز صلاح انگیز لکھے کہ وہ سیدھی راہ پر آئے اور اپنے افعال سے باز آئے اور نادم ہو کر عذر کرے ایسا نہ ہو کہ فتنہ وخون ریزی ہو مگر عالمگیر نے بمقتضاء حفظ سلطنت و جہانداری وخردمندی وہوشیاری یہ سمجھ کر کہ اگر شجاع نے میرے کہنے کو نہ مانا اور مخالفت پر اصرار کیا تو خاندوران خاں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ الہ آباد کی تسخیر کے لیے گیا تھا وہ دشمن کی تاب مقاومت نہیں رکھتا اس لیے یہ تجویز کی کہ شہزادہ محمد سلطان کو اس طرف متعین کرے کہ وہ شجاع کا سد راہ ہو اور حقیقت حال اور اس کی عزیمت وارادہ کی کیفیت پر مطلع کرے۔ اُس نے فرمان لکھا کہ شہزادہ محمد سلطان اکبر آباد کا انتظام امیر الامراء کو سپرد کر کے 7 ربیع الاول کو الہ آباد روانہ ہو اور اس کے ہمراہ جانے کے لیے لشکر بھی متعین کر دیا اور حکم دیا کہ اگر الہ آباد کے قریب شجاع آ جائے تو خاندوران الہ آباد کا محاصرہ چھوڑ کے شہزادہ کے لشکر سے مل جائے۔

## جشن وزن شمسی سال چہل دوم:

خاندان تیموریہ کے سلاطین کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ ہر سال سالگرہ شمسی وقمری سالوں کے حساب سے ہوتی تھی اور تاریخ ولادت کو بادشاہ ایک دفعہ سونے سے دوسری دفعہ چاندی سے پھر دیگر فلزات سے تلتا تھا اور یہ سب چیزیں محتاجوں اور مستحقوں کو خیرات میں دے دی جاتیتھیں چونکہ تاریخ شمسی وقمری میں اختلاف ہوتا تھا اس لیے ایک سال میں یہ بادشاہ کا یہ تلنا دو دفعہ ہوتا تھا۔ اس جشن میں عیش ونشاط کا سامان ہوتا اور محتاجوں کو خیرات بھی ملتی۔ اورنگ زیب کا جشن وزن شمسی سال چہل دوم شاہجہاں آباد میں 7 ربیع الاول کو ہوا اور اس دن بہت سے امراء جو دارا شکوہ اور سلیمان شکوہ سے برگشتہ ہو کر عالمگیر کی حمایت میں آئے ان کو بڑے بڑے منصب، خلعت اور جاگیریں عنایت ہوئیں جیسے کہ راجہ جسونت سنگھ و راجہ جے سنگھ و داؤد خاں وغیرہ ہیں۔ اورنگ زیب کے اس جشن میں جمنا کے کنارہ پر روشنی ہوئی اور آتش بازی چھوٹی۔ معظم خاں کو حکم ہوا کہ صوبہ خاندیس کا انتظام جس کو چاہے سپرد کر دے اور بہت جلد ہمارے پاس چلا آئے۔

شاہجہاں آباد میں بادشاہ نے حضرت ہمایوں اور حضرت نظام الدین اولیاء کے مزارات کی زیارت کی، ہزار روپیہ ہر مزار پر چڑھایا اور پھر قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کی زیارت کو گیا۔ مزار پر دو ہزار روپیہ نذر کیے۔ ذوالفقار خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ جب رعد انداز خاں جو اکبر آباد کا قلعہ دار مقرر ہوا ہے وہاں پہنچے تو اس کو قلعہ سپرد کر دے اور ایک کروڑ روپیہ اور کچھ اشرفیاں خزانہ عامرہ سے لے کر شہزدہ محمد سلطان کے پاس چلا جائے۔

## بادشاہ کا شجاع سے لڑنے کے لیے روانہ ہونا:

اب عالمگیر نے دیکھا کہ باوجودیکہ شجاع کو طلاع ہے کہ میں پنجاب سے شاہجہاں آباد میں آ گیا ہوں مگر وہ مخالفت اور عناد سے باز نہیں آیا اور بنارس کے نزدیک پہنچ کر الہ آباد کا قصد جنگ جوئی کے ارادہ سے کرتا ہے اس لیے بادشاہ نے اس میں مصلحت دیکھی کہ دارالخلافہ سے سوروں کی نواحی میں شکار کھیلنے جائے۔ اور شجاع کے حال کی تحقیق کرے اور اس کے حالات سنے اور اس کو نصیحتیں کرے اگر وہ ان کو سن کر معاودت کرے اور بنارس سے آگے نہ بڑھے تو شہزادہ محمد سلطان لشکر کے ساتھ واپس چلا آئے اور خود سوروں میں شکار کھیل کر دارالسلطنت میں واپس آئے اور اگر شجاع الہ آباد میں آ کر جنگ و پیکار کرے تو اس کی گوشمالی پر وہ خود توجہ کرے۔ 16 ربیع الاول

1069ھ کو بادشاہ سوروں کی طرف چلا۔ 3 ر کو قصبہ سوروں میں آیا دوسرے دن شکار کھیلا۔ بادشاہ
کی نیت میں یہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو یہ مہم مدارا اور مصالحت سے انجام پائے۔ جنگ و پیکار کی
نوبت نہ آئے اس لیے بادشاہ نے بھائی کے پاس اپنے آدمی کے ہاتھ خط بھیجا کہ جس سے اس کی
عزیمت کی کیفیت اور اس کے مافی الضمیر کی حقیقت معلوم ہو اور اتمام حجت بھی ہو جائے۔ اس
عرصہ میں مخلص خاں جو برسم سزاولی لشکر سلطان محمد مقرر ہوا تھا، بادشاہ کے پاس عرضداشت شہزادہ کی
لایا اس میں مخالف کے لشکر کی کیفیت لکھی تھی۔ بادشاہ کے پاس شجاع کی فتنہ جوئی و شورش انگیزی کی
خبریں روز آتی تھیں، اب اس کو یقین ہو گیا کہ شجاع کو سلطنت کو سودا پورا ہے، وہ اب نصائح کو نہیں
سنے گا اور کسی طرح غم گساری اور ہمدردی نہیں کرے گا۔ 5 ر ربیع الثانی 1069ھ کو وہ سوروں سے
شجاع کی مدافعت کے لیے چلا۔ جس روز بادشاہ نے کوچ کیا ہے۔ ذوالفقار خاں بھی اس کے لشکر
سے آملا۔ بادشاہ دو تین منزل چلا تھا کہ اُس کے پاس خبر آئی کہ شجاع الہ آباد میں آگیا اور سید قاسم قلعہ دار
الہ آباد نے بموجب قرارداد کے قلعہ دے دیا شجاع پٹنہ سے بنارس میں آیا تھا وہاں کے تاجروں اور
دولت مند لوگوں سے تین لاکھ روپیہ زبردستی وصول کیا۔ شجاع نے ایک فوج بسر کردگی سید عالم و حسن
خویشگی و خواجہ خسرو کے جون پور بھیجے تھے اس نے وہاں جا کر جانپور کا محاصرہ کیا۔ یہاں مکرم خاں
صفوی حاکم تھا اس نے اپنے میں ثبات و پائیداری کی قوت نہ دیکھی کچھ توپیں چلا کے اور تھوڑی لڑائی
کر کے قلعہ سے باہر آیا اور الہ آباد سے دو منزل پر مخالفوں سے جا ملا۔ 7 ر ربیع الثانی کو الہ آباد میں
شجاع آیا تھا تو سید قاسم بارے بھی قلعہ سے باہر آ کر اُس سے ملا اور قلعہ اس کو سپرد کیا۔ سید تاج
الدین یہاں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود لشکر کے ساتھ شجاع کے لشکر سے جا ملا۔ شجاع آٹھ نو روز الہ
آباد میں رہا پھر دریا سے اُتر کر آگے بڑھا۔

## شجاع اور عالمگیر کے لشکروں کی معرکہ آرائی اور راجہ جسونت سنگھ کی دغابازی:

12 ر ربیع الثانی کو میر ابوالمعالی جو صوبہ بہار کے جاگیرداروں میں تھا اور شجاع کے ہمراہ ہو گیا
تھا وہ بادشاہ کی خدمت میں آگیا اُس کو مرزا خانی کا خطاب اور تیس ہزار روپیہ انعام ملا۔ 14 ر کو
بادشاہ مکن پور کی نواحی میں آیا۔ سید بدیع الدین (شاہ مدار) کے مزار کی زیارت کو گیا۔ یہاں کے
مجاوروں کو ہزار روپیہ انعام دیا۔ 17 ر کو قصبہ کوڑہ سے باہر جہاں شہزادہ سلطان محمد کا لشکر تھا بادشاہ
آگیا۔ یہاں سے چار کروہ پر شجاع کا لشکر موجود تھا اور اس نے اپنے برابر توپ خانہ لگا رکھا تھا اور

صف آرائی پر مستعد ہو رہا تھا۔ بادشاہ سے شہزادہ اور امراء آ کر ملے اور معظم خاں بھی کہ خاندیس سے بادشاہ کے حکم سے چلا تھا وہ بھی آ گیا۔

دانش مند جانتے ہیں کہ کوئی صفت لجاجت و پرخاش خوئی و شور انگیزی و فتنہ خوئی سے زیادہ بُری نہیں ہے۔ انھیں خصلتوں سے دولت ہائے عظیم خلل پذیر ہوتی ہیں، سلاطین والا مقام کا کاخ (محل) رفعت و حشمت منہدم ہوتا ہے، عناد و جدال کی آتش سے والا نژاد نامداروں کا خرمن اقبال و کامرانی برباد ہوتا ہے خاص کر جس وقت یہ رذائل فساد انجام کے ساتھ سوئے تدبیر و اختلال رائے سے قرین ہوں جو حقیقت میں بڑے دشمن خانگی ہیں اور کفران نعمت و ناسپاسی و نسیان عہود و ناحق شناسی اس کے علاوہ ہو اور نیت خیر اور اندیشہ حق اس کے ساتھ نہ ہوں اس کی مثال شجاع کا حال ہے کہ اُس نے اورنگ زیب کی نصیحتوں کو نہ سنا اور جنگ و پیکار پر اصرار کیا۔ کوڑہ میں تین روز رہ کر بادشاہ 19 ربیع الثانی کو شجاع سے لڑنے کے لیے چلا اور اُس نے اپنا توپ خانہ افواج غنیم کے برابر لگایا اور لشکر کو آراستہ کیا۔ ہراول کو شہزادہ محمد سلطان نے زینت دی برانغار راجہ جسونت کے سپرد ہوا اور جرانغار کی سرداری شہزادہ محمد اعظم کو ملی اور التمش کی سرکردگی بہادر خاں کو تفویض ہوئی۔ قلب کے لشکر میں خود بادشاہ رہا۔ اسلام خاں کو طرح فوج قرار دیا چنداول خواص کو دی۔ بادشاہ خود ہاتھی پر سوار ہوا اور شہزادہ محمد اعظم کو اپنے ساتھ حوضہ میں بٹھایا اور معظم خاں اور اُس کے بیٹے محمد امین خاں کو پانے ہاتھی کے پاس قول میں مقرر کیا۔ غرض یہ لشکر ایسا آراستہ کیا کہ جہاں تک نظر جاتی ہاتھیوں کے نشان اور اُن کے دانت بجلی کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ نوے ہزار سپاہ تھی۔ مرزا شجاع نے بھی اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ اپنے بیٹے بلند اختر کو ہراول بنایا اور اپنے بڑے بیٹے زین العابدین کو برانغار میں جگہ دی اور مکرم خاں صفوی کو جرانغار مقرر کیا۔ شیخ ظریف کو طرح بنایا اسفند یار معموری کو ملتمش قرار دیا۔ توپ خانہ کا اہتمام ابوالمعالی میر آتش کو سپرد ہوا۔ میر علاول اپنے دیوان کو چنداولی اور محمد قلی اُزبک کو قراولی حوالہ کی اور خود قول میں کھڑا ہوا۔

## ساعت سعید میں اورنگ زیب کی ترتیب صفوف:

17 ربیع الثانی 1069ھ کو بادشاہ چار گھڑی دن چڑھے ہاتھی پر سوار ہوا ایک شاعر کو اُس وقت خوب سوجھی کہ نیک فال کی تاریخ (شود فتح مبارک باد) بادشاہ کو سنا کر پانچ ہزار روپیہ انعام لے لیا۔ بادشاہ آہستہ آہستہ اپنے لشکر کی صفوں کی ترتیب اور افواج کی صفوں کی برابری و درستی کو

ملاحظہ کرتا ہوا سہ پہر کو غنیم کے لشکر گاہ سے آدھ کوس پر اس سرزمین میں پہنچا جہاں بادشاہ کا توپ خانہ نصب تھا اور وہیں میدان جنگ مقرر ہوا تھا۔ شجاع لڑنے کے لیے میدان جنگ میں نہیں آیا۔ مگر اپنا توپ خانہ پہلے بھیج دیا تھا آج فقط اتنا ہوا کہ طرفین سے رات تک بان اندازی اور گولہ اندازی ہوتی رہی۔ جب رات ہوئی تو شجاع نے اپنا توپ خانہ واپس بلا لیا اور اپنی فوج کو یکجا کر لیا۔ جس سرزمین پر شجاع کا توپ خانہ تھا ایک مکان مرتفع تھا اور بادشاہ کے لشکر پر مشرف تھا۔ شاہی لشکر اس کی زد میں تھا۔ معظم خاں نے اپنے توپ خانہ کی چالیس توپیں وہاں لگا دیں اور ان کا منہ دشمن کی طرف کر دیا۔ عالمگیر نے حکم دے دیا کہ لشکر جس ترتیب و آئین سے صف بستہ کھڑا ہوا تھا وہ گھوڑوں سے اُترے اور ہتھیار لگائے ہوئے رات کو حفاظت کرے اور سردار اپنے فوج کے آگے مورچال بنا کے اعدا کے غدر اور مکر و فریب سے غافل نہ رہیں معظم خاں پہر رات رہے تک مورچالوں کا اہتمام اور خبرداری کی تاکید کرتا رہا۔ بادشاہ کے حکم کے موافق لشکر نے نہ ہتھیار کھولے نہ گھوڑوں سے زین اُتارے۔ بادشاہ کے حکم سے لشکر گاہ میں ایک مختصر دولت خانہ لگا تھا اس میں بادشاہ ہاتھی سے اُتر گیا اور مغرب وعشا کی نماز پڑھی اور فتح کی دعا مانگی اور بستر پر آرام کیا۔ اس رات کو پچھلے پہر سے لشکر میں یکبارگی غلغلہ عظیم ہوش رُبا اٹھا اور ایک عجیب آشوب برپا ہوا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ جسونت منافقانہ بادشاہ کے ساتھ ہوا تھا ہمیشہ سے فرار کی بدنامی کا جامہ اس کے لیے سیا گیا تھا۔ اُس نے اول شب میں شجاع کے محرم راز کی زبانی پیغام اس کے پاس بھیجا تھا کہ میں آخر شب میں لشکر شاہی پر شب خون مار کے لوٹنا مارنا فرلہ اختیار کروں گا۔ بادشاہ اس سے مطلع ہو کر میوا تعاقب کرے گا اس وقت شجاع کے بہادر لشکر شاہی پر تاخت کریں۔

## راجپوتوں کی یورش اور غارتگری:

رات چار پانچ گھڑی باقی تھی کہ راجہ اپنے صاحب فوج راجپوتوں سمیت جیسے کہ رام سنگھ راٹھور اور مہیداس (مہیس داس) تھے اور اپنے لشکر بے قیاس کے ساتھ اپنی جگہ سے حرکت میں آیا، غارت کرتا ہوا آگے گیا اور بادشاہ و امراء و شہزادوں کے بہیر و کارخانوں کو جو اس کی راہ میں آئے خوب لوٹا۔ اس کو جو منع کرتا وہ راجپوتوں کے ہاتھ سے قتل ہوتا خاص کر محمد سلطان کے کارخانوں اور بہیر پر اس کے ہاتھ سے بڑی آفت آئی۔ کوئی خیمہ چھوٹا بڑا راجپوتوں کی لوٹ سے سالم نہیں رہا۔ شہزادہ کی سرکار کے تمام خزانے اور توشک خانے راجپوتوں نے لوٹ لیے اور بادشاہ کا

بہت مال اور ناموس برباد کیا بلکہ بادشاہی خزانہ و کارخانوں و دوآب پر راجپوتوں اور اوباشوں اور واقعہ طلب غارت گروں کا ہاتھ پڑ گیا۔ دولت خانہ تک کوئی خیمہ نہیں تھا کہ مفسدوں کی دست اندازی سے محفوظ رہا ہو۔ دیر تک اس ہنگامۂ فساد کا سبب نہیں معلوم ہوا۔ ہر ایک عقل سے بعید قیاس غلط کرتا تھا۔ سارے لشکر میں تفرقہ پڑ گیا۔ اس وقت بادشاہی لشکر کا حال نہ پوچھو کہ کیا تھا کوئی تو راجپوتوں کے ساتھ ہو جاتا اور سمجھتا کہ میں اس بلائے ناگہانی سے بچ گیا۔ کوئی دشمن سے جا کر ملتا اور وہاں لٹ جاتا۔ بانام و نشان امیر کہ بادشاہ کے ہمرکاب تھے اس کو چھوڑ کر اضطراب میں آ کر اپنے خیمہ و مال و عیال کی خبر گیری کو جاتے۔ کوئی بے تحاشا صحرا کو بھاگا جاتا۔ اخلاص کیش فدویوں کے ثبات قدم میں خلل عظیم آ گیا اور منافقوں اور حوصلہ باختوں کا تو ذکر کیا ایک راجپوت ٹٹو پر سوار نیزہ ہاتھ میں لیے آتا تو اس کو ایک جماعت دیکھ کر نقش و پیکر دیوار بن کر بے حس و حرکت ہو جاتی۔ ایک راجپوت پر بارہ اونٹوں کی قطار کو ساربان کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے آگے رکھ لیتا تو کسی کا یارانہ تھا کہ اس کا مزاحم ہوتا گویا لشکر کے احوال میں بالکل اختلال آیا مگر بادشاہ کے استقلال میں اصلاً فرق نہ آیا۔ جب اُس نے سنا کہ جسونت سنگھ بھاگ گیا سراپردہ سے نکل کر عمداً ہاتھی پر سوار نہ ہوا۔ بلکہ تخت رواں پر سوار ہوا، سزاولوں کو بھیج کر بہت تاکید کی کہ فیل اور اسپ سواروں کو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنے دیں اور جو کوئی اپنی جا سے بے جا ہو تو اس کو عنان کشاں خفت کے ساتھ میرے روبرو لائیں۔

## حملہ آوروں کی تاخت و تاراج کے باوجود اورنگ زیب کی حوصلہ مندی:

باوجود اس آشوب اور لشکر کے درہم و برہم ہونے کے بادشاہ نے سررشتۂ تدبیر رزم اور کارفرمائی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اس بادشاہ کوہ وقار کے دل اور حوصلہ میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ اس کی شگفتگی اور بشاشت میں مطلقاً بید ماغی و نندگوئی نے جو کم ظرفوں کی دل باختگی کا نشان ہے دخل نہیں دیا۔ خوش ہو ہو کر فرماتا تھا کہ الحمدللہ اس وسیلہ سے منافق و موافق میں تفریق بروئے کار اور محک عیار میں آئی۔ اس بات کو میں عطیہ الٰہی اور اثر فتح و فیروزی جانتا ہوں جو کوتاہ اندیش منافق اپنے مآل کار کی بداندیشی کر کے اس بات کو غلبۂ غنیم کی دلیل عظیم تصور کر کے دشمن کے لشکر میں چلے گئے ہیں وہ اپنے اعمال و خیال خام کی سزا کو پہنچیں گے۔ نصف لشکر سے زیادہ تاراج و فرار ہوا اور دشمن کے لشکر سے جا ملا جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ جسونت سنگھ اکبرآباد کو گیا۔ بادشاہی آدمی دوروزیں بادشاہ کے

پاس جمع ہوئے۔ بادشاہ بدستور ہاتھی پر سوار ہوا اور دستور مقررہ کے موافق کارزار کے عزم میں جنگ و پیکار کے آہنگ میں کارفرما ہوا۔ اس ہلچل میں اس کی پیشانی میں بل نہ آیا۔ جسونت سنگھ کی جگہ اسلام خاں کو برانغار کی فوج کا سردار مقرر کیا اور از سر نو فوج کی ترتیب میں مشغول ہوا اور معظم خاں کو مختار کیا کہ جو تغیر و تبدل میں ضروری ہو اس کو کردے۔ شجاع نے بھی فوج کی ترتیب میں تغیر کیا۔ لشکر کے مل جانے سے وہ مزید مضبوط و مستحکم ہوا۔ مجموعہ لشکر کو یک صف قرار دیا۔ ہراول کا قائم مقام توپ خانہ کو کیا۔ بلند اختر کو اپنے ساتھ قول میں لیا اور جرأت سے آگے بڑھا۔ چار پانچ گھڑی دن چڑھا تھا کہ فوجیں مقابل ہوئیں اول بان اور توپوں نے حملہ شروع کیا کوس و کرنا کا شور مچا۔ ہر توپ کی آواز بہادروں کے دلوں کو بڑھاتی تھی۔ ہر ساعت برق افروزی اور دشمن سوزی کے بازار کا ہنگامہ زیادہ گرم ہوتا جاتا تھا۔ اس حالت میں سلطان زین العابدین کی سواری کے ہاتھی پر گولہ پہنچا۔ اگرچہ راکب مرکب کو ضرر نہیں پہنچا لیکن فیل بان کا اور خواص کو جو پیچھے بیٹھا تھا ایک ایک پاؤں اُڑ گیا اس سے دشمن کی فوج میں بہت سے آدمیوں کے ہوش اڑے۔ جب توپوں کی گرمی سے کار گزر گیا تو تیر کی آمد و شد اور ناوک اندوزں کی صنعت پردازی شروع ہوئی۔ طرفین سے کئی ہزار تین کمان سے چھوٹتے تھے اور بہادروں کے موٹے تن سے خون کی ندیاں بہاتے تھے۔ جوشن پوش پردلوں کے تن وبدن سے تیروں کا نیستاں ظاہر ہوتا تھا۔

## سید عالم بارہہ کا لشکر شاہی میں جنگی مست ہاتھی چھوڑنا:

اس دار و گیر میں سید عالم بارہہ نے تین جنگی مست ہاتھی بادشاہی لشکر کے جرانغار میں چھوڑے ادھر ان ہاتھیوں کے صدمہ سے اور ادھر حملہ سادات سے دست چپ کی فوج کے ثبات قدم میں لغزش آئی اور اس فوج کے کمزور دل سپاہی بھاگے لشکر میں ایک فتور عظیم نمودار ہوا۔ اس فوج میسرہ کے تفرقہ سے اور دشمن کی فوج کے غلبہ سے بادشاہ کے قول میں تفرقہ پڑا اور یہاں تک نوبت آئی کہ بادشاہ کے پابرکاب دو ہزار سوار سے زیادہ نہ رہے۔ لشکر مخالف یہ حال دیکھ کر فتح کی مبادک بادیں آپس میں دینے لگے اور جرأت کر کے قلب لشکر شاہی پر کمال گستاخی اور بے باکی سے دوڑ پڑے۔ بادشاہ شیر کی طرح ہاتھی پر بیٹھا ہوا سپاہ دل باختہ کی تسلی و تشفی میں مشغول تھا اور اپنے ہاتھ سے دشمنوں پر تیر مارتا تھا۔ اس ضمن میں مرتضیٰ قلی خاں میسرہ سے اور بہادر خاں ملتمش سے اور حسن قلی خاں دست چپ سے آگئے اور انھوں نے اپنے تھوڑے آدمیوں سے دشمنوں کو روکا اور بادشاہ

نے ان کی بہادری کو دیکھ کر اپنے ہاتھی کا رُخ دشمنوں کی طرف پھیرا اور ان بہادروں سے اتفاق کر کے دشمن کشی اور جنگ کی۔ اس دار و گیر میں اکثر دل باختہ و ہزیمت خوردہ کو غیرت دامن گیر ہوئی کہ وہ عنان کشاں بادشاہ کی سواری کے ہاتھی کے پاس آئے لشکر شاہی نے باوجود کم ہونے کے ثبات قدم دکھایا اس کی جرأت و جلاوت سے مرزا شجاع کے لشکر میں تزلزل آیا۔ بہت سے قتل و زخمی ہوئے۔ اگر چہ سادات بارہہ کی پیش قدمی بحال نہیں رہی مگر انھوں نے تین مست فیل جنگی بلائے سیاہ چھوڑے وہ اپنی سونڈوں میں دو دو تین تین من کی زنجیریں لیے جس دفعہ اور جس طرف حملہ کرتے تھے راکب و مرکب کو ہلاک کرتے تھے۔ ایک ہاتھی بادشاہ کی سواری خاصہ کے فیل کے سامنے آ۔ یا بادشاہ نے اپنے فیل کے پاؤں میں زنجیر ڈلوا کے ایک قراول کو حکم دیا کہ فیل بان کے گولی مار کر کام تمام کرے۔ جلال خاں قراول نے اس فیل بان کو جس کے آنکس کے اشارہ پر ہاتھی حملہ آوری کرتا تھا گولی مار کے نیچے گرایا اور ایک بادشاہی فیل بان اسی ہاتھی پر جا بیٹھا اور اُس کو اپنے آنکس کے بس میں کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر باقی دو ہاتھی بادشاہی قول سے نکل کر لشکر شاہی کے جانب راست پر حملہ آور ہوئے۔

## بلند اختر کی دیگر سرداروں کے ساتھ شاہی لشکر پر یورش:

اس حال میں بلند اختر نے چند سردار نامدار مثل شیخ ولی و شیخ ظریف و حسن خویشگی کو ساتھ لے کر برانغار شاہی کو ہلا مارا۔ اسلام خاں کی سواری کا ہاتھی بان کے صدمہ سے بھاگا اور بہت سے آدمی اُس کی سپاہ کے بھاگ گئے۔ سیف خاں و اکرام خاں جو برانغار کے ہراول تھے ثابت قدم ہو کر دشمن کے مقابل ہوئے اور مردانہ کوشش کی۔ اس ضمن میں اگر چہ بعض نا آزمودہ کار ہمرکابوں نے صلاح دی کہ بادشاہ برانغار کی کمک کو جائے لیکن بادشاہ کی فوج برابر گیر و دار میں سرگرم تھی اور غلبہ خصم سے اکثر دل باختہ فرار کی فکر میں تھے۔

## ہمت شکن صورتحال میں عالمگیر کا بہادرانہ طور پر ڈٹ جانا:

بادشاہ نے یہ خیال کیا کہ مخالفوں کی شکست کے ارادے سے فیل سواری کے رُخ بدلنے میں یہ احتمال ہے کہ دشمن کے توپ خانے پیادے جو حساب سے زیادہ ہیں فرار کی شہرت دے کر زیادہ شوخی کریں گے، اس صورت میں بساط برانغار بھی درہم برہم ہوگا پھر معلوم نہیں منصوبۂ فلک کیا اپنا نقش دکھائے۔ اس لیے بادشاہ نے دشمن کے روبرو استقامت اختیار کی۔ اسلام خاں اور سرداروں

کو پیغام دیا کہ ثابت قدم رہ کر لڑو میں ابھی کمک کو آتا ہوں اس حال میں خبر آئی کہ بختان (بختیار) بیگ روز بھانی کہ توپ خانہ کا کارفرما تھا اور سیف خاں واکرام کا پیش رو تھا مسلسل زخم کھا کر دنیا سے وداع ہوا اور اس کے بیٹے خان بیگ کے زخم کاری لگا اور وہ گھوڑے سے گرا۔ بادشاہ نے یہ خبر سنی اور فوج مخالف کا غلبہ اس کے مقابلہ میں کچھ خفیف ہو گیا تھا برانغار کی مدد کو گیا جس سے برانغار کے سرداروں کو تقویت ہوئی۔ بادشاہی لشکر نے ہر طرف دشمنوں کا خون کیا۔ اس معرکہ و پیکار میں شیخ ولی فرملی کو کہ جو شجاع کی فوج میں بڑا نامور شجاع تھا وہ اور دو تین سردار مارے گئے اور حسن بیگ خاں خویشگی سربلندی سے سرنگوں ہوا اور غیر مشہور آدمی بہت مارے گئے۔ بلند اختر بادشاہی لشکر کی بہادری کو دیکھ کر باپ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے شجاع کے قول پر حملہ کیا۔ اس حال میں مکرم خاں صفوی کو فوجدار جونپور جس نے بمقتضاء مصلحت شجاع کی رفاقت اختیار کی تھی وہ زنہاریوں کی صورت میں بادشاہ کے ہاتھی کے پاس آیا اس کو آفریں دی گئی اور حکم ہوا کہ جو ہاتھی ہمرکاب ہیں ان میں سے کسی ایک کے اوپر ہو بیٹھے۔

## عالمگیر کی فتح کا احوال:

پھر عبدالرحمن خاں پسر نذر محمد خاں جو شاہجہاں کے عہد میں بنگالہ میں کمکی تھا اور سنجر بیگ ولد الہ وردی خاں شجاع کے لشکر سے دل باختہ ہو کر بادشاہ کے لشکر میں آگئے اس اثناء میں شجاع بھاگ گیا اور عالمگیر فتح یاب ہوا۔ افواج شاہی نے شجاع کے بنگاہ پر جا کر خزانوں و ہاتھیوں اور گھوڑوں اور تمام اسباب تجمل و کارخانہ جات کو غارت کیا اور جو کچھ ہاتھ لگا وہ لے لیا۔ ایک سو چودہ توپیں اور ایک سو پندرہ ہاتھی ہاتھ آئے۔ کچھ خزانہ اور جواہر اس کے سوا جو لٹ گیا سرکار میں ضبط ہوا۔ عالمگیر نے ہاتھی سے اُتر کر دوگانہ شکر ادا کیا اور اپنے ہمرکاب امراء کو تحسین کی اس خیال سے کہ شجاع کو کہیں فرار نہ ہو۔ شہزادہ محمد سلطان کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور سب سامان شاہانہ اُس کا درست کر دیا۔ بادشاہ نے ایک ہفتہ یہاں قیام کیا اور امراء کو اضافہ منصب و انعام سے سرفراز کیا۔ معظم خاں کا منصب ہفت ہزاری سوار پر اضافہ کر کے دوازدہ ہزار سوار برآوردی بنایا اور دس لاکھ روپیہ انعام دیا اور سب کل امراء کو ممتاز کیا۔ 27 کو منزل کھجوہ سے کوچ فرمایا۔ راجہ جے سنگھ جو وطن کو رخصت لے کر گیا تھا وہ ملازمت میں آیا۔

## شیخ میر صف شکن خاں کے لشکروں کا بیان جو دارا شکوہ کے تعاقب میں گئے تھے اور دارا شکوہ کی بھاگ دوڑ:

بادشاہی حکم سے صف شکن خاں 4 رمحرم کو ملتان سے دارا شکوہ کے تعاقب میں گیا وہ دس روز پہلے یہاں سے بھاگ گیا تھا اُس نے اوچہ میں دو تین روز قیام کیا۔ جب اُس نے لشکر شاہی کے یہاں آنے کی خبر سنی تو 8 رمحرم کو بیاہ کے کنارہ پر بھاگ گیا اور 12 رکو صف شکن خاں اوچہ میں آیا۔ یہاں اُس کے پاس خزانہ شاہی سے دس ہزار اشرفیاں صالح بہادر گرز بردار لایا اور بہت سے بندوقچی اور پیادے و بیلدار بھی بادشاہ نے اس کے پاس بھیج دیئے اور کمکی جو پیچھے رہ گئے تھے آ پہنچے۔ 18 رمحرم کو شیخ میر لشکر لے کر چلا تھا وہ اس لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا جب 20 رکو قصبہ جھجھی و آہن محل میں لشکر شاہی آیا تو معلوم ہوا کہ دارا شکوہ نے یہاں سے 12 رکو کوچ کیا ہے اور اسی کوس آگے نکل گیا ہے۔ شیخ میر کا لشکر بھی یہاں صف شکن خاں کے لشکر سے مل گیا۔ یہاں قراولوں نے خبر دی کہ 25 رمحرم کو دارا شکوہ گھکر میں دریا سے عبور کر کے سکھر میں اترا ہے اس منزل سے دریا کی اس طرف بھکر تک ساٹھ کوس کا فاصلہ تھا اور دریا کی اس طرف سے سکھر تک سو کوس کا۔ شیخ میر سکھر کو اور صف شکن خاں بھکر کو روانہ ہوئے کہ دریا کے دونوں طرف سے تعاقب کر کے دارا شکوہ کو تنگ کریں۔ شیخ میر نے تین منزلوں میں اسی کوس کے قریب طے کیے۔ 5 رصفر کو سکھر سے تین کوس پر پہنچ گئے راہ میں جنگل تھا خار دار درخت جھاڑ جھنکاڑ بہت تھے اس لیے رستہ سخت و تنگ و دشوار گزار تھا اور طول مسافت اور سرعت سیر اس کے سوا تھی، اس سبب سے دواب بہت تلف ہوئے۔ لشکر نے بہت تکلیف اُٹھائی۔ تیسری منزل میں خیمہ و باردار سے جدا ہو گئے اور آذوقہ کم ملا۔ 6 رصفر کو سکھر میں مقام ہوا۔ صف شکن خاں تین روز پہلے بھکر میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دارا شکوہ مال واسباب اور بعض مستورات اور کچھ خزانہ و بھاری طلا آلات و نقرہ آلات کو قلعہ سکھر میں لایا۔ بسنت نام خواجہ سرا کو جس پر اس کو اعتماد تھا اور سید عبدالرزاق کو قلعہ کی حراست کے لیے مقرر کیا اور بری بڑی توپیں جو ساتھ تھیں اور لوازم توپ خانہ اور برق اندازوں اور تیر اندازوں اور بندوقچی پیادوں کو اس استوار حصار میں متعین کیا۔ ماہِ محرم کو خود سکھر سے آگے بڑھا۔ اس کے باقی خزانے اور احمال کشتیوں میں تھے وہ خود بیٹوں، جنگلوں اور درختوں کو کاٹتا ہوا اور رستہ بناتا ہوا چلا جا رہا ہے اور اُس کے عمدہ نوکروں میں سے داؤد خاں و شیخ نظام و میر عزیز و میر رستم و سید تاتار خاں بارہہ و سید جواد بخاری اور

سردار قریب چار ہزار کے نواحی گھکر میں اُس سے جدا ہو گئے ہیں۔ داؤد خاں اپنے وطن حصار فیروزہ کو چلا گیا۔ میر رستم بادشاہ کے پاس گیا اور میر عزیز و شیخ نظام وسید تاتار و سید جواد و صف شکن خاں سے مل گئے جن کو اُس نے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ کچھ اس کے رفیق جدا ہو کر بھکر میں رہ گئے ان میں سے شیخ عبدالرحیم خیرآبادی جو اس کا مقرب و مصاحب تھا شیخ میر سے ملا۔ اُس نے کہا کہ داراشکوہ کے پاس تین ہزار سوار رہ گئے ہیں۔ شیخ میر سکھر سے تعاقب میں آگے بڑھا تو زمینداروں کی زبانی معلوم ہوا کہ سکھر سے پچیس کوس پر قندھار کو راہ جاتی ہے۔ داراشکوہ یہاں سے اس راہ پر قندھار جانا چاہتا تھا مگر اس کے ہمراہی نوکر اور اہل حرم وہاں جانے پر راضی نہیں ہوئے ناچارہ وہ ٹھٹھہ میں آیا۔

## صف شکن خاں کا بھکر جانا:

صف شکن خاں کو 29 محرم کو نواحی قصبہ دکن سے شیخ میر سے بھکر جانے کے لیے جدا ہوا۔ اُس نے 33 کوس دو منزل میں طے کیے تھے کہ داراشکوہ کا ایک فریق جس کا اوپر ذکر ہوا صف شکن خاں سے ملا جن کو اُس نے بادشاہ پاس بھیج دیا۔ بادشاہی لشکر میں داراشکوہ کے قراول اور کوتوال اور بعض اور نوکر اس کے اردو بازار کے علم لائے اور یہاں سپاہ مخالف کے پچاس آدمی مارے گئے۔ سوم صفر کو صف شکن خاں بھکر میں پہنچا اور قصبہ نوہری میں نزول کیا۔ بھکر کا نظم و نسق درست کیا۔ آغر خاں کو ساڑھے تین سو سوار حوالہ کر کے یہاں کا فوجدار بنایا۔ محمد علی بیگ جمعدار توپ خانہ کو دو سو برقنداز سوار اور تین سو بندوقچی حوالہ کر کے قصبہ لوہری کی کوتوالی دی اور قوچعلی بیگ کو پانچ سو سوار برق انداز اور تین سو بندوقچی پیادے اور توپ خانہ کی پانچ توپیں ہمراہ کیں اور سکھر میں مقرر کیا کہ وہ مداخل و مخارج قلعہ سے باخبر رہے اور لشکر کی معاودت تک توپ و تفنگ سے جنگ کر کے قلعہ میں محصور لوگوں کو تنگ کرے۔ صف شکن خاں پانچویں کو کوچ کر کے 12 کو قلعہ سیوستان سے تیرہ کوس پر پہنچا۔ یہاں کے قلعہ دار و فوجدار محمد صالح ترخاں کا نوشتہ آیا کہ قلعہ سے پانچ کوس پر داراشکوہ آ گیا ہے۔ تم کو چاہیے کہ جلدی پہنچ کر اس کے خزانہ و اموال و اشیاء کے کشتیوں کے سدراہ ہو جو دریا کے کنارہ پر پیچھے سے آ رہے ہیں۔ خان مذکور نے محمد معصوم اپنے خویش کو ہزار برق انداز سواروں اور چودہ شترنال اور کچھ بان اور بیلداروں اور سقوں کی جماعت کے ساتھ آگے بھیجا کہ داراشکوہ کی کشتیوں سے گزر کر قلعہ سیوستان کے نزدیک جہاں دریا کا عرض کم ہو وہاں دریا کے کنارہ پر مورچل

بنائیں اور توپوں کو نصب کریں اور برق اندوزں اور کمانداروں کو بٹھائیں اور خود راتوں رات کوچ کر کے داراشکوہ کے لشکر کے محاذی سے تین کوس پر گزر کر اوائل روز میں دریا کے کنارہ پر ایک کوس پر اس سرزمین پر اترا کہ قلعہ سیوستان کے محاذی تھی۔ محمد معصوم پہلے سے آ گیا تھا۔ آدھ کوس تک دریا کے کنارہ پر مورچل قائم کیے اور غنیم کی کشتیوں کے آنے کی امید میں بیٹھے۔ مخالفوں نے کشتیوں کو اپنی جگہ سے لے جا کر لشکر شاہی سے ڈیڑھ کوس پر اس طرف دریا کے قیام کیا۔ یہاں ایک ہزار سوار اور دس فیل اور چند علم کشتیوں کے قریب نمایاں تھے۔ صف شکن خاں چاہتا تھا کہ لشکر کو دریا سے پار لے جا کر دشمنوں کو دفع و منع کرے مگر دشمنوں کی کشتیاں پہلے آ گئی تھیں۔ وہ اس کی کشتیوں کے پہنچنے کے مانع تھیں۔ اس نے محمد صالح قلعہ دار کو پیغام دیا کہ وہ اس طرف سے کشتیوں کو بھیجے اور خود بھی سپاہ اور تابینوں کے ساتھ قلعہ سے نکلے اور گھاٹی جو سخت دشوار گزار سیوستان کے قریب واقع ہوئی ہے جس پر داراشکوہ کو عبور کرنا ضرور ہوگا اُس پر قبضہ کر کے لشکر کے آنے تک حتی المقدور دشمنوں کی ممانعت میں کوشش کرے اور اہل قلعہ کو تاکید کرے کہ جس وقت مخالف اپنی جگہ سے کشتیوں کو حرکت دے کر قلعہ کے نیچے سے گزرنا چاہیں تو قلعہ کے اوپر سے توپ و تفنگ چلا کر شرائط ممانعت کی تقدیم کرے۔

## محمد صالح کی حکمت عملی اور مفید مشورہ:

مگر محمد صالح میں اس خدمت کی لیاقت نہ تھی۔ اس نے جواب دیا کہ اگر کشتیاں بھیجی جائیں تو داراشکوہ کے آدمی جو دریا میں ہیں ان کو پکڑ لیں گے اور مجھ میں لشکر شاہی کے امداد بغیر گھاٹی پر قبضہ کرنے کی قدرت اور دشمن کی مقاومت و مصادمت کی تاب نہیں ہے۔ اس طرف دریا کے کنارہ پر عمق اس قدر کم ہے کہ کشتی کا گزرنا ممکن نہیں ضرور دریا کے دوسری طرف سے کشتیوں کا گزر ہوگا وہیں ان کی ممانعت کرنی چاہیے۔ اس سبب سے صف شکن خاں نے دریا سے عبور نہیں کیا اس نے محمد صالح کی گفتار کو سچ جانا اور دریا کے اس طرف داراشکوہ کی کشتیوں کا منتظر رہا مگر ایک ساعت کے بعد معلوم ہوا کہ داراشکوہ نے کشتیوں کو دوسری طرف روانہ کیا اور بادشاہی مورچالوں کی طرف نہیں آیا۔ دریا کے اس طرف جو توپ خانہ شاہی تھا اس نے گولے مارے مگر زیادہ فاصلے کے سبب سے کچھ اثر نہیں ہوا۔ ایک کشتی توپ کے صدمہ سے ٹوٹ گئی اور دوسری کیچڑ میں بیٹھ گئی۔ باقی کشتیاں قلعہ کے نیچے سے نکل گئیں محمد صالح کی نالائقی سے یہ فتح کا منصوبہ خالی ہو گیا۔ 16 ر کو داراشکوہ کل

سے بھی گزر گیا۔ 28 / کو شیخ میر اور صف شکن خاں کے لشکر دریا کی ایک طرف میں مل گئے۔ دونوں لشکروں نے مقصد کی طرف کوچ کیا۔ بادشاہی لشکر کے قراول چند پیادوں کو جو ٹھٹھہ میں داراشکوہ کے لشکر سے جدا ہو گئے تھے لشکر شاہی میں لائے تو ان کی تقریر سے معلوم ہوا کہ ٹھٹھہ میں داراشکوہ 26 / صفر کو آیا تھا اور گجرات کے قصد سے اپنے لشکر کو دریا سے پار اُتارتا تھا۔ ترکتاز خاں افواج شاہی کا قراول تھا اس کا نوشتہ کہیں شیخ میر کے پاس آیا کہ داراشکوہ نے 29 / صفر کو دریا سے عبور کیا۔ کچھ آدمی اس کے دریا سے اُترنے کو تھے کہ اُس سے ہماری آویزش ہوئی کہ کچھ ان میں سے آدمی مارے اور کچھ زخمی ہوئے کچھ قید ہوئے۔ بادشاہی آدمیوں میں ایک قتل ہوا جبکہ کچھ آدمی زخمی ہوئے۔ خان مذکور یہ خبر سن کر ٹھٹھہ سے ایک کروہ پر پہنچا اور محمد معصوم کو شہر میں بھیجا کہ داراشکوہ کا مال جو اس شہر میں رہ گیا اُسے ضبط کرے پھر خبر آئی کہ دریا کی طرف دارا نے گجرات کی طرف سے کوچ کیا۔ صف شکن خاں نے تعاقب کی تیاری کی کہ اس اثناء میں شیخ میر کے نام حکم شاہی آیا کہ بہت جلد تعاقب کو چھوڑ کر ہمارے پاس آؤ۔ ایک بہت کار ضروری درپیش ہے اس سبب صف شکن خاں و شیخ میر اور دولت خواہ جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ ٹھٹھہ سے آگے جائیں یا بادشاہ کے پاس مراجعت کریں چونکہ اس یورش میں لشکر نے بڑی اور کڑی منزلیں طے کیں تھیں۔ بہت سے رنج و تعب اُٹھائے تھے اور اکثر سپاہ لشکریوں کی سواریاں اور بار بردار تلف ہو گئے تھے۔ ایلغار کی طاقت نہ رہی تھی اس کے سوا خزانہ میں ایک ماہ کی تنخواہ کی جمع کے سوا روپیہ نہیں رہا تھا اور وہ اس مہم کو کفایت نہیں کرتا تھا اور سوا اس کے داراشکوہ نے جو وادی کی طرف فرار اختیار کیا تھا۔ اکثر میں چول و بیاباں بے آب و ویراں تھے۔ اس لیے ٹھٹھہ سے آگے بڑھنے کی کسی کی صلاح نہ ہوئی اور سب نے مراجعت کی ٹھہرائی اور لشکر بھکر میں آیا یہاں معلوم ہوا کہ داراشکوہ کچھ میں پہنچ گیا اور تین منزل طے کر کے کنارہ چول پر آ گیا۔ اس سال میں کمی باران سے راہ میں تالاب بے آب تھے اور جہاں کنوئیں تھے وہ لشکر کو کفایت نہیں کرتے تھے اس لیے اس کے لشکر کے اکثر آدمی مر گئے اور بہت دواب تلف ہو گئے۔ گیارہویں کو وہ چول میں داخل ہوا۔ چول کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک دشت شورستان ہے اور دریائے شور سے چالیس کروہ پر ہے اور اس فاصلہ میں میٹھا پانی مطلقاً نایاب ہے اور سب جگہ بجائے آب کے امواج سیراب کو جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ قریب دریا کے سبب سے اس سرزمین میں بعض مواضع پر ایک قسم کی دلدل ہے جس کی تہ میں پانی ہوتا ہے اور دواب اس میں

ڈوب جاتے ہیں ہندی میں اس کو دلدل کہتے ہیں۔

اس بیابان کا طول موضع لونہ پر منتہی ہوتا تھا جو کچھ کی ولایت میں داخل ہے وہاں ایک راہ گجرات کو جاتی ہے اور دوسری راہ جونا گڑھ کو۔ 6 ربیع الثانی شیخ میر وصف شکن خاں بھکر میں آئے اور ایک دن یہاں تسخیر قلعہ کے لیے اقامت کی اور گیارہ توپیں اور جو آلات وادوات توپ خانہ ہمراہ تھے باقر خاں فوجدار کے پاس چھوڑے اور ولی بیگ علی مردان حاجی کو توپ خانہ کا داروغہ بنایا۔ آغر خاں کو زمرۂ آغروں کے ساتھ سکھر میں اور حاجی اللہ وردی خاں کو لوہری میں چھوڑا۔ 8 ماہ مذکور کو بادشاہ کی خدمت میں وہ روانہ ہوئے۔

## بادشاہ کا کھجواہہ سے اکبرآباد میں آنا اور قلعہ الہ آباد کا فتح ہونا:

شجاع کو شکست دے کر بادشاہ کھجواہہ میں چھ روز رہا پھر دریائے گنگا کے کنارہ پر سفر کیا اور شجاع کے تعاقب میں لشکر کو روانہ کیا اب اس سبب سے کہ داراشکوہ کے گجرات بھاگنے کی اور شور و فساد مچانے کی خبر سنی تھی اس لیے الہ آباد کی حدود میں توقف جائز نہ جانا اور اکبرآباد کی طرف روانہ ہوا کہ داراشکوہ کے دفع استیصال کی تدبیر کرے اور راجہ جسونت سنگھ کی تادیب وتنبیہ کرے۔

یہ دو بڑی مہمات درپیش تھیں ان کی طرف بادشاہ توجہ تھی۔ ماہ جمادی الاول کو بادشاہ قصبہ کوڑہ میں آیا یہاں شہزادہ محمد سلطان کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ قلعہ الہ آباد فتح ہو گیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا شجاع نے سید قاسم نوکر داراشکوہ کی قلعہ داری الہ آباد میں بدستور سابق بحال رکھی تھی۔ سید قاسم نے سید عبدالجلیل کو اپنی قوم میں سے قلعہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود کچھ سپاہ کے ساتھ شجاع کے ہمراہ بادشاہ لشکر سے لڑنے گیا۔ شجاع کی شکست کے بعد وہ اپنی پختگی اور منصوبہ شناسی کے سبب سے شجاع سے پہلے اپنے تابینوں کے ساتھ قلعہ میں چلا آیا۔ جب شجاع الہ آباد میں آیا ہر چند اس نے سعی کی کہ قلعہ کو تصرف میں لائے مگر سید قاسم صواب اندیشی اور مآل بینی کے سبب اس بات پر راضی نہ ہوا۔ زمانہ سازی کر کے شجاع سے ملنے گیا مگر قلعہ میں اس کو قدم نہ رکھنے دیا۔ جب محمد سلطان معظم خاں کے ساتھ لشکر الہ آباد میں آیا تو سید قاسم نے اپنا چارۂ کار اور مصلحت بادشاہ کی بندگی اور دولت خواہی میں دیکھی اور استعفاء دے کر قلعہ خاندوران خاں کو حوالہ کیا وہ یہاں قلعہ دار مقرر ہوا اور سید قاسم بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ شجاع کا باقی حال آگے لکھا جائے گا۔

**راجہ جسونت سنگھ:** کی تنبیہ و گوشمالی (سزا) کے لیے بادشاہ نے محمد امین خاں کو دس ہزار سوار کا سردار بنا کر عبداللہ خاں کے ساتھ بھیجا۔ راجہ جسونت سنگھ کا برادر زادہ رائے سنگھ راٹھور تھا اور چچا کے ساتھ نزاع ارثی رکھتا تھا۔ اس کو راجہ کا خطاب دیا اور منصب میں ہزاری کا اضافہ کیا اور ایک لاکھ روپیہ و خلعت واسپ وغیرہ عطا کیا اور راجہ کے استیصال کی مہم میں شریک کیا اور اس کے وطن جودھ پور کے دینے کا وعدہ کیا۔

**مراد بخش کا قلعہ گوالیار میں مقید ہونا:** جب شیخ میر امیر خاں حارس دار الخلافہ شاہجہاں آباد کو حکم کیا کہ دارا شکوہ کے تعاقب سے آئے تو مراد بخش کو قلعہ سلیم گڑھ سے نکال کر اس کے ہمراہ قلعہ گوالیار کو بھیج دے۔ 18/جمادی الاول 1069ھ کو بادشاہ اکبر آباد کے نزدیک باغ نور کے متصل مقیم ہوا۔ فاضل خاں خانساماں نے دارا شکوہ کا نقد و جنس و اموال لاکھ روپیہ کا بادشاہ کے سامنے پیش کیا میر الامراء اور تمام امراء متعینہ اکبر آباد بادشاہ کی خدمت میں رہے۔

بعض اخلاص کیشوں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ جسونت سنگھ جب ایلغار کر کے اکبر آباد کے قریب آیا تو منافق لوگوں کی جماعت کو یہ گمان تھا کہ راجہ قلعہ کا محاصرہ کرے گا اور شاہجہاں کو قید سے آزاد کر کے تخت پر بٹھائے گا اس سبب سے عقل و حوصلہ باختوں کے دلوں میں وسوسے پیدا ہوئے ہیں۔

عالمگیر و شاہجہاں کی تاریخ کے تحریر کے وقت کونسٹیبل کے اور نیٹیبل مس سیلنی برنیر کا سیاحت نامہ میرے زیر نظر رہتا ہے۔ ہندوستان میں جو ارباب دانش اپنے ملک کے حال سے خوب واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ امر اس ملک کی عادت میں داخل ہے کہ بعض ذہین اور طباع واقعات کو ان کے وقوع کے وقت اپنے خیالات کے موافق نہایت فصاحت و بلاغت سے جھوٹ اور سچ کو شیر و شکر کی طرح ملا کے بیان کیا کرتے ہیں کہ سننے والوں کو ان میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اُن کا انداز بیان اور طرز ادا ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے راوی ان کے بیان غیر واقعی کو واقعی جان کر پھر واقعی امر پر یقین نہیں کرتے۔

## ڈاکٹر برنیر کا بیان، راجہ جسونت سنگھ کے متعلق:

ڈاکٹر برنیر کو کوئی ظریف ایسا مل گیا ہے یہ بے چارہ اجنبی اس کی باتوں کو سچ جانتا ہے اور اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے اور اپنے اہل وطن کا لال بجھکڑ بنتا ہے جو یہاں کے حال سے بالکل لاعلم ہے۔ اس لیے ہر واقعہ میں ایک دو باتیں ایسی گھڑتا ہے کہ جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور پھر ان پر رائے زنی کرتا ہے جو جہالت و لاعلمی پر مبنی ہوتی ہے۔ مشکل ہے کہ معاملات ملکی پر کسی اجنبی کو ایسا علم ہو کہ وہ اس میں رائے دینے کے لیے کافی ہو۔ اب میں مثال کے طور پر اورنگ زیب و راجہ جسونت سنگھ کا حال اس سیاحت نامہ سے لکھتا ہوں کہ جب راجہ جسونت نے دیکھا کہ شجاع کا پلڑا اپلٹ گیا تو اُس نے سوچا کہ جو لوٹ ہاتھ آئی ہے اس کے مزے اڑائے۔ وہ فی الفور آگرہ کو اس نیت سے چلا کہ اپنے وطن کو مراجعت کرے دارالخلافہ آگرہ میں یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ اورنگ زیب نے شجاع سے شکست پائی وہ اور امیر جملہ (معظم خاں) دونوں قید ہو گئے ہیں اور سلطان شجاع اپنے فتح مند لشکر کے ساتھ آگرہ چلا آتا ہے۔ شائستہ خاں حاکم آگرہ اور اورنگ زیب کے ماموں کو ادھر اس شہرت کا یقین ہوا، ادھر جسونت سنگھ جس کی دغابازی سے وہ خوفزدہ ہو رہا تھا۔ آگرہ کے دروازہ پر آن پہنچا کہ اس نے مایوس ہو کر زہر کا پیالہ پینے کے لیے ہاتھ میں لیا اور پی ہی گیا ہوتا اگر عورتوں نے اس کو جا کر گھیرا نہ ہوتا اور پیالہ کو ہاتھ سے زمین پر گرا نہ دیا ہوتا۔ آگرہ کے رہنے والوں کو دو روز تک ٹھیک اصل حال نہیں معلوم ہوا اس میں شبہ نہیں کہ ان دو دن میں ان کو اگر جسونت سنگھ بہادرانہ دھمکیاں اور فیاضانہ وعدے کرتا تو شاہجہاں کو قید سے آزاد کرا لیتا اور تخت پر بٹھا دیتا مگر راجہ اصل حقیقت سے واقف تھا وہ دارالخلافہ میں نہ زیادہ دنوں ٹھہرنے کی جرأت کر سکتا تھا اور نہ کوئی مہم بہادرانہ اختیار کر سکتا تھا اس لیئے وہ صرف شہر آگرہ کے اندر کوچ کرتا ہوا اپنے وطن کو چلا گیا۔ ظفر نامہ میں عاقل خاں لکھتا ہے کہ جسونت سنگھ کے چلے جانے کی خبر موحش اکبر آباد میں شاہجہاں آباد میں پھیلی بلکہ لاہور تک اور اطراف و اکناف میں پہنچی طرہ اس پر یہ ہوا کہ جو بھاگ کر آتا وہ اس خبر ناملائم کو آب و تاب سے بیان کرتا اور ظاہر کرتا ہے کہ واقعہ ناگوار کو خود اس نے دیکھا ہے یہاں تک یہ ہوائی خبر اُڑائی کہ عالمگیر کو شجاع گرفتار کیے آگرہ کو لیے آتا ہے۔ جب جسونت سنگھ قریب آیا تو شائستہ خاں حاکم آگرہ کے ہاتھ پاؤں پھولے اور اس خبر کو سچ جانا اور دکن جانے کا ارادہ کیا کہ شاہجہاں کے غضب سے بچے۔ آدھی رات کو افضل خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ میری شاہجہاں

سے تقصیر معاف کرادو۔ فاضل خاں نے اُسے سمجھایا کہ خیر ہے پہلے اس خبر کو تو تحقیق ہونے دو کہ سچ
ہے یا جھوٹ ہے۔ پانچویں جمادی الاول 1069ء کو بادشاہ ثماد پور میں آیا جو سموگڑھ کے قریب
ہے۔ یہ بادشاہ کو دارا شکوہ پر فتح نصیب ہوئی تھی اس لیے دموگڑھ کا نام فتح شکار رکھا۔ بادشاہ کے پیش
نہاد ہمت یہ دو امور تھے۔ دارا شکوہ کی تنبیہ اور راجہ جسونت سنگھ کی تادیب اس لیے بادشاہ نے اجمیر
جانے کا قصد کیا اور 25 جمادی الاول 1069ھ کو اجمیر کی طرف کوچ کیا۔

## دارا شکوہ کا حال:

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سپاہ جو ٹھٹھہ میں دارا شکوہ کا تعاقب کر رہی تھی اس کو بادشاہ نے واپس
بلا لیا تھا تو دارا شکوہ نے اس کو غنیمت جانا اور دوبارہ اس کو خود سری کا سودا ہوا۔ ولایت گجرات میں نہ
کوئی لشکر تھانہ کوئی سردار کہ اُس کی مدافعت و ممانعت کرتا۔ میدان خالی تھا، اس نے چول و بیابان
میں قدم رکھا بعض زمینداروں کی رہ نمائی سے دریائے شور کے کنارے پر اسی راہ سے کچھ میں آیا کہ
جس پر کوئی مسافر چلتا نہ تھا اور سخت دشوار گزار تھی کچھ کا مرزبان اس کے استقبال کو گیا اور اُس سے
ملاقات کی۔ دارا شکوہ نے اس کو نقد جواہر دے کر پرچایا اور اس کی بیٹی سے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو
نامزد کیا۔ زمیندار نے ضیافت کی اور بدرقہ ساتھ کر کے اپنی حد سے باہر کر کے احمد آباد کو روانہ کیا۔
جب دارا شکوہ احمد آباد کے قریب آیا تو شہنواز خاں صوبہ دار احمد آباد کی ایک بیٹی بادشاہ سے بیاہی تھی
اور دوسری بیٹی مراد [illegible] سے تو وہ دیوان رحمت خاں اور کمکیوں کو ساتھ لے کر دارا شکوہ کے استقبال کو
آیا۔ ملاقات کے بعد سرانجام ضروری دارا شکوہ کے لیے تیار کیا۔ اور محمد مراد بخش کا جو روپیہ و جنس و طلا
و نقرہ آلات اور دس لاکھ روپے جو اس کے گھر میں تھے وہ دارا شکوہ کو پیش کش میں دیے۔ اب
دارا شکوہ زر و سپاہ کے جمع کرنے کی فکر میں ہوا، آدمیوں کو خلعت و اضافہ و خطاب و جواہر دے کر خوش
کیا اور لوگوں کا دل اپنی طرف مائل کیا اور بندر سورت و کنبھایت و بھروچ و پرگنات سیر حاصل میں
اپنی طرف سے حکام و عمال مقرر کیے اور ان میں اپنا قبضہ کیا ایک مہینہ سات روز یہاں رہ کر بیس
بائیس ہزار سوار جمع کر لیے اور حکام بیجاپور اور حیدر آباد سے بھی خطوط و پیغام بھیج کر نقد و جمعیت و سپاہ
کو طلب کیا۔ دکن جانے اور راجہ جسونت سنگھ سے ملنے کے لیے مختلف فکر کرنے لگا۔ اس گرما گرمی
میں اس کے پاس خبر آئی کہ لشکر شاہی کی رفاقت سے راجہ جسونت سنگھ نے فرار کیا اور دشمن کے
غلبہ کی شہرت بغیر وقوعی اور خبر ہائے کاذبہ دارا شکوہ نے یہیں سنیں اور ان کو سچ جانا۔ راجہ جسونت سنگھ کا

خط آیا اس میں اس نے اپنا حال لکھا اور دارا شکوہ کو اشارہ کیا کہ وہ اجمیر کی طرف آئے۔ دارا شکوہ ماہ جمادی الآخر 1069ء کو آراستہ سپاہ اور توپ خانہ کے ساتھ چلا۔ یہ توپ خانہ اس پاس اس طرح مرتب ہوا تھا کہ اُس نے بندر سورت سے چالیس توپیں منگائی تھیں۔

## راجہ جسونت سنگھ کا دارا شکوہ کو سبز باغ دکھانا:

جب دارا شکوہ چلا ہے تو ہر منزل میں راجہ جسونت کا ابلہ فریب خط پہنچا تھا اور اس پر اپنے آنے کا افسوں پھونکتا تھا اور اس کو افسانہ سناتا تھا کہ میں قوم راٹھور کی جمعیت اور ان اقوام راجپوت کے ساتھ آتا ہوں جن کے وطن اجمیر کی نواحی میں ہیں اور اس بات سے دارا شکوہ کے عزم میں تقویت ہوتی تھی۔ وہ جودھ پور سے تین منزل پر میرتھا میں آ گیا۔ ترتیب خاں فوجدار اجمیر دارا شکوہ کے قریب آنے سے حواس باختہ بادشاہ کے پاس بھاگ گیا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ دارا شکوہ رزم و پیکار پر آمادہ ہوا ہے تو بادشاہ نے طاہر خاں کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ وہ جا کر دارا کی خبر لائے۔ بادشاہ بھی چل کر قصبہ تودہ کے قریب آیا۔ چونکہ غنیم نزدیک اور جنگ قریب تھی اس لیے حکم ہوا کہ قصبہ مذکور میں جو قلعہ ہے اُس میں خزانہ اور زوائد کارخانہ جات غیر ضروری اور احمال و اثقال رکھے جائیں۔ راجہ رائے سنگھ کو قلعہ کی محافظت سپرد ہوئی۔ یہ قصبہ اسی کے علاقہ میں تھا پھر بادشاہ تالاب رامسر سے چھ کروہ پر آیا۔ یہاں طاہر خاں نے جو قراولی کے طور پر آگے گیا تھا غنیم کے حال کی کیفیت دریافت کر کے بادشاہ سے عرض کی اور پھر رخصت ہوا۔ ابیر تعلقہ راجہ جے سنگھ میں بادشاہ نے پہنچ کر فوج بندی کا حکم دیا۔ راجہ جے سنگھ کو دلیر خاں و حسن قلی خاں اور ایک اور جماعت کے ساتھ ہراول مقرر کیا۔ صف شکن خاں کو توپ خانہ کے آگے لے جانے کے لیے مامور فرمایا۔ شیخ میر اور اس کے بھائی امری خاں کو ملتمش کا سرفوج بنایا۔ امیر الامراء کو اس کے بیٹوں اور گنج علی خاں اور بعض سرداروں کے ساتھ برانغار کی طرف مقرر کیا اور جرانغار کی سرداری بادشاہزادہ محمد اعظم اور ایران کے بہادروں کے سپرد کی اور اسی طرح محمد امین خاں اور ہوشدار خاں و عبدالرحمٰن خاں بن نذر محمد خاں اور ایرانی و تورانی اور سرداران کو اور افغانوں اور راجپوتوں کو جا بجا میمنہ اور میسرہ و قول و چنداول میں مقرر کیا اور حکم دیا کہ جب تک کہ دشمن سے مقابلہ ہو لشکر کی یہی ترتیب رہے اور اس میں فرق نہ آئے۔

## داراشکوہ اور راجہ جسونت سنگھ کے معاملات:

جب داراشکوہ میرٹھا میں آیا تو راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ جو معاملات پیش آئے وہ بیان کیے جاتے ہیں، اوّل راجہ جسونت کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کے ساتھ سے شجاع کی لڑائی میں بھاگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ افواج میری تنبیہ و تاکید کے لیے مقرر کرے گا تو ناچار اس نے اپنا چارہ کار اس میں دیکھا کہ داراشکوہ کو ترغیب و تحریص سے اپنی طرف کھینچے اور الوس راٹھور اور دیگر اقوام راجپوت سے ایک بڑا لشکر جمع کرے اور اس طرح اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے۔ جب وہ جودھ پور میں گیا تو اس نے داراشکوہ کو بلایا اور خود راجپوتوں کا لشکر جمع کیا اور سامان لشکر تیار کیا اور داراشکوہ کے انتظار میں بیٹھا۔ راجہ جے سنگھ کے حال پر بادشاہ از حد مہربان تھا وہ راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ جنسیت اور رشتہ مندی رکھتا تھا اُس نے بادشاہ سے اس کے معافی قصور کے لیے عرض کیا اور کہا کہ اگر حضور عاطفت شاہانہ سے اُس کی خطاؤں کو معاف فرمائیں گے اور اُن کو جان کی امان دیں گے تو یہ میری سرفرازی کا باعث ہوگا اور وہ وحشی بھی رام ہوگا اور پھر صدق و اخلاص سے بندگی کرے گا۔ بادشاہ نے اس کی درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی جانب سے ایک مکتوب لکھے اور اپنے کسی معتمد کے ہاتھ بھیجے اور دولت خواہی پر شرمندہ ہو اور عفو جرائم کی نوید سنادے اور داراشکوہ کے ساتھ ملنے سے باز رکھے اور بادشاہ نے بھی ایک منشور اُس کی عفو تقصیر کا لکھ دیا۔

## عالمگیر نامہ کی شہادت:

عالمگیر نامہ میں فقط یہ لکھا ہے کہ بادشاہ نے راجہ جے سنگھ کو خط لکھنے کی اجازت دی لیکن اس خط کا مضمون نہیں لکھا مگر ڈاکٹر برنیر کو اس خط کا مضمون اس طرح معلوم ہوگیا جیسے کہ امیر افغانستان اور زار روس کی خط و کتابت کے مضمون ہندوستانیوں کو گھر بیٹھے معلوم ہوجاتے ہیں اور وہ لکھتا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے یہ خیال کر کے کہ لڑائی کے سارے احتمالات اورنگ زیب کی فتح پر دلالت کرتے ہیں، راجہ اپنی مصلحت و بہبود بادشاہ کے خوش کرنے میں جانتا تھا اس لیے راجہ جسونت سنگھ کو داراشکوہ کی امداد و اعانت سے باز رکھنے میں اپنے رعب و داب کو یہ کام میں لایا۔ اس نے جسونت سنگھ کو لکھا کہ مجھے بتاؤ کہ تم جو بد اقبال داراشکوہ کی امداد کرنے میں کوشش کرتے ہو اس سے کیا فائدے تم کو حاصل ہوں گے۔ اس کام میں تمھارا اے استقلال سے داراشکوہ کے کام میں بہبودی ہونے کی نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ تمھارا اے اور تمھارا اے خاندان کی بربادی ہوجائے گی اور اورنگ

زیب سے تم ہرگز اپنے قصوروں کی معافی نہیں کرا سکو گے۔ میں بھی راجہ ہوں میں منت وسماجت سے تم سے عرض کرتا ہوں کہ بے چارے راجپوتوں کا خون اپنی گردن پر نہ لو تم اس بات پر نہ بھولو کہ میں اور راجاؤں کو اپنے ساتھ کرلوں گا۔ میرے پاس ایسے وسائل ہیں کہ تمھاری اس کوشش کے خلاف میں سعی کروں گا اور کسی راجہ کو تمھارے ساتھ نہیں ہونے دوں گا۔ یہ کام ایسا ہے کہ سارے ہندوؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ تم کو کیسے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ تم وہ آگ بھڑکاؤ جو سارے ملک میں ایسی پھیل جائے کہ پھر کسی کوشش سے بجھ نہ سکے۔ اب اگر تم دوسری طرف جاؤ اور دارا شکوہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دو تو اورنگ زیب تمھاری ساری خطاؤں کو بھول جائے گا تم کو کھجوہ میں جو لوٹ ہاتھ آئی اس کا مطالبہ وہ نہیں کرے گا بلکہ فوراً تم کو گجرات کا حاکم بنائے گا ایسے ملک کی حکومت کے فوائد کی تم خوب قدر جانتے ہو جو تمھارے ملک کے ہمسایہ میں ہے یہاں تم امن وامان سے بے خوف وخطر رہو گے میں ان وعدوں کے ایفا کی ذمہ داری بالکل اپنے ذمہ لیتا ہوں۔

## راجہ جسونت سنگھ کا دارا شکوہ سے اعراض:

جب اورنگ زیب کا منشور نجات اور راجہ جے سنگھ اور ہوا خواہوں کے نوشتہ جات خفیہ راجہ جسونت سنگھ کے پاس پہنچے تو ان کے اخفا میں اُس نے کوشش کی اور جودھ پور سے جو دارا شکوہ کے استقبال کے لیے بیس کوس آیا تھا اب اس نے ملنے کا ارادہ چھوڑا اور اپنے وطن کی طرف مڑا۔ دارا شکوہ کو راجہ کے وطن کی طرف مراجعت کرنے کی خبر پہنچی تو وہ متردد ہوا، رسل ورسائل شروع کیے، بار بار خوشامد کر کے پیغام بھیجا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس سے دارا شکوہ کے دل میں اور خلشیں پیدا ہوئیں، وہ خود جودھ پور سے بیس کوس پر گیا اور یہاں چند مقام کیے اور راجہ کے پاس دوین چند (دوی چند) اپنے معتمد کو بھیجا جو راجہ سے اتحاد رکھتا تھا اس نے جا کر بڑی لجاجت سے کہا کہ راجہ صاحب اب اپنے وعدہ کو ایفاء کیجئے۔ اُس نے جواب میں یہ عذر کیا کہ میں اپنے قول پر راسخ ہوں فی الحال میرا آنا مصلحت نہیں ہے۔ دارا شکوہ اجمیر جا کر قیام کرے اور راجپوتوں کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلائے، جب دو تین نامی راجپوت اُس کے پاس آجائیں گے تو میں بھی اس کے پاس آجاؤں گا۔ دوی چند یہ جواب یاس عذر آمیز لے کر راجہ کے پاس سے آیا تو دارا شکوہ اجمیر میں آیا اور دوبارہ دوی چند کو راجہ کے پاس بھیجا۔ اُس نے یہاں آ کر ہزاروں توطیہ کلام بنا کر پیام کا ذکر کیا اور راجہ کے پر بہت سے افسانے وفسوں پڑھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تحقیق ہوگیا کہ راجہ کے سارے جواب ٹالم

ٹوٹے کرنے کے ہیں۔ یہ بات لوگوں میں بھی مشہور ہوگئی تھی کہ عالمگیر سراپا تدبیر نے راجہ کے جرائم کو عفو کر دیا ہے۔

## داراشکوہ اور لشکر بادشاہی کی لڑائی:

صاحب غرض مجنون ہوتا ہے اور احتیاج شیر مزاجوں کو روباہ (لومڑی) بناتی ہے پھر داراشکوہ نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو راجہ کے پاس بھیجا، ہر چند اس شہزادے نے لابہ گری والحاح ودلبری کی اور وعدے وعید کیے مگر راجہ نے اس کو بھی دوی چند کی طرح مایوس واپس کیا اس انقلاب سپہر شکوہ بادیدۂ پُرآب وجگر کباب باپ کے پاس واپس آیا تو داراشکوہ نے راجہ جسونت سنگھ کی امداد سے بالکل قطع سے امید کی اب حیران تھا کہ کہ اپنا چارۂ کار کیا کروں کہ اس حالت میں عالمگیر کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ چار ناچار کارزار کو قرار دیا اور بتقاضاء وقت جنگ صف میں صرفہ مناسب نہ جانا اور نواحی اجمیر کے کوہستان میں مورچال بنانے کے واسطے چلا گیا اور اپنی جگہ سے چل کر درۂ کوہ میں آیا۔ بعض راہوں کی دیوار خام بنا کر اور بنگ چین کر کے توپوں کے لگانے کے لیے اور تفنگچیوں کے بٹھانے کے واسطے استوار کیا اس نے جانب یمین مصطفٰے خاں عرف سید ابراہیم کو سپرد کی اور تین امیر اور ہزار برقنداز اس کے ہمراہ مقرر کیے اور یسار کے مورچال کا اہتمام شہسوار خاں اور اس کے بیٹوں کو سپرد کیا اور ایک جماعت برقندازوں کی ان کے ساتھ کی اور ایک طرف مورچال فیروز میواتی کو حوالہ کیا۔ توپ خانہ کا مصالح دیا اور سپاہیوں کی جماعت ساتھ کی اور اپنے روبرو سپہر شکوہ کو بہت سے آلات آتش باری اور باقی توپوں کے ساتھ قائم کیا۔ خود بیچ میں رہا۔ سب جگہ توپیں چُن دیں اور ایک جماعت کو مقرر کیا کہ مورچال میں مصالح مطلوبہ پہنچا کر سزاولی کرتے رہیں اور ایسا نہ کریں کہ کوئی سردار ہمراہی بیکار و معطل رہے۔ اب بادشاہ نے موضع ریواڑی میں آکر خیمہ لگایا۔ یہ مقام اجمیر سے تین کوس تھا اور دشمن کے مورچال سے آدھ کوس جہاں سے گولہ دشمن تک جا سکتا تھا مکان مقرر کر کے مورچال لگانے کا حکم دیا اور لشکر کو اس طرح تقسیم کیا کہ صف شکن خاں میر آتش مامور ہوا کہ توپ خانہ کو آگے لے جا کر جا بجا دشمن کے مورچالوں کے مقابل لگائے اور توپ خانے کے پیچھے شیخ میر ودلیر خاں کو مورچال لگانے کا حکم دیا۔ سب سرداروں نے مقامات مورچال بنانے کے تجویز کر لیے اور توپ کے گولوں کے مارنے میں دست و بازو کھولے ان میں سے ہر ایک دوسرے پر کارفرمائی کے تردد میں سبقت لے جانا چاہتا تھا اور دوسرے کو پیش قدمی نہیں کرنے دیتا تھا۔ خصوصاً

شیخ میر اور دلیر خاں وسید نصیر الدین خاں دکھنی نے جانفشانی کرنے میں تین روز تک تردد بہادرانہ کیا اور خواب وخور کو اپنے اوپر حرام جانا، امیر الامراء بھی بہت سعی کر کے مورچالوں کے بڑھانے کے لیے دشمنوں پر ایسے حملہ کرتا تھا کہ ان کے دل ہل جاتے تھے۔ لیکن مخالف کے مورچال جوف کوہ میں قلب مقام میں کمال استحکام رکھتے تھے اس لیے بادشاہی آدمیوں کی کچھ چلتی نہ تھی بلکہ دارا شکوہ کے آدمی مورچال سے نکل کر اور منہ کے آگے سپر لگا کے بادشاہی مورچال پر حملہ کرتے تھے تو آدمیوں اور چار پایوں کو ضائع وزخمی کرتے تھے اور پھر پہاڑوں کی پناہ میں چلے جاتے تھے ان کی توپ کا گولہ جو آتا تھا خالی نہ جاتا تھا کسی نہ کسی کو ہلاک کر کے خاک پر گراتا اور بادشاہ کے مورچال کے گولے سوا اس کے پتھر اور دیوار سے ٹکرائیں کوئی کام فائدہ کا نہ کرتے تھے، چوتھی رات کو بادشاہ نے اپنے اخلاص کیشوں کو بلا کر تاکید و تہدید کی اور وعدہ وعید کیے اور شورش کی ترغیب دی۔

## راجہ راجروپ کی جنگی حکمت عملی:

دوسرے روز راجہ راجروپ زمیندار جموں نے جو کوہ نوردی اور شیر نبردی میں ضرب المثل تھا اپنے پیادوں کو پہاڑوں کے عقب سے اس جگہ سے روانہ کیا جہاں کوہ نشینوں کی یورش کا گمان تھا ان کوہ نوردوں نے دامن ہمت کو کمر پر کس کر افتاں وخیزاں ان مورچال آتشباروں کے مقابل یورش کی جو کوئی مر جاتا اس کو اپنے پاؤں کا زینہ بناتے اور چڑھ کے کوہ پر راجہ راجروپ کا نشان نصب کرتے خود راجہ راجروپ جوان جاں بازوں کے عقب میں تھا مستعد ہو کر اس کا منتظر تھا کہ اس کے۔ اوپر چڑھ کے آوازیں دیں باوجودیکہ مخالف کے ہزار جنگی آدمی نیچے مقابلہ کے لیے آگئے تھے مگر راجہ بہادرانہ قدم بڑھائے اور گولہ وتفنگ وسنگ کی بارش میں سینہ سپر بنائے گھوڑے سے اُتر کر حملہ آور ہوا۔ دلیر خاں نے بھی جو افغانوں میں بہادری میں مشہور تھا۔ راجپوتوں کی یہ بہادری دیکھ کر اوپر جانے کا قصد کیا اور توپ وتفنگ کی باڑ میں ہو کر بائیں طرف سے اوپر چڑھ گیا اور بائیں طرف سے شیخ میر نے پیش قدمی کی جو جنگ کے روز شجاعت وتدبیر میں بے نظیر تھا۔ دوسری طرف راجہ جے سنگھ نے بہادر راجپوتوں کے ساتھ بہادرانہ تردد کیا اور امیر الامراء نے توپ خانہ کے آدمیوں کو ہمراہ لے کر جانب چپ سے اور اسد خاں وہوشدار خاں نے جرانغار کی طرف سے اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہو کر ہر طرف صف بہ صف معرکہ آرا ہوئے۔ گو اس یورش میں سب بہادروں نے مردانگی دکھائی مگر ابتدا میں راجہ راجروپ کے آدمی نے پیش قدمی کی اور آخر کار میں شیخ میر و دلیر خاں افغانوں نے اچھی

شجاعت وجلادت دکھائی۔ان کے مقابل میں شہسوار خاں و فیروز میواتی کے مورچال نے بلا فاصلہ بلا کے گولے مارے جو اجل کے اولے بنتے تھے۔دونوں امیروں کے آدمیوں میں سے ایک جمع کثیر کام میں آئی ادھر توپ غراتی تھی اُدھر پہاڑوں کی گونج ہوتی تھی۔ یہ صدا اور توپوں اور بان چھوٹنے کا دھواں اس سے کوہ وصحرا میں ایسی وحشت افزا فضا پھیلی ہوئی تھی کہ خویش و بیگانہ میں فرق کرنا دشوار ہوتا۔ ہر طرف سے اتنے گھوڑوں کی ٹاپوں میں سروتن پامال ہوئے کہ صورت وسر کا نشان باقی نہ رہتا تھا۔دلیر خاں کے دائیں ہاتھ میں ایسا تیر لگا کہ وہ تردد سے باز رہا۔

## پہاڑ پر کھڑے ہوکر دارا کا اپنی سپاہ کو ہمت دلانا:

دارا شکوہ بلندی کوہ پر کھڑا ہوکر اپنے آدمیوں کو باوجودیکہ آثار ہزیمت دیکھتا تھا جنگ کی ترغیب نام وننگ کی سرزنش سے دیتا تھا، ہر چند کوہ نشینوں نے مورچالوں کی پناہ میں اور احاطہ دیوار کے عقب سے باہر آن کو دلیری بہادرانہ کی مگر فائدہ نہ ہوا۔شہسوار خاں نے غیرت ذاتی سے اس جنگ جانستان سے نجات محال جانی اور اپنے دونوں ولی نعمتوں کی خدمت میں خصوصاً بادشاہ کی جناب میں خجالت دائمی سے نکلنا اپنی جان کے جانے میں دیکھا، اتنی مردانہ وار کوشش کی کہ سرخروئی کے ساتھ اس دنیا سے جان رخصت ہوئی۔شیخ میر بھی جدال وقتال کرتا ہوں اجل کے استقبال کے لیے گیا۔اس کے سینہ میں گولہ لگا کہ اس حال میں سید ہاشم سے کہا جو اس سے نسبت قریب رکھتا تھا اور اس کے حوضہ میں پیچھے بیٹھا تھا کہ میں اب چلا۔میرے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر اتنی دیر نگاہ رکھ کہ میں شادیانۂ فتح کی آواز سن لوں جو ابھی ہونے والی ہے۔ظفر کے آثار ظاہر ہیں ایسا نہ ہو کہ میرے رفیق وہمراہی میرے حال سے مطلع ہوکر کارزار سے دشت کشی کریں اور دشمنوں کے آدمی اطلاع پاکر دلیرانہ پیش قدمی کریں۔انسان کو بھی کس مرتبہ پر دنیا اور اولاد سے دل بستگی ہے کہ ایسے حال میں کہ کلمہ پڑھنا اور خدا کا خیال کرنا چاہیے تھا شیخ کو اپنی اولاد کی ترقی کا اور نمک کے پاس کا خیال تھا۔شیخ میر کی اس عقیدت وارادت کے سبب بادشاہ خوف زدہ لوگوں پر نہایت مہربان ہوا اور ان کی ترقی ایسی کی کہ پہلے کسی بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوئی تھی۔فی الحقیقت خراسان کے اور آدمیوں کے نسبت مردم خواف ظاہر میں اکھڑ اور بے روا ور درشت ہیں لیکن اکثر کاموں میں راست باز اور آقا کے حق نمک کے پاس میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں۔دارا شکوہ نے دیکھا کہ برگشتگی طالع سے شہسوار خاں کی جان گئی اور اس کی جان کا جانا میرے لشکر کے علم کے سرنگوں ہونے کا سبب

ہوااور بادشاہی لشکر سر پر چڑھ آیا تو وہ اپنے بیٹے سپہر شکوہ و فیروز میواتی اور بعض اور خدام حرم کو لے
کر اندھیری رات کے پہلے پہر میں اس ناامیدی اور غم والم کے ساتھ کہ خدا کسی شاہ و گدا کو نہ
دکھائے فرار ہوا۔ عمدہ مردم میں سے سوا دو نامبردہ کے کسی کو توفیق اُس کی ہمراہی کی نہ ہوئی، کچھ
جواہر واشرفی و محل خاص و بیٹی و چند خواص ساتھ لے کر احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا، خزانہ اور اسباب
انتخابی مالیت دارا اور محلات کی بہت سی خادماؤں اور کنیزوں محل کو بارہ ہاتھیوں اور خچروں و اونٹوں پر بار
کرایا مگر ساتھ نہ لے جا سکا اور اپنے قدیم و جدید آدمیوں کے اعتبار پر ان کو سپرد کیا۔ چند خواجہ سرا
معتمدان کے ساتھ گئے اور ایک ہزار برقنداز پیادے جو سب کے سب نمک حرام تھے ان کے ہمراہ
کیے اور تاکید کی کہ پیچھے سے جلدی آئیں۔ یہ سب لٹ لٹا گئے اس کا حال آگے بیان ہوگا۔ القصہ
لشکر ہزیمت خوردہ میں اکثر آدمیوں کے مال و عیال بھیر میں تھے، وہ وہاں دوڑے گئے۔ ایک
جماعت اپنے مال و عیال کے تاراج ہونے کے غم میں اور عرض و ناموس کے برباد جانے کے الم میں
بیٹھی۔ بعض زخم کاری کے پہنچنے سے اور اسباب و سامان کے لُٹ جانے سے اور اپنے آدمیوں کے
بھاگ جانے سے کوہ و دریا میں حیران و سرگردان آہ و نالہ کے ہمدم ہوئے۔ داراشکوہ کا کل
اردو (لشکر) اور اُس کے تمام کارخانہ جات مع ہمراہیوں کے لٹ گئے۔ اس اندھیری رات میں اور
باروت کے دھوئیں سے بھرے ہوئے درہ میں کہ دو تین گھنٹہ تک یہ خبر تحقیق نہیں ہوئی کہ داراشکوہ
بھاگ گیا۔ دونوں طرف بعض مورچال میں جنگ قائم رہی۔ اسد خاں و ہوشدار خاں مع بعض امراء
کے اپنی جگہ میں دار و گیر میں گرم رہ کر برقندازی کرتے رہے جب تک کہ ان کو دشمن کے فرار اور
مورچال کے خالی ہونے کی واقعی اطلاع ہوئی۔ داراشکوہ کے ہمراہی عسکر خاں و سید ابراہیم اور ایک
اور جماعت داراشکوہ کے چلے جانے سے واقف نہ ہوئے۔ پہر رات گئے تک حرکت مذبوحی کرتے
رہے۔ محمد شریف مخاطب قلیچ خاں کہ داراشکوہ کا میر بخشی تھا اُس کے پیٹ میں تیر لگا جس سے وہ
دوسرے روز مر گیا۔ سیادت خاں پسر شہنواز خاں کے گولیوں کے تین چار زخم لگے تھے۔ عسکر خاں و
سید ابراہیم اور داراشکوہ کے ہمراہیوں کی جماعت جن کا بدن زخمی اور دل پُر خون تھا اور سوائے رخت
بدن کے سارا اسباب مایحتاج تاراج ہو گیا تھا صف شکن خاں کے وسیلہ سے شرف اندوز ملازمت
ہوئے اور مورد عنایات۔

## عبرت آموزی کا سبق:

کارزار دیدہ و تجربہ کار منصب پیشوں پر ظاہر ہے کہ نہنگانِ دریائے غیرت اور شیرانِ بیشۂ شجاعت سے جن میں سے ہر ایک روز رزم میں رستم ہو چار جنگ کرتا اور ایسے حادثات کے انقلاب سے کہ زبان خامہ پر جاری ہوں اپنی جگہ سے نہ ہلنا اور ثبات قدم کو ہاتھ سے نہ دینا اور غنیم و خصم غالب آمدہ کو روبرو سے ہٹا دینا تائید و فضل الٰہی و مدد طالع عالمگیر کے سوا کسی اور بات پر حمل نہیں کر سکتے۔ عالمگیر نے فتح کی خبر سن کر خدا کا شکر کیا اور شہنواز خاں و شیخ میر کے مرنے پر زیادہ افسوس کیا اور فرمایا کہ دونوں کو حضرت خواجہ معین الدین کے روضہ میں مدفون کریں۔ خود اس مزار کی زیارت کر کے اور خدام کو روپیہ دے کر کوچ کیا اور تالاب اناساگر کے کنارے پر آیا۔ تین چار روز مقام کا حکم دیا۔ راجہ جے سنگھ کو ایک لاکھ روپیہ اور بہادر خاں کو تیس ہزار روپیہ عنایت کیا اور اُن کے ساتھ ایک جماعت کارزار دیدہ سپاہیوں کی داراشکوہ کے دوبارہ تعاقب کرنے کے لیے مقرر کی اور خلعت دے کر رخصت کیا۔ راجہ جسونت سنگھ اپنی تقصیروں کی خجالت کے مارے بادشاہ کے روبرو نہیں آتا تھا۔

## بادشاہ کا حال:

راجہ جے سنگھ کے کہنے سے بادشاہ نے از سرِ نو فرمانِ عطوفت نشان تسلی و خطا بخشی و صوبہ داری احمد آباد کا اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کی بحالی کا مع خلعت کے عطا کیا۔ شہنواز خان کی اہلیہ نورس بیگم پر اور اس کے فرزندوں پر اس کی خدمات سابق پر نظر کر کے بہت ہی عنایتیں کیں۔ امیر خاں برادر شیخ میر کا خلعت ماتمی اُتروایا اور اضافہ نمایاں کیا۔ داراشکوہ کے اموال میں سے سو خیل اور کارخانہ جات ضبط سرکار ہوئے۔ امراءِ اجمیر میں جس جماعت کو داراشکوہ نے بادشاہ کی ہَوا خواہی کے گمان میں قید کیا تھا ان کو رہائی ہوئی اور مورد عنایات ہوئے۔ تربیت خاں جو داراشکوہ کے خوف کے مارے اجمیر سے بھاگ کر بادشاہ کے پاس چلا آیا باوجود اس تقصیر کے اس کو اجمیر کی صوبہ داری پر پھر مقرر کیا۔ 4 رجب کو بادشاہ پیادہ پا خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں زیارت کے لیے گیا اور پھر اپنے دارالخلافہ کی طرف چلا۔ ان دنوں میں بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ شہزادہ محمد سلطان جب مرزا شجاع کے قریب گیا تو وہ خوف کے مارے مونگیر سے بھاگ کر جہانگیر نگر کو چلا گیا اور معظم خاں نے مونگیر میں داخل ہو کر اس مژدہ کے شادیانے بجوانے کا حکم دیا۔ ماہ رجب

1069ھ کو بادشاہ دارالخلافہ میں داخل ہوا۔

## بادشاہ کا جلوس ثانی اور سکہ وخطبہ ولقب کا مقرر ہونا:

بادشاہ نے اپنے جلوس کا اصل جشن اس دن پر موقوف رکھا تھا کہ مخالفوں اور ملک کے بدخواہوں کی بیخ کنی ہو جائے۔ ان ایام میں 4 رمضان 1069ھ کو وہ دن آیا جو فتح اول کی تاریخ اور جلوس کا سال دوم تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہواخواہانِ دولت پر ابواب عیش وعشرت واہوں اور دولت خانہ کے اطراف کے حجرے ودرودیوار دیوان عام سے باہر اور غسل خانہ کے اندر اقسام فرش اور آتشہ طلاباف وکلابتون دوز سے آرائش پائیں۔ اس قدر ولایت احمد آباد کا زربفت صرف ہوا کہ بہت ملکوں کے تاجروں کو اس سے نفع ہوا اور امشکر انِ طناز ہزاروں عشوہ وناز کے ساتھ محفل آرا ہوئے اور انہوں نے اصول گونا گوں سے رقص وسرود کا ایک ہنگامہ پر جوش وخروش گرم کیا۔ بادشاہ تخت مرصع پر بیٹھا۔ منبر پر اسم ولقب ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر غازی کا ذکر ہوا۔ عہد سابق میں روپیہ اشرفی ایک طرف کلمہ طیبہ اور خلفاء راشدین کے اسم سے مزین ہوتی تھی۔ ہر کس وناکس کے ہاتھوں میں اور پاؤں تلے یہ سکے آتے تھے اور ناپاک مقاموں میں جاتے تھے۔ بادشاہ کے نزدیک یہ بے ادبی نامناسب تھی اس لیے بادشاہ نے اس کو بدل کر اشرفی کے لے یہ سکہ تجویز کیا:

سکہ زد در جہاں چو بدر منیر  شاہ اورنگ زیب عالمگیر

اور روپیہ کے لیے یہ سکہ مقرر کیا:

از سکۂ اقبال شہ مہر نظیر<br>
سیم و درم ستارہ شد نقش پذیر<br>
از سکۂ او غلغلہ در چرخ او فتاد<br>
گردید زر از سکۂ او عالمگیر

## جشن جلوس کے موقع پر انعامات شاہی کی بارش:

چونکہ دونوں دفعہ تاریخ فتح روز یک شنبہ کو ہوئی تھی اس لیے ہر ہفتہ میں جشن کا روز یہ دن مقرر ہوا۔ اس جشن میں جو کل انعام دیا گیا اس کی تفصیل طول امل ہے۔ اس لیے چند خاص اسامیوں کا انعام لکھا جاتا ہے، علاوہ اس روپیہ کے جو ارباب استحقاق کو دیا گیا۔ پانچ لاکھ روپیہ بادشاہ بیگم کو اور

چار لاکھ روپیہ زیب النساء بیگم کو اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ بدرالنساء بیگم کو اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ زبدۃ النساء بیگم کو عطا فرمایا اور دو لاکھ روپیہ شہزادہ محمد اعظم کو جو حاضر تھا دیا اور منصب دہ ہزار پنج ہزار سوار اور اس کے لوازم اور بادشاہ زادہ محمد سلطان کو جو شجاع کے تعاقب میں گیا تھا تین لاکھ روپیہ مع جواہر اور فیل اور دو لاکھ روپیہ بادشاہ زادہ محمد معظم کو اور ایک لاکھ روپیہ شہزادہ اکبر کو دیا جو دکن میں تھا۔ امیر الامراء فاضل خاں خانساماں کو اور سعد اللہ خاں کے پیش آوردوں اور راجہ رُگناتھ کو خلعت و خطاب منصب اور جواہر عنایت ہوئے۔ تیس ہزار آدمیوں اور عمدہ روشناسوں کو خلعت دیا اور اضافہ کیا۔ ڈھائی مہینہ تک جشن رہا۔ ہر شب کو روشنی رہتی آتشباری چھوٹتی، اُن میں لوگ اپنی صنعتیں دکھاتے، طرح طرح کے فانوس و چراغ بناتے، اقسام کے گل بری و چمن و طاق بندی نمایاں کرتے اور قلعہ کے نیچے دریا کے اوپر کشتیاں اقسام آرائش و روشنی سے بھری ہوئی اور ان پر نقارہ بجتا ہوا تماشائیوں کو تماشہ دکھاتیں۔ ملا شاہ نے جو کشمیر کے مشہور گوشہ نشینوں میں تھا اور داراشکوہ اس کا مرید تھا اُس نے یہ تاریخ جلوس نظم میں کہی جس میں تصوف کا انداز ہے اور مرید کامل کی ابطال ارادت کی طرف اشارہ ہے:

صحن دل من چوں گل خورشید شگفت
کآمد حق و غبار باطل را رفت
تاریخ جلوس شاہِ حق آگہ را
ظل الحق گفت الحق ایں راحق گفت

## مال وسال کا حساب بدلنا اور نوروز کے جشن کا موقوف ہونا:

جلال الدین محمد اکبر شاہ کے عہد سے دفتر و جلوس کے سال و ماہ کے حساب کی بنا ماہ فروردی پر رکھی گئی تھی۔ اس تاریخ میں آفتاب بُرج حمل میں داخل ہوتا ہے، بہار کا موسم ہوتا ہے۔ اس بادشاہ کے جلوس کی تاریخ بھی اس تاریخ کے قریب تھی تو اُس نے حساب فروردی سے لے کر اسفندار کے مہینوں تک مقرر کیا تھا اور مہینے کا نام ماہ الٰہی رکھا تھا چونکہ یہ طریقہ آتش پرست بادشاہوں اور مجوسیوں کے مشابہ تھا اس لیے بادشاہ نے شریعت کا پاس کر کے جلوس و جشن اور دفتر کے حساب کے لیے سال و ماہ قمری عربی کا حساب مقرر کیا اور حکم دیا کہ سال شمسی پر عربی سال و ماہ مقدم ہوں اور جشن نوروز موقوف ہو۔

سب جانتے ہیں کہ قمری سال و ماہ کے حساب رکھنے سے پہلے حسابوں میں کیا کیا دقتیں پیش آتی ہیں۔ فصولِ اربعہ گرما و زمستان و برشگال ہندوستان و فصل خریف و ربیع اور غلہ و میوہ کا پختہ ہونا تنخواہ جاگیر و نقدی منصب داران یہ سب سال و ماہ شمسی سے دریافت ہو سکتے ہیں اور ماہ عربی سے ان کا دریافت ہونا محال ہے۔ ہمیشہ موسموں میں قمری ماہ بدلتے رہتے ہیں لیکن اس دین دار بادشاہ نے کچھ حساب کی آسانی پر خیال نہیں کیا۔ فقط آتش پرستوں اور مجوسیوں کی مشابہت کے سبب سے نو روز کے جشن کو موقوف کیا اور جلوس ثانی کی تاریخ ماہِ رمضان مقرر کر کے اُس نے جلوس کا نیا سال مقرر کیا اور جشن نو روز کی جگہ جشن عید الفطر مقرر کیا۔ اس طرح جلوس کے سال مقرر کرنے سے اس کی سلطنت کے سال بہ سال وقائع کی تاریخ میں ایک دقت پیدا ہوئی۔ اس کی سلطنت کا سال اوّل ماہِ جمادی الاولیٰ 1068ھ سے ماہِ رمضان 1069ھ تک شمار ہوتا ہے۔ وہ اوّل تاریخ میں دولت آباد سے چلا تھا اور رمضان میں اس کا جلوس دوم ہوا تھا۔ ایک سال چار ماہ و چوبیس روز کو سال اول میں شمار کر لو اور باقی جلوس کے سالوں کو حساب ماہِ رمضان سے شروع کرو اگرچہ اس پر اہلکاروں نے حساب کی دقت کا اعتراض کیا اور کہا کہ فروردی میں بہار کا موسم ہوتا ہے اور رمضان میں موسم ہمیشہ بدلتا رہتا ہے جشن کی بہار موسم بہار میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر بادشاہ نے اُن کے کہنے پر کان نہ لگایا۔

## داراشکوہ کا باقی احوال:

داراشکوہ کا احوال پُر ملال یہ ہے کہ درۂ کوہ اجمیر میں شکست پانے کے بعد (جس کا حال پہلے لکھا گیا ہے) داراشکوہ نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ و بیوی و بیٹی اور کچھ جواہر و اشرفی و چند اسامی خدمۂ محل کو اپنے ساتھ لیا اور احمد آباد کی راہ لی اور بارہ ہاتھیوں پر باقی خزانہ و اسباب و سرانجام ضروری لادا اور کچھ خادمہ عورتوں کو سوار کیا اور ان کو کچھ پرانے کچھ نئے نوکروں کے سپرد کیا، چند معتمد خواجہ سرا ان کے ناظر و رفیق مقرر کیے کہ وہ جلد پیچھے اس اسباب کو لائیں۔ وہ چار پانچ کوس راہ چلے ہوں گے کہ سب نوکروں نے اس مال پر بیداد اور غارت کا ہاتھ دراز کیا۔ آپس میں خوب دست و گریباں ہوئے اور جس کے ہاتھ جو چیز پڑی وہ لے اُڑا، ہاتھیوں کے اوپر سے مال کے بار اُتار لیے عورتوں کو اونٹوں کے کجاوے سے اُتارا اور ان کا سارا زیور چھینا اور ان کو ہاتھیوں پر بٹھایا اور صحرا میں آوارہ کیا اور ہاتھیوں سے اُتارا ہوا مال اُن اونٹوں پر لادا پھر اشتر بابار اور اشتر سبک رفتار نقد و جنس سے بھرے

ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔زیادہ تر یہ مال راجپوتوں کے ہاتھ لگا کیونکہ وہ اجمیر کی نواحی کے رہنے والے تھے خواجہ سرا لٹیروں کو منع نہیں کر سکے۔بادشاہ کے لشکر کے خوف مارے عورتوں کی ہاتھیوں کی سواریوں کو داراشکوہ کے پاس لے جانے کو اپنی آبرو کا اور آقا کی ناموس کا سرمایہ سمجھا۔اس اندھیری رات میں بڑی ہراس کے ساتھ داراشکوہ کے پیچھے دشت پیما ہوئے۔ متصل راہ چل کر ایک رات دن کے بعد داراشکوہ سے جا ملے اور داراشکوہ وادی سرگردانی میں سرگشتہ ہو کر کمال حیران و پریشان و بے سروسامان دشت و صحرا میں آوارہ آٹھ روز کے بعد نواحی احمد آباد میں آیا۔احمد آباد کے متصدیوں کو عالمگیر کی فتح اور داراشکوہ کی شکست و فرار کی خبر ہو گئی تھی۔احمد آباد میں سید احمد بخاری کو داراشکوہ نے اپنا نائب مقرر کیا تھا اُس نے اور متصدیوں کے ساتھ رفاقت نہیں کی تو اور متصدیوں نے عاقبت بینی سے متفق ہو کر یہ شہرت دی کہ سید احمد کے گھر مشاورت کرنے جاتے ہیں۔اس بہانہ سے اُنہوں نے اُس کے گھر پر جا کر اس کو مقید کر لیا اور ایسا اتفاق بے نفاق کیا کہ شہر کا سارا بندوبست کر لیا اور عالمگیر کی سلطنت کا نقارہ بلند آوازہ کیا اور داراشکوہ کو شہر میں نہ داخل ہونے دیا۔اس کی ممانعت اور مدافعت کے درپے ہوئے۔جب داراشکوہ نے دیکھا کہ برگشتگی ایام سب جگہ میرے استقبال کے لیے پیش قدمی کرتی ہے تو اس نے شہر کی طمع نہیں کی وہ احمد آباد سے دو کروہ پر پرگنہ کری میں گیا اور کانجی کولی سے ملا جو اس ضلع میں سرکشوں اور رہزنوں میں بڑا مشہور تھا اس سے اعانت کی استدعا کی:

آنکہ شیراں راکند روبہ مزاج
احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

## کانجی کا داراشکوہ کی رفاقت کرنا:

کانجی داراشکوہ کا رفیق بنا اور گجرات کی سرحد سے اس کو نکال کر ملک کچھ میں پہنچا دیا۔اس ضمن میں گل محمد جو داراشکوہ کا نوکر تھا اور اس کی طرف سے سورت اور بھروچ میں حاکم تھا پچاس سوار اور دو سو پیادے لے کر اس کے پاس آیا۔داراشکوہ پہلی دفعہ جو احمد آباد میں آیا تھا اُس کی بڑی ضیافت اور خدمت گاری کی تھی اور اپنے بہبود کار کے لیے اپنی بیٹی کو سپہر شکوہ سے بیاہنے کے لیے پیش کیا تھا۔داراشکوہ اس پاس پھر مدد اور رفاقت کی اُمید میں آیا تھا اس مصیبت کے سفر میں اصلا اُس کے احوال پر ملال پر وہ متوجہ نہ ہوا بلکہ محض ناآشنا بن کر کمال بے روئی سے پیش آیا ملاقات تک نہ کی:

بوقتے کہ دولت ورا یار بود
زرہ پیش تیرش نمدے نمود
بوقتے کہ بختش نہ شد دستگیر
نہ کردہ خدنگش گذر ازحریر

## فیروز میواتی کا داراشکوہ کو چھوڑنا اور داراشکوہ کا جادیوں کی ولایت میں آنا:

دو تین روز تک داراشکوہ نے اس زمیندار کے مستمال کرنے میں بیہودہ کوشش کی مگر آخر کار جل بھن کر بھکر کی راہ لی۔ جب سندھ کے کنارہ پر پہنچا تو فیروز میواتی جو داراشکوہ کی بداقبالی کے دنوں میں بھی آج کے دن تک رفیق تھا اس کو برگشتہ بخت دیکھ کر فرار اختیار کیا اور دارالخلافہ کو چلا گیا۔ جب داراشکوہ جادیوں (جادخان کا خاندان) کی ولایت میں آیا تو اس دیار کے صحرانشین اس کے سدراہ ہوئے اور اس کی گرفتاری کرنے پر تیار ہوئے۔ سپاہ کچھ ساتھ تھی جنگ اور کوشش سے اُن کے ہاتھ سے نجات پائی۔ بنگشوں کی ولایت میں گیا۔ مرزا بگشی نے جو اس قوم کا سردار تھا استقبال کیا اور اُس کو اعزاز کے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور ضیافت کی۔ ایران جانے کے رہنمائی کر کے درخواست کی کہ میں آپ کے ساتھ بدرقہ راہ تیار کردوں گا۔ آپ یہاں سے قندھار کہ بارہ منزل ہے تشریف لے جائیں۔ اس باب میں اُس نے بہت مبالغہ کیا اور ترغیب دی لیکن داراشکوہ کو تو یہ لو لگی ہوئی تھی کہ جلدی سے تخت و تاج کو حاصل کر کے ملک و مال پر متصرف ہو اس لیے مرزا بگشی کی بات کو نہ مانا اب اُس نے ملک جیون زمیندار دھاندر کے تعلقہ میں جانے کا ارادہ کیا۔ وہ داراشکوہ کا مرہونِ احسان تھا اور بندگی و اخلاص خاص کا اوعا کرتا تھا اور نامہ و پیام بھیجتا رہتا تھا:

صید راچوں اجل آید سوے صیاد رود

## ملک جیون کی حق ناشناسی و نمک حرامی:

اس زمیندار کے وطن کی حد میں پہنچا تو ملک جیون نکل کر اجل کی طرح استقبال کو گیا۔ اس میزبانِ مہمان کش حق ناشناس نے اس کو اپنے گھر میں اُتارا اور مہمانداری میں کمربستہ ہوا۔ یہ اتفاقات سے ہے کہ ان ہی دو تین روز میں داراشکوہ کی زوجہ نادرہ بیگم دختر پرویز مرگئی جو مرض اسہال میں مبتلا تھی۔ ان میاں بیوی میں کمال محبت تھی۔ خاوند کی مصیبت کے غم و رنج میں گھل گھل کر وہ مری تھی۔ خاوند کو غم پر غم اور الم پر الم ہوا۔ بیوی نے وصیت کی تھی کہ میری نعش ہندوستان کو بھیجنا

اس لیے داراشکوہ نے اس کو لاہور میں اپنے مرشد میاں میر کے مقبرہ میں دفن ہونے کے لیے بھیجا۔ غلطی یہ کی کہ گل محمد کو جو اس بے کسی میں رفیق شفیق ایک سپاہی کار آمد با اخلاص تھا اور جدا ہونے پر راضی نہیں ہوتا تھا ستر آدمیوں کے ہمراہ تابوت کے ساتھ بھیجا اور خواجہ معقول کو بھی جس کی رفاقت اس حال میں غنیمت تھی لاہور روانہ کیا۔ خود چند خدمت گاروں اور ناکارہ خواجہ سرایوں کے ساتھ رہ گیا۔ ماتم کے بعد یہ مصلحت جانا کہ صبح کو ملک جیون کو بدرقہ راہ بنا کے اور اپنے نقد و جنس کو ساتھ لے کر ایران کے ارادہ سے قندھار کو مرحلہ پیما ہو۔

ملک جیون بحسب ظاہر ایران تک رفاقت کرنے کے لیے مستعد ہوا تھا لیکن اُس نے اپنی ترقی احوال کے لیے حق نمک و احسان کا کچھ خیال نہیں کیا بلکہ اس کے گرفتاری کی فکر و تدبیر میں ہوا۔ مہمان کی رفاقت میں چند کوس چلا پھر اپنے بھائی کو طرار راہ زن جماعت کے ساتھ داراشکوہ کی خدمت میں چھوڑا اور خود یہ عذر بنا کے چلتا بنا کہ ایران کے سفر ضروری کا سرانجام کر کے دو تین منزل پر مل جاؤں گا۔ اس کے بھائی نے اپنی ہمراہ کی فوج لی اور بے خبر داراشکوہ کے سر پر جا چڑھا اور اس کو ہاتھ پاؤں ہلانے کی فرصت نہ دی کہ گرفتار کر لیا۔ اُس کو اور سپہر شکوہ اور اُس کے ہمراہیوں کو اس بھلے مانس میزبان کے پاس لائے اور ایک مقرری مکان میں ان کو محفوظ رکھا۔ اجمیر میں مرزا راجہ جے سنگھ و بہادر خاں جو داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مامور ہوئے تھے ان کو ملک جیون نے اپنی اس نیکو خدمتی کی اطلاع دی اور باقر خاں فوجدار بھکر کو بھی ایک اپنے حسن عمل کا خط لکھا اور ایک قاصد باد پا کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا۔ باقر خاں نے اُسی وقت حضور میں اپنی عرضداشت کے ساتھ ملک جیون کا خط شتر سوار کے ہاتھ بھیجا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے محرموں کو اطلاع دی اور خبر ثانی پہنچنے تک اس کے اخفا میں کوشش کی۔

## داراشکوہ کی گرفتاری سے عالمگیر کی پریشانی کا خاتمہ:

عالمگیر ایسا پریشان تھا کہ اس خبر سے نہ چہرہ پر نہ زبان پر کسی خوشی کا اظہار کیا اور نہ شادیانہ بجوایا پھر بہادر خاں کی عرضداشت آئی کہ جس میں اُس نے ملک جیون کی سعی سے داراشکوہ کے گرفتار ہونے کی مبارک باد دی اور لکھا کہ داراشکوہ کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔ جب یہ عرضداشت بادشاہ کی نظر سے گزری تو اُس نے اواخر ماہ شوال میں شادیانہ بجانے کے لیے اشارہ کیا۔ سب کو اس نوید کی اطلاع ہوئی اور اپنے جشن جلوس کے ایام عید الضحیٰ تک بڑھائے۔ جب یہ خبر منتشر ہوئی تو

ملک جیون کو ایک عالم نے گالیاں دینی شروع کیں۔ ملک جیون کے لیے بادشاہی خلعت اور فرمان منصب ہزاری دوصد سواروں کا بہادر خاں کے پاس بھیجا۔ بہادر خاں وسط ماہ ذی الحجہ میں داراشکوہ اور سپہر شکوہ کو حضور میں لایا۔ حکم ہوا کہ پدر و پسر کو اسی طرح مسلسل کھلی حوضی فیل پر بٹھا کر دارالخلافہ کے لاہوری دروازہ سے داخل کریں اور ساری خلق کے روبرو چاندنی چوک اور بازار سعد اللہ خاں اور ارک میں تشہیر کر کے پرانی دلی میں خضر آباد میں لے جائیں اور عمارت خواص پورہ میں مقید کریں۔ بہادر خاں نے یہاں ان کو پہنچایا اور حضور کی ملازمت میں آیا اور مورد عنایت بے پایاں ہوا۔ ملک جیون کو بختیار خاں کا خطاب ملا تھا۔ دوسرے روز جب شہر میں وہ داخل ہوا اور بازاروں میں گزرا تو اوباش آدمی اور داراشکوہ کے ہوا خواہ ہر کوچہ و بازار کے اہل فرقہ و پیشہ اور ہر قوم کے تماشائی ایک دوسرے کی تقلید کر کے جمع ہوئے اور بختیار خاں اور اس کے ہمراہیوں کو گالیاں دیتے تھے۔ اینٹ پتھر اور کوڑا کرکٹ نجاست آلود ایسے اس پر پھینکے کہ کئی آدمی مجروح ہو کر ہلاک ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ بختیار خاں سر پر سپر لگا کے اس بلا سے بچ کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ کہتے ہیں کہ اُس دن اگر کوتوال شہر اپنے آدمیوں کے ساتھ شہر کے آشوب کو رفع کرنے میں کوشش نہ کرتا تو شہر میں بڑا بلوہ ہوتا اور ملک جیون کے ہمراہیوں میں ایک جان سلامت نہ لے جاتا۔ افغانوں کے سر پر کوٹھوں سے عورتوں نے اس قدر خاک، دھول اور بول و نجاست سے بھرے ہوئے برتن پھینکے کہ تماشائیوں کو اذیت ہوئی۔ دوسرے روز کوتوال نے تحقیق کیا کہ اس فساد کا بانی ہیبت نام احدی تھا اس نے اس جرأت میں پیش قدمی کی تھی وہ سارے شہر کا مادۂ فساد اور آشوب تھا۔ علماء زمان کے فتویٰ سے اوّل ہیبت کو قتل کیا۔

## داراشکوہ کا عبرت ناک خاتمہ:

دوسرے روز کہ آخری ذی الحجہ تھا حکم دیا کہ داراشکوہ نے دائرہ شرع سے قدم باہر رکھا تھا، تصوف کو بدنام کیا تھا، الحاد و کفر پر نوبت پہنچائی تھی اس لیے اس کو ذبح کر کے اس کی نعش کو حوضہ فیل پر ڈال کر دوبارہ چوکوں کے بازاروں کے راستوں میں لے جائیں۔ سارے تماشائی اس کے حال و مآل کار پر گریاں تھے پھر اُس کو مقبرہ ہمایوں میں مدفون کیا اور سپہر شکوہ کے لیے بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ گوالیار بھیجا جائے اور وہاں مقید رہے۔ اصل حال تو یہ ہے جو لکھا گیا۔ اب آگے یہ جھوٹی کہانیاں بنائی گئی ہیں کہ اب داراشکوہ نے اس عالم میں بادشاہ بھائی کو خط لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

برادر من بادشاہ منت سلامت۔ سلطنت تمھیں اور تمھاری اولاد کو مبارک ہو مجھے اس کی ہوس نہیں رہی فقط ایک گوشۂ عافیت اور ایک لونڈی خدمت گاری کے لیے چاہتا ہوں کہ کچھ کھا پی لیا کروں اور تمھارے لیے دعا کیا کروں۔ اس عجز نامہ کا کیا خوبصورت جواب بھائی نے دیا ہے کہ علماء کو بلایا۔ اُن کے روبرو اس کی چند کتابیں پیش کیں جو مقامات صوفیہ اور تحقیقات کلمات محققین ہنود کے باب میں تصنیف و تالیف کی تھیں اور پوچھا کہ جس مسلمان کا یہ اعتقاد ہو اُس کے لیے شرع کیا حکم دیتی ہے۔ علماء نے کہا کہ ان کتابوں کے مضامین شرع کے خلاف ہیں اور جس مسلمان کا یہ اعتقاد ہو وہ ملحد ہے اور اُس کا قتل واجب ہے۔ یہ حجت شرعی قائم کر کے "اگر خوں بفتویٰ بریزی رواست۔" بظاہر نہایت افسردگی سے قتل کا فتویٰ جاری کیا۔ معلوم ہوا کہ مظلوم کا قتل کرنا کوئی قبول نہیں کرے گا اس لے ایک سنگ دل کو جو دارا شکوہ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا انتخاب کیا اور اس کے ساتھ چند ظالموں کو قید خانہ میں بھیجا۔ دونوں باپ بیٹے اس قید خانے میں مسور کی دال پکار ہے تھے، وہ اکثر اُسی دال کو زہر کے اندیشہ سے کھایا کرتے تھے جس وقت یہ قاتل سامنے آئے دارا شکوہ نے جان لیا کہ اجل کے فرشتے آن پہنچے۔ اُس وقت میں بھی خون تیموری نے اپنا رنگ دکھایا کہ ایک چھوٹی سی چھری لے کر وہ دشمنوں کے مقابلہ میں آیا۔ جب تک بہت سے ظالم اُس پر آ کر نہ ٹوٹ پڑے وہ نہ گرا۔ آخر زخموں سے چور ہو کر مارا گیا۔ پھر اس مردہ کی زندہ کی طرح کوچہ بازار میں تشہیر ہوئی۔ اس کا سر خون سے پاک صاف ہو کر طشت میں بادشاہ کے روبرو رکھا گیا۔ جب چھوٹے بھائی نے پہچان لیا کہ بڑے بھائی کا سر ہے تو زار زار رونے لگا اور بہت رنج اور کلمے کہہ کر فرمایا کہ ہمایوں کے مقبرہ میں اسے دفن کریں۔ اس جھوٹی کہانی کا بڑا حصہ ڈاکٹر برنیر صاحب کے سیاحت نامہ سے انگریزی کتابوں میں لکھا جاتا ہے۔ وہی ہتھیار لگا کے دو چار خدمت گاروں کے ساتھ چاندنی چوک میں دارا شکوہ کا تماشائی بنا تھا۔

## کل ممالک محروسہ میں غلہ اور اجناس کے باج کا بخشنا اور محاصل راہداری کا موقوف کرنا:

دوسرے سال ہر طرف خصوصاً شمال و مشرق میں لشکر کشی ہو رہی تھی اور بعض جگہ بارش کی کمی ہوئی تھی اس لیے غلہ مہنگا ہو گیا تھا اور ملک کے احوال میں اختلال آ گیا تھا۔ بادشاہ نے خلق اللہ کی رفاہیت حال پر نظر کی اور شکستہ احوال رعایا پر رحم فرما کر راہداری کی معافی کا حکم جاری کیا۔ یہ راہداری

ہر سہ گذر و سرحد معتبر پر لی جاتی تھی اور اس آمدنی کا بہت روپیہ حاصل کا خزانہ میں داخل ہوتا تھا۔ پاندری (جس کو تہ بازاری کہتے ہیں) جو ہر ایک سال و ماہ میں تمام ممالک محروسہ میں ان زمینوں اور مکانوں کے کرایہ میں لی جاتی تھی جن میں صنعت گر اور کاسب قصاب و کلال و سبزی فروش سے لے کر بزاز و جوہری و صراف تک بیٹھتے تھے۔ سررشتہ اور بازار کی اہر گل زمین پر دکان بنا کر خرید و فرخت کرتے تھے اور سرکار میں بدستور معمول کچھ دیتے تھے اور یہ آمدنی لاکھوں روپیہ سے زیادہ خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی اور ابواب مشروع و نامشروع مثل سَر شماری و برشماری و برگدی و چرائی بنجارہ اور حاصل ایام بازار عرس و جاترہ ہنود (ہنود اپنے معبد خانوں میں دور و نزدیک کے پرگنوں سے ہر سال ایک بار کتنے ایک لاکھ فراہم ہو کر اجناس کی خرید و فروخت کرتے تھے) مسکرات و قمار خانہ و خرابات خانہ و جرمانہ و شکرانہ اور چوتھائی حصہ وجہ ادا قرض کا جو حکام کی اعانت سے قرض خواہوں کو وصول ہوتا وغیرہ وغیرہ قریب اسی ابواب کے جن کی آمدنی کا کروڑوں روپیہ خزانہ سرکار میں داخل ہوتا تھا ان سب کو قلمرو ہندوستان سے معاف کرایا اور علاوہ اس کے عشور جنس غلہ کہ پچیس لاکھ روپیہ ازروے دفتر دیوانی کے محصل شرعی ہوتا تھا گرانی غلہ کے سبب سے معاف کیا۔ اور اس حکم کے اجرا کے واسطے جابجا صوبہ جات میں احکام گرز برداروں اور احدیوں کے ہاتھ روانہ فرمائے مگر نفس الامر یہ ہے کہ اگرچہ بادشاہ رعیت پرور نے ابواب مذکور کی معافی کا حکم جاری کر دیا اور یہ احکام بہ تہدید صادر کیے لیکن ان کی تعمیل سب جگہ پوری نہ ہوئی۔ پاندری کا محصول زیادہ تر مشہور پائے تخت وحاکم نشین شہروں (اکبرآباد، دہلی، لاہور، برہان پور) میں لیا جاتا تھا وہاں تو اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی۔ باقی ابواب کی ہر چند ممانعت بادشاہ نے کی لیکن دوردست فوجداروں اور جاگیرداروں نے دو سبب سے اس مال ستانی سے اپنا ہاتھ نہ روکا۔ اوّل عالمگیر کے عہد میں تمام ممالک محروسہ میں جاگیرداروں اور فوجداروں اور زمینداران جاگیر کے دل میں سیاست کا ترس اور واہمہ نہیں رہا تھا، دوم ابواب مذکور جو ممنوع ہوئے تھے وہ چاہیے تھا کہ سررشتہ دیوانی سے ارباب طلب کی تنخواہ کے وقت عمل حشو منہائی پروانہء جاگیر تنخواہ میں ہوتا، وہ کیا تو بادشاہ کی مرضی کے خلاف کیا جو تغافل اور عدم غور کے سبب سے یا اہل دیوان کی کفایت اندیشی کی وجہ سے عمل میں نہیں آیا۔ جاگیرداران عمدہ اس حجت کے سبب سے کہ ان ابواب کے دام پروانہ تنخواہ میں درج ہوئے ہیں زیادہ طلبی کی طمع کرتے اور ظلم کا اور اضافہ کرتے۔ راہداری اور ابواب مذکورہ میں بہت سے بدستور سابق بلکہ مزید

برآں ظلم و تعدی سے وہ لیتے تھے۔ اگر از روئے سوانح و وقائع بعض پرگنات کا حال بادشاہ سے معروض ہوتا، حکام کے منصب میں کمی ہوتی اور گرز برداران کے تعین سے اُن پر عتاب ہوتا اور گرز بردار مبلغ لے کر چندروز اس کے اخذ کو ممنوع کر کے آتے مگر بعد انقضاء ایام محدود مربی کے وسیلہ سے یا وکلاء کے باتیں بنانے سے منصب پر بحال ہوجاتے۔ اس لیے زیادہ تر ابواب معافی کا بندوبست عمل میں نہیں آیا۔ خصوصاً زر راہداری میں یہ محصول جس کی آمدنی بڑی ہوتی ہے۔ حق آگاہ خداترسوں کے نزدیک سب سے زیادہ ممنوع ہے اور مسافر آزاری کا بڑا مادہ فساد ہے۔ ہندوستان کے اکثر ممالک محروسہ میں بیوپاریوں سے اور بے بضاعت مسافروں اور محتاج رہ نوردوں سے فوجدار اور جاگیردار سابق سے زیادہ محصول راہداری ظلم و سختی سے لیتے تھے اور اب بھی لیتے ہیں۔ زمینداروں نے عدم باز پرس کے مشاہدہ کے سبب سے اپنے تعلقوں میں حکام بادشاہ کے تعلقوں کی راہوں سے زیادہ محصول راہداری لینا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو جنس و مال ارنگ و بنادر سے خریدا جاتا مکان مقصود تک پہنچنے تک اتنا روپیہ خرچ راہداری کے خرچ میں صرف ہوجاتا کہ مال کی قیمت دوچند ہوجاتی۔ یہ حال خافی خاں نے لکھا ہے کہ وہ دکن میں تھا۔ مرہٹوں کی لوٹ مار سے دکن میں یہی حال دیکھتا ہوگا جو اُس نے لکھا ہے مگر عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ اس راہداری کے محصول کے موقوف ہونے سے نمک ارزاں ہوگیا۔ اور قحط سالی میں بہت آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ جا کر سستا بکنے لگا اور قحط کا اندیشہ بھی کم ہوگیا۔

## محتسب کا تعین اور منہیات و مسکرات سے روکنا:

شہنشاہ اسلام پرور تھا اُس نے اپنی رائے سے ایک عالم ملا عوض وجیہہ کو محتسب مقرر کیا۔ وہ تدین و مسلمانوں کی مسئلہ دانی میں مشہور تھا۔ اس کو حکم تھا کہ وہ خلق کو منہیات اور محرمات سے خصوصاً شرب خمر اور بھنگ بوزہ اور تمام مسکرات سے اور فواحش و زانیات کی مباشرت سے منع کرے اور حتی المقدور بُرے کاموں سے خلق کو روکے۔ منصب داروں اور احدیوں کی ایک جماعت اس کی دستیاری اور معاونت کے لیے مقرر ہوئی کہ اگر بعض بے باک خودسر ملا کے کہنے کو نہ مانیں تو وہ اس کی رفاقت کر کے ان کی تنبیہ و تاکید کریں۔

## اکبرآباد کے قلعہ کے گرد حصار کا بننا:

ہم نے بہت جگہ لفظ شیر حاجی لکھا ہے مگر اس کے معنی نہیں بیان کیے۔ کسی زمانہ میں اہل عرف

قلعہ کی فصیل کو شیر حاجی کہتے تھے۔ اکبر آباد کا قلعہ جو شہنشاہ اکبر نے بنایا تھا اس کے گرد عالمگیر نے حصار شیر حاجی بنوایا یعنی قلعہ کی چار دیواری کے گرد ایک فصیل بنوائی، ایک پہلی فصیل سنگ سرخ کی تھی اب اس کے گرد دوسری فصیل پہلی کی طرح سنگ سُرخ فتح پوری کی بنوائی۔ سال دوم جلوس میں 15 رذیقعدہ کو اس کی بنیاد رکھی گئی۔ دریا کی جانب پستی بہت تھی اس لیے دیوار کا ارتفاع بارہ ذراع اور دیوار قلعہ سے اس کا فصل ساٹھ ذراع رکھا گیا اور عرض دیوار پانچ ذراع اور جوانب میں زمین مرتفع تھی۔ ارتفاع دیوار سات ذراع اور دیوار قلعہ سے فصل سات ذراع اور عرض دیوار چار ذراع رکھا گیا اور خندق شیر حاجی سے باہر مقرر ہوئی اور اس کے پانچ دروازے رکھے گئے۔ تین دروازے تو قلعہ کے دروازوں ہتھ پول وخضری واکبری کے روبرو اور ایک دروازہ دائیں دروازہ کے سامنے جو شاہ بُرج کی جانب ہے اور ایک اور دروازہ دروازۂ خردی کے محاذ میں جھروکہ کے نیچے۔ کنگرہ و سنگ انداز بدستور قلعہ رہے یہ فصیل تین سال میں تیار ہوئی۔

## قلعہ شاہجہان آباد میں آرام گاہ کے پاس ایک مسجد (موتی مسجد) کا بنانا:

عالمگیر اپنی دین داری کے سبب سے یہ چاہتا تھا کہ پانچوں وقت مسجد میں فرض وسنت ونفل ادا کرے اس لیے اُس نے آرام گاہ کے قریب ایک مسجد بنوائی جس کے سبب سے بغیر سواری اور طول مسافت کے مسجد میں پانچوں وقت پروردگار کی عبادت کیا کرے۔ اس مسجد کے لیے غسل خانہ کی سمت شمالی اور باغ حیات بخش کے درمیان زمین تجویز ہوئی اور اس میں سنگ مرمر کی مسجد بنائی گئی اس کے دو ایوان تھے جو طول میں متصل تھے اور سقف ہر ایک کی بہ شکل بنگلہ اور دائیں بائیں طرف دو گنبد اس طرح پر کہ ایوان عقب میں کہ محراب کی جگہ ہے گنبد باہر سے نمودار نہ ہو اور آگے کے ایوان میں تین گنبد عالی نمایاں ہوں، ایک بنگلہ کے اوپر اور دونوں بازوؤں کے اوپر عمارت کا طول 15 ذراع اور عرض نو ذراع سوائے اساس کے اور اس کے طول کا صحن پندرہ ذراع اور عرض بارہ ذراع اٹھارہ تسوا اور کرسی کی زمین کا ارتفاع صحن سے ڈیڑھ ذراع اور سمت شمالی میں ایک مختصر ایوان جس کا طول پانچ ذراع اور عرض ساڑھے تین ذراع۔ ایک در اس کا ایوان مسجد کی جانب اور نو منظر اس کے باغ حیات بخش کی جانب میں شرقی و تین غربی و تین شمالی۔ وسط ایوان میں ایک چھوٹا حوض جس میں پانی جوش کرے اور صحن مسجد میں تین دروازے باغ کی جانب کھلتے ہوئے۔ اس کے گنبدوں کی پوشش تانبے سے کی گئی اور اُس پر سونے کا ملمع کیا گیا۔ یہ مسجد پانچ سال میں ایک لاکھ

سات ہزار روپے میں تیار ہوئی۔

## شجاع کا حال سولہ مہینے کا بنارس سے بھاگنے سے رختنک تک بھاگنے میں:

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ 1 جلوس ماہ ربیع الثانی میں شہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں الہ آباد سے مرزا شجاع کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے۔ اب اس مہینے سے آگے سولہ مہینے کا حال جو اس شہزادہ سے متعلق ہے وہ لکھتے ہیں۔ شجاع الہ اباد سے بھاگ کر بنارس میں آیا اُس نے یہ ارادہ کیا کہ بہادر پور میں جو بنارس سے ڈھائی کوس پر گنگا کے کنارہ پر تھا ایک حصار بنا کے اور مورچال لگا کے یہاں چند روز قیام کرے اور جہاں تک ہو سکے دشمن کی مدافعت کرے اور جب کچھ بری بنے تو نوارہ میں بیٹھ کر بھاگ جائے۔ بہادر پور وہ زمین ہے جہاں اُس نے شاہجہان کی بیماری کے دنوں میں سلیمان شکوہ سے شکست پائی تھی اور بھاگا تھا اور بادشاہ سے قصور معاف کرایا تھا یہ سارا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اب یہاں اُس نے ایک دیوار کھینچی اور مورچال لگائے اور الہ آباد سے آنے کے وقت اُس نے قلعہ چنار گڑھ پر تصرف کیا تھا وہاں سے سات بڑی توپیں منگالیں اور مورچالوں میں نصب کیں اور آدمیوں کو بھیجا کہ وہاں سے مزید توپیں لے آئیں، جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ شہزادہ محمد سلطان اور معظم خان دو منزل پر آپہنچے ہیں تو اس کی عزیمت میں تزلزل ہوا اور بہادر پور میں توقف کرنا مصلحت نہ جانا چنانچہ پٹنہ میں بھاگ کر گیا اور 27 ربیع الاوّل کو اس شہر سے باہر آیا۔ ذوالفقار قرا قا قلو گوشہ نشین تھا اس کی بیٹی سے زبردستی کر کے اپنے بیٹے زین الدین کا نکاح کیا اور اس کے بعد آگے گیا۔ 6 جمادی الاخرہ کو مونگیرہ میں داخل ہوا، اس شہر کے ایک طرف پہاڑی اور دوسری طرف دریائے گنگ ہے اور افغانوں نے اپنے عہدِ حکومت میں اس شہر کے استحکام کے واسطے ایک فصیل بنائی تھی جو ایک طرف پہاڑ سے اور دوسری طرف گنگا سے ملتی ہے۔ یہ فصیل طول میں سوا کروہ جریبی تھی اس کے گرد خندق کھدی ہوئی تھی۔ شجاع نے احتیاطاً سال گزشتہ سے اس وقت تک اُس دیوار کی مرمت کی اور ہر تیس گز پر ایک بُرج بنایا اور اُس کی خندق کو ایسا گہرا کیا کہ پانی نکل آیا۔ غرض اس فصیل کے آسرے پر یہاں ٹھہرنے کا اور دشمن کی مدافعت کا ارادہ کیا۔ اس ہوس خام میں اُس نے اپنے آدمیوں کو مورچال تقسیم کیے۔ اور ان کو آلات توپ خانہ سے جو اس کے نوارہ میں تھے مستحکم کیا اور بہروز زمیندار کھڑک پور اپنی کسی مصلحت کے سبب سے شجاع سے بظاہر متفق تھا۔ شجاع نے دامنِ کوہ کی حفاظت اُس کو سپرد کر رکھی تھی جس میں سے ایک راہ دشوار گزار کبر نگر کو

جاتی تھی۔ راجہ کی ہواخواہی وموافقت سے مرزا کی بڑی خاطر جمع تھی۔

## محمد سلطان اور محمد معظم کا مونگیر کی تسخیر کا عزم:

جب شہزادہ محمد سلطان و معظم خاں شجاع کا تعاقب کرتے ہوئے اواسط جمادی الآخر میں مونگیر کی حدود کے قریب ہوئے اور مصلحت سنجی اور حسن تدبیر سے مونگیر کی تسخیر کا ارادہ کیا اور محاصرہ کیا اور محاصرہ کا طول ہوا تو کوہستان کی راہ سے جانے کا ارادہ کیا اور راجہ بہرور کو بتلایا کہ تمھارے حال پر اگر عبودیت و دولت خواہ کرو گے تو الطاف و مراحم خسروانہ اور مخالفت کرو گے تو قہر شاہانہ ہوگا۔ یہ پیغام دے کر اُس کو شہزادہ کی خدمت میں بلایا۔ راجہ بندگی اور خدمت گزاری پر تیار ہو گیا۔ کوہستان کی راہ کا افواج شاہی کا رہبر بنا۔ اس کی رہنمائی سے لشکر شاہی نے مونگیر کے پہاڑ کی جانب چپ کو چھوڑ دیا۔ دامن کوہ کھڑک پور کی راہ سے روانہ ہوئے جہاں جنگل و بیشہ ہے کہ شجاع کے عقب میں آ کر اس پر کام کو تنگ کریں۔ شجاع کو جب اس تدبیر پر اطلاع ہوئی تو وہ سمجھا کہ اگر میں مونگیر میں توقف کروں گا تو لشکر شاہی پیچھے سے آ کر راہ فرار کو مسدود کر دے گا پھر بنگالہ پہنچنا مشکل ہوگا جو اس کے اہل و عیال کا مقر اور حکومت وایالت کا مستقر ہے اور اس لیے 21 ر ماہ مذکور کو مونگیر سے وہ آگے چلا گیا۔ لشکر شاہی اس خبر کو سن کر پیالپور سے جو مونگیر سے بیس کروہ پر اکبر پور کی سمت میں ہے سیدھی راہ چلا اور مونگیر میں معظم خاں آ گیا کہ اُس کا بندوبست کرے۔ شہزادہ محمد سلطان نے خان مذکور کے آنے تک یہیں قیام کیا شجاع موضع رانگا ماٹی میں آیا۔ وہ جو مونگیر سے 33 کروہ اور اکبر نگر سے پندرہ کوس تھی۔ اس کی ساری وضع مونگیر کی سی تھی کہ ایک طرف پہاڑ تھا اور دوسری طرف گنگا۔ شجاع نے یہ سنا کہ بادشاہ لشکر راہ راست سے آئے گا اس لیے یہ گمان تھا کہ کوہستان کی راہ ناقابلِ عبور ہے اس کو چھوڑ کر راہ متعارف سے میرا تعاقب ہوگا تو اُس نے یہاں بھی مونگیر کی طرح قیام کرنے کا ارادہ کیا اور استحکام کے لیے ایک دیوار دریا سے کوہ تک بنوائی پندرہ روز یہاں قیام کیا اور دیوار کے استحکام میں اور مورچال کے بنانے میں مشغول رہا۔ خواجہ کمال افغان بیر بھوم و جاٹ نگر کا زمیندار تھا اپنے زمیندارانہ مطالب و مدعاؤں کے لیے بظاہر شجاع کے ساتھ موافقت کا دھرم بھرتا تھا۔ شجاع کی یہ حماقت تھی کہ اُس نے خواجہ کمال کو راجہ بہروز پر قیاس نہیں کیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے اس کی ہواخواہ کے اعتبار پر یقین تھا اس نے اپنے نوکر اسفندار معموری کو اس کے ہمراہ موضع بیر بھوم میں بھیجا کہ اس کے حدود میں سے جنگل و بیشہ کی راہ سے لشکر شاہی کو نہ

گزرنے دیں اور اس کو روکیں معظم خاں مونگیر میں پہنچ کر شہر و قلعہ کے نظم و نسق میں مشغول ہوا بادشاہ نے محمد حسین سلدوز کو مونگیر کا قلعہ دار مقرر کیا تو وہ ضبط و بندوبست سے فارغ ہو کر پھر شہزادہ محمد سلطان سے جاملا اور پیالہ پور سے بدستور سابق بیشہ و کوہ کی راہ سے مقصد پر متوجہ ہوا۔

## خواجہ کمال کی فراست اور دور اندیشی:

خواجہ کمال اپنے سود وزیان کو خوب جانتا تھا اُس نے بیر بھوم میں راجہ بہروز کی طرح عمل کر کے اولیاء دولت سے مخالفت نہیں کی اور خود بادشاہ زادہ کے پاس چلا آیا اور لشکر شاہی کو بیر بھوم میں راہ بتائی۔ لشکر شاہی نے دامن کوہ میں راہ لی۔ اسفندار نے جب دیکھا کہ خواجہ کمال لشکر شاہی سے متفق ہو گیا تو اُس نے مایوس ہو کر معاودت کی۔ لشکر بادشاہ کا واقعہ عجیب یہ ہے کہ راجپوتوں نے لشکر سے جدا ہو کر شورش مچائی۔ راجپوتوں کے پاس جنگ اجمیر کی جھوٹی جھوٹی خبریں آنی شروع ہوئیں۔ جب لشکر شاہی پیالہ پور سے روانہ ہوا تو کنور رام سنگھ ولد راجہ جے سنگھ و راؤ بہار سنگھ ہاڈہ نے بہت سے راجپوت سرداروں کو اپنی ساتھ لے کر بیدانشی و کوتہ اندیشی سے نہ حال کی تحقیق کی نہ مآل کار سوچا اور فوج کی ہمراہی چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ چندروز پہلے بادشاہ زادہ کی سواری کے اترنے کے وقت کورنش کرنی چھوڑی اور اُس کے پاس جانا موقوف کیا اور جنگ اجمیر کی متوحش خبریں اُڑا کر عقیدت مندوں کا دل دکھایا۔ جب لشکر شاہی بیر بھوم سے دو منزل تھا تو 12/رجب کو اُنہوں نے اپنے سلوک میں تغیر پیدا کیا جو مقام ہر ایک کے واسطے مقرر تھا وہاں وہ نہ اُترا اور سب جمع ہو کر لشکر سے دور فروش کش ہوتے اور کوچ کے وقت لشکر سے پیچھے چلتے۔ 16/رجب کو کہ لشکر شاہی بیر بھوم سے تین منزل گزرا تھا کہ ان سب راجپوتوں نے مخالفت کر کے معاودت کی۔ معظم خاں بہ مقتضاء مصلحت ان کے احوال کا معترض نہیں ہوا جب شجاع کو بیر بھوم سے لشکر شاہی کے آگے آگے بڑھنے کی خبر ہوئی تو وہ رانگاماٹی سے اکبر نگر کو چلا گیا اور اوائل رجب میں وہاں پہنچا۔ وہ سمجھتا تھا کہ لشکر شاہی سے مقابلہ کرنے کی تاب مجھ میں نہیں ہے تو وہ اواسط رجب میں گنگا سے پار جانے کے قصد سے اکبر نگر سے باہر آیا۔ اللہ وردی خاں اور اس کے بیٹے سیف اللہ خاں کو مار ڈالا۔ اس مقدمہ کا حال یہ ہے کہ شجاع چاہتا تھا کہ اکبر پور سے بارہ کروہ جو گزر دوگاچی ہے اس سے اُتر کر مخصوص آباد کو جائے وہ شہر سے نکلا تھا اور گزرگاہ مذکور سے دو تین کروہ پر تھا۔ سراج الدین جابری اور نور الحسن کو شہر میں چھوڑا تھا کہ اس کے کارخانوں اور آدمیوں کا انتظام کریں خود اس نے دریا کے کنارہ پر جا کر

کشتیوں کو تقسیم کیا اور مقرر کیا کہ اواخر شب میں دریا سے گزرے لیکن اس رات کو آندھی آئی اور دریا کا تلاطم کشتیوں کے چلنے کا مانع ہوا۔ وہ دریا کے کنارہ سے اپنے دائرہ میں آیا کہ صبح کو دریا سے عبور کروں گا جس وقت لشکر شاہی پلکھتہ میں مقیم تھا جو اس کی قیام گاہ سے پندرہ کروہ پر واقع تھا، اللہ وردی خاں یہ چاہتا تھا کہ میں لشکر شاہی سے مل جاؤں۔ جس شب کو شجاع کنار دریا سے اپنے خیمہ گاہ میں گیا تو اللہ وردی خاں شہر میں آیا۔

## شجاع کے آدمیوں کا اللہ وردی سے مل جانا:

شجاع کے بہت سے آدمی جو اس سے جدا ہونا چاہتے تھے وہ اللہ وردی خاں کے پاس آگئے کچھ سپاہ اس کی بھی تھی اس سبب سے اگر شجاع اس کے جانے کا مانع ہوتا تو وہ لڑنے کو بھی تیار تھا۔ جب شہر میں اس کے چلے جانے کی خبر شجاع کو معلوم ہوئی تو اس نے ایک تدبیر اس کے ہلاک کرنے کی سوچی اور وہ خود شہر میں چلا آیا اور اپنے آدمیوں کو اللہ وردی خاں کی حویلی کے گرد بھیج دیا اور جھوٹی جھوٹی خبریں اُڑانی شروع کیں جس کے سبب وہ آدمی جو شجاع سے برگشتہ ہو کر اللہ وردی خاں کے متفق ہوئے تھے جدا ہو گئے۔ سراج الدین جابری دیوان شجاع نے اللہ وردی خاں اور اس کے بیٹے سیف اللہ خاں کو دم دلاسے دے کر شجاع کے پاس لے جانے کے لیے گھر سے باہر نکالا۔ اس وقت شجاع کے آدمیوں نے اسے گھیر لیا۔ گنہگاروں کی طرح اس کے ہاتھ پیٹھ پر باندھ کر شہر سے باہر باغ میں شجاع کے پاس لائے جس نے اللہ وردی خاں اور اس کے چھوٹے بیٹے سیف اللہ خاں کو اپنے مشیرانِ فتنہ پرور کے فتویٰ سے اور مفسدان کوتہ نظر کی تحریک سے مار ڈالا اور اس کا سارا مال اسباب لوٹ لیا۔

## شجاع کا اکبر نگر سے نکل کر دوگاچی میں آنا:

21 رجب کو دوبارہ اکبر نگر سے نکل کر دوکاچی (کانجی) کے گھاٹ سے دریا پار ہوا اور اس گھاٹ کے محاذی زمین باقرپور میں اقامت کی۔ بنگالہ میں جنگ کا سارا مدار نوارہ پر ہے۔ اُس نے سارے بنگالہ کے نوارہ کو اپنے قبضہ وتصرف میں کیا اور باقرپور سے لے کر سوتی تک جابجا مورچال بنائے۔ اور ان کو نوارہ وتوپ خانے وسرداروں اور کام کے آدمیوں سے استحکام دیا۔ ماہِ رجب کو اکبر پور میں شہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں آئے۔ موضع مذکور اور باقرپور کے درمیان ایک مرتفع زمین تھی اس میں شجاع رات کے وقت کہ دشمن دیکھے میں اپنے آدمیوں کے ایک گروہ کو اور چند توپوں کو کشتی

میں لایا اور اندھیرے میں زمین پر قبضہ کیا اور اپنے مورچال بنائے اور دمدمہ تیار کیا کہ اہل نوارہ نے آسانی سے توپ وتفنگ چلانے شروع کیے۔ معظم خاں نے صبح کو اس سرزمین کے چھیننے کا ارادہ کیا اور بہت کوشش سے چند کشتیاں بہم پہنچائیں اور شام کو لشکر کو لے کر دریا کے کنارہ پر گیا۔ اول شب میں ہوا تیز چلتی تھی اور کشتی دریا میں نہیں چل سکتی تھی مگر آدھی رات کو جب آندھی تھی اور دریا کا تلاطم کم ہوا تو سپاہ کو کشتیوں میں بٹھا کر اس سرزمین کی طرف روانہ ہوا اور وہاں اپنے آدمیوں کو اُتار کر کشتیوں کو واپس بھیجا کہ وہ اور سپاہ کی کھیپ لائیں۔ اسی طرح آخر شب تک دو ہزار آدمی اور سردار مثل ذوالفقار خاں و فتح جنگ خاں و رشید خاں انصاری و لودی خاں و راجہ سبحان سنگھ بندیلہ و تاج نیازی مع اپنے تابینوں کے اور دو سو بیلدار اور توپ خانہ کا ایک حصہ یہ سب دریا سے پار اُتر گیا۔ جب صبح کو مخالفوں کو اس لشکر کے عبور کی خبر ہوئی تو ان کے ثبات قدم میں لغزش آئی اور کشتیوں میں توپوں کو ڈال کر بھاگ گئے۔ لشکر شاہی نے اس زمین پر قبضہ کیا اور اس میں دشمنوں کے مورچالوں کی جگہ اپنے مورچال قائم کیے۔ دوسرے روز دشمن بڑی جمعیت اور کل نوارہ کو ساتھ لے کر اس سرزمین پر آیا۔

## کشتیوں پر معرکہ کارزار کا گرم ہونا:

کشتیوں پر سے توپ وتفنگ کی جنگ شروع ہوئی۔ پانی پر آتش کارزار روشن ہوئی۔ بادشاہی لشکر نے اپنے مورچالوں میں قائم ہو کر دشمنوں کی مدافعت میں کوشش کی۔ توپوں کی مار سے چھ کشتیاں ڈبوئیں دشمنوں کے ایک گروہ نے کشتیوں سے اُتر کر نوارہ کے استظہار پر دریا کے کنارہ پر مورچال بنانے چاہے کہ تاج نیازی کے افغانوں اور معظم خاں کے تابینوں نے حملہ کر کے اُن کو یہاں ٹھہرنے نہیں دیا۔ طرفین سے جنگ نمایاں ہوئی طرفین کے سردار اور آدمی مارے گئے۔ ایک دن بعد پھر نوارہ کے استظہار پر دشمنوں نے جنگ قائم کی لیکن لشکر شاہی سے مغلوب ہوئے۔ کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے آخر کو دشمنوں نے تھک کر اس سرزمین کے لیے جنگ سے ہاتھ کھینچا اور اپنے مورچالوں کے مستحکم کرنے میں مصروف ہوئے۔ ہمیشہ ان کا نوارہ دریا پر گشت کرتا۔ کبھی اکبر نگر کی سمت جاتا وہاں محمد مراد بیگ سپاہ کے ساتھ متعین تھا اُس سے رات دن توپ وتفنگ سے ہنگامہ جنگ کو گرم کرتا۔ دوکاچی و اکبر نگر کی سمت میں دریا بڑا چوڑا تھا اور شجاع نے بادشاہی لشکر کے توپ خانہ کے مقابل میں اپنے توپ خانہ اور سپاہ کو جما رکھا تھا۔ اس قدر نوارہ کہ لشکر بادشاہ عبور کرکے

میسر نہیں ہوتا تھا تو معظم خاں نے یہ چاہا کہ چھ سات ہزار سوار ساتھ لے اور شہزادہ محمد سلطان سے جدا ہو کر سوتی کی طرف جائے جو اکبر نگر سے چودہ کوس پر جہانگیر نگر کی سمت میں ہے اور وہاں سے دریا پار جانے کا ارادہ کرے اور لشکر شاہی دو کاچی سے سوتی تک جا بجا دریا کے کنارہ پر مور چال بنائے اور گھات میں بیٹھے۔ خان کچھ سپاہ کے ساتھ سوتی میں مقیم ہوا، دریا پار جانے کی اور دشمنوں کے مارنے کی تدبیر میں لگا اور علی قلی خاں کو ایک جماعت کے ساتھ دونا پور کے محاذی مقرر کیا۔ یہ موضع چھ کوس کے قریب جہانگیر نگر سے ہے۔ شہزادہ محمد سلطان کو ذوالفقار خاں اور اسلام خاں وفدائی خاں اور لشکر کے ساتھ دو کاچی میں متعین کیا کہ وہ شجاع کے مقابلہ میں بیٹھیں۔

## شجاع کا سردار انور الحسن کو مدافعت پر متعین کرنا:

شجاع نے اپنے سردار نور الحسن کو فوج اور توپ خانہ کے ساتھ بھیجا کہ سوتی کے مقابل میں بیٹھ کر دشمنوں کی مدافعت کرے اور اسفندیار معموری کو ایک جماعت کے ساتھ وہ ناپور بھیجا کہ لشکر شاہی کو نہ اترنے دے اور اپنے بڑے بیٹے زین الدین کے ساتھ تمام مستورات و زائد اموال و اشیاء کو ٹانڈہ میں بھیج دیا۔ معظم خاں نے سوتی میں نوارہ کا اہتمام کیا سو کشتیوں کے قریب جمع کیں اور ان کا سامان تیار کیا اور رات دن دشمن کی کمین گاہ میں لگا رہا مخالفوں نے دمدمہ بنا کے آٹھ بڑی توپیں اس پر نصب کیں اور ہمیشہ لشکر شاہی پر ان سے گولہ اندازی کی جس سے بادشاہی سپاہیوں اور اہل اُردو و دواب پر آسیب پہنچتا۔ معظم خاں نے چاہا کہ دشمنوں پر دست برداری کرے اُس نے کشتیوں کو آلات توپ خانہ سے پُر کیا۔ اور تفنگچیوں اور کام کے آدمیوں کو اس میں سوار کیا کہ دریا کے اس طرف جا کر دست بردی کریں۔ جب یہ کشتیاں دریا کے قریب پہنچیں تو غنیم کے نوارہ کے دیدبانوں اور قراولوں کی خبر ہوئی تو ان کا نوارہ لڑنے کو آیا بادشاہ کے فریق نے کچھ کام نہ کیا اور واپس چلا آیا۔ دوسرے روز معظم خاں نے دوبارہ بیس بندہائے بادشاہی اور اپنے غلاموں کو جماعت کو کشتیوں میں بٹھایا اور دن کو جس وقت ہوا میں بڑی حرارت تھی اور دشمن غافل تھے بھیجا کہ شاید اس فرصت میں دستبردی ہو سکے۔ یہ کار طلب چالاک ہوا کی طرح سیر کر کے دریا سے گزرے اور غنیم کے توپ خانہ پر جو دریا کے کنارہ پر مور چالوں میں تھا پہنچ گئے اور دلیری اور تیز دستی سے چھ توپیں چھین کر اپنی کشتیوں میں لے آئے اور دو بڑی توپوں کو آتش گاہ میں میخیں ٹھوک کو بیکار کر دیا وہ کشتی میں نہیں آسکتی تھیں اور معاودت کی۔ جب شجاع کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اُس نے سید عالم کو جو اس سے

لشکر کا رکن اعظم تھا ایک تازہ فوج کے ساتھ بجائے نور الحسن کے متعین کیا۔

## بادشاہی لشکر کو صدمہ عظیم کا پہنچنا:

اب بادشاہ کے لشکر پر ایک صدمہ عظیم پہنچا جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی فتح یابی کے بھروسہ پر معظم خاں نے دوبارہ 19 رشعبان کو لشکر اور نامی سرداروں کو کشتیوں میں سوار کیا اور آخر شب تک اہتمام کر کے تہتر کشتیاں مردان کار اور آلات پیکار سے پر کیں۔ صبح کے قریب دشمن کی طرف روانہ ہوا۔ غنیم پہلی طرح سے غافل نہ تھا بلکہ وہ اس عزیمت سے آگاہ تھا اور اس کی مدافعت کے لے تیار تھا رات دن حزم و پاسداری کے لوازم اور بیداری اور ہوشیاری کے مراسم کو ادا کرتا تھا۔ وہ خان کی اس عزیمت سے پہلے سے آگاہ تھا اور اس کی مدافعت کے لیے تیار تھا۔ مورچال سے دور دمدموں کے عقب سے دشمنوں کی کشتیوں کے نزدیک دریا کے کنارہ پر سید عالم شائستہ لشکر اور چند جنگی مست ہاتھی لے کر پہنچا۔ سب سے پہلے بادشاہی تین کشتیاں پہنچیں ان میں سے اہتمام خاں اور لشکر نے اُتر کر دشمنوں کے مورچالوں پر حملہ آوری کی۔ مورچالوں میں موجود آدمی بھاگ گئے لشکر شاہی نے ان مورچالوں پر اپنے علم قائم کیے۔ عالم خاں یہ دیکھ کر کمین سے نکلا بادشاہی کشتیوں میں سے تھوڑے آدمی اُترے تھے اور ان پر سید عالم نے حملہ کیا۔ انھوں نے مقابلہ کر کے اپنے مورچالوں میں مخالفوں کو گھسنے نہ دیا لیکن کشتیوں میں جو آدمی تھے اُن کو امداد اور اعانت کی توفیق نہ ہوئی اور تمام نوارہ میں سے صرف چھ کشتیاں کنارہ پر آئیں جن میں سے کچھ آدمی اُتر کر مورچالوں میں داخل ہو گئے اور باقی اُتر رہے تھے کہ مخالفوں نے یہ حال دیکھا تو وہ دلیر ہوئے اور اس ہیئت اجتماعی سے کہ اول مورچالوں پر حملہ آور ہوئے تھے دو مست ہاتھی لے کر مورچال کے متعرضہ ہوئے بلکہ ان کشتیوں پر ہجوم کیا اور خوب لڑے۔ معظم خان نے ہر چند کوشش کی کہ کمک کے لیے کشتیوں کو لے جائے مگر کوئی صورت اس کی نہ ہوئی۔ اس اثناء میں کہ لشکر شاہی دشمن سے لڑ رہا تھا مخالف کے چند کوسہ (جہاز) جنگی ان کشتیوں کے اطراف سے آئے اور پانی پر لڑائی کی آگ بھڑکائی۔ فتح جنگ خاں مع اپنے رفیقوں کے دشمن سے خوب لڑا۔ اس کو تفنگ کا ایک زخم اور تیر کے دو زخم لگے اور سرداران شاہی زخمی و قتل ہوئے کچھ آدمی کشتی سے اُتر کر دشمن سے لڑے کچھ کشتیوں سے اتر کر دشمنوں سے لڑنا چاہتے تھے کہ دشمن کی فوج کی کمک دو سو سواروں کی جس کے آگے ہاتھی تھا آن پہنچی۔ اس نے حملہ کر کے لشکر شاہی میں سے بعض کو مارا بعض کو بھگایا بعض کو زخمی کیا بعض کو اسیر کیا

یوں سپاہ کا قصہ تمام کیا پھر مورچالوں پر حملہ کر کے اہتمام خاں کو مارا بادشاہی لشکر کو کمک نہیں پہنچی دشمنوں کے آدمیوں اور ہاتھیوں نے لشکر شاہی کو پریشان و پراگندہ کر دیا۔اس لڑائی کے چند روز بعد برسات آ گئی مینہ برسنا شروع ہوا۔اس کے قطروں نے پیکار کے غبار کو بٹھا دیا بارش کی کثرت نے جنگ کی آتش کو بجھا دیا۔طرفین نے بساط نبرد کو طے کیا اور برسات کے بسر کرنے کے سرانجام میں مصروف ہوئے۔

## شہزادہ محمد سلطان کا مرزا شجاع کے پاس جانا اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا:

بادشاہ نے معظم خاں کو لشکر کا بالکل اختیار کمال استقلال کے ساتھ دیا اب تک جو لڑائیاں ہوئیں ان میں فوجوں کو بھیجنا اور امیروں کا مقرر کرنا معظم خاں کے اختیار میں تھا شہزادہ محمد سلطان کو اپنے اتالیق کا یہ اختیار ناگوار تھا۔جب شجاع کو اس امر پر اطلاع ہوئی تو وہ اس فکر میں ہوا کہ بادشاہ زادہ کو اپنی طرف مائل کیجیے۔زمانہ سازی کر کے اکثر اوقات نامے لکھتا اور تحفے تحائف بھیجتا رہتا۔جو جوانان ناتجربہ کار کے دل کے تسخیر کرنے کی تدبیر ہے۔رفتہ رفتہ اُس نے تزویر آمیز تدبیر کا رشتہ ایسا مستحکم کیا کہ شہزادہ نے اس کی لڑکی سے جو پہلے اس سے نامزد ہو چکی تھی ازدواج کے لیے جانا قبول کیا اور اس نے پیغام ابلہ فریب بھیجے کہ بیٹے کے دل میں باپ کی عقیدت کچھ نہ رہی۔جوانوں کو آزمودہ کار بڈھوں کی نصیحت وصحبت و رفاقت سے نفرت ہوتی ہے اور بے کمال بدمآلوں کی صحبت سے زیادہ رغبت ہوتی ہے جس سے کہ عقل و آبرو و دولت و خاک میں ملتی ہے۔ان دنوں میں ایک غماز جماعت واقعہ طلب صاحب غرض نے بادشاہ زادہ اور معظم خاں کے درمیان غبار خاطر روز بروز یہاں تک بڑھایا کہ بادشاہ زادہ نے شجاع سے مل جانے کا ارادہ کیا اور آخر رمضان آغاز 3 جلوس میں اپنے مصاحبوں و مقربوں کے ہاتھ شجاع کو یہ پیغام بھجوایا کہ آخر شب میں آپ پاس کشتی میں بیٹھ کر آتا ہوں میرے توپ خانہ کا داروغہ امیر قلی اور قاسم علی میر توزک اور چند خواجہ سرا اور خدمہ محل میرے ہمراہ ہوں گے جواہر اور خزانہ جتنا لا سکوں گا لاؤں گا۔شجاع اس خبر کو فضل الٰہی سمجھا اور اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر کو شہزادہ کے استقبال کے لیے بھیجا وہ چند کشتیوں اور بہت سے کمہاروں کے ساتھ اس کے خزانہ و اسباب کے لانے کے لیے دریا کے کنارہ پر پہنچا۔27 رمضان کو جب بادشاہ زادہ دریا کے پار اُتر گیا اور شجاع کے آدمی خزانہ اور اسباب لینے گئے تو اس راز سربستہ کا افشا ہوا،اس سانحہ سے لشکر میں فتور و اختلال پیدا ہو کر بندہائے بادشاہی بیدل اور سست ہمت ہوئے۔شجاع

نے کچھ لشکر نوارہ سے دوگا جی میں بھیجا کہ شہزادہ کا لشکر اور کارخانہ جات داموال واشیاء جو لاسکیں
لے آئیں۔ معظم کو جب ہی رات کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی گو اُس کے دل میں شاید خوف پیدا ہوا
مگر ظاہر میں اُس نے اپنے حسن ہمت و نیروی تدبیر سے ثبات وسکون کی عنان کو ہاتھ سے نہیں دیا
اور بالکلہر اس وتزلزل کا مغلوب نہ ہوا اور اپنے اخلاص و دولت خواہی کی راہ مستقیم سے قدم باہر نہیں
رکھا اور جریدہ سوتی سے دوگا جی میں گیا اور لشکر کو جو اس واقعہ سے ڈگمگا رہا تھا استمالت ودلدہی سے
مستقل کیا اور مخالفوں کی جماعت جو شہزادہ کے لشکر اور خارخانہ جات داموال واسباب کو لینے آئی تھی
اس کو یہاں سے دفع کیا اور اس قضیہ نالائم کے تدارک میں مشغول ہوا۔ یہ موسم پانی کی طغیانی کا
تھا اس لیے طرفین نے مورچے اُٹھا لیے۔

## معظم کا موسم برسات گزارنے کے لیے موضع معصومہ بازار جانا:

معظم خاں برسات بسر کرنے کے لیے موضع معصومہ بازار میں چلا گیا جہاں کی زمین اونچی
تھی اور اکبر نگر سے تیس کوس کا فاصلہ رکھتی تھی اور اس کی تجویز سے ذوالفقار خاں واسلام خاں وفدائی
خاں وسید مظفر خاں واخلاص خاں خویشگی و راجہ اندرمن بندیلہ وقزلباش خاں اور چند اور امراء اور
اکبر نگر میں رہے۔ بادشاہ کی یہ رائے تھی کہ معظم خاں کا لشکر مخصوص آباد و اکبر نگر کی طرف سے دشمن
کے استیصال میں کوشش کرے اور ایک فوج دریائے گنگ کی اس طرف سے ٹانڈہ جائے اور جہاں
شجاع کا بنگاہ ہے وہاں اس کا قافیہ تنگ کریں۔ اس لیے بادشاہ نے داؤد خاں صوبہ دار بہار کے نام
حکم بھیجا کہ وہ اس خدمت پر مستعد ہو اور ٹانڈہ جائے جس کمکی اور تابین کو چاہے ساتھ لے
جائے۔ جب یہ فرمان داؤد خاں کے پاس آیا تو اس نے شیخ محمد حیات اپنے بھتیجے کو پندرہ سو سپاہ کے
ساتھ پٹنے میں چھوڑا اور ماہِ رمضان کو رشید خاں ومرزا خاں وہادی داؤد خاں وخواجہ عنایت اللہ وتمام
صوبہ بہار کے کمکیوں کو لے کر گنگا سے اُترا۔ برسات کا موسم تھا ندی نالے چڑھے ہوئے تھے اور
دریائے ترجوک وگندک اور دریائے گنگ کے اور شعبے راہ میں پڑتے تھے اس فصل میں بغیر کشتی وپل
اُترنا مشکل ہے دشمن اپنے نوارہ کے مظاہرہ کے لیے پر دریا پر پھر رہا تھا اور کنارہ پر جابجا مورچال بنا
رکھے تھے اور مدافعت کے لیے سپاہ مقرر کر رکھی تھی جو نہ خشکی میں نہ تری میں راہ چلنے دیتی تھی۔ اس
لیے مونگیر و بھاگل پور جانے میں داؤد خاں کو دیر لگی اور اس عرصہ میں اکثر اوقات لشکر شاہی اور مرزا
شجاع کے لشکروں میں لڑائیاں ہوئیں جن میں ہر دفعہ لشکر شاہی کو غلبہ رہا جب موضع قاضی کریہ میں

کہ بھاگل پور سے قریب ہے داؤد خاں پہنچا تو نالے ندی اور آب کوسی و کالہ پانی و مہاندی برسات کے سبب سے طغیانی میں آرہے تھے ان سے گزرنا ضروری تھا اس لیے باقی برسات بسر کرنے کے واسطے وہ اس موضع میں مقیم ہوا۔ برسات کے سبب سے لشکر شاہی نہ ہل سکا۔ بادشاہ نے دلیر خاں کو کمک کے لیے اپنے پاس سے بھی روانہ کیا۔

## اکبر نگر پر شجاع کا قبضہ:

اکبر نگر کے ایک طرف کوہستان ہے۔ برسات میں اس کے تین طرف جھیل کا پانی اس قدر کھڑا ہو جاتا ہے کہ آدمی گھوڑا جا نہیں سکتا۔ عین شہر میں کشتی کام کرتی ہے۔ اس ملک کے کام کا مدار نوارہ پر ہے اور نوارہ پر غنیم متصرف تھا دریا کی راہ سے سپاہ شاہی کو آذوقہ نہیں پہنچتا تھا اور اس سبب سے کہ راجہ ہرچند زمیندار بنجو و مرزا شجاع کے ساتھ متفق تھا۔ وہ کوہستان کی طرف سے بنجاروں کو نہیں آنے دیتا تھا ان کو لوٹ لیتا تھا کسی راہ سے بادشاہ لشکر میں غلہ نہیں پہنچتا تھا اس سبب سے اکبر نگر میں سپاہ کا خستہ حال تھا۔ اکثر آدمی اور دواب کھانا نہ ملنے سے بھوکے مر گئے۔ بادشاہ کے لشکر کی ایک جماعت زمین مرتفع پر برسات کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ جب اس حال پر شجاع کو اطلاع ہوئی تو اس نے اکبر نگر کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ شجاع عباس میر بحر کو چار سو سواروں اور کچھ نوارہ کے ساتھ موضع بتوارہ میں بھیجا جو اکبر نگر سے دریا کے ساحل پر آٹھ کوس پر ہے اور اس کی زمین مرتفع ہے۔ اکبر نگر بادشاہی لشکر کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اس کے اکثر نوکروں کے عیال اور اموال تھے۔ معظم خاں و ذوالفقار خاں کی معدلت و نصفت کے سبب سے کسی شخص کا مقدور نہ تھا کہ وہ شجاع کے متعلقوں اور منسوبوں کے مال کا تعرض کرتا مگر یوں ان کا مال غارت ہوتا اور ان کی ناموس اوباشوں کے ہاتھ میں پڑتی کہ شیخ عباس مذکور ہمیشہ نوارہ کی ایک جماعت کو اکبر نگر کی تاخت و تاراج کے لیے بھیجتا۔ اب شجاع نے دلیر ہو کر دریا کے اس طرف آنے کا قصد کیا۔ سراج الدین جابری کو ٹانڈہ میں اپنی بنگاہ کی محافظت کے لیے بھیجا۔

## شجاع کی پتوارہ میں آمد:

9/ذی الحجہ کو وہ خود اس کنارہ پر پتوارہ میں آیا۔ اُس نے شہزادہ محمد سلطان کو ٹانڈہ روانہ کیا کہ اس کی بیٹی سے نکاح کر کے مراجعت کرے۔ 13/ ماہ مذکور کو پتوارہ سے اکبر نگر میں آیا اور راجہ اندرمن سے لڑائی ہوئی مگر اُس نے ہزیمت پائی۔ اسلام خاں و فدائی خاں اور تمام لشکر شاہی کے عمدہ

سردار اپنے اغراض باطلہ نفسانی کے سبب سے ایک دوسرے کے خلاف تھے وہ شجاع سے نہ لڑے
لشکر شاہی کو منجوہ جہاسہ سے معصومہ بازار کی طرف بھاگ گیا اور اکبرنگر پر شجاع کا قبضہ ہوگیا اور
بعض بادشاہی ملازم شجاع سے جا ملے۔ اور محمد سلطان کے اکثر نوکروں نے شہزادہ کے کارخانوں و
ہتھیوں اور گھوڑوں پر تصرف کیا جس سے شجاع کو تازہ جرأت وقوت وشوکت حاصل ہوئی اور اُس کا
لشکر اکبرنگر میں بے مزاحم ومانع قائم ہوا اور برسات کا موسم اُنہوں نے یہیں بسر کیا۔ جب برسات
ختم ہوئی اور شہزادہ محمد سلطان شادی کے بعد اکبرنگر میں آیا تو اُس نے معظم خاں سے معصومہ بازار
میں جہاں سارا لشکر شاہی جمع تھا لڑنے کا قصد کیا اور محمد سلطان اور بلند اختر ہزار سوار لے کر جنگ
کے آہنگ سے سوار ہوئے۔

## معظم خاں کی مدافعت کے لیے تیاری:

معظم خاں بھی غنیم کی یہ خبر سن کر کہ وہ اکبرنگر سے روانہ ہوا ہے معصومہ بازار سے مقابلہ و
مدافعہ کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ موضع بلکھتہ کے نزدیک آیا تو وہ ایک عمیق نالہ کے عقب میں مقیم
ہوا جو بھاگیرتی دریا پر منتہی ہوتا ہے اور اُس نے دو پل آدھ کوس کے فاصلہ پر باندھے کہ ایک لشکر
کے آگے اور دوسرا بلکھتہ کی جانب راست میں تاکہ جس وقت لشکر چاہے ان دو پلوں پر سے گزر
جائے۔ پلوں کے اس طرف مورچال بنائے اور توپ خانوں کے آلات سے ان کو استحکام دیا۔
اپنے روبرو کی سمت میں مورچال میں توپ اندازی کا اہتمام محمد مراد بیگ کو دیا اور دائیں طرف کے
پل کی محافظت یکہ تاز خاں کو سپرد کی اور پیر محمد اعزاز خاں کو آغروں کے فرقہ کے ساتھ قراولی پر مقرر
کیا اور اب دشمنوں کے آنے کے انتظار میں بیٹھے۔ دو مہینے بعد ماہِ ربیع الثانی سال دوم جلوس کو حدود
بلکھتہ میں لشکر شاہی کے مقابل میں شجاع آیا۔ وہ چونکہ درمیان میں حائل تھا اس لیے توپ و تفنگ
لڑائی ہوئی لشکر شاہی کی قراولی جو نالہ سے پار چلی گئی تھی وہ شجاع کو نالہ کے پاس نہیں آنے دیتی تھی
شجاع کو خبر لگی کہ جسرِ بالا میں لشکر شاہی کم ہے تو نویں روز لشکر شاہی کے روبرو سے ہٹ کر شجاع اور
اُس کا بیٹا بلند اختر اور شہزادہ محمد سلطان نے جا کر یکہ تاز خاں کو شکست دی اُس کو اور اُس کے دو
بھائیوں کو مار ڈالا اور لشکر بادشاہی کے امیروں اور بہت سے آدمیوں کو بستہ و زخمی کیا۔ جو آدمی بچے
وہ ذوالفقار خاں پاس چلے گئے۔ ذوالفقار خاں نے توپ و تفنگ سے جنگ کو گرم کیا اور دشمنوں کی
کثرت کو دیکھ کر کشتیوں کو جلا دیا کہ اگر غنیم کا غلبہ ہو تو وہ دریا سے نہ گزر سکیں۔ معظم خاں نے لشکر کی

حفاظت ذوالفقار کو سپرد کی اور خود نالہ سے پار دشمنوں سے لڑنے گیا۔ اور لشکر کو شائستہ آئین سے مرتب کیا اور دشمن سے ایک جنگ عظیم ہوئی اور بڑے بڑے امیر زخمی ہوئے۔ شجاع نے جب سنا کہ معظم خاں نالہ سے اُتر کر لڑنے آیا ہے تو اُس نے ذوالفقار سے پُل کے سرے پر لڑنے کے لیے ایک لشکر مقرر کیا اور خود معظم خاں سے لڑنے آیا۔ معظم خان نے چاہا کہ جس طرح اُس نے لشکر کو مرتب کیا تھا اسی ترتیب سے دشمن پر حملہ کرے مگر امیروں نے انانیت اور خودسری کے سبب اس کی بات کو نہ سنا اور فرمان بری نہ کی بلکہ نفاق کر کے خودداری اور کوتاہی کی۔ لشکر شاہی بے ترتیب ہوا اور اُس نے ہزیمت پائی۔ جب معظم خاں نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنے خیمہ گاہ میں آیا اور داؤد خاں اور دلیر خاں کی کمک آنے تک جنگ کو موقوف کیا۔ اور مخصوص آباد کو چلا گیا تو شجاع نے معظم خاں کی جرأت واستقلال میں کمزوری کا گمان کیا اور وہ مخصوص آباد کی طرف آیا کہ بھاگیرتی کو عبور کر کے لشکر شاہی سے لڑنے نصیر پور کی گزر پر جہاں لشکر شاہی پہنچا تھا شجاع نے پہنچ کر لڑائی شروع کی۔ توپ و تفنگ سے ہنگامۂ جنگ گرم ہوا دس بارہ روز تک لڑائی رہی۔

## داؤد کے دریائے گومتی عبور کرنے پر شجاع کی تدابیر:

21 ربیع الثانی کو شجاع کے پاس خبر آئی کہ داؤد خاں نے دریائے گومتی سے عبور کیا۔ سید تاج الدین کو اُس نے اس دریا پر لشکر شاہی کے روکنے کے لیے مقرر کیا تھا وہ نہ روک سکا اور عنقریب ٹانڈہ میں جہاں اس کا بنگاہ تھا داؤد خاں آنے والا تھا تو شجاع ٹانڈہ کی طرف چلا۔ معظم خاں اس کے تعاقب میں روانہ ہوا ایک جگہ لڑائی ہوئی۔ لشکر شاہی میں بارہ لاکھ روپیہ اور سات سوبان اور آلات توپ خانہ آگئے جو بادشاہ نے بھیجے تھے۔ شجاع و شہزادہ محمد سلطان کا لشکر جیلمارے کے اس طرف گیا۔ لشکر شاہی نے اس پر حملہ کیا۔ طرفین کے آدمی زخمی و قتل ہوئے۔ ایک گھنٹہ رات گئی تھی کہ دونوں لشکروں نے جنگ سے ہاتھ کھینچا۔ رات بھر پہرہ چوکی لگا کے گیرو دار اور کارزار کے لیے آمادہ رہے۔ اواسط شب میں نورالحسن جو شجاع کے عمدہ سرداروں میں تھا معظم خاں سے آن ملا۔ شجاع کے اوضاع سے یہ خیال کرتا تھا کہ وہ فرار ہوگا۔ چار پانچ روز تک توپ و تفنگ کی جنگ رہی 27 کو شجاع دونا پور میں چلا گیا۔ معظم خاں نے اس کا تعاقب کیا اور دشمن کی ایک کشتی کو پکڑ لیا جس میں دس توپیں اور دو سوبان تھے۔ جب یہ سنا کہ شجاع کی کمال سراسیمگی کے سبب سے اس کی افواج کی ترتیب درہم برہم ہوگئی ہے اور پراگندگی کے ساتھ دوکاچی کو وہ فرار ہوا ہے تو فتح جنگ خاں نے تیز عنانی کی اور ہر

اول کی ساری فوج لے کر بے تحقیق بے تامل بہت جلد وہ روانہ ہوا اور اسلام خاں افواج برانغار کو لے کر اس ہراول سے جاملا۔ معظم خاں نے آدمی کو بھیج کر ان کو منع کیا تو وہ نہ ٹھہری اور دوکاچی کے نالہ پر جا پہنچے۔ نالے کے اس طرف مخالف کی سپاہ صف کشیدہ کھڑی تھی اور توپ خانہ کو آگے چن رکھا تھا۔ وہ مقاومت و مدافعت کے لیے مہیا و آمادہ ہوئی اس نے فتح جنگ خاں و اسلام خاں کو نرغہ میں کر لیا نہ آگے جانے دیا نہ پیچھے ہٹنے دیا۔ معظم خاں آیا اُس نے نالہ سے پار جا کر شجاع کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر سرداروں نے کوتاہی و خودداری کی اور معظم خاں کی بات نہیں سنی۔ ناچار معظم خاں سبک توپ خانہ لے کر نالہ کے اس طرف کھڑا ہوا۔ دشمن کا لشکر اس طرف تھا برق افگنی و آتش افروزی سے ہنگامہ دشمن کشی و عدو سوزی کو گرم کیا اور آخر روز سے اواسط شب تک لڑائی رہی اور آدھی رات کے قریب دشمن نے جنگ موقوف کی۔

## شجاع کو اپنی گرفتاری کا خوف:

دوسرے روز معظم خاں اکبر نگر گیا تو شجاع لشکر شاہی کے برابر آیا۔ دریائے گنگ سے عبور کرنے کا ارادہ کیا اُس کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر میں پہلے عبور کروں گا تو لشکر جس کو کوئی امید اس سے نہ تھی اس کو چھوڑ کر عبور نہ کرے گا اور اگر پہلے لشکر کو اُتارتا ہوں اور خود قلیل آدمیوں کے ساتھ رہتا ہوں تو گرفتار ہونے کا خوف ہے اس لیے اُس نے لشکر گاہ کے گرد ایک عریض عمیق خندق کھدوائی اور آلات توپ خانہ سے اس کو استحکام دیا تا کہ لشکر شاہی سے محفوظ ہو کر دریا سے عبور کرے۔ اس وقت محمد سلطان جس کی رفاقت و اتفاق سے شجاع کی خاطر جمع نہ تھی اس کو دریا کے پار ٹانڈہ بھیجا۔ معظم خاں نے فتح جنگ خاں کو روانہ کیا کہ اکبر نگر پر قبضہ کرے اور دوگاچی سے سونی تک جابجا تھانے بٹھائے۔ مخلص خاں کے ہاتھ بادشاہ نے ساڑھے اٹھارہ لاکھ روپیہ بھیجا تھا وہ قلعہ مونگیر میں تھا۔ نصیر الدین خاں کو مونگیر سے خزانہ لانے کے لیے مقرر کیا۔ دوسرے روز داؤد خاں کا نوارہ جس میں ایک سو ساٹھ کشتیاں تھیں گزر دودھ پر آگئیں ان دنوں میں دریائے گنگ کے تین شعبے ہو گئے تھے۔ 12/ ماہ مذکور کو پل باندھ کر شعبۂ اوّل سے لشکر نے عبور کیا اور پھر شعبۂ دوم سے کشتیوں میں بیٹھ کر عبور کیا اور اس جزیرہ میں لشکر آیا جو شعبہ دوم و شعبہ سوم کے درمیان تھا۔ ان دنوں میں اکثر اوقات ہوا تیز چلتی تھی اور دریا میں بہت تموج و تلاطم رہتا تھا، اس سبب سے تین روز میں لشکر نے عبور کیا۔ خبر آئی کہ لشکر کے چند قراول موضع سمدہ میں آئے ہیں کہ ملاحوں کے اہل و عیال کو لے جائیں۔ یہ موضع

شعبہ بزرگ اور شعبہ سوم گنگ کے درمیان اکبرنگر کے محاذی واقع ہے اور بنگالہ کے اکثر ملاح اس جگہ رہتے ہیں تو معظم خاں نے دوسوسوار اپنے تابینیوں کے بادشاہ قراولوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجے کہ وہ دشمنوں کو بھگا کر ملاحوں کے اہل وعیال کو غنیم کی طرف جانے سے روکیں۔ اُنہوں نے سمدہ میں جا کر چند سواروں کو گرفتار کیا اور لے آئے۔

## سمدہ میں اہل وعیال کی محافظت کے لیے تھانہ شاہی کا قیام:

سمدہ میں ہزار سوار کا تھانہ شاہی بیٹھ گیا کہ ملاحوں کے اہل وعیال کی حفاظت کریں اور اُن کو دشمن سے نہ ملنے دیں یہاں دوسو سوار اور گرفتار ہوئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ شجاع نے نالہ مہاندی پر پل باندھ کر یہ تجویز کی ہے کہ بادشاہ زادہ محمد سلطان کو توپ خانہ اور لشکر کے ساتھ دریا سے عبور کرا کے دلیر خاں اور داؤد خاں سے لڑنے کو بھیجے۔ جب اُس نے یہ سنا کہ لشکر شاہی شعبۂ بزرگ گنگ سے عبور کر آیا ہے تو اس کو ایسا خوف ہوا کہ اُس نے پل کھلواڈلوایا۔ دلیر خاں و داؤد خاں کہ دریا کے اس طرف تھے اواخر روز میں جریدہ دریا کے اس طرف آئے اور معظم خاں سے ملاقات کی اور صلاح کار میں مشورہ کیا۔ ایک پہر رات گئے وہ اپنے لشکر میں واپس گئے۔ غرض پندرہ بیس روز و شب لشکر شاہی اور شجاع کے لشکر میں محاربات عظیم ہوئے۔ اور ہر بار لشکر شاہی کو فتح ہوئی اور شجاع کو ہزیمت مگر اس پر وہ اپنے نوارہ جنگی کی قوت سے دریا کے اوپر شب خون مارنے سے سخت لڑائی کرتا اور مقابلہ میں مشغول ہوتا۔ اس مابین میں بکہ تاز خاں اور بہت سے نامی آدمی بادشاہی مارے گئے اور اسلام خاں و فتح جنگ خاں اور دلیر خاں اور داؤد خاں نے تردداتِ نمایاں کیے خاص کر اس کے بعد کہ بلند اختر کے ساتھ لشکر سے محمد سلطان ملا۔ طرفین سے تردداتِ صف رہا ہوتے تھے اور ہر بار ہر طرف غالب و مغلوب ہوتی تھی اور پھر مقابلہ و مقاتلہ میں مصروف اور بہت سی جنگی کشتیاں ضرب توپ سے غرق اور گرفتار ہوئیں۔ تمام جنگوں میں ہم ایک جنگ کا بیان کرتے ہیں جو خالی غرائب سے نہیں ہے۔ آب گنگ کے اس طرف شجاع کی فوج تھی اور اس کا سردار بلند اختر تھا اور اس کے ساتھ اور سردار اور توپ خانہ تھا۔ دریا کے کنارہ پر معبر کے سرے پر بعض جگہ دریا پایاب تھا، وہاں تو پوں کو لگایا تھا گیا اور جنگ کے لیے مستعد بیٹھے تھے اور بادشاہی فوج کا انتظار کر رہے تھے۔ معظم خاں کی فوج جس کی ہراولی بطریق قراولی آغر خاں سے متعلق رکھتی تھی دریا کے کنارہ پر آئی۔ بعض جگہ پانی سینہ تک تھا۔ پایابی کی نشانی کے واسطے دونوں طرف چوبیں نصب کیں۔ سارا لشکر پانی کی

طغیانی اور توپ وتفنگ کی آتشباری سے روبرو ہونے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ آغر خاں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا اور اس کے پیچھے دلیر خاں نے اپنی سواری کا ہاتھی پانی میں چلایا بعد ازاں پسر دلیر خاں گھوڑے پر سوار دلاوروں کے ساتھ بطریق یورش جان بازی کو کارفرما کر کے توپ خانہ آتشبار کے مقابل ہو کر دریا میں آیا اور ہم چشمی کی غیرت سے اپنے سارے لشکر کو لے کر آب و آتش کا مقابلہ کرتا ہوا چوب بندی کے درمیان جو پانی کے نشان کے لیے کیے گئے تھے رواں ہوا۔ سامنے سے گولہ توپ و گولہ تفنگ ایسا متصل برستا تھا کہ آنکھ کھولنے کی فرصت نہ دیتا تھا اور جس کے لگتا تھا اس کا سر پانی سے پھر نہ نکلتا تھا اور نہ اس کا نشان ملتا تھا۔

## عبور دریا کی افراتفری میں سپاہ کا مرنا:

سپاہ کے اس ہنگامہ عبور میں ہاتھی گھوڑوں کی ریل پیل سے چوب بندی کا نشان بحال و بجا نہیں رہا۔ سپاہ اور چار پایوں کے تردد سے پاؤں کے نیچے ریگ خالی ہوئی اور پایابی بالکل برطرف ہوگئی۔ اس لیے بہت سے سوار اور پیادے بحر فنا میں غرق ہوئے۔ ایسی حالت میں پسر دلیر خاں تموج دریا سے مع اسپ کے دریا میں ایسا ڈوبا کہ پھر اس کے زندہ و مردہ ہونے کا نشان نہ ملا۔ غرشبان اور گولوں کے اولوں کے برسنے سے اور بارود کے دھوئیں کے گھر جانے سے یہ حال ہوگیا کہ بیٹے کو باپ نہیں پہچانتا تھا اور بھائی کے حال کی بھائی خبر نہ لیتا تھا۔ سارا دریا گلگوں یعنی سرخ رنگ کا ہوگیا تھا۔ جو گھوڑے تیر کر ایک جماعت کو بچالائے اور بعض جن کو تیرنا آتا تھا وہ گولہ و بان کے صدمہ سے محفوظ ہو کر دریا پار جا کر جاں بر ہوئے۔ دلیر خاں کے فیل کے آگے آغر خاں غنیم کے پیادہ و سوار کے ہجوم کو شمشیر مارتا ہوا پھاڑتا چلا جاتا تھا کہ ناگہاں فیل بان کے اشارہ سے آغر خاں کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے فیل کے خرطوم پر تلوار ماری۔

## ہاتھی کا آغر خاں کو دے پٹکنا اور آغر خاں کا ہاتھی کو رام کرنا:

فیل نے آغر خان کو مع گھوڑے کے سونڈ میں لے کر اوپر اُٹھایا اور آتشباری میں یوں پٹخا گھوڑا اور اس کا سوار دونوں دس گز کے فاصلے پر ایک دوسرے سے دور جا پڑے۔ دونوں کے چوٹ لگی۔ گھوڑے کا زودہ پھٹ گیا لیکن آغر خاں پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چستی و چالاکی سے [illegible] ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے میں بوتا نہ تھا، اس لیے یہ سمجھ کر کہ پھر اس بلائے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رائگاں کرنا ہے ہاتھی کے پیچھے سے جا کر فیل بان کی گردن تلوار سے اُڑا کر اس کو نیچے گرایا اور

گھوڑے کی پیٹھ پر سے فیل کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا کجک (آنکس) ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس میں نہ رہا۔ اب حیران تھا کہ کیا کروں کہ اُس کے ایک نوکر نے کہا کہ خنجر کو کمر سے غلاف میں سے نکال کر ہاتھی کی پنائے گوش پر سہلائیے۔ اس حالت میں دلیر خاں جس کا ہاتھی دس بیس قدم کے فاصلہ پر آغر خاں کے پیچھے آتا تھا اس بہادر کارستمانہ کام دیکھ کر آیا اور اپنے ہاتھی کو اس کے ہاتھی کے برابر لایا اور تحسین و آفریں کہتا ہوا ہاتھی کے اردگرد تصدق ہونے لگا۔ آغر خاں نے کہا میں نے یہ ہاتھی بادشاہ کی سرکار کے لیے گرفتار کیا ہے میں امیدوار ہوں کہ اب فیل بان سرکار کو حکم دیں کہ فیل خانہ میں اس ہاتھی کو داخل کرے اور میری سواری کے لیے کوتل گھوڑے مرحمت ہوں۔ دلیر خاں نے تحسین کر کے کہا یہ ہاتھی بھی آپ کو مبارک ہو دو گھوڑے تُرکی و عراقی اس کو تواضع کیے اور اپنے ایک فیل بان کو حکم دیا کہ ہاتھی پر سوار ہو۔ آغر خاں گھوڑے پر سوار ہوا اور بہت سے افغانوں کو دشمن کے مقابلہ میں لے گیا اور تیر مار نے شروع کیے اور مسلسل حملے اور یورشیں کیں۔ شجاع کے دو تین سردار اور بہت سے غیر مشہور آدمی مارے گئے اور بادشاہ کی فوج کی بھی ایک جماعت زخموں سے سرخرو ہوئی۔ دشمنوں کا ہراول فرار ہوا اور شجاع کا بیٹا بھی بھاگ کر باپ کے پاس چلا گیا۔ القصہ اس انداز سیخت لڑائیاں ہوتی رہیں۔ نالہائے قلب پر اور دریائے گنگ پر اور سواد ٹانڈہ کے اطراف میں۔

## بادشاہ کا حال:

جب عالمگیر نے سنا کہ شجاع سے محمد سلطان جاملا اور معظم خاں نے فدویانہ تردد کیے ہیں تو بادشاہ نے از راہ احتیاط و مصلحت پانچویں ربیع الاول 1069ھ کو سمت شرقی کا سفر شروع کیا اور اس زمانہ میں راجہ جسونت سنگھ کو ازسرِ نو مہاراجہ کا خطاب دیا۔ سیر و شکار کرتا ہوا بادشاہ چلا۔ 22/ ماہ مذکورہ کو بادشاہ زادہ محمد معظم اور وزیر خاں دکن سے بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے حوضہ طلائی بصورت بنگلہ ہاتھی کے لیے ایجاد کیا تھا، خان سامان اس کو تیار کر کے بادشاہ کے روبرو لایا تو اس کو بادشاہ نے انعام دیا۔ گنگا کے کنارہ ایک منزل میں سات روز قیام کر کے مرزا سنجر کاظم ثانی خراسانی کی بیٹی سے بادشاہ زادہ محمد معظم کا نکاح کیا۔ بادشاہ کے پاس خبر آئی کہ بادشاہ زادہ محمد سلطان شجاع کے پاس سے بھاگ کر معظم خاں سے آملا۔ اس واقعے کی تفصیل یہ ہے۔

## بادشاہ زادہ محمد سلطان کا شجاع کے پاس سے مراجعت کرنا:

برسات کے بعد جتنی لڑائیاں شجاع اور بادشاہی لشکر کے درمیان ہوئیں ان میں یہ شہزادہ چچا

کے ساتھ تھا۔ معلوم نہیں کہ وہ اپنے کیے سے پشیمان ہوا یا وہ جیسا معظم کے ساتھ رہنے سے ناخوش تھا ایسا ہی وہ مرزا شجاع کی بیعت سے آزردہ خاطر ہوا یا پھر اس نے یہ دیکھا کہ چچا جان کی شجاعت کچھ کام نہیں کرتی اور اس کے ساتھ رہنے سے سوا جان کھونے کے کچھ اور نہیں حاصل ہوگا یا وہ خود ہی متلون مزاج تھا۔ غرض کچھ ہی سبب ہوا اپنی خطا سے نادم ہو کر مراجعت کرنے کی فکر میں ہوا۔ خود اکبر نگر میں شجاع کے پاس تھا اور اس کی بیوی ٹانڈہ میں شجاع سے ایک دو منزل پر تھی اس کی بیماری کی خبر آئی۔ اُس نے شجاع سے بیوی کی عیادت کے لیے رخصت لی اور ٹانڈہ میں آیا۔ اسلام خاں دریا کی اس طرف لشکر شاہی کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے پاس خفیہ پیغام بھیجا اور اپنے ارادہ سے اطلاع دی اور فوج خطیر کی مدد مع اور لوازم کے طلب کی کہ وقت معین میں اشارہ پر وہ بھیج دے۔ 6/ جمادی الاول 1069ھ کو خدمہ محل و چند خواجہ سرا لے کر مچھلی کے شکار کا بہانہ بنا کے سوار ہوا۔ اشرفیاں و جواہر جس قدر اس کا تھا ساتھ لیا اور دریا کے کنارہ پر آیا۔

## اسلام خاں کا دوگاچی پر انتظار کرنا:

چار کشتیوں میں سوار ہو کر معبر دوگاچی پر اسلام خاں بموجب اشارہ کے انتظار کھینچ رہا تھا۔ شجاع کے آدمیوں کو جب شہزادہ کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو کشتیوں میں سوار ہوئے اور اُنہوں نے تعاقب کیا۔ اسلام خاں مع توپ خانہ و فوج کے ایستادہ تھا۔ اُس نے جب شجاع کے آدمیوں کو دیکھا تو اُن کے دفع کرنے کے لیے اور شہزادہ کے استقبال کے لیے نوارہ میں روانہ ہوا۔ دونوں طرف سے بچ کر سلامت کنارہ پر پہنچا لیکن اس کی ایک کشتی جس پر بعض کارخانے اور کچھ خدمہ محل تھیں اور وہ گراں بار تھی اور پیچھے رہ گئی تھی دو تین گولوں کے لگنے سے ڈوب گئی کچھ عورت مرد ڈوب کر مر گئے جبکہ بہت سے ملاحوں کی مدد سے اور اسلام خاں کی کشتی کے جا پہنچنے سے بچ گئے۔ جب یہ خبر معظم خاں کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس وقت ایک مختصر خیمہ اور حاضری اور میوہ بادشاہ زادہ کے واسطے روانہ کیا۔ تین روز بعد شہزادہ سے ملنے آیا اور بادشاہ کو حقیقت حال اور اس کے ساتھ شہزادہ کی عرضداشت ارسال کی۔ بادشاہ کے حکم سے شہزادہ بادشاہ کے پاس بھیجا گیا۔ اُس نے اس کو گوالیار کے قلعہ میں مقید کیا۔ مرزا شجاع نے جب یہ دیکھا تو اُس نے اپنے بیٹے اختر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں دریا پایاب ہو گئے ہوں وہاں مورچے باندھ کر لشکر شاہی کو نہ اُترنے دے۔ اور وہ خود فوج لے کر داؤد خاں کے لشکر کے برابر آیا۔ اب ٹانڈہ میں مرزا شجاع کے لشکر کا ہجوم تھا، وہاں معظم خاں نے لشکر

بھیجا۔ بکلہ گھاٹ کے قریب سخت لڑائی ہوئی اور مرزا نے ہزیمت پائی۔ اب شجاع نے اپنی مملکت بنگلہ اور دیر سالہ سے دل اُٹھایا اور ٹانڈہ گیا جہاں اُس کا بنگاہ تھا وہاں سے جہانگیر نگر میں جانے کا ارادہ کیا۔ معظم خاں بھی ٹانڈہ گیا اور وہاں سے تردی پور جا کر شجاع کے نوارہ کی چار سو کشتیاں گرفتار کر لیں جس میں سے بعض اموال اور کارخانہ جات سے بھری ہوئی تھیں۔ شجاع کے انتظار میں یہاں یہ کشتیاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ ٹانڈہ میں شجاع نے دو غرابوں میں نفائس و غرائب اموال مثل اشرفی و طلا و جواہر و مرصع آلات رکھے اور دو اور غرابوں میں منتخب اشیاء اور کارخانے لادے ان چاروں کو روانہ کیا اور ٹانڈہ سے خود ایک جنگل میں آیا۔ جب اُس نے سنا کہ لشکر شاہی قریب آ گیا تو پانچ چھ گھڑی دن رہے دریا کے کنارہ پر گیا اور بیٹوں بلند اختر و زین الدین کو اور جانی بیگ و سید عالم و سید قلی اور رنگ اور مرزا بیگ اور چند سپاہی و خدمہ و خواجہ سراؤں کو ساتھ لیا۔ یہ کل تین سو آدمی تھے اور ساٹھ کو سہ۔ وہ کشتی میں بیٹھا اور پنجم شعبان 2 جلوس میں جہانگیر نگر کی طرف گیا۔ باقی اس کے اور عمدہ نوکروں اور سرداروں نے صلاح اندیشی سے مفارقت اختیار کی اور لشکر کے خودسروں نے اس کے مال کو لوٹنا شروع کیا۔ صندل خواجہ سرا چھ ہاتھیوں اور بارہ اونٹوں پر اُس کا اسباب لاد کر کشتیوں میں داخل کرنے کے لیے جاتا تھا اس کو اوباشوں نے لوٹ لیا۔ ششم ماہ مذکور کو معظم خاں ٹانڈہ میں آ گیا۔ اس غارت گری کی وجہ سے لشکر کے اوباش جو مال لوٹ کر لے گئے تھے ان سے وہ مال واپس لیا اور شجاع کی جو پردہ اور عورتیں اور محرمات وہاں رہتی تھیں ان کی حراست کے واسطے چوکی پہرہ مقرر کیا اور قدیمی ناظروں اور خواجہ سراؤں کو سخت تاکید کی کہ وہ بدستور قدیم اپنی خدمت بجالائیں اور ہوشیاری اور بیداری پیشتر سے بیشتر رکھیں۔ آخر کو ان سب مستورات کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔

## شجاع کے خزانوں کا شاہی تصرف میں آنا:

شجاع نے جو دو غراب جواہر وغیرہ سے پُر کر کے بھیجے تھے بادشاہی لشکر نے کشتیوں میں سوار ہو کر اِن کو گرفتار کر لیا اور سارے جواہر اموال بادشاہی ضبطی میں آئے اور کشتیاں شجاع کے مال اسباب کی پکڑی گئیں اور اُن میں سید عالم کا برادر زادہ اور شجاع کا متبنّٰی اور بعض اور ان کے بڑے امیر اسیر ہوئے۔ شجاع کا جو مال غارت ہوتا معظم خاں کی حسن سعی سے اس کا استرداد ہوتا۔ آٹھویں ماہ مذکور کو شجاع کے عمدہ نوکر مثل سراج الدین جابری اسفندار معموری و میر مرتضٰی نامی وغیرہ معظم خاں سے آ ملے۔ خان نے اُن کو جان مال کی امان دی اور ترحم شاہی کی نوید سنائی اور ہر ایک کو مناسب مناصب

دلوائے۔ جب بادشاہ لشکر خشکی سے جہانگیر نگر پہنچا تو وہاں بھی وہ نہ رہ سکا۔ جہانگیر نگر میں جب تک اس کا بڑا بیٹا زین الدین رہا، شجاع کے اشارہ سے وہ راجہ رخنگ (لداکان) سے رسل و رسائل رکھتا اور بار بار اُس کے پاس آدمی تحفوں کے ساتھ بھیجتا منور خاں جہانگیر نگر کا زمیندار تھا اُس نے اس حدود کے زمینداران کو اپنے ساتھ متفق کر کے شجاع کو فرمان بر نہ ہونے دیا۔ منور خاں کے دفع کرنے کے لیے راجہ سے کمک طلب کی تو راجہ نے اس وقت ایک جماعت کثیر رخنگیوں کی بہت جلیہ وغراب کے ساتھ بھیج دی۔ زین الدین اس سپاہ کو لے کر منور خاں سے لڑنے گیا اور اس کو شکست دی اور مہم کے ساتھ رخنگیوں کو نقد و جنس دے کر واپس بھیج دیا اور نامہ و پیام بھیج کر راجہ سے یہ بات طے کی کہ جس وقت شجاع جہانگیر نگر سے رخنگ میں آنا چاہے تو وہ ایک جماعت کو سرحد پر بھیج دے کہ وہ اس کو رخنگ میں لے جائے۔ چاٹ گام رخنگ کی سرحد پر ہے، وہاں کے حاکم کو راجہ نے تاکید کر دی کہ اسباب میں شجاع کوئی اشارہ کرے تو بے توقف اس کے پاس ایک گروہ کو بھیج دے۔

## شجاع کی جہانگیر نگر میں آمد اور دیگر احوال:

جب شجاع ٹانڈہ سے جہانگیر نگر میں آیا اور اس کو یہ یقین ہوا کہ لشکر شاہی اُس کے پاؤں یہاں جمنے نہیں دے گا اور چارۂ کار سوائے اس کے کوئی اور نہیں ہوگا کہ رخنگ کی طرف میں بھاگوں تو اُس نے راجہ رخنگ کے پاس اپنے آدمیوں کے ہاتھ نوشتے بھیج کر درخواست کی کہ اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو میری رہبری اور ہمراہی کے لیے بھیج دو کہ وہ تمہاری ولایت میں مجھے لے جائیں۔ ایک مہینے تک جواب کا انتظار کیا، معظم خاں کا لشکر اس کے پیچھے پڑا تھا اس کے پاس آنے کی خبر سن کر وہ ڈرا اور اس کا انتظار نہ کیا کہ رخنگ سے اس کے آدمی آجائیں۔ وہ 6/رمضان آغاز 3 جلوس کو زین الدین و بلند اختر و زین العابدین اپنے بیٹوں کو اور چند رفیقوں مثل جان بیگ و سید عالم و سید قلی ازبک و مرزا بیگ اور سپاہیوں کی ایک جماعت اور چند خدمہ و خواجہ سراؤں کو لے کر جہانگیر نگر سے برآمد ہوا۔ اس راستہ میں کہیں کشتیاں نہ ملیں۔ اس کے رفیق جواب تک ساتھ تھے اُس سے جدا ہوئے۔ تین مہینے ہوئے تھے کہ زین الدین نے ایک شخص کو راجہ رخنگ کے پاس اور جہانگیر نگر میں شجاع کے آنے سے تین چار روز پہلے حاکم چاٹ گام کے پاس دو آدمی بھیجے تھے۔ وہ تینوں آدمی اور اکیاون جلیہ رخنگی و فرنگی مردانِ کار اور ادوات ضرب و پیکار سے پر جو حاکم چاٹگام نے راجہ رخنگ کے اشارہ سے تیار کیے تھے وہ کمک کے طور پر شجاع سے ملے اور اُنہوں نے راجہ اور حاکم چاٹگام کا نوشتہ اس کو دیا اور رخنگ کے سرداروں

نے کہا کہ اگر چہ راجہ نے ہم کو آپ کی کمک اور امداد کے لیے بھیجا ہے اور قرار دیا ہے کہ خود چاٹگام میں آن کر بیٹھے اور متعاقب نوارۂ عظیم بھیجے اور خشکی کی راہ سے بھی ایک جماعت کو تعین کرے لیکن یہ سارے مراتب اس صورت میں ہیں کہ آپ جہانگیر نگر میں ثبات قدم رکھیں۔ آپ اضطراب کر کے وہاں سے جو چلے آئے ہیں اب ہم کو حکم نہیں ہے کہ آپ کو رخنگ لے جائیں۔

## راجہ کی بھیجی گئی کمکی سپاہ کو شجاع کا جواب:

شجاع نے اُن سے کہا کہ میں جہانگیر نگر سے اسی عزیمت سے باہر آیا ہوں کہ موضع بہلوہ میں کہ سرحد ملک بادشاہی ہے اقامت کروں اور اُس کے قلعوں اور تھانوں کو استحکام دوں اور تمھاری اعانت و اتفاق سے جو چاہتا ہوں وہ قوۃ سے فعل میں لاؤں تو یہ گروہ اس کی موافقت پر اراضی دیہہ اور اُس کا ہمراہی ہوا اور اس روز پرگنہ لکھی دیہہ میں منزل کی۔ دوسرے روز صبح کو یہاں سے نوارہ رخنگ کے ساتھ روانہ ہوا اور پرگنہ بہلوہ میں قلعہ بہلوہ سے چار کوس پر مقیم ہوا۔ یہاں حسین بیگ قلعہ دار بہلوہ کے اشارہ سے مقام قلی اس کا خویش شجاع سے ملنے آیا۔ شجاع نے اُس کی دلجوئی کی اور اس کو بھیجا کہ وہ حسین بیگ کو سمجھا بجھا کر لائے۔ حسین بیگ اپنی کم عقلی سے سو سواروں کو ساتھ لے کر قلعہ بہلوہ سے شجاع کی ملاقات کو گیا۔ شجاع نے اس کو اور امام قلی کو حوالات میں کر کے اس کو قلعہ حوالہ کرنے کی تکلیف دی اور حکم دیا کہ حسین بیگ اپنے آدمیوں کو جو قلعہ میں موجود ہیں لکھے کہ قلعہ کو مع تمام اموال کے شجاع کے آدمیوں کے سپرد کرے۔ دوسرے روز مرزا بیگ کو بارہ آدمیوں کے ساتھ کشتیوں میں بٹھا کر بھیجا اور حسین بیگ کا نوشتہ دیا کہ جا کر قلعہ کو مع اموال اور اشیاء اپنے تصرف میں لائیں۔ مرزا بیگ نے قلعہ سے دو کروہ پر کشتی کو ٹھہرایا اور ایک آدمی کے ہاتھ حسین بیگ کا نوشتہ اس کے گماشتوں کے پاس بھیجا جو قلعے میں تھے اور ان کو پیغام دیا کہ وہ چند مرکوب بھیجیں کہ کشتی سے اُتر کر ہمراہیوں سمیت قلعہ میں آئیں۔ جب نوشتہ اہل قلعہ کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے صواب اندیشی و کارشناسی سے قلعہ کے دینے سے بظاہر انکار کیا اور جواب بھیجا کہ سواری کے لیے ہم گھوڑے بھیجتے ہیں اور ایک چند ساعت کے بعد مظفر نام غلام حسین بیگ اور ایک ہندو جو اس کا دیوان تھا اسی سوار اور چار سو پیادے و بندوقچی اور تیر انداز اور دو فیل دریا کے کنارہ پر آ کر لڑنے لگے اور ہاتھیوں کو پانی میں لے جا کر کشتیوں پر پہنچے۔ مرزا بیگ کو دس آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا اور باقی دو آدمی اُس کے ہمراہی بھاگ کر شجاع پاس گئے اور اس واقعہ کی خبر سنائی۔

## شجاع کی کشتیوں کے ذریعے مدافعت کی تدبیر:

شجاع نے یہ تجویز کی کہ رخنگیوں اوران کے نوارہ (کشتیوں) کو لے جاکر قلعہ بہلوہ کوتصرف میں لائے۔ صبح کوایک اور سردار تین کشتیاں چاٹگام سے لے کرآ گیا۔ جب رخنگیوں نے دیکھا کہ اس کا کام صلاح واصلاح سے باہر ہے تو انہوں نے شجاع کی درخواست کو کہ قلعہ پر چل کرلڑیں نامنظور کیا اور یہ معذرت کی کہ ہمارا ادب وآئین یہ نہیں ہے کہ ہم کشتی سے اُتر کر جنگ کریں بلکہ ہم توپ وتفنگ سے روئے آب پرآتش کارزار کوروشن کرتے ہیں اور حسین بیگ اباکش کو جوشجاع کی قید میں تھا اور وہی قلعہ بہلوہ کی ہوس کا سرمایہ تھا اس کوطلب کیا اور کہا کہ ہم تجھ سے معاملہ رکھتے ہیں جب شجاع نے اُس کے بھیجنے میں حیلے حوالے کیے تو اُنہوں نے ناخوشی وتلخی سے حسین بیگ وامام قلی کوقید سے آزاد کیا اور اپنے پاس لے گئے۔ اس مقدمہ کے بعد انھوں نے کہا کہ اگر بہلوہ تصرف میں آتا تو آپ کے کسی بیٹے کو یہاں مقرر کرتے اور آپ کورخنگ لے جاتے لیکن اب بہلوہ تو ہاتھ آیا نہیں اس لیے اب صلاح اس میں ہے کہ بے توقف وہ رنگ رخنگ کوروانہ ہوں۔ شجاع نے اس بات کوقبول کرلیا اور وہ ناحیہ میں چلا گیا۔ شجاع کے آدمیوں کو جب اُس کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو اکثر سپاہی اور خدمہ وملاح متفرق ہوئے اور ہرایک کسی نہ کسی طرف چلا گیا۔ غرض شجاع نے بنگالہ سے قطع امید کی اور جزیرہ رخنگ میں چلا گیا۔ یہ جزیرہ عالم کے معموروں میں اراذل اور کافروں کا مسکن ہے مملکت وسیع بنگالہ اور اپنی دولت وحشمت چند سالہ کوشجاع برباد کرکے اس قوم کے سرگروہ سے ملاقات کرنے گیا۔ جوآدمیت وانسانیت سے کوسوں دور ہے دین ودانش ومروت ومردمی سے مہجور۔ اس بُرے وقت اور حال میں سادات بارہ میں سے سید عالم اور سید قلی اور بارے اور معزز آدمیوں نے اس کی رفاقت نہیں چھوڑی کل چالیس آدمی اس کے ساتھ تھے۔ رخنگ کا نام اصل میں راکینگ ہے جس کومسلمانوں نے راخنگ اور انگریزوں نے اراکان اور برہماوالوں نے یاکینگ بنالیا ہے۔

## راجہ کرن بھورسہ کی تنبیہ کے لیے امیر خاں کا بھیجنا:

شاہجہاں کی بیماری کی حالت میں داراشکوہ کے بہکانے سے بے حکم راجہ کرن دکن سے چلا آیا تھا۔ پھر عالمگیر کے پاس اس ندامت کے دور کرنے کے لیے نہیں آیا تھا اور کوتہ اندیشی سے احکام کے جواب میں غدر وعذر آمیز سے دفع الوقت کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ نے اس کی تنبیہ کے لیے نو ہزار سپاہ امیر خاں کے سپرد کی۔ راجہ کا بیٹا کیسری سنگھ باپ سے جدا ہوکر بادشاہ کے ہمراہ رہتا تھا۔ باپ کے استیصال

کے لیے خود درخواست کر کے امیر خاں کے ساتھ گیا۔ جب امیر خاں اس لشکر کو لے کر بیکانیر میں آیا تو راؤ کرن خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر لڑتا ہوں تو سارا گھر بار، مال ومتاع اور ناموس برباد ہو جائے گی اس لیے امیر خاں کو اپنے جرائم کا شفیع (سفارشی) بنایا اور اپنے دو بیٹوں انوپ سنگھ و پدم سنگھ کو ساتھ لا کر بادشاہ کا زمین بوس ہوا۔ بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

# مرہٹوں کے ملک اور قوم کا حال

## دکن اور مرہٹوں کے ملک کا بیان:

عالمگیر کے عہد سلطنت کا ایک نہایت اہم اور عظیم واقعہ مرہٹوں کی ترقی ہے۔اس لیے ہم اُن کے ملک اور قوم کا مختصر بیان لکھ دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے جغرافیہ کے موافق دکن عبارت اس ملک سے ہے جو نرابدا اور مہاندی دریاؤں کے جنوب میں واقع ہے۔اگر چہ دکن کے حصے بہت سے ہیں مگر ان میں پانچ بڑے حصے ہیں:(1) ڈراوید (2) کرناٹک (3) اندر پا تلنگانہ (4) گونڈ وانہ (5) مہاراشٹر۔ جب غیر ملکوں کے باشندوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو ہم مہاراشٹر کے رہنے والوں کو مرہٹہ کہتے ہیں لیکن بجائے خود مہاراشٹر کے باشندوں کے نام جدا جدا ہیں۔مہاراشٹر میں جن خاندانوں میں سپہ گیری کا پیشہ ہوتا ہے اُن کو مرہٹہ کہتے ہیں۔مہاراشٹر کا ہر باشندہ اپنے ملک میں مرہٹہ نہیں کہلاتا۔مہاراشٹر کی حدود ہر زمانہ میں بدلتی رہی ہیں۔مرہٹوں کی قوم اس سرزمین میں بستی ہے جو کوہستانوں کے سلسلہ اور ایک خط کے درمیان واقع ہے۔یہ کوہستانوں کا سلسلہ وہ ہے جو نربدا کے جنوب کی النگ میں سلسلہ بندھیاچل کے متوازی پھیلتا ہے اور خط وہ ہے جو گوا سے ساحل بحر پر بیدر اور چاندہ کے درمیان واردہ پر گزرتا ہوا کھینچا جائے۔یہ دریا اس کی مشرقی حد اور سمندر اس کی مغربی حد ہے۔دکن کے چہرہ میں سلسلۂ کوہ سہیادری، خوش نما خط و خال ہے جس کو گھاٹ کہتے ہیں جو اس کے مغرب میں اپنے پاؤں پھیلاتا ہے اور سر اونچا کرتا ہے وہ سمندر سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔گو وہ بہت اونچا نہیں ہے صرف تین ہزار فٹ سے پانچ ہزار فٹ تک اونچا ہے مگر اس میں بعض خصوصیات اور زمینوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا ایسا ہے کہ وہ شہرت دکن میں ایسی رکھتا ہے جیسی کہ اُتر میں ہمالیہ۔مغرب کی طرف وہ سطح سمندر سے ایسا بلند ہے کہ دشمن کے آنے کے لیے ایسی سد (دیوار) ہے کہ اِس کو اندر گھسنے نہیں دیتی۔اس کے مشرق میں ایک مرتفع سرزمین سطح سمندر سے ڈیڑھ دو ہزار فٹ اونچی ہے اور مرہٹوں کے ملک سے بتدریج اس میں ڈھلوان خلیج بنگالہ تک ہوتا چلا جاتا ہے۔اس پہاڑ اور سمندر کے درمیان ایک خطہ زمین ہے جس کو ولایت کوکن یا کونکن یا کان کان کہتے ہیں اس میں زرخیز بندر جیسے چیول دابل ہیں واقع ہیں۔اس کے ایک حصہ میں کوہستان و درہ و سنگلاخ اور بعض نخلستان و جنگل ہیں۔ہمارے جغرافیہ میں اس کا مفصل حال پڑھو۔ہم مرہٹوں کا حال جو مسلمانوں کے عہد سلطنت سے متعلق ہے یہاں لکھتے

ہیں۔ باقی ماندہ حال تاریخ عہد انگلشیہ میں دیکھو۔

## راجہ شال باہن کا مہاراشٹر کو تسخیر کرنا:

جیسے ہندوستان کے ہر ایک ملک کی تاریخ تاریکی میں ہے ایسی ہی مہاراشٹر کی۔ مسلمانوں کے حملہ سے پہلے فقط دو چار انقلابوں کا بیان لکھا ہے۔ مہاراشٹر کے اصلی باشندے گزری ہیں جو اس ملک میں گنواری گانا جانتے ہیں۔ تاریخ سے تحقیق ہوتا ہے کہ یہاں ایک راج تھا جس کی راجدھانی ناگارا تھی۔ یہاں کے راجاؤں کی قوت کو شال باہن نے خاک میں ملا دیا۔ شال باہن ایک رذیل قوم کا آدمی تھا۔ اس نے اس راجہ کا ملک فتح کر لیا جو قوم کا راجپوت سسودیہ کی نسل سے تھا۔ شال باہن نے اس راجہ کے سارے خاندان کو قتل کیا مگر ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ جان سلامت لے کر نکل گئی اور ست پوری کے پہاڑوں میں اُس لڑکے نے پرورش پائی اور یہی لڑکا چتوڑ کے رانا کے بنس کا بانی ہوا۔ چتوڑ کے رانا سے اودے پور کے رانا پیدا ہوئے۔ اس خاندان میں سے مرہٹوں کی قوم کا بانی پیدا ہوا، بعد اس کے مہاراشٹر میں جو اور انقلابات ہوئے ان کا حال تحقیق نہیں ہوا اور پی تھان سے دارالسلطنت دیوگڑھ میں (جس کو حال میں دولت آباد کہتے ہیں) بدل گیا۔ یہاں شال باہن سے متواتر راجہ جادو رائے دیوتک ہوتے آئے۔ تیرہویں صدی کے آخر میں جب مسلمان یہاں آئے ہیں تو یہی راجہ تھا جس کا ذکر تم نے اس زمانہ کی تاریخ میں پڑھا ہوگا۔ معتبر نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹوں کا ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔ تاریخ فرشتہ میں ان راجاؤں کا جو بیان آیا ہے وہ ہم نے پہلے لکھ دیا ہے۔ مرہٹے رانا کی نسل میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چھتریوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ماں کے پیٹ سے سپاہی پیدا ہوتے ہیں اور خدا نے سپہ گری کا کام ہماری نسل سے مخصوص کیا ہے۔ اس لیے مرہٹوں نے بھی جو سپاہیوں کا فرقہ ہے چھتری ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس دعویٰ کا جھوٹا سچا ثابت کرنا نہایت مشکل ہے مگر ان راجپوتوں اور مرہٹوں میں فرق یہ ہے کہ راجپوتوں کی قوم کی یہ عادت ہے کہ جب ان کی عزت پر بُری آنچ آتی ہے تو وہ ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے اور سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں برخلاف اس کے مرہٹوں کو وہ اپنی غرض و مطلب حاصل کرنے کے لیے جان جوکھوں پڑ جاتے ہیں۔ فقط عزت ہی کے لیے نہیں لڑتے بلکہ اپنے مطلب اور اغراض کے لیے بھی کوشش و کشش کرتے ہیں۔ ادنیٰ راجپوت کے چہرہ میں وجاہت شرافت پائی جائے گی اور اعلیٰ مرہٹوں کے چہرہ میں اکھڑپن اور گنوارپن ظاہر ہوگا۔ اگر یہ دو کسی ایک شخص کے دشمن ہو جائیں تو راجپوت دانا شخص اور مرہٹہ جیت ناک اور ناخدا ترس

دشمن ہوگا۔

## مرہٹہ قوم تاریخ کی نظر میں:

تاریخ میں مرہٹوں کا ذکر اس طرح نہیں آتا کہ وہ ایک قوم تھی جب اوّل اوّل مسلمانوں نے دکن پر حملہ کیا ہے تو کہیں مرہٹوں کا نام نہیں آیا اور ایسی ان پر کم توجہی تھی کہ ستر ہویں صدی میں جب وہ اپنے کوہستانی میدانی وطن سے نکلے ہیں تو اور قومیں ان کو ایک اجنبی اور نئی قوم سمجھتی تھیں۔ ہمارا مطلب فقط یہ ہے کہ ہم یہ بتلائیں کہ مسلمانوں کے عہد سلطنت میں مرہٹوں کا حال کیا تھا اس لیے فقط اسی کو لکھتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے دکن کو فتح کیا اور دیوگڑھ کا نام بدل کر دولت آباد رکھا اور بعد ازاں سلطنت بہمینہ کا اقبال چمکا اور اس کو استقلال ہوا تو مرہٹوں نے چند مرتبہ مسلمان حاکموں سے سرکشی کی اور ایک مرتبہ راجہ نے مسلمانوں کے لشکر کو دغا سے مار ڈالا۔ جب خاندان بہمنیہ ختم ہوگیا تو پانچ اور سلطنتیں اس کی جگہ قائم ہوئیں۔

ان سلاطین پنجگانہ کی ابتداء سلطنت میں مرہٹوں کا حال وہی رہا جو سلاطین بہمنیہ کی سلطنت میں تھا۔ اکثر کوہستانی قلعوں میں مرہٹے متعین کیے جاتے۔ کبھی وہ سرکار شاہی سے تنخواہ پاتے اور کبھی جاگیریں اُن کو ملتیں، کبھی وہ دیس مکھ (چودھری یا زمیندار ہوتے ہیں) ہوتے پھر مرہٹے منصب دار ہونے لگے۔ مرہٹے گھوڑوں کو تھوڑے دنوں میں جمع کر لیتے اور ان کے تعداد کے موافق وہ منصب دار ہوجاتے۔ ان کو نوکر رکھنا اور برطرف کرنا سلاطین دکن کی مرضی پر تھا۔ اس طرح کی سپاہ رکھنے میں مسرف اور بے انتظام سلطنت کو بڑی آسانی تھی ان بادشاہوں نے ان مرہٹوں کو ان کے قدیمی خطاب راجہ نایک راؤ کے دیے اور ان خطابوں کے ساتھ ان کا ساز و سامان بھی ان کو دیا جس سے وہ ایک نئی شان سے رہنے لگے۔

## تاریخ فرشتہ میں برگی کا ذکر:

تاریخ فرشتہ میں بھی کبھی کبھی برگی کا ذکر آتا ہے مسلمان اکثر کرناٹک کے ناٹکوں پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ اہل کرناٹک جو مسلمانوں کی زبان نہیں بول سکتے تھے، وہ برگی کی جگہ اپنے تئیں مرہٹہ کہتے تھے۔ تمام مرہٹہ منصب داروں کی سپاہ برگی کہلاتی تھی۔ یہ سپاہ دشمنوں کی راہوں کے روکنے کے لیے اور اُن کے پاس آزوقہ رسد نہ پہنچنے کے واسطے اور بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں لوٹ مار کے کام کے لیے اور ملکوں کی تاخت و تاراج کے واسطے مقرر کی جاتی تھی۔ تاریخ فرشتہ

میں لکھا ہے کہ کرناٹک میں بعض برگی سرداروں نے سرکشی کی جن کو عادل شاہ نے دغا سے مار ڈالا۔ برہمن واسوجی اس دغا میں مارا گیا۔ وہ بڑا کارکن تھا پھر ابراہیم عادل شاہ کے علم کے نیچے برگی نظام شاہ سے لڑے۔ بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین کی سپاہ میں برگی بہت تھے کیونکہ اس قلمرو میں مہاراشٹر داخل تھا۔ گولکنڈہ کے بادشاہ کی سپاہ میں کچھ برگی تھے۔

## ریاست بیجاپور میں مرہٹہ سرداروں کے حالات:

بیجاپور کی ریاست میں بڑے بڑے مرہٹے سردار بہ تفصیل ذیل تھے: (1) چندر راؤ موری (2) راؤ نائک نمبل کر جس کو پھول تن راؤ بھی کہتے ہیں (3) جوج ہر راؤ گھاٹ کے (4) راؤ مانے (5) گھور پورے (6) ڈف لے (7) ساونت بہادر دیس مکھ واری کا احمد نگر کی ریاست میں مرہٹہ سردار بہ تفصیل ذیل تھے: (1) راؤ جادو (2) راجہ بھوسلہ اور باقی اور چھوٹے چھوٹے سردار۔

## تاریخ دکن میں مرہٹہ سرداروں کا تذکرہ

ان سب سرداروں کے نام تاریخ دکن میں مذکور ہیں۔ اکثر ان میں سے دیس مکھ تھے۔ احمد نگر کی سلطنت میں جادو رائے دیس مکھ منکھیر کا بیان ہوا ہے۔ وہ غالباً راجہ دیوگڑھ کی اولاد میں سے تھا۔ سولہویں صدی کے آخر میں موکھ جی جادو رائے کے خاندان سے زیادہ طاقتور کوئی اور خاندان نہ تھا۔ نظام شاہ کی طرف سے اس کی جاگیر دس ہزار سواروں کی تھی اسی طرح ایک اور خاندان تھا۔ جس کا لقب بھوسلہ تھا۔ ہم کو زیادہ تر اس خاندان کے بیان کرنے سے کام پڑے گا، بھوسلہ پاس کئی پٹیل تھے، وہ ایک گاؤں ویردل میں دولت آباد کے نزدیک رہتا تھا۔ باپ جی بھوسلہ کے دو بیٹے تھے: بڑے کا نام مالوجی اور چھوٹے کا نام وٹوجی تھا۔ مالوجی کی پہلی شادی دیپا بائی سے ہوئی جو دنگو جی یعنی جگ نال راؤ نائک نمبل گر دیس مکھ پھول تن کی بہن تھی۔ مالوجی کی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی۔ احمد نگر میں ایک فقیر شاہ شریف کی دعا سے اس کے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام فقیر کے سبب شاہ رکھا گیا اور مرہٹوں کا تعظیم کا لفظ جی اُس کے آگے بڑھا گیا۔ شاہ جی نام ہوا جس کو شاہ جی یا ساہو جی بھی کہتے ہیں۔ یہ شاہ جی 1594ء میں پیدا ہوئے۔ مالوجی بھوسلہ بڑا چالاک سلحدار تھا۔ اُس نے اپنی حسن خدمت گزاری سے بڑا درجہ حاصل کیا تھا۔ اس کا بیٹا شاہ جی بھی بہت خوبصورت تھا۔ 1599ء میں ہولی کے تہوار میں یہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ جادو رائے کے گھر میں آیا۔

ہندو کا ہولی تہوار اور شاہ جی کی رسم سگائی:

ہندوؤں کا دستور ہے کہ اس تہوار میں وہ بڑے آدمیوں سے ملنے جایا کرتے ہیں۔اس تہوار کے پانچویں دن ایک جلسہ میں شاہ جی باپ کے ساتھ جادورائے کے گھر میں آیا۔ جادورائے نے شاہ جی کو پیار سے اپنے پاس بلایا۔اس کے برابر اس کی بیٹی جی جی تین برس کی بیٹھی تھی۔لڑکی سے کہا کہ تو اس لڑکے (شاہ جی) کو اپنا دولہا بنائے گی۔ پھر اُس نے مجلس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کیا اچھے دولہا دولہن ہیں۔ یہ دونوں بچے ہولی کی رسم کے موافق گلال ایک دوسرے پر پھینک رہے تھے۔اہل مجلس اس تماشے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ مالو جی بھوسلہ اُٹھا اور اُس نے کہا ساری سبھا گواہ رہے کہ میرے بیٹے کی سگائی جادورائے کی بیٹی سے ہو چکی ہے۔اہلِ مجلس نے اس کو مان لیا اور جادورائے متحیر ہو کر خاموش ہو گیا۔ جادورائے نے یہ بتلانے کے لیے کہ جو میں نے کہا تھا وہ فقط ہنسی کی بات تھی مالو جی کو دعوت میں بلایا مگر مالو جی نے کہا کہ جب تک تم شاہ جی کو اپنا جنوائی (داماد) نہ مانو گے میں دعوت میں نہیں آنے کا۔ جادورائے نے اس سے سخت انکار کیا۔اس کی بیوی جو بڑی مغرور آن تان کی تھی وہ میاں پر بڑی خفا ہوئی کہ تو نے ایسے بات کو ہنسی سے کیوں منہ سے نکالا کہ اس کی بیٹی شاہ جی سے بیاہی جائے۔ مالو جی بڑا مستقل مزاج تھا اور اپنا مطلب نکالنا خوب جانتا تھا خواہ کسی طرح ہو۔ وہ اپنے گاؤں کو چلا گیا وہاں جا کر کہا کہ بھوانی دیبی نے اُس کے پاس آ کر اس کو بڑا خزانہ بتلا دیا ہے۔ یہ دولت اُس نے نظام شاہ کے عہد میں جو ستر د برس کا تھا ملک کی لوٹ مار سے جمع کی ہوگی۔ یہ روپیہ چمار گونڈی کے ایک ساہوکار شیوونائک پونڈے کو حوالہ کیا کہ لوگوں کو اس کی دولت کا یقین ہو۔اس دولت سے گھوڑے خریدے۔ تال و کنویں کھدوائے۔ مندروں میں روپیہ چڑھایا اور اسی دھن میں لگا رہا کہ جادورائے سے رشتہ مذکور ہو۔اس میں اس کو منصب پنج ہزاری مل گیا اور سیوبیری اور چاکنہ اس کی جاگیر میں مل گئے۔غرض اس جاہ و منصب دولت نے خاندان کے عیب پر پردہ ڈال دای اور جادورائے بیٹی بیاہنے پر راضی ہو گیا۔ شاہ جی اور جی جی بی کا بیاہ بڑی دھوم دھام سے ہو گیا اور سلطان اس میں شریک ہوا۔اس بیوی سے شاہ جی کے دو بیٹے سنبھا جی و سیوا جی پیدا ہوئے۔ بڑا بیٹا سنبھا جی باپ کو عزیز تھا اور وہ ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ سیوا جی ماں کو بہت عزیز تھا جب وہ خاوند سے اس سبب سے ناراض ہوئی کہ اُس نے دوسری شادی کر لی تو سیوا جی اپنی ماں کے ساتھ باپ سے جدا ہو کر پونہ چلا گیا۔

## خافی خان اور سیواجی کا تذکرہ:

مغلوں نے جو گولکنڈہ واحمد آباد و بیجاپور کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل کرنے کا ارادہ کیا اس سبب سے مرہٹوں کا بڑا عروج ہوا۔ اس سے دکن میں مسلمان سلاطین کی قوت ٹوٹ گئی۔ مرہٹوں کی طاقت بڑھ گئی۔ ملک عنبر نے مرہٹوں کو بڑا سردار بنایا۔ یہ حال سب تاریخ دکن میں پڑھ لو۔

خافی خان لکھتا ہے کہ دکن اور یہاں کے مرہٹوں کے ثقہ آدمیوں کی زبانی سیواجی کی اصل اور نسب کا حال یہ سنا گیا ہے کہ اصل میں اس کے اجداد کا رشتہ رانائے چتوڑ کے سلسلہ سے ملتا ہے راجپوتوں اور تمام قوم ہنود میں یہ مقرر ہے کہ اگر اپنے اور غیر ذات کے پاکیزہ کے بطن سے فرزند پیدا ہو تو اس کو بدقوم وشوم جانتے ہیں۔ اس صورت میں عالم جوانی وشہوت رانی میں کوئی فرزند غیر کفو سے پیدا ہو تو اس کو خانہ زاد و کنیز و غلام اعتبار کرتے ہیں اور اس اولاد کو ترکۂ میت نہیں پہنچتا۔ مادر مولود پدر کی نسبت نجیبہ ہو مگر فقط اتنی بات کہ وہ اپنی قوم سے نہ ہو تو اس سے منگنی اور شادی نہیں کرتے۔ اگر بطریق عاشقی مدخولہ کرتے ہیں تو اس کی اولاد کمال بے اعتباری سے ولد الزنا کی طرح پرورش پاتی ہے اور اس کی کتخدائی (شادی) اسی کی ہم جنس سے ہوتی ہے مثلاً اگر زن قوم بقال سے کسی کمتر قوم کے گھر میں یا دختر بکر برہمن کھتری کا۔چھ کے تصرف میں آنے تو جو فرزند پیدا ہوگا وہ کنیز وغلام متصور ہوگا۔ کہتے ہیں کہ سیواجی کے اجداد میں سے جو بھوسلہ سے ملقب تھا وہ ملک رانا کے اطراف میں مسکن رکھتا تھا اس نے ایک بداصل غیر قوت عورت سے تعلق پیدا کیا اور دستور کے موافق عقد کیا اور اس کو مدخولہ بنایا اُس سے بیٹا پیدا ہوا خویش وتبار کے طعن کے اندیشہ سے اس مولود کو ایک دودھ پلانے والی مقرر کر کے پہاڑ کے گوشہ وکنار میں پوشیدہ پرورش کرتا تھا۔ وہ اس عورت سے ایسی دل بستگی رکھتا تھا کہ ہر چند ماباپوں نے چاہا کہ اس کا بھرا اپنی قوم میں کریں مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ جب اس فرط محبت سے بھانڈا پھوٹا اور خویش وبیگانہ میں فرزند کی پرورش کا ذکر مشتہر ہوا تو اپنے بیٹے کو جہاں وہ پوشیدہ مکان میں تھا لے کر دکن کو روانہ ہوا۔ باوجودیکہ یہ جھوٹ مشہور ہو گیا تھا کہ اس کا بیٹا ہم قوم عورت سے پیدا ہوا ہے۔ صحیح النسب راجپوتوں میں سے کوئی اس لڑکے سے شادی نہیں کرتا تھا قوم مرہٹہ جو راجپوت ہونے دعویٰ کرتی ہے ان میں ناچار اپنے بیٹے کی شادی کی۔ اس نسل سے ساتویں آٹھویں پشت میں ساہو بھوسلہ پیدا ہوا۔

## سیوا جی کی ولادت اور تعلیم:

سیوا جی مئی 1627ء میں پہاڑی قلعہ سیوبری میں پیدا ہوا۔ سیوا جی اس کا نام رکھا گیا۔ اس کا حال بھی عجیب وغریب ہے اُس سنہ میں پیدا ہوا کہ دکن کے تین مسلمان لائق و دانشمند فرمانروا اس دنیا سے ناپید ہو گئے تھے اور اس کی جنم بھوم کے گرد چاروں طرف سلطنتوں کے تخت ڈگمگا رہے تھے باپ اس کا وہ شخص تھا جو تین سلطنتوں کے معاملات صلح و جنگ میں شریک تھا اور اُن سے مغلوب ہو چکا تھا اور چوتھی سلطنت کے ساتھ اسی قسم کے معاملات میں مصروف تھا۔ ماں اُس کی وہ عورت تھی کہ اپنے تئیں اُن راجپوت راجاؤں کی نسل سے بتاتی تھی جو مہاراشٹر میں راج کر چکے تھے اور پہلے مسلمانوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو چکے تھے۔ جس وقت وہ گھٹنوں کے بل چلتا تو اس وقت وہ اپنی ماں کی گود میں تھا جو ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں مغلوں کے ہاتھ سے بھاگتی پھرتی تھی اور آخر کو وہ گرفتار ہو گئی تو اُس نے اپنے بچے کو تعلیم و تربیت کے لیے ایک دانشمند بھگت برہمن دادا جی کندیو کو سپرد کر دیا۔ یہ نامی گرامی گرو پونہ کی جاگیر کا ناظم شاہ جی کی طرف سے تھا۔ اس اُستاد سے شہسواری، شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیز اندازی، پہاڑوں کے نشیب و فراز پر چڑھنا اور تیز ندیوں پر پھلانگنا سیکھا۔ اپنے پہاڑی دلاور دوستوں کے ساتھ وہ نیستان میں جاتا اور شیروں کو وہاں سے نکالتا اور شکار کرتا۔ غرض تمام وہ سپاہیانہ ہنر جو اس ہونہار اولوالعزم کے شان کے شایان تھے سیکھے۔ پڑھنے لکھنے کی طرف اُس نے کچھ خیال نہ کیا۔ اس کو اپنا نام تک لکھنا نہیں آتا تھا مگر اُستاد نے کرم دھرم گیان کی باتوں اور پوجا پاٹ کا نہایت پابند کیا اور اس سبب سے وہ ایک متعصب ہندو ہو گیا اور مسلمانوں سے اس کو دلی نفرت ہو گئی۔ اُسے دیوتاؤں کی لڑائیاں اور سورماؤں کی کہانیاں سنوائیں کہ جس سے اس کی طبیعت میں شجاعت اور مردانگی کے کاموں کا عشق پیدا ہو گیا۔

## سیوا جی کا لٹیرا پن:

چونکہ پونا ایک ایسی جگہ پر واقع ہے کہ جہاں پہاڑی اور میدانی ملک آپس میں ملتے ہیں اس لیے دونوں قسم کے آدمیوں سے سیوا جی کا اتفاق صحبت ہوا۔ اول سیر و شکار سے پہاڑی لوگوں سے جن میں سے اکثر اس کے باپ کے سواروں میں بھرتی ہوتے تھے یا گھاٹوں کے پاس پڑوس کے لڑاکوں اور لٹیروں سے۔ غرض یہ کہ اس کے ہمراہی بڑے جفاکش اور مضبوط تھے۔ ان کی صحبت سے اس کی طبیعت میں بڑے بڑے کاموں کا عشق پیدا ہو گیا۔ ادھر اس صحبت کا اثر اُدھر دیوتاؤں

اور سور ماؤں کی منظوم داستانوں کی خوش کلامی کی تاثیر۔ ان دونوں نے مل کر اس کے دل میں بڑے بڑے کاموں کا جوش و خروش پیدا کر دیا۔ یہ آفتِ روزگار جب سولہ برس کا ہوا تو دادا جی نے اس کو جاگیر کے نظم و نسق میں شریک کر لیا۔ مگر اب وہ اس کے حد اختیار سے باہر ہو گیا۔ ان لٹیروں میں سے ہے۔ غرض اس لوٹ مار اور شیر و شکار کے سپاٹوں میں مہتا اور کون کان کی ساری گھاٹیوں وہ واقف ہو گیا اور وہ یہ خوب سمجھ گیا کہ ایسے کون سے مقامات ہیں جہاں حملہ کرنا چاہیے اور کون سی ایسی جگہیں ہیں جہاں بیٹھ کر اپنی حفاظت کرنی چاہیے۔ وہاں کے جنگل کے باشندوں سے پہلے ہی آشنا تھا۔ پونہ کے شمال میں جو گھاٹوں کے حصے تھے اُن میں بھیل اور کولی بستے تھے۔ اور جنوب میں جو حصے ہیں ان میں قوم راموکے لوگ آباد تھے مگر پونہ کے عین مغرب میں مرہٹے بستے تھے وہ مدت سے اس اجاڑ ملک کی سختیاں اُٹھاتے تھے جس وادی کوہ میں وہ آباد تھے ان کا نام ماول تھا اس لیے اُن کے باشندوں کو ماولی کہتے تھے۔

## سیوا جی کے یار اور مدد گار:

سیوا جی نے ماولیوں کو اپنا یا دوست اور یار بنایا۔ اُنہیں کی یاری اس کی یاوری کا سبب ہوئی۔ سیوا جی پر تیز فہمی اور ہوشیاری اور دور اندیشی ختم تھی۔ اس نے ان لوگوں کے منتخب کرنے میں اپنی عقل کو خرچ کیا اور اب چھوٹے چھوٹے منصوبے سے بڑے بڑے کاموں کو سوچنے لگا اور ایسی راہ نکالی کہ اُس کے یہ سب دوست اُس کے ان کاموں میں بڑے کام آئے۔

## پہاڑی قلعوں پر سیوا جی کا قبضہ:

بیجاپور کی سلطنت میں جو پہاڑی قلعے تھے اُن کی خبر گیری اچھی طرح نہ کی جاتی تھی۔ اکثر اُن میں سے دارالسلطنت سے دور تھے اور بیماری کے گھر سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً برسات میں کبھی ان میں ایک مسلمان افسر ہوتا۔ اس کے پاس کچھ ٹوٹی پھوٹی کم تنخواہ کی فوج ہوتی۔ کبھی یہ بھی نہ ہوتا بلکہ جو آس پاس مال کے اہلکار ہوتے ان کے سپرد کر دیے جاتے۔ قطع نظر اس سے اس وقت بادشاہ بیجاپور ملک کرناٹک کی فتح میں سرتاپا مصروف تھا اس لیے ان قلعوں میں فوج شاہی بہ نسبت سابق کے بہت کم تھی۔ اب ان قلعوں پر قبضہ پانے کے لیے سیوا جی نے اپنی تدابیر کا آغاز اس طرح کیا کہ پونہ سے جنوب میں بیس میل پر ایک پہاڑی قلعہ نہایت مضبوط تورنا تھا۔ 1846 میں اُس نے اپنے دوستوں کی معرفت حاکم قلعہ سے گفتگو کی کہ وہ قلعہ اس کے حوالہ کر دے۔ جب قلعہ دار اس بات پر

راضی نہ ہوا تو پھر اُس نے اپنا وکیل دربار شاہی میں بھیج کر یہ درخواست کی کہ یہ قلعہ اس کو عنایت ہو وہ پہلے حاکم سے دس گنا زیادہ محصول ادا کرے گا اور بادشاہ کی جان نثاری اور خدمت گزاری میں دل و جان سے مصروف ہوگا۔ غرض یہ اپنی درخواست بادشاہ کے ہاں اہلکاروں کو خوب رشوتیں دے کر منظور کرالی۔ اب قلعہ ٹورنا کو اُس نے مستحکم کیا وہاں اس کو ایک خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اس خزانہ خداداد کے ملنے سے اُس نے اپنی عقل مندی سے اپنی بھگتائی۔ کا یقین لوگوں کو کرا دیا۔ اور بتلا دیا کہ یہ بھوانی نے دیا (یعنی بھگوان نے اپنے کرم اور عنایت سے) کر کے خزانہ بھیج دیا ہے۔ اس خزانہ کو اس نے سپاہ میں تقسیم کر دیا اور ٹورنا سے جنوب مشرق میں تین میل پر کوہ مہور بدھ پر ایک اور نئے قلعہ کے بُرج و خندق کے مستحکم کرنے میں لگایا اور اس کا نام راج گڑھ رکھا۔

## سیوا جی کا مذہبی حلقوں کی حمایت حاصل کرنا:

یہ اس کی بڑائی و دانائی تھی کہ وہ اپنی سب مہمات میں مذہب کی حمایت اور قوم کی رعایت کو ظاہر کرتا تھا۔ ٹھاکر دواروں اور مندروں کے جو مواقف و مصارف مسلمانوں نے ضبط کر لیے تھے ان کو بحال کرتا اور اپنے سارے کاموں میں بھگتائی اور جتی ستی ہونے کو ظاہر کرتا۔ اپنے حال پر دیوتاؤں کی خاص عنایت بتاتا۔ اپنے سپنوں کو مکاشفات بتاتا۔ جب شاہ بیجاپور کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ آئندہ چپ نہ بیٹھ سکا اور اس کے باپ شاہ جی سے جواب طلب کیا اور حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ایسی حرکات سے باز رکھے۔ شاہ جی نے اپنے عذرات پیش کیے اور دادا جی اور سیوا جی کو لکھا کہ آئندہ وہ ملک بیجاپور پر ایسی دست اندازیاں نہ کریں۔ دادا جی گرو نے اول تو اپنے چیلے کو سمجھایا کہ باوا جی کے کہنے پر عمل کرے۔ مگر بعد اس کے وہ چیلے کے ارادوں کا چیلہ بن گیا اور ایسی تدبیریں بتانے لگا کہ اُس کے سارے کاموں سے اُس کے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں اور ہم قوموں کی ترقی ہو۔ جب وقت مرگ اُس کا آیا تو اُس نے سیوا جی کو پاس بٹھایا اور اس ہونہار نوجوان کو یہی سمجھایا کہ اپنے دھرم اور کرم پر قائم رہنا۔ گائے اور برہمن اور کاشتکاروں کی رکھشا کرنا۔ ٹھاکر داروں اور مندروں میں کوئی کھنڈت (گڑبڑ) نہ ہونے دینا اور جو کچھ بُرا بھلا آ گے آئے اس پر صابر اور شاکر رہنا۔ دادا جی نے یہ کہہ کر پران چھوڑ دیے۔ اس نوجوان کے دل پر گرو کے ان آخری حکموں کا وہ اثر ہوا۔ کیا ٹھگوں کا افسر اور بڑا غارت گر تھا لیکن اب اپنی قوم کا آزاد کرنے والا اور اپنے مذہب کی حمایت کرنے والا ہو گیا۔ اب اپنا آپ وہ اچھی قدر و منزلت اور عزت و تعظیم کرنے لگا۔

## باپ کی جاگیر پر قبضہ:

اپنے دادا جی کے مرنے کے بعد اُس نے اپنے باپ کی جاگیر پر قبضہ کر لیا اور بے روک ٹوک کام کرنے لگا۔ جو کچھ محصول اور خراج جاگیر سے وصول ہوا باپ کے پاس نہ بھیجا اور اس کے خرچ کی معقول وجوہات بتلا دیں کہ ملک ایسا مفلس ہے کہ کچھ آمدنی کی بچت نہیں ہوتی اب اپنا گزارہ کرناٹک کی آمدنی سے لیجئے۔ پونہ کے شمال میں چاکنہ ایک بہت عمدہ قلعہ تھا اُس پر چپ چاپ قبضہ کر لیا اور وہاں کے حاکم کو باپ کے نام سے نوکر رکھ لیا۔ اور اس ضلع کی رعایا کے ساتھ نہایت رعایت سے پیش آیا اور اس سے زیادہ اہم ایک اور قلعہ گندنہ کا لینا تھا اُس کے حاکم کو رشوت دے کر لے لیا اور سنگ گڑھ اُس کا نام رکھا۔ پرگنہ سوپہ میں اس کا ممیا سُسر اباجے مہتے ان کے باپ کی طرف سے حاکم تھا۔ اُس کو سیوا جی کے پکھنڈ نہیں بھاتے تھے۔ ایک رات کو اُس پر چھاپہ مارا اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو قید کر لیا۔ ان قیدیوں میں سے بعض نے سیوا جی کی سیوا اختیار کی اور باقی قیدیوں اور مہتے کو کرناٹک میں شاہ جی کے پاس بھیج دیا۔

## سیوا جی اور قلعہ دار پورندھر کے بیٹوں کی ثالثی:

جن دنوں میں دادا جی کن دیو کا انتقال ہوا تھا اُنہی دنوں میں پورندھر کا قلعہ دار بھی مرا۔ اس کے تین بیٹے باپ کی جاگیر پر جھگڑا کر رہے تھے۔ سیوا جی ان کے ثالث بنے اور اپنے ہمراہیوں کو وہاں لے گئے اور تینوں بھائیوں کو قید کر لیا۔ پھر اپنی شیریں کلامی سے اُن کو اپنا دوست بنا لیا اور وہ اُس کے بڑے بڑے کاموں میں کام آئے اور ایمانداری سے خدمت اُس کی بجا لائے۔ سیوا جی نے ان مہمات کو اپنی تدبیر وتزویر سے انجام دیا اور کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی۔ ایسے انتظامات کو مرہٹے ستم اور جور پر ترجیح دیتے ہیں۔ سیوا جی نے اپنے باپ کی جاگیر کا خواب انتظام، کیا محصول خوب وصول کیا اور چاکنہ سے نیرا تک ملک پر وہ قابض ہو گیا۔ اُس میں جنگی قلعے آراستہ تھے اور وہ استوار اور محکم مقام دشمنوں سے لڑنے کے لیے تھے اور غنیمت کے مال کے لیے نہایت محفوظ جگہیں تھیں۔ پہاڑوں میں یہ انتظام کر کے اُس نے اب میدان جنگ میں گھوڑے دوڑانے شروع کیے اور بیجاپور کی سلطنت سے بغاوت اختیار کرنے میں کوئی پردہ نہ رکھا۔ اُس نے ملک کا شکار اس طرح کیا جس طرح شیر چھپ کر پہاڑوں کی کھوہ میں شکار کی تاک جھانک میں بیٹھتا ہے اور جوں ہی وہ نظر پڑتا ہے اُس پر جھپٹا مارتا ہے اور پھر اپنی کھوہ میں جا بیٹھتا ہے۔

## سیواجی کی پہلی بغاوت والی بیجاپور:

اب اُس نے ماولیوں کو پیادوں میں بھرتی کیا۔ سوپہ کی مہم میں تین سو گھوڑے اُس کے ہاتھ لگے تھے۔ اُن پر پیادوں کو سوار کر کے سوار بنائے۔ اور ان سواروں کے ساتھ پہلے عادل شاہ والی بیجاپور کو تین لاکھ اشرفیوں کا خزانہ مولانا احمد حاکم کلیان نے بھیجا تھا۔ اُسے 1648ء میں لوٹ کر راج گڑھ میں لے گیا۔ روپیہ سارا سواروں کو دے دیا قلعوں کا، کوری، لوہ گڑھ، تکونہ، بھورپ، کوری، توگھر، راج ماچی، ٹالا، گوس سالا اور کوہستانی مضبوط قلعہ رائے ری کو فتح کر کے اصل مالکوں کو دے دیئے۔

اب کانکن پر اُس نے حملہ کیا اور جن مقامات میں دولت تھی اُن کو لوٹا۔ کانکن کے شمالی جانب ایک مسلمان حاکم تھا اور کلیان اس کی دارالریاست تھی، اُس پر سیواجی کے ایک برہمن ماجی سوتی دیو افسر نے حملہ کیا اور کلیان فتح کر لیا اور اُس سے متعلقہ قلعے تھے اُن پر قبضہ کر لیا اور حاکم کو قید کر لیا۔ سیواجی اس فتح کو سن کر بہت خوش ہوا اور خود کلیان میں گیا اور ماجی سوتی دیو کی بڑی تعریف کی اور اس ملک کا صوبہ دار مقرر کیا اور ملک کا انتظام کیا۔ مال گذاری کے پرانے قواعد جاری کیے، مندروں پر چڑھاوے بھیجے، برہمنوں کو زمینیں پُن کیں۔ سیدی ایک خوفناک ہمسایہ تھا اس کی جاگیر جو قبضہ میں آئی تھی اُس پر قبضہ رکھنے کے لیے دو قلعوں کی تعمیر کا حکم دیا: ایک گوس سالا کے پاس بیردارا اور دوسرا رائے ری کے پاس بنگالہ۔ مولانا احمد جس کو ماجی سوتی دیو نے قید کیا تھا سیواجی نے اس کی بڑی خاطرداری کی اور اس کو عزت و حرمت کے ساتھ بیجاپور کے دربار کو رخصت کیا مگر دربار میں اُس کے قید ہونے اور قلعوں کے حوالہ کرنے کی خبر پہلے آ چکی تھی۔ شاہ بیجاپور نے اُسے موقوف کر دیا۔

## شاہ جی کا قید ہونا اور چھوٹنا:

جب محمد عادل شاہ بادشاہ بیجاپور نے سیواجی کے یہ ہتھکنڈے دیکھے اور اس کی تدبیر اور زور اور زور شمشیر سے آگاہ ہوا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ سیواجی کا باپ شاہ جی کرناٹک میں بادشاہ کی طرف سے صوبہ تھا اس کو دغا سے اُس کے ایک ہم قوم باجے گھورے پور نے دعوت میں بلایا اور گرفتار کر کے بیجاپور میں بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے 1649ء میں اسے سنگین قید خانہ میں قید کر دیا جس کا بہت چھوٹا دروازہ تھا اور کہا کہ اگر تمہارا بیٹا اپنے افعال ناشائستہ سے باز نہ آئے گا اور

تابعداری نہیں اختیار کرے گا تو قید خانے کا دروازہ تیغہ کرا دیا جائے گا۔ یہ خبر سن کر سیواجی باپ کی رہائی کی تدبیر میں لگا۔ اول اس کے دل میں آئی کہ باپ کی رہائی کے لیے عادل شاہ کی فرمانبرداری سیکھے مگر اس کی بیوی سبائی بائی نے اسے روکا کہ اس نافرمانی سے جو شاہ جی کی رہائی کا احتمال ہے، وہ اس بادشاہ کی فرمانبرداری میں نہیں ہے جو بے وفائی میں مشہور ہے اور سوچا کہ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ بادشاہ دہلی کا توسل ڈھونڈھنا چاہیے۔ سیواجی ایسا سریلا تھا کہ اب تک شاہ دہلی کی خدمت میں کوئی گستاخی نہیں کی تھی چنانچہ یہ منصوبہ اس کا ٹھیک پڑا اور شاہجہاں کے ہاں سے اُسے پنج ہزاری کا خطاب ملا اور غالب ہے کہ اس بادشاہ کی سفارش سے شاہ جی کو رہائی ہوئی۔ شاہ جی چار برس تک قید خانہ کی سیوا کرتا رہا اور چپ چاپ بیٹھا رہا۔ ملک میں بھی امن رہا۔ سیواجی ملک میں دست درازی کرتے ہوئے یوں ڈرتا تھا کہ کہیں قید خانہ میں باپ کا کام تمام نہ ہو جائے اور شاہ بیجاپور اس اندیشہ سے چپ چاپ تھا کہ کہیں سیواجی مغلوں کو نہ چڑھا لائے مگر اس وقت ملک کرناٹک میں بے انتظامی کی آفت برپا ہوئی اُس وقت دربار بیجاپور اپنی صلاح وفلاح اسی میں سمجھا کہ شاہ جی کو قید سے چھوڑ کر کرناٹک بھیجے۔ وہاں مفسدوں نے اس کی جاگیر پر قبضہ کرایا تھا اور اس کا بڑا بیٹا مارا گیا تھا اور سب طرف ہتھیار بندی ہو گئی تھی اور بیجاپور کے افسروں کو نکلنے کے لیے مفسد دھمکیاں دے رہے تھے۔

## شاہ جی سے عہد و پیمان کا ہونا:

شاہ جی سے قول و قسم اس بات پر ہو گیا تھا کہ وہ اس کے قید کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ صلح کے ساتھ رہے۔ اگرچہ اُس نے خود اپنا عوض نہ لیا مگر سیواجی کو لکھ بھیجا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو باجے گھور پوری جاگیر مودھول کو سزا دینا۔ غرض انتقام کا قرض والی بیجاپور کی گردن پر رہا جس کو سیواجی نے مع سود وصول کیا۔ سیواجی کے قید کرنے کے لیے دشمنوں نے کوشش کی مگر وہ چاروں طرف کان لگائے رکھتا تھا اُس کو خبر ہو گئی اور اُس نے اُلٹی جوتی دشمنوں ہی کے منہ پر لگائی۔ اب باپ کے چھوٹنے سے سیواجی کا زور دوبالا ہو گیا اور پھر اپنے جاہ و جلال کے بڑھانے میں اعلیٰ درجے کی تدبیر کرنے لگا۔ راجہ جولی جو دریا وارنا اور کشنا کے دوآبہ کے بڑے حصے پر فرمان روائی کرتا تھا وہ بھی سیواجی کا ہم قوم تھا اور اس سے ہمیشہ صلح رکھنا چاہتا تھا مگر نہ اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس سرکش کا مطیع ہو اور نہ یہ نیت تھی کہ والی بیجاپور کے مقابل میں کھڑا ہو۔ وہ نہایت زبردست راجہ تھا اس کا خاندان

بڑا سپاہی مشہور تھا اور ایک عمدہ سپاہ رکھتا تھا۔ سیواجی کو اُس سے یہ رنج پیدا ہوا کہ جو لوگ اُس کے تعاقب میں آتے تھے اُن کو اس راجہ نے رستہ دے دیا تھا۔ اب اس رنج کا بدلہ پردہ ہی پردہ میں لینا چاہا اور دو وکیل راجہ جولی کے دربار میں ایک برہمن اور دوسرے مرہٹہ چندر راؤ بھیجے اور اُس کے بیٹے سے شادی کی درخواست کی۔ جب یہ سگائی ٹھہر گئی تو ان دو پاجی ایلچیوں نے راجہ کے مارنے کا قصد کیا۔ سیواجی چپکے چپکے چوٹوں کی طرح فوجوں کو ایسے مقام پر لے کر آ پہنچا کہ جس وقت راجہ مارا جائے تو وہ جھٹ پٹ ملک پر قابض ہو جائے۔ غرض ان ظالموں نے راجہ اور اُس کے بھائی کو مارا، خود بھاگ گئے۔ ایک سخت مقابلہ کے بعد ان کا دارالحکومت سیواجی کے ہاتھ آ گیا اور تمام اس کے متعلقات پر قبضہ ہو گیا مگر یہ کام پاجی پن اور مکاری کا ہندوؤں کو پسند نہ آیا۔ تیرا اور کشنا کے درمیان ایک بڑا مستحکم مقام رو ہیرا تھا اس کو رات کو سیڑھیوں پر چڑھ کر لے لیا اور قلعہ دار کو مار ڈالا۔ سیواجی ملک گیری کی نردبان کی اول سیڑھی پر پہلے چڑھ چکا۔ اب یہ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا اور اس فتح نمایاں کے یادگار میں اُس نے قلعہ پرتاپ گڑھ تعمیر کریا اور اپنا پیشوا شامجی پنیتھ پہلے پہل مقرر کیا۔

## سیواجی کے نئے حملے اور اورنگ زیب سے معاملات:

اب تک سیواجی مغلوں کی سلطنت کا بڑا ادب کرتا تھا۔ اُن کی سرحد پر قدم نہ رکھتا تھا۔ وہ بادشاہ کی ملازمت کو اپنی عزت سمجھتا تھا اس وقت اورنگ زیب ملک دکن میں ملک گیری کر رہا تھا اس کی یہ تمنا تھی کہ سیواجی کو اپنا دوست بنا کر بیجاپور اور گولکنڈہ کے فتح کرنے میں اپنا معاون بنائے۔ سیواجی نے اول اس شہزادہ کی باتوں پر خیال کیا اور اس کی ملازمت حاصل کی اور اپنے ملک مقبوضہ کے لیے اس کے توسل سے بادشاہی سند حاصل کی مگر جب اُس نے دیکھا کہ شہزادہ اپنی ساری فوج سے بیجاپور والوں سے لڑ رہا ہے تو اُس نے یہ خیال کیا کہ بادشاہی ملک پر قبضہ کرنے میں بہت کچھ فائدہ ہے اس لیے اُس نے اول خبیرہ پر جو مغلوں کی عملداری میں تھا رات کو حملہ کیا اور خوب اس کو لوٹا۔ تین لاکھ پیگوڈا اور دو سو گھوڑے ہاتھ آئے۔ اب اس سے بڑھ کر احمد نگر پر 1657ء میں ہاتھ مارا۔ وہاں سے سات سو گھوڑے اور چار سو ہاتھی اُڑا لایا۔ ان فتوحات سے لڑائی کا سامان اُس کے پاس نئی طرح کا ہو گیا۔ اگرچہ ماولی اور مرہٹے اس کی سپاہ کے پیادے تھے اور وہ بڑے چالاک و چست تھے اور بدستور اپنے کاموں میں مشہور تھے مگر اب اُس نے سواروں کا دستہ تیار کیا اور تھوڑے دنوں بہت نہایت غور و تامل کر کے پٹھانوں کو پیادوں میں بھرتی کیا۔ اگرچہ ان مسلمانوں کو سپاہ میں

داخل کرنا ابتدائی حالت میں مناسب نہ تھا مگر بالفعل جو حال اس کا ہوگیا اور آئندہ ہونے والا تھا اُس کے لیے یہ امر ضروری تھا۔ غرض اب اُس کے پاس ایسا سامان ہوگیا تھا کہ وہ میدان جنگ میں باقواعد فوج کے سامنے لڑسکتا تھا اور ٹھہر سکتا تھا۔

## اورنگ زیب کے مقابلے میں سیوا جی کی غلط حکمت عملی:

سیوا جی نے اورنگ زیب کے معاملہ میں بڑی غلطی کھائی اور اُس کے زور وقوت اور سپاہ و عقل کو ٹھیک ٹھیک تخمینہ نہ کیا۔ اُس نے بیجاپور کا بہت جلد محاصرہ کرلیا اور قریب تھا کہ اس کو بالکل فتح کرلے۔ اس سبب سے سیوا جی کی امیدیں دل کی دل ہی میں رہیں اور بہت جلد اُس کو خوف و ہراس اس شہزادہ کی طرف سے پیدا ہوا۔ اس لیے یہ اس کی خوش نصیبی تھی کہ اپنے بے جا حملوں کا عذر پیش کیا اور بہت منت وسماجت سے پیش آیا اس سے اس کی طبیعت کا کمینہ پن ظاہر ہوا۔ یہ اس کی اقبال مندی تھی کہ چند روز بعد شاہجہاں کی بیماری کے سبب شہزادہ کو ہندوستان کی طرف جانا پڑا اور ایک لحہ میں کچھ سے کچھ ہوگیا اور معاملات ملکی میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا۔ اس عرصہ میں کہ اورنگ زیب بھائیوں سے لڑا جھگڑا اور باپ کو معزول کر کے بادشاہ ہوا۔ سیوا جی اس کا مطیع اور فرمانبردار رہا اور اس کی خدمات بجالانے کا بہانہ کر کے فوج کو بڑھاتا رہا اور زبانی جاں نثاری اور خدمت گزاری کا اظہار کرتا رہا اور اس کے عوض میں اُس نے یہ درخواست کی کہ بادشاہی ملک میں جو جو استحقاق اُس کے ثابت ہیں اُن پر توجہ فرمائی جائے۔ اور اس طرف بھی اشارہ کیا کہ ملک کانکن میں وہ حکومت بہ نسبت اُن اہلکاروں کے جو اَب مقرر ہیں اچھی طرح کرسکتا ہے۔ یہ وقت خود اورنگ زیب کے لیے نازک تھا اس لیے شہزادہ نے وہ فرمان 1658ء میں جاری کیا کہ قصور معاف، ملک برقرار، ملک کانکن میں لڑائی کی اجازت اور سارے دعوے اس کے منظور پانچ سوار اپنے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دے۔ سیوا جی بھی ایسے معاملات میں اورنگ زیب کا بھائی تھا اُس نے سوار نہ بھیجے۔ مگر زبانی اقرار ہمیشہ کرتا رہا۔ دغا کی شطرنج دونوں کو برابر کھیلنی آتی تھی۔ بازی قائم رہی۔ سیوا جی نے پیشوا شامجی کو بہت سی سپاہ دے کر کانکن میں بھیجا۔ وہاں اُس نے بعد ایک سخت لڑائی کے سیدی جوہر سے ہزیمت اُٹھائی۔ اس لیے سیوا جی نے پیشوا کو بلایا اور اپنے عہدہ سے معزول کردیا۔ اب یہ وقت بڑا نازک آگیا تھا۔

## افضل خاں کا سیوا جی سے لڑنے کے لیے بھیجا جانا:

اُس وقت میں عادل شاہ کے بیمار ہونے سے مملکت بیجاپور میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ جب وہ مر گیا تو علی عادل شاہ ایک نوجوان اُس کی جگہ تخت نشیں ہوا۔ اُس کی حکومت کو استقلال نہ ہوا تھا۔ ابھی اُس نے اورنگ زیب سے ہزیمت اُٹھائی تھی۔ اراکین سلطنت میں باہم جھگڑا تھا بادشاہ کم عمر تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے بیجاپور کے دربار نے سب سے اول یہ کام مقدم جانا کہ سیوا جی کی سرکشی کو دبائیں اور اس کو اتنی فرصت نہ دیں کہ وہ مغلوں کے ساتھ سازش کرے۔ اس کام کے لیے چیدہ چیدہ بارہ ہزار سپاہ جمع ہوئی اور افضل خاں جو بڑا نامی گرامی امیر تھا اُس کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ وہ اپنی شیخی میں آکر کہنے لگا کہ سیوا جی کی کیا حقیقت ہے ابھی اُسے زنجیروں میں جکڑ کر بادشاہ کے تخت کے روبرو لا کھڑا کرتا ہوں۔ اس نوجوان کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ اپنی کمزور حالت کو سمجھا کہ ایسے جواں مرد سے پہلے میدان میں مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ اپنی قدیمی تزویر و تدابیر و حکمت میں مصروف ہونا بہتر جانا۔ اُس نے اپنے تئیں خوف زدہ ظاہر کیا۔ قطعہ پرتاپ گڑھ میں پہنچا یا اور عذر و معذرت کے لیے خطوط خان صاحب کو بھیجنے شروع کر دیے اور لکھا کہ آپ بزرگ ہیں اس لیے آپ کو میرے حال پر مرحمت کرنی چاہیے، اگر آپ کی بدولت میرا قصور بادشاہ کے ہاں سے معاف ہو جائے تو میں اپنا سارا ملک چھوڑتا ہوں اور جان نثاری اور اطاعت میں پھر کچھ عذر نہیں کرتا۔

## افضل خاں کا برہمن گوپی ناتھ کے ذریعے سیوا جی سے عہد و پیمان لینا:

خاں صاحب کچھ تو پہلے ہی ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے، اب اور پھولے۔ اُنہوں نے ایک برہمن پنتو جی گوپی ناتھ کو سیوا جی کے پاس بھیج دیا کہ جا کر عہد و پیمان کرائے۔ سیوا جی نے اُس پنڈت سے رسم و رواج کے موافق دربار میں ملاقات کی پھر آدھی رات کو اکیلا پنتو جی برہمن کی خدمت میں گیا اور وہاں یہ ظاہر کیا کہ بھوانی نے مجھے دنیا میں بھیجا ہے اور ایسی باتیں بنائیں کہ وہ اس سے بالکل مل گیا۔ اور اُس نے یہاں سے جا کر خان صاحب کو بالکل منقوش خاطر کر دیا کہ اس لڑکے میں درحقیقت تاب مقابلہ کی نہیں۔ ایک قلعہ میں ہراساں اور لرزاں بیٹھا ہوا ہے اور سخت پریشان ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ افضل خاں یہ سن کر اور شیر ہوئے اور بن اور جنگلوں کو کاٹتے ہوئے قلعے کے تلے جا پہنچے۔ سیوا جی کا بڑا منصوبہ اس کام میں یہ تھا کہ کسی طرح افضل خاں کو مار لیے تو بیڑا پار ہے۔ اب پنتو جی کی اعانت سے یہ بات ٹھہری کہ ان دونوں میں آپس میں تنہا ملاقات

ہو۔غرض خاں صاحب اپنی خانی کے گھمنڈ میں آگئے ایک خدمت گار کو ساتھ لے، گلے میں باریک ململ کا پاجامہ پہنے، ہاتھ میں ایک سیدھی سیف لے سیوا جی کی طرف چلے۔

## سیوا جی کی عیسائیت اور مکاری:

اس اثنا میں سیوا جی نے یہ کیا کام کیا کہ اول نہایا اور پھر دل سے پوجا پاٹ کی اور ماں کے پیروں میں سر رکھا اور اُس سے عرض کی کہ میرے لیے اس وقت ایشور سے پرارتھنا کرو کہ میرا کاج ہو جائے اور ایک زرد گلہ روئی کا پہنا اور اُس کے نیچے فولادی زرہ اور آستین میں بگھ نکھ (یہ ایک حربہ ہے جو شیر کے پنجہ کی صورت ہوتا ہے) چھپایا اور بغل میں خنجر دبایا۔اب وہ خاں صاحب کے روبرو سہا سہا ایسا آیا جیسا کہ گیدڑ شیر کے سامنے آتا ہے اور بہت سہج سہج خاں صاحب سے معانقہ کیا۔اور اول بگھ نکھ اُس کے جسم میں چبھویا اور پھر خنجر کا وار کیا۔خان صاحب نے بھی اپنی نازک سیف اُس پر چلائی۔مگر فولادی زرہ نے اُس کو جسم تک نہیں پہنچنے دیا۔اب اس کا سر کاٹ کر پرتاپ گڑھ میں لے آیا۔

## افضل خاں کی موت سے مرہٹوں کی خودسری وغارت گری:

سیوا جی نے پہلے سے یہ حکمت کر رکھی تھی کہ جنگل میں چاروں طرف مرہٹے لگا رکھے تھے۔ جب افضل خاں کے مرنے سے فوج میں ہلچل مچی تو یہ مرہٹے اُن پر بے خبر جا پڑے۔ساری فوج کو تتر بتر کر دیا۔یہ واقعہ اکتوبر 1659ء میں ہوا۔افضل خاں کا بیٹا اور اُس کا خاں ایک مرہٹے کو رشوت دے کر بچ گیا۔مگر سیوا جی نے اس مرہٹے کا سر اُڑا دیا۔اگرچہ اور قیدیوں کے ساتھ اُس نے نیک سلوک کیا اور سب مرہٹوں کو نوکر رکھ لیا مگر جب ایک مرہٹہ نے اپنے ولی نعمت والی بیجاپور کی نمک حرامی سے انکار کیا تو اُس کو انعام دے کر رخصت کیا۔اس مہم میں سیوا جی نے خفیہ خزانوں کے بتلانے کے واسطے لوگوں کو تکلیف دی مگر کوئی کام بے فائدہ نہیں کیا۔اور بے سبب کسی کو اذیت نہیں پہنچائی۔اس دغابازی اور فریب کی مرہٹوں میں بڑی تعریف ہوئی اور اس کی بدولت اُن کو چار ہزار گھوڑے اور ہاتھی اور اونٹ اور خزانہ اور توپیں اور اسباب ہاتھ لگا اور قلعۂ پنالہ اور لون گڑھ بھی قلعہ داروں نے اسے حوالہ کر دیا اور اُس نے بست گڑھ کو بھی لے لیا اور بہت سے قلعے اُس کے ہاتھ لگ گئے۔

## علی عادل شاہ کی ایک دفعہ اور فوج کشی:

بعد اس قضیہ کے علی عادل شاہ نے ایک اور فوج رستم خاں کے ماتحت روانہ کی مگر اُس کو بھی پنالہ کے قریب شکست ہوئی۔ ان فتوحات سے سیوا جی کا دل بڑھا اور ایسا بے باک ہو گیا کہ وہ ملک کو تاخت و تاراج کرتا ہوا بیجاپور کے دروازہ تک پہنچا۔ اور اُس کے پاس سے ہو کر گھاٹوں میں چلا گیا لوگوں کو یہ یقین تھا کہ وہ زمین مرتفع پر چپ چاپ بیٹھا رہے گا مگر اُس نے دابل اور مقامات پر قبضہ کر لیا۔ راج پور سے بڑا بھاری خزانہ لیا اور راج گڑھ کو اپنے ساری لوٹ مار کے اسباب اور دولت سے زینت دی اور اُس کو دارالریاست بنایا۔

## عادل شاہ کا سیوا جی سے خوف کھانا اور فوج بھیجنا:

جب ان باقاعدہ لڑائیوں میں شکست پر شکست ہوئی تو پھر عادل شاہ سیوا جی سے خوف کھانے لگا اور دل ہی دل میں جلنے لگا اور سوچ بچار میں پڑ گیا۔ پھر مئی 1660ء میں اُس نے نئی فوج جتنی افضل خاں کے ساتھ بھیجی گئی تھی جمع کی اور نامور افسر صلابت خان کے سپرد کی گئی اور سیدی جوہر اور واری کے ساونت اُس کے مددگار مقرر ہوئے۔ غرض پھر سب مل کر ملک کانکن پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ سیوا جی نے ہر مقام پر اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کیں اور قلعہ پنالہ کی حفاظت میں خود مصروف ہوا مگر اس کو یہ بات دیر سے معلوم ہوئی کہ اس قلعہ کی حفاظت میں ناحق تضیع اوقات اُس نے کی۔ وہ یہاں چار مہینے تک گھرا رہا۔ اور اس سبب سے اپنی فوج سے کچھ کام نہ لے سکا۔ اب قلعہ کا تھامنا اور خود نکل جانا بھی ناممکن معلوم ہوتا تھا اس لیے یہ چال چلا کہ صلابت خاں سے پیغام بھیجا کہ میں خود حاضر ہو کر اس قلعہ کو سپرد کرتا ہوں۔ کل دروازہ کھول دوں گا۔ پھر مژدہ سن کر حاضرین بڑے خوش ہوئے اور سمجھے خدا نے ہماری محنت کا اجر دیا اور رات کو بے خبر سور ہے۔ صبح کیا دیکھتے ہیں کہ سیوا جی اپنے منتخب سپاہیوں کے ساتھ اُن کے درمیان ہو کر قلعہ سے نکل گیا اور رنگنا میں پہنچا۔ بادشاہی فوج نے بڑی سرگرمی سے اُس کا تعاقب کیا اور جس منزل پر سیوا جی نے اُترنا چاہا تھا اُسے چھ میل ورے جالیا مگر وہ ایک درۂ تنگ کی حفاظت باجے پردو کے سپرد کر کے آگے بڑھ گیا۔ یہ باجے پہلے سیوا جی کا جانی دشمن تھا مگر اب اُس کے لیے جان دینے کو حاضر تھا اس درہ پر تھوڑے آدمیوں سے ایسا لڑا کہ تین دفعہ دشمنوں کا منہ پھیر دیا اور اُلٹا ہٹا دیا چوتھی مرتبہ افضل خاں کے بیٹے فاضل خاں نے جو سیوا جی کے خون کا پیاسا تھا بڑے زور شور سے اس درہ

پر حملہ کیا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد اس جگہ کو لے لیا۔ درہ میں جو سپاہی چھپے چھپائے باقی تھے مارے گئے اور سیوا.جی کے بہادر نائب بھی نیچے گرے۔ جس وقت اس بہادر کی آنکھوں پر موت کی تاریکی چھا رہی تھی اس وقت پنالہ سے ایک توپ چھوٹی جس نے سیوا.جی کے زندہ سلامت رہنے کی بشارت اس مردہ کو سنائی۔ اس آواز سے جو زندہ باقی رہے تھے وہ اس بہادر کی لاش کو دشمنوں کے حلقے میں سے نکال کر لے گئے۔

## علی عادل شاہ کا لشکر لے کر خود سیوا.جی سے لڑنا:

اب 1661ء میں علی عادل شاہ خود فوج لے کر سیوا.جی سے لڑنے آیا اور پنالہ اور لون گڑھ اور بہت سا ملک جو سیوا.جی نے حال میں فتح کیا تھا اُسے چھین لیا۔ غرض سیوا.جی اس سے مقابل نہ ہو سکا۔ مگر راج پور پر حملہ کیا اور اس کو لوٹا اور سر نگار پور جو ایک مرہٹے راجہ کی راجدھانی تھی اُسے تباہ کیا۔ یہ راجہ بھی اس جھگڑے میں مارا گیا۔ اس ناشائستہ حرکت سے ہندو سیوا.جی سے ناراض ہوئے۔ غرض اس سال کے اندر کوئی کام اُس نے معقول نہیں کیا۔ اب وہ پوجا پاٹ اور دھرم کرم میں زیادہ مصروف رہنے لگا اور اپنے تئیں جتی ستی جتانے لگا اور پرتاپ گڑھ میں بھوانی کا مندر تعمیر کرایا تاکہ ساری باتوں کا کفارہ ہو جائے اور اس اثنا میں سیدی جوہر سے بھی کئی معرکوں میں میدان جیتا۔ تم کو یاد ہو گا کہ گھورہ پوری نے شاہ.جی کو گرفتار کر کے والئ بیجاپور کے حوالے کیا تھا اور اس وقت وہ سیوا.جی سے لڑنے کے لیے سامان کیے ہوئے آتا تھا، سیوا.جی کو اس سے باپ کا بدلہ لینا تھا اس لیے وہ بے خبر اُس کے گھر میں چلا گیا اور اُس کو مار ڈالا۔ اُس کے گھر والوں نے مکان میں آگ لگا دی اور خود بغیر مقابلہ و مقاتلہ کے بھاگ گئے۔

## کرناٹک میں فساد سے سیوا.جی کو فائدہ:

اب کرناٹک میں فساد برپا ہوا۔ اس لیے بادشاہ بیجاپور کو ضرورت ہوئی کہ سیوا.جی سے جو فوج لڑنے گئی تھی اُسے بلا کر کرناٹک کی مہم میں مصروف کرے۔ اس لیے سیوا.جی کو فرصت ملی کہ اُس نے واری کے ساونتوں کو مغلوب کر لیا اور گھاٹوں پر جو اُس کے نقصان ہو گئے تھے اُن کو پورا کیا۔

## والی بیجاپور سے سیوا.جی کی صلح:

اب بہت سی بندرگاہوں پر اس کا قبضہ تھا۔ اُس نے جہازوں کا بیڑا بنایا اور گوالیار سے توپ

خانہ منگایا۔ آخر کار ساہو جی نے بیٹے کی صلح والی بیجا پور سے 1662ء میں کرادی۔ ساہو جی اپنے اس نونہال کے پھولنے پھلنے سے پھولا نہ سماتا تھا۔ بیٹے کی اس حرکت پر کہ اس نے گھورو پوری کو مارا فریفتہ اور عاشق تھا اور بیٹے سے ملاقات کرنے آیا۔ بیٹا بھی اس سے تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ مرہٹوں کے مؤرخ کہتے ہیں کہ سیوا جی اب اپنا دارالحکومت منتقل کر کے رہری میں لے گیا اور اس کا نام رائے گڑھ رکھا اور اس کو سامان اور اسباب سے خوب مستحکم اور درست کیا۔ اُس کے ایک سردار نے شمال میں دور دور تک بہت سے قلعے تسخیر کیے دوسرے افسر نے اورنگ آباد کے قریب تک تاخت و تاراج کی اور تمام ملک میں تہلکہ ڈال دیا۔ اس صلح کے بعد سیوا جی کے پاس کل ولایت کا نکن کلیان سے گوا تک تھی جس کا چار درجہ عرض ساحل شامل تھا اور کونکان گھاٹ مہتابیا سے وارنا تک تھا جن میں 160 میل کا فاصلہ تھا۔ اس کے ملک کا بڑے سے بڑا عرض سو پہ وجیز کے درمیان سو میل سے زیادہ نہ تھا اس کے پاس اتنا ملک نہ تھا جتنی سپاہ تھی پچاس ہزار پیادے اور سات ہزار سوار۔ اس کی قوت بڑی خوفناک تھی۔ بیجا پور والوں سے صلح کر کے اس کو فرصت ہوئی کہ وہ مغلوں سے لڑے بھڑے۔

## خافی خاں اور عالمگیر نامہ میں مرہٹوں کے احوال:

الفنسٹن صاحب اور کرنیل ڈف صاحب نے اپنی تاریخوں میں مرہٹوں کی کتابوں سے بہت سے حالات سیوا جی کے لکھے ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اوپر نقل کیے ہیں۔ اب ہم عالمگیر نامہ اور منتخب اللباب خافی خاں سے سیوا جی کے حالات نقل کرتے ہیں دونوں کا مقابلہ کر کے فیصلہ کر لو کہ اصل واقعات کیا ہیں۔ جب نظام الملک کا سارا ملک شاہجہاں کے قبضہ میں آ گیا اور عادل خاں سے دوستی اور اتحاد کا رابطہ قائم ہو گیا تو عادل خاں نے یہ التماس کی کہ بیجا پور کے چند محال جو بادشاہ کے تصرف میں آئے ہیں تعلقہ کوکن نظام الملکی ان میں ہے جو عبارت بندر چیول وابل ودنڈہ راجپوری و چاکنہ سے ہے اور عادل شاہیہ کے تسلط کے بعد وہ ملک بیجا پور کی حد میں داخل تھے اور عادل شاہیہ سرحد کوکن کے متصل جو تل کوکن مشہور ہے واقع ہے۔ ان سب پر اور پرگنات بیجا پور کے متصل اورنگ آباد پر بندہائے شاہی منصوب دکن قبضہ کر لیں اور اس کے عوض میں وہ نیدر جیولی سے پرگنہ چاکنہ تک تعلقہ بیجا پور کو عنایت فرمائیں۔ اس میں بالکل جنگل و کوہ اور اشجار کنار دریا شور ہے۔ بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ بعد عوض معاوضہ کے دونوں کوکن عادل خاں بیجا پور سے متعلق

ہو گئے ملا احمد جس کے بزرگ عربستان کے شرفائے نو آمد میں سے تھے اور حجاج بنی امیہ کے ظلم سے اطراف کوکن میں وارد ہوئے تھے اور قوم نو آیتہ کے نام سے زبان زد ہوئے تھے اُن کی اولاد میں سے ملا احمد مذکور شاہ بیجاپور کے مقربوں میں تھا اور اس ضلع میں تین پرگنوں کا جاگیردار تھا۔ ان ہی دنوں دو پرگنے جن کے نام سوپہ و پونہ تھے شاہ جی بھوسلہ کو جاگیر میں ملے تھے۔ باپ کی طرف سے جاگیر کے بندوبست میں سیوا جی صاحب اختیار تھا اور اپنی قوم میں شجاعت و رشادت میں ممتاز تھا اور حیلہ و تزویر میں ابلیس پر تلبیس کا فرزند رشید گنا جاتا تھا۔

## سیوا جی کا جنگلوں اور پہاڑوں میں قلعے بنانا:

ان حدود میں قلب کوہستان بڑے اونچے اونچے تھے۔ جنگل لاحاصل اشجار خار دار سے پر تھے۔ اب اس نے یہاں زمینداروں کے طریقہ پر توطن اختیار عمارات بنائیں اس لیے نئے قلعہ جات کو ہی و حصار گلی بنانے میں مشغول ہوا۔ دکن میں ایسے قلعہ کو گڑھ کہتے ہیں۔ انھی دنوں میں عادل خاں بیجاپوری عارضہ بدنی میں گرفتار ہوا مرض کے طول پکڑنے سے مملکت بیجاپور میں کہ بہ نسبت اور ہندوستان کے صوبہ جات کی وسعت مسافت و مداخل زیادہ رکھتا تھا آشوب و انقلاب پیدا ہوا اور ملا احمد ان ہی دنوں میں والی بیجاپور کے پاس گیا اس سبب سے کہ اس کی فوج اطراف کوکن سے چلی گئی تھی۔ سیوا جی نے دیکھا کہ ملک فرمانروا کے انتظام سے خالی ہے تو اُس نے اور جاگیرداروں کے تعلقہ میں جرأت و بے باکی شروع کی۔ کل دکن میں اس کی اور اس کی اولاد کے فساد کی بنیاد روز بروز جمتی گئی جس کا حال آگے بیان ہوگا۔ جس جگہ وہ قصبہ معمور و آباد سیر حاصل مالدار رعایا سنتا وہاں دوڑ کر جاتا اور لوٹ لیتا۔ پہلے اس سے کہ جاگیرداروں کی فریاد ان ایام پر فساد میں بیجاپور میں پہنچے۔ سیوا جی اپنا ایک عریضہ مع بہت سے ہدایا اور تحائف کے بھیجتا اور عذر لکھتا کہ فلاں محال میں افزونی محصول کی گنجائش تھی اور جاگیرداروں اور اس کے منصوبوں نے ایسی ایسی تقصیریں کی ہیں میں نے اُن کی تنبیہ کی اور اس قدر روپیہ اضافہ پر مجھے جاگیر یا خالصہ کے طور پر اُن کا لینا منظور ہے۔ بیجاپور کے کار پردازوں میں رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ اس آشوب میں ایک دوسرے کی نہیں سنتا تھا۔ جاگیرداروں کے نوشتہ جات جو آتے ان پر بھلا یہ رشوت خور کب توجہ کرتے تھے۔ ملک دکن کبھی فتنہ و خلل و فساد سے خالی نہیں رہا۔

## حکام دکن کے داخلی انتشار سے سیواجی کا فائدہ اٹھانا:

دکن کی سرزمین کی تاثیر یہی ہے کہ وہاں کے حکام و رعایا مرض حسد و حمق و خفت عقل میں گرفتار رہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں اور عرض و مال و ملک کو نذر کرتے ہیں اور اس ولایت میں کارپردازوں کی طمع پر فرمانروا کے انحراف و اختلال مزاج کا اور طرہ چڑھا تو سیواجی کی بن آئی کہ اُس کے نام احکام اس ملک کے پہنچے تھے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آئی کہ وہ سرکشوں میں شمار ہونے لگا اور مرہٹوں کی منتخب قزاق پیشہ جماعت کثیر اس کے پاس جمع ہوگئی اور اُس نے نامی قلعہ کی تسخیر میں کمرِ ہمت چست باندھی اول چند قلعوں پر متصرف ہوا اور پھر اور قلعوں پر دست درازی کی جو ذخیرہ و تجربہ کار قلعہ داروں اور کار آزمودہ سپاہ سے خالی تھے۔ اس زمانہ میں بیجاپور کی ریاست میں انقلاب ہو رہا تھا۔ اسکندر علی عادل شاہ ثانی جس کی اصل و نسل کے اثبات میں بھی گفتگو تھی چھوٹی عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ شاہجہاں کے حکم سے شہزادہ اورنگ زیب کی مہم نے اور شورش و فساد کو زیادہ کیا۔ اس سے روز بروز سیواجی کی قوت بڑھتی گئی اور تمام قلعوں پر اس کا تصرف ہوگیا اور تھوڑے دنوں میں وہ صاحب طاقت ہوگیا اور جمعیت مال و ثروت کے فراہم ہونے سے بادشاہ ہند و بیجاپور کی مخالفت پر کمر باندھی۔ قلب کوہوں کی اور جنگل پر از اشجار کی پناہ میں ملک اور دور و نزدیک کی بحر و بر کی راہوں میں تاخت و تاراج شروع کی اور قلعہ راج گڑھ اور چاکنہ کو اپنا ملجا و ماوا مقرر کیا اور دریا کے بعض جزیروں پر کشتیوں کو جمع کر کے قبضہ میں کر لیا اور وہاں بھی نئے قلعے بنا کر صاحب چہل قلعہ ہوگیا اور سب قلعوں میں ذخیرہ و سامان جنگ مہیا کیا۔ اور علانیہ دبے دبا کا نہ مخالفت کا نقارہ بجایا اور دکن کے مشہور باغیوں میں ہوگیا۔ جب سکندر علی عادل شاہ حد شعور کو پہنچا اور ملک کی پرداخت میں مشغول ہوا تو بہت پہلے سیواجی کے پاس رسل و رسائل بھیجے۔ جب اُن کو اثر کچھ نہ ہوا تو افضل خاں کو ایک لشکر گراں کے ساتھ اس کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا۔

## سیواجی کا دھوکہ دے کر افضل خاں کو قتل کرنا:

افضل خاں عمدہ امراء اور شجاعوں میں سے تھا اُس نے جا کر سیواجی کو تنگ کیا۔ سیواجی نے دیکھا کہ صف جنگ میں اور محصور ہونے میں اس سے عہدہ برآ نہیں ہونے کا تو حیلہ و تزویر روباہ بازی کا جال پھیلایا۔ معتمد آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر ندامت کا اظہار کیا اور عفو تقصیرات کے قبول کی التماس کی اور مکار برہموں کی آمد و رفت کے بعد یہ قرار پایا کہ مکان مقرری میں سیواجی کے قلعہ

کے نیچے سیوا جی تین چار بے اسلحہ خدمت گاروں کے ساتھ کمر کشادہ افضل خاں کی ملازمت کے لیے آئے اور افضل خاں پالکی میں بیٹھ کر چار پانچ بے ہتھیار خدمت گاروں کے ساتھ قلعے کے نیچے آئے اور جب سیوا جی سے ملاقات کر چکے تو بعض عہد و پیمان بالمشافہ کیے جائیں اور خلعت دے کر اُس کو رخصت کیا جائے۔ افضل خاں کو وجہ پیش کش و تحائف دے کر بعد تقدیم ضیافت رخصت کرے بلکہ خود سیوا جی تسلی پانے کے بعد افضل خاں کی خدمت و رفاقت میں بیجاپور کا عازم ہو۔ سیوا جی نے مکاری یہ کی کہ افضل خاں کے پاس طرح طرح کے ہدیے اور اس ملک کے قسم قسم کے میوے بھیج کر اور عجز و انکساری ظاہر کر کے اُس کو اپنا رام کر لیا اور دام تزویر میں لے آیا۔ افضل خاں نے اس کے اظہار ابلہ فریب کو سچ جانا اور وہ احتیاط جو بزرگ بتلا گئے تھے نہ کی۔ وہ بے ہتھیار لگائے پالکی میں بیٹھ کر زیر قلعہ مکان موعود میں چلا آیا اور اپنے سب ہمراہیوں کو ایک تیر کے فاصلے پر اپنی فوج میں سے الگ کر دیا۔ سیوا جی قلعہ سے پیادہ پا آیا، دور سے عجز و انکساری کا اظہار تضرع کے ساتھ شروع کیا۔ جب دامن کوہ میں آیا تو تین چار قدم اٹھا کے اپنے جرم کا اقرار کرتا اور عفو کی درخواست کرتا۔ اور لابہ و سالوسی سے پورے تن و بدن کو لرزہ میں لاتا اور عرض کرتا کہ اسلحہ دار آدمی و خدمت گار جو پالکی کے ہمراہ ہیں دور ہوں اور حربہ جس کو دکھنی بچھوہ کہتے ہیں ہاتھ کی انگلیوں میں آستین کے نیچے اس طرح پوشیدہ کیا تھا کہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا تھا اور اپنے آدمیوں کو مسلح و مکمل ہر غار کے بن و کنار پر اور کوہ کے ہر نشیب و فراز پر متفرق بٹھایا اور نفیر نواز کو کھڑا کیا تھا اور اس کو سمجھا دیا تھا کہ ملاقات کے وقت اس حربۂ جاں ستاں سے اپنے دشمنوں کو امان نہ دوں گا۔ جب دور سے حربہ لگانے کا اثر ظاہر ہو تو میرے مآل کار کے فکر میں نہ پڑنا۔ نفیر بجا کر اپنے لشکر کو خبردار کرنا اور لشکر کو تاکید کر دی تھی کہ نفیر کی آواز سنتے ہی اطراف سے نکل کر افضل خاں کے آدمیوں پر دوڑ جائے وہ ہر طرح سے موافقت کو عمل میں لاتا۔ افضل خاں کو اجل ناگہاں اس مکان تک گریباں کشاں لائی تھی۔ اپنی جلاوت کے غرور تھے سیوا کو اس طرح دیکھ کر کہ بے اسلحہ ہراساں و ترساں آتا ہے اس کے عدم و وجود کو مساوی جانا اور پالکی کے گرد جو چند نفر تھے اُن کو بھی دور بھیج دیا۔ جب سیوا جی قریب آیا تو روتا ہوا افضل خاں کے پیروں میں گرا۔ افضل خاں نے اُس کے سر کو اُٹھا کر چاہا کہ دست شفقت اس کی پیٹھ پر پھیرے اور بغل گیر ہو کہ اس نے چابک دستی سے حربۂ زیر آستیں کو افضل خاں کے شکم میں ایسا مارا کہ آہ نہ کھینچنے دی اور کام اُس کا تمام کیا۔ نفیر نواز نے موافق ارشاد کے صدائے فتح سپاہ

۔ کان میں پہنچائی دامن کوہ کے ہر طرف و گوشہ و کنار سے سوار و پیادے بے شمار نکل آئے۔ افضل خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور قتل و غارت و تاراج پر ہاتھ کھولا۔ آپ دوڑ کر لشکر میں آیا اور اس کو جان کی امان دی۔ گھوڑے، ہاتھی و خزانہ و اسباب و تمام کارخانے اپنے تصرف میں لایا اور سپاہ کو نوکری کا پیغام دے کر اپنا نوکر بنالیا اور پہلے سے زیادہ اب اسباب تجمل و جمعیت بہم پہنچایا۔ جب یہ خبر عادل خاں بیجاپور کو پہنچی تو دوسرا لشکر رستم خاں سپہ سالار کے ماتحت روانہ کیا۔ قلعہ پنالہ پر دونوں کی لڑائی ہوئی رستم خاں مغلوب ہوا۔ غرض اس طرح سیوا جی روز بروز صاحب لشکر مستقل ہوتا گیا نئے نئے قلعے بناتا گیا۔ اپنے غضب کردہ ملک کی آبادی اور بادشاہی بیجاپور کی ویرانی میں کوشش کرتا دور دست کے قافلوں پر تاخت کرتا آدمیوں کے مال و ناموس پر متصرف ہوتا اور اس نے انتظام کیا تھا کہ جہاں لشکر تاخت کرے مسجد و کلام اللہ و کسی کے ناموس میں دست اندازی نہ کرے جو شخص قرآن شریف لاتا اس کو حرمت و ادب کرتا اور کسی مسلمان نوکر کو دے دیتا اور جس ہندو یا مسلمان کے ناموس گرفتار ہوتے تو کسی کا یارانہ تھا کہ نظر بد سے دیکھتا اس کی نگہبانی و محافظت میں کوشش کرتا کہ اس کے وارث آ کر بقدر حالت عوض میں زر دے کر اُن کو چھڑا کر لے جائیں۔ مگر جو عورت ایسی ہوتی کہ اس سے نام و نشان کنیزی ہونے کا ظاہر ہوتا تو اس کو اپنی زر خرید ملک جانتا اور متصرف ہوتا۔ یہ انتظام کیا تھا کہ جہاں لوٹ ہوتی اس میں رخت مستعمل غریبانہ و پیسے و تانبے پیتل کے برتن جو لوٹنا اس کے ہوتے باقی جنس و نقد و طلائے مسکوک و غیر مسکوک و زیور و اقمشہ و جواہر جس کے تصرف میں آتے اُس کی یہ قدرت نہ تھی کہ اس میں دام و درم کا تفاوت کرتا۔ بالکل ان کو سردار اور عہدہ دار جدا کر کے سیوا جی کی سرکار میں داخل کرتے۔ جب اس غلبہ کا حال عالمگیر سے عرض ہوا۔ امیر الامراء صوبہ دار دکن کو حکم ہوا کہ سیوا جی کی تنبیہ و استیصال میں کوشش کرے۔

## قلعہ چاکنہ کی فتح:

حسب الحکم امیر الامراء 25 جمادی الاول 17 جلوس کو اورنگ آباد سے چلا اور ممتاز خاں کو یہاں اپنا نائب مقرر کیا اور سیوا جی کی گوشمالی کے لیے پونہ اور چاکنہ کی طرف مرحلہ پیما ہوا۔ ان دنوں میں سیوا جی یہیں رہا کرتا تھا۔ غرہ رجب کی 1070ھ کو سیوگاؤں میں جو سیوا جی کے محال سے تعلق رکھتا تھا، امیر الامراء آیا۔ سیوا جی قصبہ سوپہ کی طرف پھر آیا تھا۔ امیر الامراء کے آنے کی خبر سن کر اس جگہ کو خالی کیا اور دوسری سمت کو چلا گیا۔ امیر الامراء نے قصبہ سوپہ بے جدال و قتال قبضہ کیا۔ جادو رائے کو یہاں منتظم

مقرر کیا اور اس جگہ کی خبرداری اور غلہ کی رسد رسانی کے لیے لشکر شاہی کو تاکید کی۔ سیوا جی نے اپنے لشکر کو اس کام کے لیے مامور کیا کہ جس طرف امیر الامراء کی کہی فوج جائے اُس پر تاخت و تاراج میں مشغول ہو اور شوخی کرے۔ امیر الامراء اس امر پر مطلع ہوا تو اُس نے کہی کے لیے چار ہزار سوار مقرر کیے اور اُن کے سردار باری باری سے تجویز کیے۔ ہر منزل میں ہر روز کہی پر دکنیوں کی فوج اطراف سے نمودار ہوتی۔ قزاقوں کے طور پر ناگہاں کہی کے سر پر چڑھ آتی۔ لشکر کے خبردار ہونے تک گھوڑا اونٹ آدمی جو کچھ ہاتھ آتا لوٹ کر لے جاتے۔ فوج شاہی کے بہادر اپنے مقدور کے موافق اُن کا تعاقب کرتے اور ان کو ہلاک کرتے، وہ جنگ و جدل سے گریز کرکے ہر طرف متفرق ہو جاتے۔ اسی طرح سیواپور تک جو اس کا آباد کیا ہوا تھا لشکر شاہی پہنچا۔ یہ دونوں مقام سیوا جی سے امیر الامراء نے لے لیے۔ پونہ میں داخل ہو کر وہاں اپنی اقامت کی جگہ مقرر کی اور وہاں سے سوار ہو کر حصار چاکنہ کے نیچے آیا اس قلعہ کے برج و بارہ کا غور کی نظر سے ملاحظہ کیا۔ مورچال مقرر اور تقسیم کیے اپنے لشکر کے گرد دمدمہ اور خندق اور کھودنے اور نقب لگانے کا حکم دیا اور اس حصار کو بالکل گھیر لیا اور اُس کی تسخیر کے لیے سعی و جدوجہد پر کمر باندھی۔ بارش کی کثرت تھی۔ اس سرزمین میں پانچ مہینے شب و روز متواتر بارش رہتی ہے اور گھروں سے سر نکالنے کی فرصت نہیں دیتی اور ایسا غبار تیرہ اُٹھتا ہے کہ دن کی رات ہو جاتی ہے اور اکثر چراغ جلانے کی احتیاج ہوتی ہے۔ ایک مجلس میں آدمی کو آدمی نہیں پہچان سکتا۔ بندوق و باروت کام نہیں دیتے کمانوں کے چلے ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ باوجود ان سب باتوں کے ایسی سعی کی کہ توپوں کی پے در پے مار سے قلعہ کی دیواریں چھلنی ہو گئیں۔ مفسدوں کو سراسیمہ و مضطرب کیا۔ اندھیری راتوں میں محصورین قلعہ سے باہر سے آئے اور بادشاہی مورچالوں پر حملہ کرکے عجیب دستبردیں کرتے اور کبھی کبھی دن کو بھی اندر اور باہر سے ایسی شوخی کرتے کہ مورچالوں کو تزلزل میں ڈال دیتے۔ اسی طرح چھپن روز محاصرہ پر گزرے۔ امیر الامراء کی طرف سے ایک نقب برج تک لگائی گئی تھی اس کو باروت سے پُر کرکے آگ لگائی جس سے بُرج اُڑا اور سنگ و خشت و آدم باہم اس طرح ہوا میں اُڑتے تھے کہ جیسے گروہ باز کبوتر۔ بہادروں نے حملہ کیا مگر اہل قلعہ نے قلعہ کے اندر خاک کو پشتہ و نشیب و فراز کے اطراف کو مورچال و پناہ بنایا تھا وہ مدافعت میں کھڑے ہوئے۔ اسی تردد میں سارا دن آخر ہوا اور بادشاہ کے سپاہیوں کی ایک جماعت کثیر قتل ہوئی۔ غازیوں نے فرار کی عار کو قرار نہ دیا۔ بے خور و خواب تمام شب تپ و تاب کے ساتھ خاک خون میں بسر کرکے صبح کی۔ ادھر آفتاب نکلا کہ بہادروں نے پے در

پے حملے کرنے شروع کیے۔ تیغ و تیر وسنان سے بہت سے دشمنوں کی جان لی اور بہت محنت و کوشش سے حصار قلعہ کو لے لیا۔ دشمن بھاگ کر قلعہ ارک میں گئے۔ اس یورش میں بیلدار اور عملہ وار اکین قلعہ گیری کے سوا تین سو آدمی قتل اور چھ سو سوار اور پیادے زخمی ہوئے۔ حصار ارک میں بھی محصوروں کو ایسا تنگ کیا کہ اُنھوں نے راؤ بھاؤ سنگھ کو اپنا سفارشی بنایا۔ بادشاہ کے سپاہیوں کو قلعہ سپرد کیا اور امیر الامراء سے آکر ملے۔ دوسرے روز کہ امیر الامراء قلعہ میں داخل ہوا۔ ازبک خاں کو یہاں منتظم مقرر کیا اور خود یہاں سے کوچ کیا کہ سیواجی کی تنبیہ کرے۔ چاکنہ کا نام اسلام آباد رکھا اور جعفر خاں جو کہ مالوہ میں تھا امیر الامراء کی مدد کے لیے مامور ہوا۔

## جشن وزن شمسی سال 41 مطابق سنہ جلوس و قلعہ پرینده کی فتح:

15 ربیع الاول 1070ھ کو جشن وزن شمسی ہوا۔ عمر کا اکتالیسوں سال شمسی ختم ہوا اور بیالیسواں شروع ہوا۔ اس جشن کی بڑی تیاری ہوئی۔ دیوان خاص و عام میں دل بادل کا خیمہ لگا اور بادشاہ تخت طاؤس پر جلوہ گر ہوا اور آئین بندی میں بیس ہزار شمع و فانوس کے سوا اور رقم کے چراغوں کی روشنی ہوئی۔ تین روز تک جشن رہا۔ حسب معمول شہزادوں اور امراء کو منصب و خلعت و خطاب عطا ہوئے۔

غالب علی عادل شاہ کی طرف سے قلعہ پرینده کا حاکم تھا، اُس نے امیر الامراء سے خط و کتابت کر کے قلعہ پرینده کے حوالے کرنے کے لیے عرض کیا۔ 27 ربیع الاول □3 جلوس میں لشکر شاہی قلعہ کے نیچے آ گیا۔ غالب نے قلعہ حوالے کیا اور خود ماہِ ربیع الثانی کو امیر الامراء سے ملا اُس نے پچھتر ہزار روپیہ اُس کو انعام دیا اور اُس کے دو بیٹوں اور داماد کو خلعت دیا۔

قلعہ پرینده قدیم الایام سے نظام الملک کے تصرف میں تھا۔ جب یہ سلطنت بگڑی تو محمد عادل خاں بیجاپور نے تین لاکھ ہن قلعہ دار کو دے کر قلعہ کو اپنے تصرف میں کر لیا۔ اب وہ ریاست بیجاپور سے متعلق تھا۔ شاہجہاں کے حکم سے ایک مرتبہ مہابت خاں خانخاناں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا تھا مگر وہ ناکام رہا۔ اب بے تردد و قتال و جدال عالمگیر کے ہاتھ آیا۔

## سری نگر سے سلیمان شکوہ کو حضور میں لانا:

امیر خاں بھی راجہ کرن کو مع بیٹوں انوپ سنگھ و پیم سنگھ کے حضور میں لایا جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ان ہی ایام میں بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ پرتھی سنگھ زمیندار سری نگر جس کے پہاڑوں کی پناہ میں سلیمان شکوہ مدتوں سے رہتا تھا اور اس کے ملک کو افواج شاہی بہ سرکردگی تربیت خاں پامال کرتی تھی

اُس نے راجہ جے سنگھ کی معرفت عرضداشت بھیجی جس مین تقصیراتِ سابق ولاحق کے عفو کی درخواست کی اور سلیمان شکوہ کے حوالہ کرنے کے لیے التماس کیا۔ بادشاہ نے کنور رام سنگھ پسر راجہ جے سنگھ کو سلیمان شکوہ کے حوالہ کرنے کے لیے رخصت کیا۔ اس کے پہنچنے کے بعد سلیمان شکوہ کو میزبان کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ ذلیل حرکت کی کہ محمد شاہ کو کہ جو اس کے ساتھ اب تک رہا تھا اور چند اُس کے رفیق قتل ہوئے اور سلیمان شکوہ گرفتار ہوا۔ اور کنور رام سنگھ اور تربیت خاں کے ہمراہ 11 جمادی الاولیٰ 1070ھ کو حضور میں آیا۔ اُس کو ملازمت کا حکم ہوا اور بادشاہ نے لطف فرما کر اس کی خطا بخشی کی اور جان کی امان دی اور اس دل باختہ کی تسلی کی۔ فرمایا کہ سلیم گڑھ میں جائے اور وہاں سے محمد سلطان کے ہمراہ گوالیار بھیجا جائے۔ معتمد خاں کو گوالیار کا قلعہ دار بنا کے اس کے ہمراہ بھیجا۔ میدنی سنگھ پسر پرتھی سنگھ زمیندار سری نگر کو جو سلیمان شکوہ کے ہمراہ آیا تھا دو ہزاری سوار کا منصب اور پانچ ہزار روپیہ نقد اور ایک ہاتھی اور دس گائیں عنایت ہوئیں۔ اُس کے باپ کے لیے بھی خلعت عنایت ہوا۔ راجہ کرن بھی حضور میں آیا اور اس کی تقصیرات معاف ہوئیں، سہ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب اور راؤ کرن کا خطاب عنایت ہوا اور دکن میں تعینات ہوا۔

## ایلچیوں کا آنا:

ایک ہفتہ میں تین ایلچیوں کے آنے کی خبر آئی۔ ایک قاسم آقا کی جس کو حسین پاشا حاکم بصرہ نے بھیجا تھا۔ اُس کے ساتھ سلطنت کا تہنیت نامہ اور اسپان عراقی تھے۔ دوسرا ابراہیم بیگ تھا جس کو سبحان قلی خاں نے نامہ وتحائف توران کے ساتھ بھیجا تھا۔ تیسرا ایلچی مذاق بیگ تھا جو ایران کے بادشاہ کی طرف سے نامہ اور گھوڑے لے کر ملتان میں آیا تھا۔ ابراہیم بیگ ایلچی توران کو بعد ملازمت کے گیارہ ہزار روپیہ و کمر و پٹکہ مرصع مع خلعت مرحمت ہوا۔ وہ چونکہ مریض تھا اس لیے جلد مر گیا۔

## غلہ کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ:

چونکہ شاہجہاں کے زمانۂ علالت سے برابر ملک میں محاربات کے فساد رہتے تھے اور لشکر ادھر اُدھر سے آتے جاتے تھے۔ کئی سال سے بارش کا حال بھی یہ تھا کہ کبھی ابتدا میں کبھی انتہا میں کمی ہوئی تو غلہ کی گرانی ہوئی خلق اللہ کے ہوش اُڑے، روز بروز غلہ کی قلت اور بے بضاعتوں کی عسرت ہوئی اکثر پرگنے ویران ہو گئے اور شاہجہاں آباد مین گردونواح کے کنگال بھر گئے شہر میں پہلے ہی سے فقیر بہت تھے اور اُن پر ان کنگالوں کا اور اضافہ ہوا۔ اب تو ہر کوچہ و بازار میں فقیروں اور بے نواؤں کے ہجوم سے

آدمیوں کو رستہ چلنا مشکل ہو گیا اور خلقت کا جینا دشوار ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ حال سن کر حکم دیا کہ شاہجہاں آباد میں سواء مقرری بلغور خانہ پختہ و خام کے دس اور لنگر خانے جاری ہوں اور دارالخلافہ کے گرد کے قصبوں اور مزاروں کے پاس بارہ لنگر خانے جاری کیے جائیں اور خدا ترس و متدین داروغے اُن پر متعین کیے جائیں اور ہزاری تک سب عمدہ امیروں کو حکم ہوا کہ ہر ایک اپنے حسبِ حال اور موافق اپنے مرتبے کے لنگر خانے جاری کرے اور غلہ کی گرداوری کے لیے راہداری کے معافی کے لیے جابجا احکام مجدد صادر ہوئے اور سزاول منصوب ہوئے۔ دارالخلافہ میں سپاہ بہت تھی اس میں سے آدھی اپنے تیول کو روانہ کی گئی جس کی تخفیف سے غلہ کا نرخ ارزاں ہوا جیسا شاہجہاں آباد میں گرانی غلہ کا انتظام ہوا تھا ویسا لاہور اور اکبر آباد کے دارالخلافوں میں ہوا۔ اس طرح فی الجملہ خلقت کے حال میں تفاوت ہوا۔

# واقعات سال چہارم 1071ھ

## جشن شاہی کے انعقاد کی تیاریاں:

29 شعبان 1071ھ کو ہلال رمضان نمودار ہوا، ہر سال کے دستور کے موافق جشن کی آرائش ہوئی۔ بادشاہ کی تاریخ جلوس 24 رمضان ہے اور پہلے سالوں میں انھیں تاریخوں میں جشن ہوا مگر روزہ رکھنے کے سبب سے لوگوں کو خوشی و مسرت اور انبساط کی طرف رغبت کم ہوتی ہے۔ میل کلی نہیں ہوتا اور بادشاہ دین پناہ بھی ان دنوں عبادت و طاعت میں مصروف رہتا۔ بزم نشاط وطرب وسرور کے فرصت نہیں رکھتا۔ اس سبب سے بادشاہ نے یہ مقرر کیا کہ اس سال سے آگے ہر سال اس جشن کا آغاز عید فطر کے دن سے ہو اور وہ دس دن تک جاری رہے۔ اس جشن میں جو پیش کشیں پیش ہوئیں اور تمام امراء و اہل طرب کو انعام ہوئے اُن کی تحریر کو تحصیل حاصل جان کر قلم کو اُن کے ذکر سے آشنا نہیں کرتا کچھ اور مدعا تحریر کرتا ہوں۔

## بداق لیگ سفیر ایران کی آمد:

بادشاہ سے عرض ہوا کہ بداق بیگ ملتان میں داخل ہوا اور تربیت خاں نے ضیافت کی اور پانچ ہزار روپیہ اور تحائف اس کو دیئے لاہور میں خلیل اللہ خاں نے موافق ہندوستان کی رسم وراہ کے رنگین ضیافت پر تکلف کی، چار سو قابیں چاندی کی اور سات خوان حلوں اور نقلوں کے سوا عطریات اور لوازمات کے دستر خوان پر چنے طعامہا و آش مع ظروف ونقرہ و آلات و بیش قیمت غوریوں کے ایلچی کے ہمراہ کر دیئے اور بیس ہزار روپیہ نقد اور سات تقوز پارچہ بیش بہا اور انواع مرصع آلات تواضع کیے۔ ایلچی نے دو دفعہ شاہ اور اپنی طرف سے خربوزۂ کاریز اور اقسام میوہ تر وخشک بھیجے۔ وہ بادشاہ کی نظر سے گزرے۔ جب ایلچی بادشاہ کی خدمت میں آیا تو اُس نے پانچ لاکھ روپیہ کے قیمتی تحف وتحائف پیش کیے۔ بادشاہ نے روز رخصت تک پانچ لاکھ روپیہ کے نقد وجنس ایلچی کو اور پچاس ہزار روپے اسے اور اُس کے ہمراہیوں کو دیئے اور نامہ کے جواب کے لیے فرمایا کہ بعد ازاں پہنچا جائے گا۔

## قلعہ کھاتا کھری کی فتح:

بادشاہ نے سنا تھا کہ چکرسین بہیل میں جو اس سرزمین کے مفسدوں کا سرگروہ ہے اور پہلے اس سے فرمانبرداری و خدمت گزاری شاہی کے سبب سے وہ اس ولایت کی زمینداری کی دولت پر پہنچا تھا وہ قلعہ کھاتا کھری پر تصرف رکھتا تھا وہ اس قلعہ کی حصانت پر ایسا مغرور ہوا کہ اُس نے اطاعت شاہی سے انحراف کیا اور صوبہ دار مالوہ کے پاس آنے سے اور پیش کش مقرری کے دینے سے انکار کیا۔ تمرد و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا۔ بادشاہ نے راؤ بھگونت سنگھ ہاڈہ کو جس کا محال زمینداری اور وطن اُس کی ولایت سے قریب تھا اُس کے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا اس نے جا کر قلعہ کھاتا کھری کو اپنے حسن تدابیر و کوشش سے فتح کیا اور چکرسین کا قصہ تمام کیا۔

## چنپت بندیلہ:

شاہجہاں کے عہد سے مالوہ میں چنپت بندیلہ رہزنی کرتا تھا باوجودیکہ سپاہ اُس کے مارنے کے لیے مقرر ہوئی مگر اس کی حیات کا شجرہ نہ قطع ہوا جب عالمگیر دکن سے دارالخلافہ کی طرف آتا تھا تو اُس نے اپنی بدافعالی کو چھوڑ کر اپنی ندامت ظاہر کی اور ملازمت میں آیا اور ہمرکاب رہا۔ سفر پنجاب میں داراشکوہ کے تعاقب میں حاضر تھا لیکن اپنی ذاتی بدسرشتی سے بے حکم گریز پا گنہگار غلاموں کی طرح بھاگ گیا اور اپنے قدیم مکان پر پہنچ گیا اور بدستور سابق ڈاکہ زنی اختیار کی اور شجاع و داراشکوہ کی شورش کے دنوں میں اور زیادہ شوخی کی اور اطراف مالوہ کو تاخت و تاراج کیا۔ اول بھاکرن بندیلہ اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو دیبی سنگھ اس کے استیصال کے لیے مقرر ہوا۔ چنپت اُس کا مقابلہ نہ کرسکا اور زمینداروں کی پناہ میں گیا۔ لومڑی کی طرح کوہ و غار میں چھپا مگر گرفتار ہوا۔ سر اُس کا کٹ کر بادشاہ کے روبرو آیا اور اُس کی تشہیر ہوئی۔

## شہزادہ محمد معظم کی شادی

شہزادہ محمد معظم کا راجہ روپ سنگھ کی بیٹی سے عقد نکاح ہوا۔ بادشاہ نے دو لاکھ روپے کے موتی و مرصع آلات شہزادہ کو دے اور سہرہ کی تسلیمات کے وقت ایک لاکھ روپیہ نقد مع فیل و اسپان باساز طلا و مرصع عطا کیے۔ آتش بازی نے زمین کو گلفشاں اور آسمان کو ستاروں سے درفشاں کیا۔ ایک لاکھ روپیہ کا زیور دلہن کو دیا گیا۔ اور کلاونتوں کو نو ہزار روپیہ انعام ملا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کو حکم ہوا کہ احمد

آباد سے دکن میں امیر الامراء کے پاس سیوا جی کے استیصال کے لیے جائے اور قطب الدین خاں فوجدار جونا گڑھ کو فرمان صادر ہوا کہ صوبہ دار کے پہنچنے تک وہ احمد آباد سے خبردار رہے۔

## تسخیر ولایت پلاؤں (پالامئو) واقع صوبہ بہار:

ولایت پلاؤں کی مرزبانی موروثی چلی آتی تھی۔ اس سرزمین میں قلعے استوار تھے اور مرزبان کے پاس بہت پیادے وسوار تھے۔ راہیں دشوار گزار، جنگل و گریوہ وکوہ سے گھری ہوئی غرض ان اسباب پر یہاں کا مرزبان مغرور ہوا اور سرکشی و بغاوت کی۔ بعض اوقات صوبہ داروں کی بے جوہری اور سست ہمتی کو یہاں کا مرزبان دیکھتا تو وہ ملک بادشاہی کے مواضعات پر جو اس کے حدود زمینداری کے قریب الجوار ہوتے دست درازی کرتا اور خودسری کر کے صوبہ دار کی فرماں برداری نہ کرتا۔ پیش کش اور مرزبانوں کی طرح وقت مقررہ پر نہ بھیجتا۔ بادشاہ نے داؤد خاں صوبہ دار بہار کو حکم بھیجا کہ اس ولایت کو تسخیر کرے۔ خان مذکور 22 رشعبان کو اس صوبہ کے کمکیوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ پٹنہ سے جنوب رویہ چالیس کوس کے فاصلہ پر پلاؤں ہے اور بلدۂ مذکور سے اس ولایت کی سرحد 25 کوس ہے اور وہاں سے مرزبان کا مسکن 15 کوس ہے۔ وہاں پر دو مستحکم قلعے ہیں جن میں سے ایک پہاڑ پر دوسرا جبکہ زمین پر ہے ان دونوں قلعے کے نیچے ندی بہتی ہے اور اس کے اطراف ونواحی میں اونچے اونچے پہاڑ اور گھنے گھنے جنگل ہیں۔ اس ولایت کے متعلقات میں تین قلعے ہیں۔ ایک کوٹھی کہ پلاؤں سے 20 کوس ہے۔ دوم قلعہ کندہ جو کوٹھی سے سات کوس پر ہے۔ سوم قلعہ دیوکن کہ کوٹھی سے دس کوس پر ہے۔ ان قلعوں کی حمایت کے سبب سے یہاں کے زمیندار صوبہ دار سے سرکشی اور بغاوت کرتے رہتے تھے۔ شاہجہاں کے عہد میں عبداللہ خاں فیروز جنگ صوبہ دار پٹنہ کی پرتاب ولد بلندر نے کبھی اطاعت نہیں کی۔ بادشاہ کے حکم سے شائستہ خاں صوبہ دار پٹنہ اس پر چڑھ کر گیا صرف اسی ہزار روپیہ پیش کش کا لیا اور کوئی قلعہ اور ملک فتح نہ کر سکا اور واپس چلا آیا۔ یہ حال پہلے لکھا گیا ہے۔ داؤد خاں اول کوٹھی کے فتح کرنے کے لیے گیا تو سرکشوں نے خوف کے مارے قلعہ خالی کر دیا۔ داؤد خاں نے اُس پر قبضہ کر کے شائستہ بندوبست کیا اور اُس کے بعد قلعہ کندہ کی فتح پر متوجہ ہوا۔ یہ پہاڑ پر بڑا مضبوط قلعہ ہے اگرچہ وہ کوٹھی سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے لیکن راہ سراسر گھنے جنگلوں سے پر ہے اور راہ میں ایک اونچا پہاڑ اور گریوہ دشوار گزار ہے۔ خان نے اول جنگل کے درختوں کو کٹوایا اور راہ کو ہموار کرایا۔ جب ایک کوس قلعہ سے راہ بنوانی باقی تھی کہ

سرکشوں نے اس قلعہ سے بھی فرار کیا داؤد خاں مع فوج کے اس میں داخل ہوا اور اس کو ڈھا کر خاک کے برابر کیا۔ برسات کا موسم آ گیا۔ کوٹھی اور کندہ کے درمیان دو گلی قلعے بنوا کر اس میں سپاہ کو رکھا اور زمینداروں سے آذوقہ و رسد کے سامان بہم پہنچانے کا انتظام کرایا۔ جب برسات ختم ہوئی تو پلاؤں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ مرزبان نے اپنے وکیلوں کو بھیج کر عرض کیا کہ میں اطاعت کے لیے حاضر ہوں اور جو پیش کش مقرر کی جائے میں اُس کو کروں گا لشکر پٹنہ کو الٹا چلائے جائے۔ مگر خاں نے کچھ نہ مانا۔ ماہ ربیع الاول اس طرح عمدہ طریقے سے مقصد کی طرف روانہ ہوا کہ مرزا خاں تین سو سوار اور دو سو پیادے بندوقچی لے کر ہراول بنا بہادر خاں سات سو سواروں اور تین سو پیادوں کو لے کر برانغار اور شیخ تاتار خاں برادر زادہ داؤد خاں پانچ سو سوار اور راجہ بہروز چار سو سوار اور پندرہ سو پیادے لے کر جرانغار بنا۔

## داؤد خاں کا قلعہ تسخیر کرنا اور حاکم پلاؤں کا مصالحت کے لیے کہنا:

داؤد خاں خود دو ہزار سوار لے کر قلب میں رہا اور اپنے پانچ سوار تابین چنداولی میں مقرر کیے۔ اور ایک کہ وہ قلعہ تک جنگلوں کو صاف کر کے راہ مصفا و مسطح بنائیں اور مناسب مقاموں میں تھانے مقرر کریں۔ اس لشکر نے نو روز میں دس کوس تحریر کیے اور موضع نرسی میں آیا جہاں سے قلعہ پلاؤں کی مسافت سات کروہ تھی۔ زمیندار آ کر داؤد خاں سے مصالحت کی تمہیدیں کرتے تھے اور پیش کش ٹھہراتے تھے مگر خان مذکور کچھ نہیں سنتا تھا۔ جب لشکر نرسی میں آیا تو مرزبان پلاؤں نے اپنا وکیل سورت سنگھ جو اس کا مدار علیہ تھا دوبارہ داؤد خاں کے پاس بھیجا اور عجز و زاری کا اظہار کیا فرماں بری و خدمت گزاری کے قبول کرنے کو عرض کیا اس کام کے لیے راجہ بہروز کو واسطہ بنایا۔ ایک لاکھ روپیہ پیش کش دینا بادشاہ کو اور پچاس ہزار روپیہ دینا داؤد خاں کو قبول کیا۔ داؤد خاں نے اس مقدمہ کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور جواب کے انتظار میں چند روز توقف کیا کہ خبر آئی کہ معسکر سے سات کروہ پر دشمن نے رسد کے گلہ پر ہاتھ مارا اگرچہ اس واقعہ کے بعد زمیندار نے پیش کش کے روپیہ میں سے پچاس ہزار روپیہ بھیج دیا۔ لیکن غارت گری کی ایسی ناہنجار حرکت کی کہ داؤد خاں آگے بڑھا۔ اہل قلعہ نے ڈھائی کوس قلعہ سے آگے آ کر مورچال باندھی۔ بادشاہ کا حکم داؤد خاں کی عرضداشت کے جواب میں آیا کہ اگر مرزبان پلاؤں اسلام اختیار کرے تو پیش کش لے کر اس کا ملک اُسی کو دے دو اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو بدستور اپنا کام کرو۔ یہ پیغام اسلام قبول کرنے کا

مرزبان کے پاس بھیجا گیا۔اب جواب نہ آیا تھا کہ جنگ کے شوقینوں نے مخالفوں کے مورچالوں کے قریب پہنچ کر لڑائی شروع کی۔داؤد خاں نے جا کر توپ وتفنگ سے ہنگامۂ جنگ گرم کیا،ایک پہر دن رہے سے شام تک جنگ رہی۔16 تابین مرے اور پچاس سوار اور پیادے زخمی ہوئے۔ رات ہوگئی تو مخالفوں نے دو بڑی توپیں لا کر مورچالوں میں نصب کیں اور اُن کے صدمہ سے چند پیادے اور سواروں کو مارا اس رات کو زمیندار مذکور نے داؤد خاں کے پیغام کا جواب بھیجا کہ میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔داؤد خاں نے ایک کوہچہ پر کہ وہ دشمنوں کا سرکوب تھا قبضہ کرلیا اور اُس پر مورچال بنا کے توپیں جمائیں تو دشمنوں نے اپنے مورچے چھوڑ کر حصار کے نیچے ندی پر مورچے جمائے۔داؤد خاں نے دو تین روز میں جنگل کٹوا کر راہ بنائی۔ ماہِ جمادی الاول کو تین جانب سے دشمنوں پر یورش کی اور دو پہر تک خوب لڑائی رہی۔ دشمن بہت سے مارے گئے کچھ زخمی ہوئے بھاگ کر پہاڑ اور جنگل میں جا چھپے۔لشکر شاہی نے ان کا تعاقب کیا حصار شہر بند کو جا کر لے لیا اور دشمنوں کو یہاں سے بھی بھگا دیا۔اُنھوں نے قلعہ پائیں اور حصار کوہ میں پناہ لی۔زمیندار نے اپنے اہل وعیال،اشیاء واموال کو قلعوں سے نکال کر جنگل میں بھیجا اور خود دونوں قلعوں میں قلعہ بند ہوگیا اور مراسم مدافعت ومقاومت میں قیام کیا۔لشکر شاہی حصار شہر بند میں آ کر قلعہ کے دروازہ کے پاس پہنچا اور ایک پہر رات گئے تک توپ وتفنگ سے ہنگامہء جنگ گرم رہا زمیندار رات کو قلعہ سے جنگل میں بھاگ گیا۔دونوں قلعے بادشاہی فوج کے قبضے میں آ گئے۔ہندوؤں کے صنم خانے اور معابد ذکر وتہلیل سے تبدیل ہوئے۔ اس یورش وآویزش میں 61 آدمی قتل اور 1177 آدمی زخمی ہوئے مخالفوں کے بہت آدمی قتل وزخمی واسیر ہوئے خبر آئی کہ مخالف قلعہ دیوکن میں جمع ہوئے تو داؤد خاں نے شیخ صفی کو فوج کے ساتھ روانہ کیا اُس نے جا کر محاصرہ کیا اور دشمنوں کو ایسا تنگ کیا کہ اُنھوں نے یہاں سے بھی فرار کیا۔قلعہ بادشاہی سپاہ کو ہاتھ آیا۔داؤد خاں نے یہاں کا انتظام منگل خاں کے سپرد کیا اور خود پٹنہ میں چلا آیا۔

## بادشاہ کا حال:

شاہجہاں کے پاس سے فاضل خاں سوا لاکھ روپیہ کے جواہر لایا۔ دوم رجب کو خلیل اللہ کا انتقال ہوا۔ بادشاہ نے سوم کے روز جا کر اُس کے سوگواروں کی تسلی و دل جوئی سے نوازش فرمائی۔اس کے بیٹوں روح اللہ خاں و میر خاں وعزیز اللہ خاں اور اُس کے برادرزادوں سیف

الدین افتخار خاں وملتفت خاں و بہاء الدین اور اُس کے داماد سیف الدین کو خلعت فاخرہ دیئے اور اس کی بیٹی و بیوی کا پچاس ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا اور بیٹوں اور داماد کا اضافہ منصب کیا۔ 6 رجب کو شہزادہ محمد اکبر کا ختنہ ہوا۔ اس سنت کو بادشاہ نے ادا کیا۔ بداق بیگ کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ شاہ ایران کو پان کھانے کی طرف رغبت ہے اس لیے اس کے پاس پان بھیجے۔ خواجہ احمد ایلچی کو ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کے قریب دے کر رخصت کیا۔ غرہ شعبان کو بنگالہ سے شجاع کے اسی ہاتھی بھیجے ہوئے اور پلاؤں کے غنائم میں سے دو ہاتھی نظر اشرف سے گزرے۔ بادشاہ نے ڈیڑھ سو کلنگ شکار کیے۔ خضر آباد (ہمایوں کے مقبرہ کے پاس شاہی مکانات بنے ہوئے تھے) میں باور کا دام لگا کے شکار کھیلا اور تین سو پچپن (355) ہرن مارے۔ اس شکار میں بادشاہ کو اپنے رحم کے سبب سے خیال آیا کہ بے زبان حیوانوں پر شکار کر کے ظلم کرنا نہیں چاہیے اس لیے اُس نے شکار کو اور جانوروں کے قید کرنے کو منع کر دیا جتنے جانور جال میں پکڑے گئے تھے سب کو چھوڑ دیا۔

## خانخانان عرف معظم خاں کی ملک آسام کی فتح کی تمہیدات:

جب شاہجہاں کی علالت کے سبب سے ملک میں چاروں طرف شورش ہوئی اور سرکشوں نے سر اُٹھایا اور شجاع نے بنگالہ میں اپنا سکہ جمایا تو بھیم نراین زمیندار کوچ بہار نے سرکشی کی جو اس سانحہ سے پہلے بادشاہ کا مطیع وفرمان پذیر تھا اور ہمیشہ پیش کش بھیجتا رہتا تھا اور گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور رعایا کے صغیر وکبیر کی ایک جمع کثیر کو قید کیا جس میں اکثر مسلمان تھے اور اُن کو اپنی ولایت میں لے گیا اور اس علاقے میں بڑی خرابی مچائی۔ ولایت کام روپ جو عبارت باجو اور گواہٹی اور اس کے توابع سے ہے اور قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ میں داخل تھی اُس کو اپنے وزیر بھولا ناتھ کو بھیج کر تصرف میں لانا چاہا۔ اُس وقت آسام جی دہج سنگھ راجہ تھا جو وسعت ولایت وفزونی دستگاہ قدرت و کثرت جمعیت لشکر اور انبوہی خیل وحشم وبسیاری نوارہ وتوپ خانہ وفیلان جنگی میں راجہ کوچ بہار پر فوقیت رکھتا تھا۔ اُس نے جب شجاع کی شورانگیزی کا حال سنا اور بھیم نراین کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کام روپ کی تسخیر کا ہے تو اُس نے آسامیوں کا لشکر عظیم نوارہ اور توپ خانہ کو دریا وخشکی راہ سے ولایت کامروپ میں متعین کیا۔ لطف اللہ شیرازی یہاں کا فوجدار تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ دونوں طرف سے سیلاب آشوب آیا اور مجھ میں مقابلے کی ہمت نہیں اور کمک اور مدد کی امید منقطع ہے تو صلاح اندیشی سے یہاں سے نوارہ کی مدد سے جہانگیر نگر چلا گیا۔ بھولا ناتھ وزیر بھیم نرائن

آسامیوں کے قصد سے مطلع ہوا۔ اُس کو یقین تھا کہ میں آسامیوں پر غالب نہیں ہو سکتا وہ بھی چلا گیا اور آسامیوں کا کوئی روکنے والے اور ان سے لڑنے والا باقی نہیں رہا۔

## ولایت بادشاہی پر قبضہ اور دیگر واقعات:

ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہوئے اور اس دیار کی رعایا کو اسیر کیا۔ شجاع اپنے حال میں خود گرفتار تھا وہ اس کا علاج کچھ نہ کر سکا۔ آسامیوں نے دلیری کر کے قدم اور آگے بڑھایا اور بغیر کسی مانع کے حوالہ پرگنہ کری باری پر کہ جہانگیر نگر سے پانچ منزل ہے متصرف ہوئے اور موضع مست سلا (ہت سلہ) میں کہ کری باری کے قریب ہے اپنا تھانہ جمایا اور ایک جمع کثیر کو اُس کی محافظت کے لیے مقرر کیا۔ جہانگیر کے عہد میں بھی ایسی جرأت آسامی کر چکے تھے کہ ولایت بادشاہی پر تاخت کی تھی اور سید ابا بکر کو حوالہ جمدھر سے سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اسیر کر کے لے گئے تھے اور شاہجہاں کے اوائل جلوس میں چیرہ دستی کر کے شیخ عبدالسلام فوجدار ہاجو کو اہتی پر حملہ کر کے چارسو آدمیوں کو دستگیر کر کے لے گئے تھے اس مدت میں حکام بنگالہ میں سے کسی کو آدمیوں کی تادیب کی توفیق نہیں ہوئی مگر میر عبدالسلام مخاطب بہ اسلام خاں کو کہ اس نے اپنی صوبہ داری کے زمانہ میں شاہجہاں کے عہد میں آسام کی تسخیر اور آدمیوں کی تنبیہ کا ارادہ کیا۔ اور اپنے بھائی سیاست خاں کو لشکر کے ساتھ اس طرف کھینچا تھا کہ وہ خود بنگالہ کی صوبہ داری سے بدل کر وزیر مقرر ہوا اور اُس کی جگہ شہزادہ شجاع مقرر ہوا۔ جس کو اتمام مہم کی توفیق نہ ہوئی اور لشکر شاہی موضع کجلی سے جو آسام کا دہنہ ہے آگے نہیں بڑھا۔

## راجہ آسام کا خان خاناں کو معذرت نامہ بھجوانا:

جب سال سوم جلوس ماہ رمضان میں بنگالہ سے شجاع رخنگ میں گیا۔ اور اس کے تعاقب میں خانخاناں جہانگیر نگر میں آیا تو راجہ آسام نے اُس کے خوف کے مارے اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخاناں کے پاس بھیجا اور اُس میں لکھا کہ کوچ بہار کا زمیندار بھیم نراین مجھ سے دشمنی رکھتا تھا اُس نے ایام شورش و انقلاب میں ولایت بادشاہی پر دست تعرض دراز کیا اور ولایت کا مروپ پر جو قدیم الایام سے آسام سے تعلق رکھتی ہے متصرف ہونا چاہتا تھا میں نے اس کو تصرف سے باز رکھا اور ان حدود کو اپنے ماتحت کر لیا۔ اب جس شخص کو آپ اس طرف متعین کریں اُس کو یہ ولایت سپرد کر دوں۔ خانخاناں نے باقتضاء صلاح اندیشی اس وقت بظاہر اُس کی معذرت کو قبول

کرلیا اور وکیل کو خلعت دے کر واپس کیا۔ رشید خاں وسید نصیر الدین خاں وسید سالار خاں داعز خاں کو متعین کیا کہ وہ جا کر ولایات بادشاہی آسامیوں کی قرارداد کے موافق اپنے تصرف میں لائیں۔ اس اثنا میں بھیم نراین نے لشکر شاہی سے خوف کھا کر عفو تقصیر کی درخواست کی اور اپنا وکیل بھیجا مگر اس کی تادیب و گوشمالی واجب تھی۔ خانخاناں نے درخواست کو بغیر پڑھے فرمایا کہ وکیل دار ضیافت میں جا کر سوکوڑے کھانے کی تکلیف اُٹھائے یا نوشتہ زہر مار کر نوشجان کرے۔ وکیل نے نوشتہ کو چرب لقمہ جان کر نوشجان کیا اور استراحت خانۂ زنجیر میں پاؤں پھیلائے۔ راجہ سجان سنگھ بندیلہ کو بندہائے بادشاہی کی فوج کے ساتھ اور مرزا بیگ اپنے آدمی کو ایک ہزار تابینیوں کے ہمراہ بھیجا کہ بھیم نراین کی تنبیہ کریں اور ولایت کوچ بہار کو تسخیر کریں۔ جب آسامیوں نے سنا کہ رشید خاں افواج کے ساتھ کامروپ کی طرف روانہ ہوا ہے تو اُنہوں نے اول پرگنہ کری باری اور چند اور پرگنوں کو خالی کیا اور آخر کو دریائے بنارس تک ولایات بادشاہی کو چھوڑ دیا۔ رشید خاں نے آسامیوں کو اس حرکت کی حیلہ وری اور تزویر جان کر نہایت احتیاط کی کہ جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جا کر ٹھہر گیا۔ خانخاناں نے اس کو آگے جانے کی تاکید کی تو بھی اس پر کچھ اثر نہ ہوا تو رشید خاں کے کمکیوں یوسف خاں داعز خاں نے جا کر کری باری اور پرگنات پر تصرف کیا جو آسامیوں نے خالی کیے تھے تو رشید خاں موضع رنگامائی کی طرف چلا جو کامروپ کے توابع میں سے ہے۔ آسامی رشید خاں کے آگے بڑھنے میں غفلت کرنے سے خوش ہوئے اور اُنہوں نے دوبارہ کامروپ کے تصرف میں لانے کا ارادہ کیا۔ توپ خانہ ونوارہ اور آلات نبرد بہت سے سامان کے ساتھ بھیجے۔ رشید خاں کے پاس اُن کے دفع کرنے کا سامان موجود نہ تھا وہ رنگامائی میں مقیم ہوا اور خانخاناں کو حقیقت حال پر مطلع کیا۔ سجان سنگھ بھیم نرائن کی تنبیہ کے لیے معین ہوا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ کامروائی کچھ نہیں ہوتی تو وہ بھی ولایت کوچ بہار کی ایک بند کی دیوار میں ہو بیٹھا اور خانخاناں کو اصل حال سے اطلاع دی۔

## خان خاناں کا توپ خانہ اور فوارہ سے خود لشکر کشی کرنا:

خانخاناں نے ان دونوں کا یہ حال دیکھا تو وہ خود نوارہ اور توپ خانہ اور بنگال کی افواج لے کر ان دونوں مہموں کے سرانجام دینے کا عازم ہوا اور بادشاہ کے پاس اپنی درخواستیں بھیجیں۔ بادشاہ نے اُن کے موافق تمام لشکر کو جو شجاع کی مہم میں گیا تھا حکم صادر کیا کہ وہ سب مہمات مذکور میں

شرائط موافقت و مرافقت کو بجالا کر خانخاناں کی صلاح وصوابدید سے باہر قدم نہ رکھیں۔ جب برسات ختم ہوئی اور پانی کی طغیانی دور ہوئی تو 18 ربیع الاول 1072ھ کو خانخاناں خضر پور سے سرکشوں کے استیصال کے لیے روانہ ہوا۔ نوارہ دو تہائی ساتھ لیا اور باقی جہانگیر نگر میں چھوڑا اور بادشاہ کے حکم کے موافق اکبر نگر کی حراست مخلص خاں کو اور جہانگیر نگر کی حفاظت احتشام خاں کو تفویض کی اور سیّد اختصاص خاں اور راجہ امر سنگھ نرودی کو اور عمدہ منصب داروں کو احتشام خاں کا کمکی مقرر کیا اور مہمات خالصہ بدستور معہود دیوان بھگوانی داس کو سپرد ہوئیں اور نوارہ کا اہتمام محمد مقیم کے حوالے ہوا۔ جب خانخاناں معظم خاں موضع ہری تلہ میں آیا جو بادشاہی ملک کی سرحد ہے تو اس سرزمین کے واقف کاروں سے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ کوچ بہار کی چلتی ہوئی راہیں تین مشہور ہیں ایک ولایت مورنگ کی سمت سے دوم ملک بادشاہی کی جانب سے دو راہیں جن میں سے ایک راہ دوار ہے۔ دوار عبارت ایک بند محکم اساس سے ہے وہ ایک عریض مرتفع بند کے اوپر جس کو اہل ملک آل کہتے ہیں قدیم الایام سے بنایا گیا ہے اور اس بند عالی سے شہر کوچ بہار اور اُس کے کچھ پرگنے محصور ہیں اس کا دور 24 کروہ ہے اور اس بند کے اوپر سب طرف ایک جنگل ہے جس میں بانس و بید اور درخت ایسے بلند و تنومند اور گھنے ہیں اور اُن کی شاخیں ایسی باہم لپٹی لپٹائی ہیں کہ چور کا گزر بھی مشکل سے ہوتا ہے۔ کئی جگہ اس بند پر در اور در بند کمال مستحکم ہیں اور اور اُن پر بڑی بڑی توپیں اور زنبورکیں و ضرب زن اور ادوات پیکار چنے ہوئے ہیں۔ مردان کار اور ہوشیار ہر ایک کی حفاظت کے لیے متعین ہیں اور ان دو بندوں میں سب سے بڑا ایک دوار ہے کہ راہ مذکور اس کے محاذی جاتی ہے اور اس در بند کے گرد ایک چوڑی و گہری خندق کھودی گئی ہے۔ ولایت کوچ بہار کی راہ متعارف یہی ہے اور اگر در بند مذکور مفتوح ہو جائے تو پھر کوچ بہار تک کوئی مانع نہیں لیکن اس کا فتح کرنا آسان نہیں ہے دوسری راہ گھوڑا گھاٹ ہے کہ رنگاماٹی کے متصل ہے اس بند کا عرض اس طرف کمتر ہے لیکن اس راہ میں عظیم و عمیق دشوار گزار نالے ہیں اور جنگل خطرناک ہے درخت ایسے گھنے ہیں کہ ہوا کے پاؤں میں بھی زنجیریں پڑتی ہیں خار دار درختوں کی یہ کثرت ہے کہ عبور کے وقت باد کے دامن گیر ہوتے ہیں۔ ان دواروں کو اس طرح بند کیا ہے۔ ایک اور راہ مشہور ہے وہ ملک بادشاہ کی سمت جاتی ہے۔ جس کے اس طرف کی آل عرض و ارتفاع میں اور اطراف کی نسبت کمتر ہے لیکن کوچ بہار کے معمورہ تک سب جگہ جنگل و بیشہ زہر دار سانپوں اور اونچے درختوں سے

بھرا ہوا ہے۔ اس کی محافظت بھیم نرائن نے اس خیال سے نہیں کی کہ وہ جانتا ہے کہ لشکر شاہی کا عبور اس میں نہیں ہوسکتا۔ اس کے تراکم شجار اور قلیت راہ سے خاطر جمع ہے۔ خانخاناں نے یہ راہ اختیار کی وہ لشکر کے ساتھ ہری تلہ سے چلا اور یہ مقرر کیا کہ نوارہ اس راہ میں چلے کہ گھوڑا گھاٹ سے نکل کر دریا برہم پتر سے ملحق ہوتا ہے۔

## راجہ سبحان سنگھ کے لشکر کا خان خاناں سے آن ملنا:

ماہ ربیع الثانی کو راجہ سبحان سنگھ اور اُس کا لشکر بھی خانخاناں سے آملا۔ ماہ جمادی الثانی کو راہ مذکور کی حفاظت جو جماعت کرتی تھی وہ بھاگ گئی۔ اس راہ میں ہاتھی و تبردار و لشکر کے پیادے آگے آگے جاتے اور جنگل کے درختوں کو توڑ کر راہ بناتے تھے۔ بڑی مشکل سے لشکر اس طرح راہ کاٹتا۔ راہ میں ایک چوڑی عظیم رود آئی ایک جگہ پایاب دریافت کی گئی وہاں سے لشکر پایاب ہوا۔ نیستان سے لشکر نکل کر آل کے نیچے آیا۔ یہاں کے محافظ ڈر کر بھاگ گئے۔ آل میں لشکر داخل ہو کر کوچ بہار کے قریب آیا۔ بھیم نرائن اس آل کے بھروسہ پر سرکشی کرتا تھا۔ جب وہ ہاتھ سے گیا تو لشکر شاہی کے پہنچنے سے تین روز پہلے وہ کوچ بہار سے بھاگ گیا اور اہل و عیال و اموال کو ساتھ لے گیا اور کوہ بھوٹنت میں پہنچا۔ بھولا ناتھ اس کا وزیر اس کی صواب دید و اشارہ سے پانچ چھ ہزار پیادوں کے ساتھ کوچ بہار کی مغرب کی سمت میں گیا جو درہ کوہ مورنگ میں ہے اور بڑے بڑے جنگل اُس کے گرد ہیں۔ وہ اس خیال سے یہاں آیا کہ جب لشکر شاہی گزرے تو فرصت کے وقت راہزنی کرے اور شورش مچائے۔ دیہاتوں اور کھیتوں کو جلائے۔ رعایا کو بھگائے اور لشکر شاہی کو آذوقہ نہ پہنچنے دے۔ ششم جمادی الاولی کو حوالی شہر میں سپاہ اسلام کا خیمہ لگا اور شہر بلاتردد سیف و سنان کے تصرف میں آیا۔ ابتداء میں شہر کے اندر جس کسی کے کچھ ہاتھ آیا وہ لے گیا۔

## سید محمد صادق صدر بنگالہ کا اہتمام مملکت:

بعد ازاں سیّد محمد صادق صدر بنگالہ کو خانخاناں نے حکم دیا کہ جابجا خود اہتمام کر کے قطعی ایسا انتظام کرے کہ کوئی شخص رعایا کے مال و عیال پر دست درازی نہ کرے اور راجہ بھیم نرائن کے مال و اسباب جو ہاتھ آئے ضبط کرے بت شکنی اور رواجراء احکام اسلام میں مشغول ہو۔ سید مذکور نے خوب اہتمام کیا کہ وہاں کے باشندوں کے احوال کا کوئی متعرض نہ ہوا۔ سزا کے لیے غارت پیشوں کے واسطے قطع ید و گوش و بینی کا حکم دیا گیا۔ رعایا و غربا کے جان و مال کی امان کے لیے تسلی میں مشغول ہوا

اور بت کلاں نرائن کے سر اور روئے کو کلنگ کی ضرب سے اور بازوئے اسلام کی قوت سے توڑا پھر اور بتوں کے ٹکڑے کیے بت خانوں کی چھتوں پر چڑھ کر ہر طرف دین محمدی ﷺ کی اذان کا آوازہ ایسا بلند کیا کہ اس مرز و بوم کے ہوش باختوں میں بھونچال آیا۔ مکرر تاراج اور غارت کی ممانعت کی گئی، دلباختہ رعایا اور مقدموں کے کانوں میں صدائے امن و امان پہنچی۔ جو جماعت بھاگ گئی تھی اس کے گھر اور اس کے مال کی گرداوری میں بطریق امانت زیادہ تاکید و احتیاط کی گئی۔ باوجود دارالحرب ہونے کے سپہ سالار نیک سیرت نے رعایا کے حال و مال و عیال پر ترحم کیا تو اس کی خبر کے منتشر ہونے سے ہر صنف و قوم کے آدمی گروہ کے گروہ آنے شروع ہوئے۔ ویران گھر آباد ہو گئے، بشین نراین پسر بھیم نرائن کہ باپ سے ناراض تھا فرصت وقت کو غنیمت جان کر خانخاناں کی ملازمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ پدر اور وزیر کی گرفتاری کے لیے رہنمائی کرنے لگا۔ خانخاناں نے کچھ آدمیوں کو اس کے ہمراہ کیا تاکہ بھیم نراین کا تعاقب کریں جو دامن کوہ بھوٹنت میں بھاگ گیا ہے اور اسفندیار بیگ کو جو اس سرزمین کی خصوصیات پر مطلع تھا بھیجا کہ بھولا ناتھ کو گرفتار کر لے لائے جو مورنگ کے دامن کوہ میں چھپا تھا اور شورانگیزی کی تلاش میں تھا اور رعایا کی تسلی و استمالت ایسی کرے کہ وہ اپنے اپنے مساکن میں آ کر آباد ہوں۔ فرہاد خاں کو ایک اور گروہ کے ساتھ دوسری سمت میں اسی مطلب کے لیے بھیجا۔ کارشناسی و تدبیر کے حکم سے اشارہ کیا کہ ایک دوار کی اور بند کی عمارات کو منہدم کریں اس کے ہر طرف سوسو گز جنگل کاٹ دیں اور اس کے دونوں طرف درختوں کو چھانٹ دیں، چھوٹی بڑی ایک سو چار توپیں اور ایک سو چپن زنبورک و راچنگی اور بہت سی اور بندوقیں اور آلات توپ خانہ وادوات پیکار اور کچھ بھیم نرائن کے اثقال و احمال لشکر شاہی کے تصرف میں آئے۔ جہانگیر نگر کو اسباب توپ خانہ روانہ ہوا۔ فرہاد خاں جو بھولا ناتھ کے تعاقب کے لیے متعین تھا وہ رسم تگامشی بجالا کر اُس کے پیچھے اُس جگہ تک گیا جہاں سوار جا سکتا تھا۔ کچھ اس کے گھوڑے اور اسباب لایا جو وہ چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گیا تھا۔ سات روز بعد مراجعت کی۔

## اسفندیار بیگ کا جاسوسوں کے ذریعے بھولا ناتھ کی تلاش:

اسفندیار بیگ نے جاسوسوں کو بھیج کر بھولا ناتھ کا پتہ لگایا۔ وہ جنگل میں سانپ کی طرح چھپتا تھا وہاں اُس نے آدھی رات کو اس کو اور اُس کے ہمراہیوں اور زن و فرزند گرفتار کر کے مراجعت کی۔ بھیم نرائن نے جب سنا کہ لشکر شاہی اس کے پیچھے آتا ہے تو وہ دھرم راج مرزبان بھوٹنت سے

اجازت لے کر پہاڑ کے اوپر چلا گیا۔ اس پہاڑ کی چوٹیوں پر سوا پیادہ کے کوئی اور مشکل سے بھی نہیں چڑھ سکتا۔ لشکر شاہی اس کوہ کے نیچے آیا۔ ایک ہاتھی اور کچھ گھوڑے اور دواب اس کے ہاتھ آئے۔ اور ایک کوھی آدمی کو پکڑ کر لائے وہ قوی ہیکل و سرخ و سفید تھا اور اس کے سر کے بال بھی زرد تھے نہ اور گردن کی اطراف پر چھوٹے ہوئے تھے سوا سفید دھوتی کے کچھ اور کپڑا اُس کے پاس نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ زن و مرد اس وضع و لباس سے زیست کرتے تھے۔ اُس کی زبان کوچ بہار کے آدمیوں سے ملتی تھی۔ اس نے خانخاناں سے کہا کہ اگر مجھے مرزبان بھوٹنت کے نام خط لکھ کر دیجئے تو میں اس کا جواب لا دوں گا۔ خانخاناں نے اُس کے آدمی کو جان کی امان اور خلعت دے کر دھرم راج مرزبان بھوٹنت کے نام پروانہ لکھ دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ بھیم نرائن تیری پناہ میں آیا ہے تو اس کو بھیج دے یا اس کو اپنے وطن سے باہر نکال دے۔ بھوٹیہ اس پروانہ کا جواب یہ لایا کہ میرے استصواب بغیر بھیم نرائن اس کوہستان میں آیا ہے۔ ناخواندہ مہمانوں کو ضرر پہنچانا اور خارج کرنا مروت سے بعید ہے۔ کوہستان بھوٹنت سرسبز ہے۔ وہ کوچ بہار کے شمال میں پندرہ کوس پر ہے۔ اس کی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں، وہاں یہ میوے ہوتے ہیں۔ امرود و سیب و بہی اور اسی طرح کے سرد میوے شیریں اور یہ چیزیں اور ہوتی ہیں۔ ہاتھی و گونٹ اور مشک اور ایک قسم کا پشمینہ جس کو بھوٹ کہتے ہیں اور پرکا کہ ایک پارچہ کندہ ہوتا ہے اور ریسمان سے بنا جاتا ہے اور فرش کے کام آتا ہے۔ ریگ شوئی سے کچھ نقرہ و طلا بہم پہنچتا ہے۔ اس کوہستان کا زمیندار دھرم راج ایک بوڑھا معمر مرتاض رعیت پرور انصاف پیشہ ہے۔ وہاں کے آدمی اس کی عمر ایک سو بیس سال کی بتاتے تھے۔ سوائے کیلا و شیر کے اس کی غذا کچھ نہ تھی رعیت کے ساتھ بہت رفق و مدارا کرتا تھا اس کی ولایت میں ایک تندرو و عمیق کم عرض ندی جاری تھی۔ بجائے پل کے آہنی زنجیریں اس کے عرض میں میخ اور درختوں کی بیخ سے باندھتے ہیں اور اسی طرح دوسری زنجیر اس کے اوپر آدمی کے قد کے برابر اونچی لگاتے ہیں۔ آنے جانے والے نیچے کی زنجیر پر پاؤں اور اوپر کی زنجیر پر ہاتھ رکھ کر عبور کرتے ہیں۔ احمال و اثقال اور ٹانگنوں کو اسی طرح دریا سے پار اُتار کر لے جاتے ہیں۔

## کوچ بہار کا حال:

کوچ بہار کی ولایت بنگالہ کے شمال و مغرب میں شمال کی جانب واقع ہے اس کا طول شرقاً غرباً ابتداء پرگنہ بھیتر بند سے کہ ملک بادشاہ میں داخل ہے پاپ گاؤں تک کہ ملک مورنگ میں ہے

55 کروہ جریبی اور اس کا عرض جنوباً شمالاً پرگنہ تاج ہات سے کہ ممالک محروسہ میں ہے نوسیکر تک کہ کھونٹا گھاٹ سے متصل ہے پچاس کروہ جریبی۔ یہ ولایت بلاد شرقیہ میں ہے نزہت وصفا و لطافت آب و ہوا و فور ریاحین و ازہار و کثرت بساتین و اشجار و خرمی و دلکشائی و فیض بخشی و فرح افزائی میں امتیاز رکھتی ہے۔ ہندوستان و بنگالہ کے فواکہ و اثمار مثلاً آم و کیلا و اناناس و کوئلہ نہایت خوب ہوتے ہیں۔ اس سرزمین میں فلفل گرد کے درخت بھی بہت ہوتے ہیں۔ اس ولایت میں جو اندر کی طرف بند ہے اس کو بھتیر بند اور جو باہر کی طرف بند ہے اُس کو باہر بند کہتے ہیں۔ ایک دریا عظیم اور دو مختصر نہریں بند میں داخل ہوتی ہیں اور وہ اور پانیوں اور دریاؤں کے ساتھ جو اور جانبوں سے آتے ہیں مل کر دریائے سنکوس میں داخل ہوتی ہیں۔ یہ دریا سمت آسام میں کوچ بہار کے منتہاء پر واقع ہے۔ برسات کے دنوں میں کوئی ندی پایاب نہیں ہوتی۔ برسات کے بعد ندیاں پایاب ہو جاتی ہیں۔ اکثر ان کی تہہ میں سنگریزے ہوتے ہیں اور ان کا پانی بہت میٹھا ہوتا ہے۔ باہر بند میں پانچ چکلے ہیں اُن میں 77 پرگنے ہیں اور بھتیر بند میں بارہ پرگنے اور اس ولایت کا محصول دس لاکھ روپیہ ہے اس ملک میں دو قومیں آباد ہیں ایک میچ ہے پرگنات بھتیر بند ہے اور دوسری قوم کوچ باہر بند میں رہتی ہے۔ کوچ بہار کی وجہ تسمیہ یہی قوم ہے۔ دونوں قومیں بت پرست ہیں۔ بھیم نرائن کوچ کی قوم میں سے ہے۔ اُس کے باپ دادا کے نام کا ایک جزو نرائن ہے۔ اہل دیار جس بت کی پرستش کرتے ہیں اس کا نام نرائن ہے۔ ہندو یہاں کے زمینداروں کا اعتبار عظیم کرتے ہیں اور راجہ کو بزرگ راجاؤں کی اولاد میں جانتے ہیں جو اسلام سے پہلے تھے۔ یہاں کا راجہ سونے پر سکہ لگاتا ہے جس کا نام نرائنی ہے۔ یہاں کے راجہ کی طبیعت عیش و عشرت و خود رائی و زیب و زینت کی طرف مائل ہے۔ مستی و ہوا پرستی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ کبھی لب کو ساغر کے لب سے اور ہاتھ کو صراحی کی گردن سے نہیں اُٹھاتا۔ اُس کا کاخ دماغ گویوں کے سروں سے بھرا رہتا ہے۔ ملک کا نظم و نسق اپنے وزیر بھولا ناتھ کے سپرد کر رکھا ہے۔ خود حکومت کے کار میں کم مشغول رہتا ہے اور عمارات دلنشیں و مساکن عالی میں دیوان خانہ و خلوت و حرم و خواص پورہ و حمام و باغیچہ و نہر و فوارہ و آبشار بقرینہ خوش طرح کمال زینت و تکلف کے ساتھ بنائے ہیں۔

## کوچ بہار میں فطری مناظر کی دلفریبی:

شہر کوچ بہار طرح داری و قرینہ کے ساتھ آباد ہوا ہے۔ کوچوں میں خیابان ہیں اور ناکسیر

دکھنال کے درخت نہایت خوش برگ وموزوں گل لگائے ہیں۔ اس سرزمین میں بڑا نقص یہ ہے کہ یہاں کے آدمیوں کا نہال جمال کی بہار سے بہرہ نہیں رکھتا۔ قضا کے دہقانوں نے وجاہت وزیبائی کا تخم اس قوم کی صورت میں نہیں بویا ہے۔ گویا مصور صنع نے اس گروہ کی شبیہ کشی میں صورت انسانی کی چہرہ کشی کا قصد ہی نہیں کیا ہے۔ سب چھوٹے بڑے زشت رو ہیں مگر سبز فام و کچھ گندم گوں قوم میچ میں بعض آدمی سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور وہ مزارع ہوتے ہیں اور سپاہی بھی۔ اُن کے حربے تیر وتفنگ ہیں۔ اُن کے تیروں کے پیکاں اکثر زہر آلود ہوتے ہیں اُن کے زخم سے زخم پر آماس ہوتا ہے جس سے مجروح ہلاک ہوتے ہیں اس کا علاج کسیر دو پان کھانے و طلا کرنے سے ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانی پر ایک منتر پڑھوا کے اُس کے پینے سے آرام ہوتا ہے۔ اس یورش سے اصل مطلب یہ تھا کہ ولایت آسام کی تسخیر و آسامیوں کی تادیب وتنبیہ ہو اس لیے اس کوہستان کی تسخیر اور اس کے راجہ دھرم راج کے استیصال کو اور وقت پر موقوف رکھا اور آسام کی فتح کا ارادہ مصمم کیا۔ کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا۔ سولہ روز یہاں رہ کر سب طرح کا بندوبست اس کا کیا اور اسفندیار خان کو یہاں کا فوجدار مقرر کیا۔

## فتح آسام کے قصد سے لشکر کا کوچ:

سوم یا دوم جمادی الاول 1072ء کو آسام کی فتح کے قصد سے لشکر نے کھونٹہ گھاٹ کی راہ کوچ کیا۔ 28/کورنگا مائی میں لشکر آیا تو رشید خاں اور اس کے ہمراہی اور نوارہ بادشاہی اُس سے مل گئے۔ دریا برہم پتر کے دونوں طرف پہاڑوں کا سلسلہ مسلسل چلا جاتا ہے۔ اس دریا کے کنارہ پر کثرت سے بیشہ و جنگل اور بہت سے ندی نالے وکیچڑ و دلدل ہے لشکر کا چلنا کمال دشوار ہے اگرچہ ان حدود کے سرزمین کے زمیندار اور دیگر لوگ بہت سے رستے بتلاتے تھے کہ جن سے آسانی سے عبور ہو سکتا تھا لیکن خان سپہ سالار حزم اندیشی و دور بینی کے سبب سے جو اساس سپہ داری و سرداری ہے اس گروہ کی راہ نمائی پر اعتبار نہ کرتا اور دریا کے کنارہ کو باوجود صعوبت کے نہیں چھوڑتا۔ اس نے مقرر کیا کہ دلیر خاں فوج ہراول کے ساتھ و میر مرتضیٰ توپ خانہ کے ساتھ اس راہ پر کہ سیدھی مقصد پر منتہی ہوتی ہے۔ دریا کے کنارہ کو رہنما بنا کر اور لشکر کا پیش رو بن کر آگے چلیں۔ خان مذکور نے بڑی کوشش کی ہاتھیوں کے دانتوں سے جنگل کے درختوں کو شکست کرایا۔ نیستان کو اُن کی سونڈوں سے اکھڑوایا۔ لشکر کے تبرداروں و پیادوں سے حتی الوسع ناہموار راہ کے تصفیہ و تسویہ میں کوشش کرائی۔

اس راہ میں میں ندی و نالے بہت تھے۔ اس سرزمین میں جو جھیلیں و دلدل آتی اس کو درخت کی شاخوں اور کے دستوں اور گھانس کے پشتاروں سے بھر کر اُن سے عبور کرتے۔ اس سبب سے کہ یہ راہ ایسی سخت خطرناک تھی اور نوارہ اس سبب سے کہ پانی پر دیر میں چلتا تھا ایک روز میں دو کوس یا ڈھائی کوس سے زیادہ نہیں چلتا تھا۔ جہاں لشکر اسلام کا قیام ہوتا وہاں جنگل کو کاٹ کر ہر ایک آدمی اپنا خیمہ لگاتا اور اپنے جانوروں کے رہنے کے اصطبل بناتا خان سپہ سالار صبح سے شام تک رستوں کے بنوانے میں کوشش کرتا اور پیادہ ہو کر سپاہ کو تسلی دے کر اُن کی جذب قلوب کرتا اور اپنے اخلاص مند ساتھیوں کی مدد کرتا ہے اور حافظ کا یہ شعر ورد زباں رکھتا۔

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید
ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

اگر چہ راہ میں یہ تکالیف تھیں مگر لشکر جہاد کے شوق کے سبب سے اُس کو راحت خیال کرتا۔ 6/ رجمادی الآخر جوگی گپھا کی منزل گاہ پر سپاہ پہنچی۔ اس جوگی گپھا کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک جوگی دنیا کو چھوڑ کر یہاں ایک غار میں بیٹھا تھا۔ ہندی زبان میں غار کو گپھا کہتے ہیں۔

## راجہ آسام کے دارالملک ناگر گاؤں کا احوال:

یہاں سے گواہٹی تک کہ ممالک محروسہ کی سرحد قدیم ہے چالیس کروہ مسافت ہے جبکہ یہاں سے ناگر گاؤں ایک ماہ کی راہ ہے جو راجہ آسام کا مسکن اور دارالملک ہے۔ آسامیوں نے اس پہاڑ کے دامن میں کہ دریا سے متصل ہے یہ قلعہ بنایا ہے جس کی دیوار کا عرض نیچے نو گز اور اوپر پانچ گز ہے اور اس کا دور حصار کے اندر زیادہ ایک کروہ سے ہے اور اس کے بُرج بڑے مضبوط ہیں اور دیوار کا ارتفاع جانب غربی میں قلعہ کوہ تک ہے۔ یہی جانب شاہی سپاہ کے برسر راہ تھی اور دیوار سے ایک گولی کے ٹپہ پر گڑھے کھود کر اُن میں سیخیں سر تیز بانس کی جن کو یہاں کے لوگ بھالچہ کہتے ہیں گاڑی ہیں اور اس کی خندق عمیق میں بھی جس کا عرض تین گز تھا اسی طرح کے بھالچے اُس میں گاڑے ہیں۔ دریائے برہم پتر اس کی سمت جنوبی کا محیط ہے جانب مشرق میں دریائے بنارس ہے جو اس پہاڑ کے نیچے گزر کر دریائے برہم پتر سے ملتا ہے۔ شمالی جہت میں خندق و کوہ و جنگل کا انبوہ تھا اس کوہ کے محاذی ایک کوہ ہے جس کو بیج رتن کہتے ہیں اس پر بھی اسی طرح اک ایک قلعی بنایا تھا قلعہ جوگی گھپہ میں پندرہ ہزار آدمی مع توپ خانہ تھے اور قلعے کے نیچے تین سو بیس کشتیاں مع ساز و آلات

پیکار موجود تھے۔قلعہ بیخ رتن میں بھی چھ ہزار آسامی مع توپ خانہ تھے۔ یہاں دریا کی دو شاخیں ہوگئی تھیں جن کے درمیان خشک زمین میں آسامیوں نے مورچال بنائے اور اس کو چوب وبانس سے مستحکم کیا۔ان کا قصد یہ تھا کہ لشکر شاہی دریا کے جس شعبے میں گزرے توپ وتفنگ سے اس پر آگ برسائیں اور آگے نہ جانے دیں۔رودخانہ کے آگے سپہ سالار نے سپاہ کو حکم دیا کہ کمال خبرداری سے اُتریں اور مہتابوں کو اکثر روشن کرتے رہیں اور نوارہ کو حکم دیا کہ قلعہ کے نیچے آسامیوں کے مقابل لنگر ڈالیں اس لیے کہ آسامیوں کو کمک نہ پہنچنے پائے اور شب خون نہ مار سکیں۔ ہر پشتۂ کوہ پر اور رخنہ دار دشوار گزار راہوں پر مردان کار کو بہت سے سواروں اور پیادوں کے ساتھ تعین ومقرر کیا۔

## آغر خان کا تقرر کرنا:

جس طرف سے دشمن کو کمک پہنچنے کا زیادہ خطرہ تھا اس طرف آغر خاں کو مامور کیا۔اتفاقاً تین چار ہزار پیادے و برقنداز وں سے آغر خاں کا مقابلہ ومقاتلہ ہوا۔تیر اندازوں نے اطراف مغلیہ کو گھیر لیا۔آغر خاں نے بہادرانہ مقابلہ کر کے بہت سے دشمنوں کو مارا۔ چند مغل سوار قتل وزخمی ہوئے اور آغر خاں کے پاؤں میں ایک زہردار تیر لگا جس سے اُسی وقت ورم ہوا اور ورم میں درد ہوا مگر اُس نے دشمنوں کو بھگا دیا اور چند نفر آسامی زندہ گرفتار کیے۔آسامیوں پر لشکر شاہی کا ایسا خوف چھایا کہ اصلاً اُنھوں نے جنگ پر دل نہ لگایا رات کو ہر گوشہ وکنارہ سے بھاگ گئے۔آسامیوں کی جنگ کا مدار پیادہ و جنگ دریا پر ہے اور خشکی میں اُن کے سو پیادے دس غیر مسلح سواروں سے بھاگتے ہیں۔ بہت سے آسامی پہاڑ سے نیچے بھاگ کر اپنے نوارہ کی مدد کو آئے کہ بادشاہی نوارہ سے جنگ کریں۔ بہت سی کشتیاں جو پانی میں غرق تھیں اُن کو نکال کر کشتیوں پر سوار ہوئے اور دار و گیر پر مستعد۔ دوسرے روز جب آفتاب نکلا تو خانخاناں حصار کی طرف آیا اور جنگی آدمیوں کو مع مصالحہ توپ خانہ کے نوارہ میں بھیجا اور کچھ سپاہ کو دریا کے کنارہ پر رکھا کہ بروقت نوارہ کی مدد کریں۔طرفین سے کشتیوں نے حرکت کی،توپ وتفنگ کے گولے چلائے اور بان ایسے مارے کہ دریا میں تلاطم آ گیا۔ خشکی کی طرف سے بان مارے جاتے تھے۔توپ وتفنگ کی صدا سے آواز کوہ ہم آہنگ ہو کر کانوں کو بھرا کرتی تھی بارود کے دھویں سے روئے دریا ایسا نیلگوں ہو گیا تھا کہ غالب ومغلوب معلوم نہیں ہوتے تھے۔آسامیوں کی کشتی میں بان کم تھے اور ہراس بہت تھا۔بہت ہاتھ پاؤں مار کر اور سردن د

جانوں کو برباد کر کے اور بہت سی کشتیوں کو دریا میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بادشاہی نوارہ نے تعاقب کیا اور ایسا اُن کو تنگ کیا کہ اُنھوں نے تیر کر جان بچانی چاہی مگر وہ نہنگ دماہی کے طعمہ ہوئے۔ بعض گولوں کے صدموں سے نوارہ سے اُتر کر دامن کوہ کے پتھروں اور صحرائی درختوں کی پناہ میں آئے۔ کچھ آدمی تیر کر جان سلامت لے گئے تھے۔ اُن کو لشکر شاہی نے گرفتار کر لیا۔ ایک سو چالیس کشتیاں اور 64 آہنی توپیں چھوٹی بڑی اور تفنگ بہت سی بندوقیں اور دھروں اور باروت اور ادوات حرب و پیکار لشکر شاہی کے تصرف میں آئے اور وہ دونوں حصار بے کوشش دیورش فتح ہوئے۔ خانخاناں نے اپنے نوکر عطاء اللہ کو جوگی گپھا میں تھانہ دار مقرر کیا۔

## گواہٹی کی تسخیر کا عزم:

2/ جمادی الآخرئ کو گواہٹی کا قصد کیا۔ دریائے بنارس پر پل باندھا اور لشکر عبور کر کے آگے بڑھا۔ دریائے بنارس پر توپ خانہ گزر رہا تھا کہ ایک کشتی کے ڈوبنے سے ایک بڑی توپ ڈوب گئی۔ اس توپ کو بڑی مُشکل سے نکال کر توپ خانہ میں پہنچایا۔ 21/ جمادی الاُخریٰ کو لشکر گواہٹی سے دو کروہ پر پہنچا۔ یہاں آسامیوں نے شاہی سپاہ سے لڑنے کے لیے بڑا لشکر جمع کیا تھا۔ آسامیوں نے دو قلعے نہایت وسیع و رفیع اور مستحکم بنائے تھے ایک موضع سری گھاٹ میں جس میں پانچ پہاڑوں کو حصار بنایا گیا تھا اور دوسرا قلعہ کوہ ٹانڈو (پانڈو مانڈو) پر بنایا جو برہم پتر کے پار سری گھاٹ کے محاذی تھا اور ان دونوں قلعوں کے درمیان وہ ساری اپنی نوارہ کو نگاہ رکھتے اور ان دونوں قلعوں میں ایک لاکھ سے زیادہ آسامی تھے۔ لیکن اس لشکر شاہی کے خوف میں آسامی ایسے آئے کہ اس کے پہنچنے سے پہلے رات کو قلعے کو خالی کر کے بھاگ گئے۔ ایک جماعت نوارہ میں بیٹھ کر دریا کی راہ سے بھاگی اور کچھ خشکی راہ سے جنگل میں چلی گئی۔ خانخاناں نے سرہی گھاٹ میں آ کر قلعہ کا بندوبست کیا اور وہاں سے گواہٹی میں کہ چوتھائی کوس پر تھا آیا۔ قلعہ ناندو کو بھی بے جنگ وستیز کے آسامی چھوڑ کر بھاگ گئے یادگار بیگ خاں نے اُن کا تعاقب کیا اور کچھ آدمیوں کو مارا۔ موضع کجلی میں بھی کہ قلعہ مانڈو سے سات کوس آگے ہے۔ آسامیوں نے قلعہ بنایا تھا اُس کی حراست کے لیے ایک جماعت کثیر کو توپ خانہ کے اسباب اور قلعہ داری کے لوازم کے ساتھ متعین کیا تھا۔ یہاں سے پھر وہ بھاگ گئے اور تینوں قلعے لشکر شاہی کے قبضے میں آسانی سے آ گئے۔ اسی طرح ملک قدیمی سرحد گواہٹی تک آسامیوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ خانخاناں نے اپنے ملازم محمد بیگ کو گواہٹی کی اور حسن بیگ زنکنہ کو

کجلی کے انتظام کے لیے مقرر کیا۔ کجلی بن کے قریب قلعہ کجلی تھا۔ اس بن میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں۔ بعض فوج کے سردار اور فوج ان مکانوں میں رہی جو تسخیر ہوئے تھے اور بہت سے تاخت اور امور ضروری کے لیے اطراف کو مرخص ہوئے تو لشکر شاہی میں جمعیت کم ہو گئی۔ لیکن اس کے سامنے آسامیوں کے ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے اُن بھیڑوں کا حکم رکھتے تھے جو شیر و گرگ سے خوف کھا کر بھاگے ہوں۔ آسامی شب خون مارنے میں بہت دلیر تھے اور زیادہ جرأت کرتے تھے۔ خانخاناں اکثر اوقات کوتوال کی طرح گشت کرتا تھا۔ رات کو اوّل پہر سوتا تھا پھر صبح تلک پلک سے پلک نہیں ملاتا تھا۔ اس کی بیداری کے سبب سپاہی سوتے تھے برخلاف اور سرفوجوں کے کہ اطراف میں متعین ہوئے تھے اکثر ان پر ناگہاں رات میں آسامی شب خون مارتے تھے آدھی رات کو اور آخر شب میں دست بردیں کرتے تھے اور فوج کو مع مال و ثقال کے پامال کرتے تھے اور لشکر شاہی کو چشم زخم عظیم پہنچاتے تھے۔

## ملک آسام میں لشکر کا آنا:

رنگا مائی میں رشید خاں کے پہنچنے کے بعد اور خضر پور سے نواب کے چلنے سے پہلے کامروپ میں آسام کے سردار قیام رکھتے تھے۔ انھوں نے رشید خاں کے پاس ایک ایلچی بھیجا اور متکبرانہ لشکر شاہی کی نہضت (آمد) کا سبب پوچھا۔ رشید خاں نے حاجب کو نواب کے پاس بھیجا تو نواب نے اس ایلچی کے ساتھ اپنا آدمی بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر راجہ اس ملک کی بادشاہی کو جو اُس نے اپنے تصرف میں کرلیا ہے چھوڑ دے اور کامروپ سے جو سابق ولاحق رعایا کو اور توپ خانہ اور اشیاء کو جو وہ لے گیا ہے دے دے اور اپنے دو بیٹوں کو مع لائق پیش کش کے بھیج دے اور عہد و پیمان کرے کہ اس کے بعد ملک بادشاہی کی کوئی مزاحمت نہیں کرے گا تو ہم بھی ملک آسام کی تسخیر سے ہاتھ اُٹھائیں گے اور نواب کے دل میں یہ قرارداد تھی کہ اگر راجہ آسام ملک کامروپ کو چھوڑ دے اور کچھ پیشکش بھیج دے تو اُس کی گوشمالی کے ارادہ کو فسخ کرکے برسات کے بعد مہم رخنگ پر متوجہ ہو۔ بادشاہ کا حکم آیا تھا کہ شہزادہ شجاع کو ملک رخنگ سے نکال کر اس کے فرزندوں اور اہل حرم کو بادشاہ کے پاس بھیجے۔ اس کے جواب میں نواب نے عرضداشت بھیجی تھی کہ کوچ بہار اور آسام کی مہم میں لشکر مصروف ہے اس کو وہاں سے طلب کرنا اور مہم کو ناتمام چھوڑنا مقتضا اصلاح دولت نہیں ہے۔ بندہ دولت خواہ سال آئندہ میں حکم حضور کی تعمیل کرے گا۔ امسال کوچ بہار اور آسام کے مقابلہ میں

مصروف ہونا ہے اس لیے نواب کو آسام سے ایلچی کے آنے کا انتظار تھا جب گواہٹی میں وہ آ گیا اور ایلچی نہ آیا تو وہ بے اختیار 27 رجمادی الثانی کو گواہٹی سے کوچ کر کے ملک آسام میں داخل ہوا۔ آسامی اکثر شب خون مارتے ہیں اور پہلے انھوں نے اسی طرح لشکر پر فتح پائی ہے اس لیے مقرر ہوا کہ لشکر ہوشیار اور بیدار رہے اور چوکی پہرہ لگا رہے اور میر مرتضیٰ و دلیر خاں آسامیوں کی راہ کے محافظ رہیں۔ راجہ آسام کا دارالملک کھر گانو (نگر گاؤں) دریائے برہماپتر کے پار تھا اور اس کے اس طرف قلعہ جمد ہر تھا وہ اس علاقے کے بڑے مشہور قلعوں میں تھا اس کے تین حصار تھے جس کے برج بڑے بلند پہاڑ پر تھے۔ اور اس کی باقی تین طرفوں میں پانی عریض عمیق و غرقاب تھا کہ اکثر جگہ اس کا عرض ایک تیر پرتاب تھا اس کا فتح ایک مدت کا کام تھا۔ اس لیے خان خاناں اس پر متوجہ نہ ہوا۔ قلعہ جمد ہر اور گواہٹی کے درمیان قلعہ برتنیہ پر 6 ررجب کو دو روز میں لشکر دریا کے پار گیا اور وہ پیغامبر جو ایلچی آسام کے ساتھ گیا تھا وہ آیا اور کوئی جواب باصواب نہ لایا اس لیے کوچ پر کوچ ہوا۔ راجہ ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اُس نے اپنے برادر زادہ کو نواب کے پاس بھیجا۔ اس نے ایک ہاتھی پیشکش میں دیا۔ راجہ نے خود حاضر نہ ہونے کے لیے بیماری کا عذر کیا۔ نواب نے اس کے بھتیجے کو ہمرکاب لیا۔ ایک منزل میں ایک طوفان عظیم آیا۔ بہت سی بادشاہی کشتیاں ہوا کے صدمہ سے غرق اور شکستہ ہوئیں اور اولے ایسے بڑے بڑے پڑے کہ گھوڑے ان کے صدمہ سے بچنے کے لیے دریا میں چلے گئے۔ وہاں دریا کے تازیانہء موج نے عدم کے جنگل میں ان کو دوڑایا۔ آسامیوں کو یہ خیال تھا کہ لشکر شاہی پہلے قلعہ جمد ہر کو فتح کرے گا اُس کا استحکام جنگی آدمیوں اور اور اسباب حصار داری سے کیا تھا۔ جب ان کو لشکر کے دریا سے عبور کرنے کی خبر ہوئی تو قلعہ سملہ گڑھ کے استحکام کا فکر ہوا۔ وہ دریا سے پار قلعہ جمد ہر کے محاذی تھا۔

## قلعہ سملہ گڑھ کا محاصرہ:

11 رجب کو سملہ گڑھ کے قلعہ کے نیچے لشکر شاہی کا خیمہ گاہ ہوا۔ آتے ہی بعض برق انداز قلعہ پر دوڑے گئے۔ اس طرح سے کچھ آدمی ضائع ہوئے۔ وہ منع کیے گئے اور لوازم محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ سملہ گڑھ مٹی کا قلعہ بہت مضبوط اور بلند بہت وسیع تھا۔ اس کے گرد گہری خندق تھی۔ تین لاکھ آسامی وہاں رہتے تھے۔ اسباب حصار داری پورا تھا اس قلعہ کے دو طرف دو دیواریں کنگرہ دار تھیں اور دیواروں کی بازوؤں پر توپیں، زنبورکیں اور بندوقیں بے فاصلہ لگی ہوئی

تھیں۔ اوران کے پیچھے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ دیوار کے نیچے سب جگہ خندق دبھالے وگڑھے بنے ہوئے تھے۔ قلعہ کی جنوبی دیوارایک پہاڑ پر جوقلعہ کے پیچھے تھا ختم ہوتی تھی اور چار کروہ کی مسافت رکھتی تھی اور شمال کی طرف دیوار دریاسے برہماپتر سے متصل تھی کہ تین کروہ کی راہ تھی۔ قلعہ کی جانب جنوب سے برج جنوبی کے نیچے نالہ تھااوروہاں سے وہ مغرب کی سمت بہتا تھا۔ اسی نالہ کے کنارہ پر لشکر شاہی فروکش ہوا۔ رات دن امراء سوار ہوکر پاسبانی کرتے تھے۔ محمود بیگ بخشی بادشاہی اس کام کی سربراہی خوب کرتا تھا۔ دلیر خاں ومیر مرتضٰی نے قلعہ سے اتنے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی پہنچ سکتی تھی لشکر سے آگے مورچال بنائے اور بڑی بڑی توپیں لگائیں مگر قلعہ کی دیوارایسی چوڑی تھی کہ توپوں کے مارنے کا اثر کچھ نہ ہوتا تھا۔ نواب (سپہ سالار) اور دلیر خاں کے آدمیوں نے کوچہ سلامت سیبہ کوقلعہ کی دیوار تک پہنچایا۔ صبح سے شام تک لشکر ومورچال شاہی پرقلعہ کے اوپر سے توپ وزنبورک وبندوق گولے گولیوں کا مینہ برساتے تھے۔ بعض راتوں کومحصورین سیبہ پرآکر دست برداری کرتے تھے۔ طرفین سے آدمی مجروح واسیر وقتل ہوتے تھے۔ ایک رات کونواب کے آدمی غافل تھے۔ ان کے مورچال پرآسامیوں کے ایک گروہ انبوہ نے چھاپہ مارا۔ قریب تھا کہ مورچال نشینوں کوچشم زخم پہنچتا کہ دلیرخاں کے آدمیوں نے ان کی اعانت کی اورآسامیوں کوبھگادیا وہ قلعہ میں چلے گئے۔

## قلعہ سملہ گڑھ کی فتح:

اس قلعہ کے محاصرہ میں کافی وقت لگا۔ اور پہلے بھی شرقی بادشاہان سلف کے لشکر مکرراس قلعے کے نیچے برباد ہوچکے تھے۔ بادشاہی سپاہ کا دل آسامیوں کے ازدحام کے سننے سے متوہم ہوتا تھا۔ خانخاناں ساری سپاہ کی دلدہی کرتا تھا۔ مورچال اور دمدمہ باندھنے پر دلیر خاں اور امرائے کار طلب کو مامور کیا۔ تین رات دن آسامیوں نے قلعہ کے اوپر سے توپ وتفنگ کے گولے چلائے اور بڑے بڑے سنگ مارے اور بہت سے آدمیوں اور چارپایوں کوزخمی وتلف کیا۔ اور دمدمہ باندھنے اور مورچالوں کے آگے بڑھانے کی فرصت نہ دی۔ چوتھی شب کوایک شب خون عظیم مارا کہ فوج کے چاروں طرف لشکر کے گرد پکڑو اور مارو کی آواز بلند ہوئی۔ آدمی بہت ضائع وزخمی ہوئے۔ لشکر شاہی کے کنارہ پر جو چارپائے تھے وہ دشمنوں کے ہاتھ آئے۔ دلیرخاں کے افغانوں اور بیر سنگھ کے راجپوتوں نے بہت سے آسامیوں کوہلاک کیا۔ دلیرخاں اور بہادروں کی مصلحت سے یہ امر قرار پایا

کہ آسامیوں کو محصور ہونے کی فرصت نہ دو اور فضل الٰہی پر بھروسہ کر کے حملہ کرو۔ اس قصد سے نیت خیر کی فاتحہ پڑھی۔ چند نفر جاسوس ہمیشہ باوقوف اس راہ کی تحقیق کے لیے مقرر کیے جو اطراف قلعہ پر یورش کے قابل ہو اس ضمن میں ایک جدید الاسلام آسامی جو اس مہم سے پہلے بہت دنوں سے لشکر میں نوکر تھا اور ہمیشہ فدویت کا دھرم بھرتا تھا۔ خانخاناں کے ہمدموں میں سے ایک کے سامنے آیا اور اس نے کہا کہ ملک کی راہ و بے راہ سے اور اس قوم کے رویہ سے واقف ہوں اور اس سرزمین کے چپہ چپہ کا حال مجھے معلوم ہے۔ یورش کے وقت لشکر کی رہبری و پیش قدمی مجھے عنایت ہو۔ خان خاناں باوجود تجربہ کاری و حزم و احتیاط کے اس کے فریب میں آ گیا تو اس کو فوج کے لیے رہنمائی کا حکم دے دیا۔ دلیر خاں اور بہادروں نے یورش کے لیے کمر باندھی تو اس آسامی رہبر نے اہل قلعہ کو پیغام بھیجا کہ فلاں سمت میں کہ راہ قلب و خندق کا پانی گہرا ہے میں لشکر اسلام کو تمھارے تیر و بلا کے دام میں لاتا ہوں۔ وسط شب میں سمت مقصود کی طرف لشکر شاہی راہ گرا ہوا۔ دیوار مذکور کے وسط میں دروازہ کے محاذی لشکر شاہی آیا تو مرتضیٰ داروغہ توپ خانہ سے آسامی رہزن نے کہا کہ تم گولہ مار چنگی و تفنگ متواتر مار کر دشمنوں کو اپنی طرف مشغول کرو تا کہ آسامی اس طرف سے غافل ہوں جس طرف میں لشکر کو حملہ کرنے کے لیے لے جاتا ہوں اور اس کہنے سے مطلب اس آسامی کا یہ تھا کہ مصالح توپ خانہ کا اس دیوار پر رائیگاں صرف ہو۔

## میر مرتضیٰ کی توپ خانہ سے یورش:

میر مرتضیٰ نے توپ خانہ کی برق افروزی کی، اوپر سے اجل کے اولے اور گولے برسنے شروع ہوئے۔ جمع کثیر تلف ہوئی صبح نہیں ہوئی تھی کہ وہ دلیر خاں کو خندق کے اوپر لے گیا جس کے پانی کی تھاہ نہ تھی اوپر سے آسامیوں نے طرح طرح کے حربے جاں ستاں چلانے شروع کیے اور اطراف سے گولہ و حقہ آتش و سنگ برسنے شروع ہوئے۔ باوجود اس مرگ بے اماں کے لشکر شاہی نے بڑی بہادری کی۔ خاص کر دلیر خاں و آغر خاں نے برستی آگ میں اپنے ہاتھیوں کو چلایا۔ ہر چند دل باختہ افغانوں نے سمجھایا کہ اب آب و آتش سے نجات کی امید نہیں ہے، اگر اس بحر خونخوار کی غرقاب سے بچ بھی گئے تو پتھر پر سر پٹخنے اور رائیگاں جان دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ رائے صائب کا مقتضاء یہ ہے کہ ابھی قابو ئے وقت باقی ہے بنگاہ کو مراجعت کریں پھر قلعہ کی تسخیر کی تدبیر کریں۔ دلیر خاں نے فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور شہادت کو سعادت دارین جانا اور فیل بان کو ہیبت

ناک آواز سے کہا کہ ہاتھی کو آگے چلا۔ آغر خاں اور قراول خاں اس کے پیچھے چلے۔

## آسامی رہبر کی موت واقع ہونا:

اس اثنا میں وہ آسامی رہبر جس نے بہکایا تھا گولہ لگنے سے مر گیا اور بادشاہی لشکر کی ایک اور جماعت قتل و زخمی ہوئی۔ دلیر خاں کے جوشن پر تین چار گولیاں تفنگ کی لگیں مگر اس کے بدن پر پہنچنے سے پہلے ٹھنڈی ہو گئیں اور کارگر نہ ہوئیں۔ آخر کو یہ سایہ حصار کے نیچے ایسے نزدیک آئے کہ گولہ وہاں نہیں پہنچتا تھا اور دلیر خاں دیوار حصار پر چڑھ گیا۔ سب طرف سے سپاہ حصار میں داخل ہوئی اور قلعہ کے باہر شادیانہ فتح کی صدا بلند ہوئی کہ آسامیوں کی فوج بھاگ گئی۔ میر مرتضیٰ بھی مدد کو آ گیا۔ آسامی ہر گوشہ و کنار سے قطار در قطار فرار ہوئے۔ حصن کلیا بر کو کہ اصل قلعہ تھا اور حصار سملہ گڑھ سے محصور تھا۔ نہایت حصانت رکھتا تھا اس کو بھی خالی کیا۔ محمود بیگ بخشی سپاہ کو لے کر کرنگامشی کو گیا اور وہاں ایک جماعت کو مارا کچھ آدمیوں کو گرفتار کیا اور معاودت کی۔ جو آسامی قلعہ جمد ہر کی حراست کرتے تھے وہ بھی خوف کے مارے بھاگ گئے اور قلعہ خالی کر گئے۔ خانخاناں قلعہ کی اس فتح نمایاں کے بعد دلیر خاں کے پاس گیا اور اس کو گلے لگایا اور تحسین و آفریں کی۔ دو رکعت شکرانہ کی ادا کیں اور حکم دیا کہ منادی کر دو کہ کوئی شخص رعایا کے ناموس و مال پر دست درازی نہ کرے اور اطفال و عورت کو گرفتار نہ کریں۔ تا کہ یہ وحشی اپنے گھروں میں آباد رہیں آسامی جو چند ہزار قید ہوئے تھے ان کو مسلسل کر کے جہانگیر نگر بھیجا کہ وہ باروت کوٹنے اور مصالح توپ خانہ اور بعض کارخانوں کے کام کریں۔ ان کاموں کے لیے ہزاروں مزدور بلائے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ خانخاناں اسی نیت خیر کے سبب سے فتح نصیب تھا کہ باوجود تسلط پانے کے قلعوں و مکانوں کی فتح و تسخیر کے بعد اطفال خورد سال و عیال رعایا کو امن دیتا تھا اور ان پر دست درازی کے منع کرنے میں اہتمام زیادہ کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ عورت و اطفال کو حد تکلیف نہیں پہنچتی۔ اطاعت ظلم میں مجبور ہوتے ہیں اور معذور ہیں۔ بعد ازاں اُس نے بت خانوں کے ڈھانے کا اور اذان کی آواز بلند کرنے کا و اموال اور توپ خانہ کے ضبط کرنے کا حکم دیا۔ بلاد بادشاہی کی رعایا جو آسامیوں کی قید میں تھی اس کو رخصت و خرچ راہ دے کر وطنوں کو رخصت کیا۔

## نوارہ کا حال اور لکھر گر میں لشکر شاہی کا آنا:

دریائے برہمپتر دامن کوہ میں پہاڑ سے پیوستہ بہتا تھا اس سبب سے دریا سے عبور نہیں ہو سکتا

تھا۔ عقب کوہ میں لشکر چلتا تھا اور لشکر و نوارہ میں مسافت بعید رہتی تھی۔ اس وقت آسامیوں کو فرصت میں آسام کی طرف اور اطراف کے قلعوں میں جب اس فتح کی خبر پہنچی تو اسامیوں نے اکثر مکانوں کو خالی یا ذخیروں کو جلا دیا اور پانی میں ڈالا جبکہ توپوں کو دریا میں غرق کیا۔ تعجب یہ ہے کہ اگر کوئی آسامی مع زن و فرزند کے لشکر شاہی کی اطاعت کرتا اور پھر اپنے راجہ کے پاس بھاگ جاتا تو وہ فوراً اس کو مع ازدواج و اولاد قتل کرا دیتا باوجود اس سختی کے اہل آسام اہل اسلام کے رام نہ ہوئے۔ برسات کے آثار ظاہر تھے جو آسامی آ کر آباد ہوئے تھے وہ بھاگ کر راجہ دیو کنتھا پاس چلے گئے اکثر آسامی مارے گئے۔ مگر جو زندہ رہے وہ لشکر آسامی کے گرد پریشان پھرتے اور اس کی مزاحمت کرتے۔ سید نصیر الدین خاں کلیابر کا فوجدار اور سید مرزا جمدھر کا تھانہ دار مقرر ہوا۔ نوارہ کی گردآوری میں مشغول ہوئے قریب آٹھ سو کے جنگی کشتی مصالح توپ خانہ سے بھری ہوئی نوارہ بادشاہی کے مقابل میں بے خبر لے آئے۔ آتش جنگ کو مشتعل کیا۔ اور خان خاناں کے ہمراہیوں نے نواروں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اُس دن نوارہ بادشاہی میں سے سو کشتیوں کے قریب مختلف امور ضروری کے لیے اطراف میں گئی ہوئی تھیں۔ ابن الحسین داروغہ خان خاناں پاس آیا تھا۔ نوارہ کے آدمی سردار کارفرمانہ رکھتے تھے۔ آسامیوں کی نوارہ کی کثرت نے بادشاہی نوارہ کا قافیہ تنگ کیا۔ اس پر بھی چار پانچ پہر تا مقدور کوشش کر کے لڑتے رہے۔ نوارہ کا فاصلہ خان خاناں سے تین کروہ جریبی تھا۔ نوارہ کے آدمیوں کی تو یہ مجال بھی نہیں ہوئی کہ خان خاناں کو خبر کرتے۔ دو پہر رات گزرنے کے بعد جب دو طرف کی توپوں کی آواز خان خاناں کے کان میں آئی تو اُس نے جانا کہ نواروں میں لڑائی ہو رہی ہے۔

## محمد مومن کی نقار خانہ و توپ خانہ سمیت روانگی:

اس وقت محمد مومن کو مع توپ خانہ و نقار خانہ کے ابن الحسین کے ساتھ روانہ کیا اور یہ ارشاد کیا کہ بقدر مقدور رات کے اندر ہی اسپ تازہ وہاں پہنچے۔ جب وہاں پہنچ جائے تو نقارہ و کرنا کی آوازوں سے مطلع کرے۔ محمد مومن کو اپنے آدمیوں کو جمع کرنے میں دیر لگی۔ رات کے اندر تو نہ پہنچ سکا مگر سویرے ہی صبح کو پہنچا۔ قریب تھا کہ نوارہ کے سب آدمیوں کی کشتی حیات غرقاب فنا ہوتی چنانچہ کئی کشتیاں گولہ کی ضرب سے دریا میں غرق ہو چکی تھیں اور بہت سی غرق ہونے کو تھیں اس ضمن میں اور بادشاہی کشتیاں جو متفرق تھیں آ پہنچیں۔ محمد مومن اور ابن الحسین نے نوارہ کے نزدیک پہنچ

کر کرناچیوں کو حکم دیا کہ کرنا کی آواز سے کمک کے پہنچنے کا اظہار کریں کہ نوارہ شاہی کے دل باختوں کو اور مخالفوں کو خوف ہو۔ اس حالت میں صدائے تفنگ و رام چنگی و غرش بان سے آسامیوں کے نوارہ میں ایک تزلزل آیا اور نوارہ بادشاہی کو تقویت ہوئی اور جب لشکر کمکی نمودار ہوا تو آسامیوں کے نوارہ کا سردار دل باختہ ہوا اور بھاگ گیا۔ سچ ہے کہ جب تدبیر بروقت سپہ دار آزمودہ کار سے ظہور میں آتی ہے وہ ان ایک لاکھ سواروں سے بمراتب بہتر ہوتی ہے جن کا سپہ دار ناتجربہ کار ہو۔ نوارہ شاہی نے آسامیوں کا تعاقب کیا۔ بہت سے آسامیوں کو مارا۔ جو آسامی کہ کشتیوں کی تندروی پر اعتبار نہیں کرتے تھے اہل اسلام کے خوف سے کنارہ پر اتر کر فرار ہوئے۔ باقی کشتیوں میں جان سلامت لے گئے۔ چار سو کشتیوں کے قریب لشکر شاہی کو ہاتھ آئیں جن میں سے ہر ایک پر ایک بڑی توپ سرب و باروت کی ساتھ تھی اس شکست سے آسامیوں کی ہمت شکستہ ہوئی وہ کوہستان ہروپ کی طرف بھاگے جس پر سوار نہیں جاسکتا۔ جب سملہ گڑھ میں لشکر شاہی کا مقام ہوا تو راجہ کے خواص جن پر مدار مہام ہوتا ہے اور اشامی اس کو بھوکن کہتے ہیں انہوں نے حیلہ سازی و روباہ بازی شروع کی اور عرائض لکھ کر وکلاء کے ہاتھ بھیجیں کہ ہم اطاعت و عجز کے ساتھ مصالحت کرتے ہیں۔ خان کار آگاہ نے جواب دیا کہ اگر راجہ توپ خانہ شاہی و اموال رعایا و سپاہی کی جو گواہٹی سے لوٹ کر لے گیا ہے اور تمام رعیت ممالک محروسہ کو جو اس مدت میں قید کر کے لے گیا ہے بھیج دے اور بعد ازاں امر و نواہی بادشاہی کی فرمان بری کرے اور ہر سال بادشاہ کی پیش کش میں چند کلاں فیلوں کے بھیجنے کا اقرار کرے اور بالفعل پیشکش لائق نقد و جنس مع اپنی دختر کے جناب سلطنت کی خدمت میں مرسل کرے تو لشکر اس کی تنبیہ سے باز رہے گا ورنہ وہ یقینی جان لے کہ لشکر کھر گاؤں میں پہنچ کر اس کو آوارہ کرے گا مگر یہ درخواست اس کی مکر و تزویر پر مشتمل تھی اس کی نیت میں یہ تھا کہ اس بہانہ سے لشکر شاہی مراسم حزم و پاسداری سے غافل ہو کہ 27 رموضع لکھوگڑھ میں لشکر آیا۔ یہاں دہنگ ندی کوہستان جنوبی سے نکل کر دریائے برہماپتر سے ملحق ہوتی ہے۔ کھر گاؤں تک چھوٹی چھوٹی ندیاں بہتی ہیں۔ برہماپتر میں داخل ہوتی ہیں۔

## راجہ کے ہاتھیوں کا لشکر شاہی کے ہاتھ آنا اور دیگر احوال:

راجہ کے گیارہ ہاتھی یہاں لشکر شاہی کے ہاتھ آئے۔ راجہ کی طرف سے ایک برہمن خانخاناں کے پاس آیا۔ اس نے بہت عجز و انکسار کے ساتھ مصالحت کے لیے عرض کیا۔ اس کے بعد ایک اور

راجہ کا مقرب آیا۔ پاندان و مشر دبہ طلائی اور دو سبوئی نقرہ اور کچھ اشرفیاں اور ایک مکتوب لایا جس میں اعتذار وندامت کا اظہار اور صلح اور مراجعت لشکر کی اور شائستہ پیشکش بھیجنے کی درخواست تھی۔ یہ مقدمات بحکم فراست دھوکا بازی وحیلہ وری پر محمول ہوئے۔ خاں سپہ سالار نے جواب دیا کہ اس وقت لشکر کھر گانوں کو جاتا ہے جہاں پہنچ کر جو مقتضاء مصلحت ہوگا عمل میں آئے۔ شہر کھر گاؤں ساحل رود دیکھو پر آباد ہے جو آٹھ کروہ پر دریائے دہنگ سے ملتا ہے اور اس میں پانی اس قدر نہیں ہے کہ بڑی کشتیاں چل سکیں اس لیے لکھو گڑھ میں نوارہ شاہی کو مقام کرنا پڑا اور چھوٹی کشتیاں بنانی پڑیں۔ غرہ شعبان لکھو گڑھ سے کوچ ہو کر اس مکان میں لشکر گاہ ہوا کہ جہاں راجہ کا کارخانہ نوارہ کا تھا۔ یہاں سو بڑی کشتیاں موجود تھیں وہ بادشاہی نوارہ میں داخل ہوئیں دوسرے روز موضع دیول گاؤں میں لشکر آیا۔ یہاں ایک بڑا بت خانہ و باغ راجہ نے ایک برہمن کے لیے بنایا تھا۔ یہاں خان خاناں نے اپنے تابینوں کا تھانہ بٹھایا کہ وہ راہ کی محافظت اور رعایا کی تسلی و استمالت کریں۔ اس منزل میں کھر گاؤں سے اگر گاؤں کے بعض مسلمانوں نے جو ایک مدت سے راجہ کے قیدی تھے نوشتہ بھیجا۔ جب راجہ نے سنا کہ لشکر شاہی قریب آ گیا ہے تو اہل عیال وعمدہ اموال جواہر و نقود اور نفائس اشیاء کو لے کر کوہستان کامروپ کو بھاگ گیا جو کھر گاؤں سے چار روز کی مسافت پر ہے کچھ جنگی فیلوں کو صحرا میں چھوڑ دیا۔ راجہ کے بعض اور ہاتھی و زبدہ اموال احمال واثقال بے حافظ و حارس شہر میں موجود تھے۔ 4 رشعبان کو قریہ لجپور میں لشکر آیا۔ چار ہاتھی بھی ہاتھ آئے۔ خان سپہ دار نے فرہاد خاں و سید محمد دیوان کو بھیجا کہ کھر گاؤں میں جا کر راجہ کا مال ضبط کریں۔ وہ کھر گاؤں گئے اور غنائمکے جمع کرنے میں مصروف ہوئے۔ ترکھانی میں لشکر آیا۔ راہ میں راجہ کے سولہ ہاتھی ہاتھ لگے کج پور اور لام دانگ و برمعانی میں کچھ لشکر انتظام کے لیے مقرر ہوا۔ 6ر شعبان 4 جلوس کو دارالملک آسام خطۂ کھر گاؤں میں لشکر اسلام آیا تو آسامی بھاگ کر چھپ گئے۔ 27ر رجب کو لکھوگر میں لشکر آیا۔ لکھوگر میں دو دریا دہنگ و برہماپتر ملتے ہیں۔ آب دہنگ کوہستان سے کھر گاؤں کی شمال کی جانب سے آتا ہے اور دریائے برہماپتر سے ملتا ہے۔ کھر گاؤں میں جانے والا دہنگ کے جنوبی کنارہ پر مسافت طے کرتا ہے۔ دہنگ اور برہماپتر کے درمیان ایک جزیرہ نامروپ سے کوہ کے دامن تک معمور و مزروع واقع ہے۔

## کھر گاؤں کا محل وقوت اور دیگر حالات:

شہر کھر گاؤں نالہ دیکھو کے کنارہ پر آباد ہے اور شہر مذکور سے آٹھ کروہ پر دریائے دہنگ سے ملتا ہے۔ اس میں پانی اتنا کم رہتا ہے کہ چھوٹی کشتیاں بھی اس میں نہیں چل سکتیں۔ مصلحت کے موافق رسد کے پہنچنے اور راہوں اور حدود کی واقفیت کے واسطے یہ قرار پایا کہ نوارہ لکھوگر میں رہے جہاں اس دیار کے دریا ملتے ہیں اور ابن حسین داروغہ نوارہ مع جمال خاں اور منصب داروں کی جماعت کے اور علی بیگ و منور خاں و ملک بنگالہ کے کل زمیندار اور کچھ بادشاہی توپچی پیادے اور اکثر بڑی توپیں اور کل نوارہ بادشاہی اور لشکر لکھوگر میں رہے اور نوارہ بادشاہی میں تین سو تیس کشتیاں تھیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ 159 کوسہ 48 جلبیہ، اغراب 7 پرندہ 4 بجرا، 50 پتیلہ، 2 سلب کی ایک پتیل، ایک بہر 2 بالام، 10 خطکری، 10 محلکری 5 بلوار وغیرہ و 22 چھوٹی کشتیاں۔ دلیر خاں نے کہا کہ کچھ چھوٹی کشتیاں ہمراہ رہیں کہ بعض ضروری چیزوں کو ان میں رکھ کر کھر گاؤں لے جائیں۔ حکم ہوا کہ جس کسی کے پاس ایسی کشتی ہو وہ اپنے ہمراہ لے لے لشکری اور لشکر کے ہمراہ بیوپاری کشتیاں ان کے پیچھے پیچھے کھر گاؤں میں آئیں۔

## لشکر کا لکھوگر سے کوچ کرنا اور کھر گاؤں کا فتح ہونا:

ماہ شعبان کو لکھوگر سے کوچ ہوا۔ ناؤ سال (کارخانہ کشتی) میں لشکر آیا۔ یہاں چھپروں کے نیچے کشتیوں کا تماشا دیکھو۔ سو کے قریب بڑی بڑی کشتیاں بہت مستحکم با زیب و زینت تھیں جن کے لے جانے کی فرصت جنگ میں نہ ملی یا ان کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرے روز دیول گاؤں میں لشکر آیا جہاں راجہ کا مرشد رہتا تھا۔ نالہ سے عبور کیا۔ اس کے کنارہ پر فوج اتری۔ بت خانہ و باغ بہت خوب دریائے دہنگ کے کنارہ پر تھا۔ تاریخ یہاں کا نارنجھا نارجنی (ہمارا نارنج چھپی ہوئی آگ ہی گارہا تھا۔ ایک پیسہ کے دس وہ بکتے تھے۔ علی رضا بیگ یہاں تھانہ دار مقرر ہوا۔ نواب کے اخلاق کے سبب سے لکھوگر اور دیول گاؤں میں رعایا آباد ہو گئی۔ ہر روز حضور میں وہ آتی۔ سراپا اور دلاسا پاتی اور اپنے قریات و قصبات میں جا کر آباد ہوتی۔ کھر گاؤں کے مسلمان رہنے والوں کی عرائض آئیں کہ راجہ نے اسیر مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر کو مار ڈالا اور اپنی نقود و اجناس لے کر وہ نامروپ کو چلا گیا۔ باقی آدمی گوشوں کونوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہماری اجل نہیں آئی تھی جواب تک جیتے ہیں۔ راجہ کے تمام احمال و اثقال بے حافظ و حارس کے شہر میں پڑے ہوئے ہیں۔ پنجم کو فرہاد خاں و

میر سید محمد دیوان تن ضبط اموال وافیال کے لیے بہت جلد کھرگاؤں روانہ ہوئے۔ لشکر کو راہ میں یہ ہاتھی ہاتھ آئے۔ 6رشوال 1072ھ کو نواب کھرگانو میں داخل ہوا۔ اور سب مسلمان وغیر مسلمان و پیرو جواں کو امن وامان کا مژدہ سنایا۔ راجہ کے گھر کے لیے محافظ مقرر ہوئے۔ تاریخ فتح یہ ہوئی:

کم واقع می شود بیک سال
با کوچ بہار فتح آسام

## راجہ کی غارت گری کا حال جاسوسوں کے ذریعے معلوم کرنا:

جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ نے بہت زنبورک ورام چنگی تالاب میں ڈبو دیے ہیں۔ نواب نے خود تالابوں پر جا کر دو سو آٹھ توپ وضرب، زن ڈوبے ہوئے نکلوائے۔ آغر خاں نے نواب سے رخصت و دستک راہ کی درخواست کی۔ نواب نے جواب دیا کہ یہ بات اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ میں تم کو جانے کی اجازت دوں وہ بے دستک اپنے بھائیوں کی جماعت لے کر گھوڑا گھاٹ کی راہ سے بادشاہ کے پاس روانہ ہوا۔ اس کی آزردگی کا سبب یہ تھا کہ اس کو نواب کی عدم توجہ کی شکایت تھی اور وہ مجرا میں زیادہ طلبی کرتا تھا۔

## تاریخ ''منتخب اللباب'' میں آغر خاں کے احوال:

تاریخ آسام میں تو آغر خاں کا حال یہی لکھا ہے جو اوپر نقل ہوا۔ مگر منتخب اللباب میں زیادہ دلچسپ حال یہ لکھا ہے کہ اگر چہ خانخاناں بہادروں کا قدر دان تھا اور ان پر مہربانی کرتا تھا۔ آغر خاں اور اس کے ہمراہیوں نے خانخاناں کی رفاقت میں بہادرانہ کارزاریں کیں تھیں۔ ان کو وہ جان و مال سے دوست رکھتا تھا لیکن اس سبب سے کہ آغر خاں کے بعض ہمراہی مغل بلاد کی تسخیر کے بعد آدمیوں کے مال پر غارت وتاراج کا ہاتھ دراز کرتے تھے اور آغر خاں ان کو منع کرتا تھا وہ ممنوع نہیں ہوتے تھے۔ یہ امر خانخاناں کی مرضی کے خلاف تھا وہ ایسی دست اندازی کے منع کرنے میں بڑی سختی کرتا تھا اس وجہ سے وہ آغر خاں کے احوال و پرداخت پر متوجہ نہیں ہوتا تھا اس لیے آغر خاں اکثر آزردہ خاطر رہتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت کہ خانخاناں قرآن کی تلاوت کرتا تھا آغر خاں مغلوں کو ہمراہ لیے مستعد و مسلح ہو کر خانخاناں کے دروازہ پر آیا۔ چوبداروں کو ان کے منع کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ بے محابا اندر جا کر وہاں پہنچا جہاں خانخاناں مصلے پر بیٹھا ہوا دعائیں پڑھ رہا تھا خانخاناں اس کی اس طرح آنے سے ڈر گیا اور دلیری وخوش بیانی سے پوچھا کہ خیر تو ہے آپ کا

بے وقت آنا کس طرح ہو۔ آغر خاں نے جواب دیا کہ اس مدت میں ہم نے جانفشانی اور تردد میں اور خدمات مامورہ کی تقدیم میں کمی نہیں کی۔ الحمد للہ کہ بادشاہ کے اقبال سے اور سپہ سالار کی بہادری سے ملک مفتوح ہوا۔ اور دشمن پائمال ہوئے۔ ہم کو اس کا افسوس ہے کہ آپ جیسے قدردان نے کبھی ہمارے کاموں پر تحسین و آفریں نہ کی۔ اس واسطے اپنے ہونے نہ ہونے کو معطل محض جان کر رخصت کے لیے آئے ہیں۔ ہم امیدوار ہیں کہ بدرقۂ راہ کے لیے فاتحہ پڑھی جائے دستک رخصت عنایت ہو کہ ہم اپنے آقا کے پاس چلے جائیں۔ خانخاناں نے ہر چند تقصیرات تغافل کا عذر کیا اور آئندہ تلافی کرنے کا وعدہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آغر خاں نے اپنے رخصت ہونے کے لیے مبالغہ کیا۔ خانخاناں نے دستک لکھنے کے لیے منشی نہ ہونے کا عذر کر کے ٹالنا چاہا تو آغر خاں نے اپنے پاس سے دوات اور سفید کاغذ کا پرچہ موجود کیا اور التماس کیا کہ آپ خود اپنے ہاتھ سے دستک لکھ دیں۔ خانخاناں نے یہ سمجھ کر کہ حق اس کی جانب ہے اور کوئی وجہ آغر خاں کے کہنا نہ ماننے کی ہے دستک رخصت لکھ دی اور مہر لگا کے اُس کے حوالہ کی۔ لیکن دریا کے معبروں و گھاٹوں کے اہلکاروں کے پاس کاغذ کے گھوڑے دوڑا دیے کہ آغر خاں پہنچے تو وہ کشتیوں کو بند کر دیں اور جہاں تک ہو سکے اس کو عبور نہ ہونے دیں۔ یہ دریا نورد و شیر نبرد جہاں پہنچا اور کشتیوں کو نہ پایا تو گھوڑوں کی عنان بر دبحر کے محافظوں کے سپرد کر کے خود ہمراہیوں سمیت تیرتا ہوا چلا گیا۔ لیکن قلب دریا میں چند مغل ہمراہیوں کی اجل آ گئی۔ یوں حضور میں پہنچا۔ محمد امین خاں بخشی کے پاس پہلے خانخاناں کا نوشتہ اس مضمون کا آ گیا تھا کہ آغر خاں اگرچہ عالی نسب و کار طلب بہادر ہے اور پرداخت کے قابل ہے لیکن ایام جوانی کی جہالت اور غرور شجاعت کو کافر ماہو کر بہت منت کر کے رخصت لی ہے۔ جب وہ حضور میں پہنچے تو چند روز اس کی منصب کی برطرفی سے چشم نمائی کرنی چاہیے لیکن ساتھ ہی اس کو دلاسہ دے کر اُس سے کام لینا چاہیے۔ چنانچہ محمد امین خاں نے خانخاناں کے نوشتہ پر عمل کیا۔ چند روز بادشاہ کی ملازمت سے ممنوع رکھا اور منصب سے برطرف کیا۔ پھر آغر خاں کے گھر میں خود گیا اور اس کو بادشاہ پاس لے گیا اور اس کے جرائم کا سفارشی ہوا اور منصب پر بحال کر کے کابل کے کمکیوں میں روانہ کیا۔

## آسامیوں کی قید سے ہندوؤں اور مسلمانوں کا چھوٹنا:

ہندو اور مسلمان جو اپنے عزیزوں وطنوں و قوموں سے جدا رہے تھے اور قید ہو کر زندان کی

ذلت میں مبتلا تھے اور نجات ان کے خیال میں نہ تھی اب وہ شاداں و فرحاں دعائیں دیتے ہوئے کوسہ میں سوار ہوئے اور آسامیوں کے گھروں میں جو مال ہاتھ لگا اس کو کشتی میں اپنے ساتھ لادا۔ ملک بادشاہی کا آدمی جو راجہ کی قید میں آتا اس کو بطور غلاموں کے اپنے اہل مملکت کو قسمت کر دیتا۔ جب لشکر شاہی آیا تو ان قیدیوں نے آسامیوں سے کہا کہ وہ انتقام کے لیے آیا ہے جیسے کہ ہم کو تم پکڑ کر اپنے ملک میں لائے ہو ایسے ہی وہ تم کو پکڑ کر اپنے ملک میں لے جائے گا اور وہ ملک کو ضبط نہیں کرے گا۔ برسات میں یہاں نہیں ٹھہرے گا اگر تم کو غلام بننا منظور نہیں تو اپنے مال واسباب کو گھر میں مدفون کر کے پہاڑوں پر چلے جاؤ اور برسات کے شروع ہونے تک وہاں اقامت رکھو اور لشکر کی معاودت کے بعد اپنے گھروں میں آؤ۔ اور اپنے خزانوں پر متصرف ہو۔ ان ہول زدہ آسامیوں نے ان کی بات کا یقین کر لیا اور وہ مال کو دفن کر کے چلے گئے۔ ان قیدیوں نے ان اموال مدفونہ کو پتھروں میں دفن کر دیا۔ اور اپنی جنم بھوم کو چلتے بنے۔ یہ مقرر ہوا کہ کامروپ کے ساکن اپنے مساکن میں جا کر عمارت اور زراعت میں مصروف ہوں اور ایک سال تک وہ ادائے مال اور کل تکالیف دیوانی سے معاف رہیں۔ 82 ہاتھی (سو سے زیادہ) تیس لاکھ روپیہ کا طلا و نقرہ اور کل اجناس شاہی کارندوں کے قبضہ میں آیا۔

## آسام کی غنیمت:

ملک آسام میں جب سے لشکر آیا تھا مراجعت کے وقت تک 675 توپیں جن میں ایک توپ آہنی بچہ دار بھی تھی کہ تین من کا گولہ اُس سے چھوٹتا تھا، 1343 زنبورک 1200 رام چنگی، 657 بندوقیں، 340 من بارود، 1960 بارود کے صندوق جن میں سے ہر صندوق میں تخمیناً ڈھائی من بارود تھی، 7828 سیر اور شورہ و گوگرد و آہن و سرب بہت سا اور ایک ہزار کئی کشتیاں جن کو اکثر ستر اسی ملاح کھیتے تھے متصدیان بادشاہی کے تصرف میں آئیں اور ناؤ سال میں کر گاؤں میں 120 کشتیاں نجار تھیں جن کے برابر لمبی چوڑی مضبوط مزین کمتر نظر آتی تھیں۔ لیکا سامی نے چھپر میں آگ لگا دی۔ یہ سب کشتیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔ راجہ اور بھوکٹوں نے جو چند سال سے انبار جمع کیے تھے یہ انبار 173 تھے۔ اور ہر ایک انبار میں دس ہزار من سے ایک ہزار من تک برنج و ماش و ماکولات تھے۔ ان کو فرار کے وقت آسامیوں نے اس خیال سے جلایا نہیں کہ لشکر شاہی کے جانے کے بعد وہ پھر ہاتھ آ جائیں گے۔ لشکر شاہی جتنے دنوں اس علاقے میں رہا اس

کی قوت اعظم ان انباروں کے برنج رہے۔ ورنہ قوت و آذوقہ کے نہ ہونے سے خصوصاً موسم برسات میں جان پر بُری بنتی۔ پانی کی طغیانی ایسی ہوتی ہے کہ اطراف سے رسد کی راہ مسدود ہوجاتی ہے۔ ان انباروں میں سے 150 انبار بہت احتیاط سے برسات کے لیے رکھے گئے جو قریب آگئی تھی۔

## ملک آسام کے طول وعرض وخصائص کا اور اہل آسام کی اوضاع کا بیان:

ملک بنگالہ شمال و مشرق کے مابین آسام کا ملک و برہماپتر (برہم پتر) کی اطراف میں آباد ہے اور دریائے برہم پتر اس کے وسط میں مشرق سے مغرب کی جانب بہتا ہے۔ اس کا طول شرقاً غرباً گواہٹی سے سدیہ تک تخمیناً دوسو کروہ جریبی اور عرض اس کا شمالاً وجنوباً کوہستان گروہ مری مچمی ودفلہ ولدندہ سے جبال قوم ناگہ تک قیاساً سات آٹھ روز کی راہ ہے۔ اس کا کوہستان جنوبی طول میں کوہستان حسیہ وکچھاو کشمیر سے طول میں اور عرض میں قوم ناگہ کے کوہ سے ملا ہوا ہے اور اس کا کوہستان شمالی طول میں کامروپ کی پہاڑیوں رواپسی سے پیوستہ ہے اور عرض میں قوم دفلہ ولدندہ کے پہاڑوں سے ملا ہوا ہے۔ دریائے برہماپتر کے شمالی کنارہ کی سرزمین کو اُتر کول اور اس کے جنوبی کنارہ کی سرزمین کو دکھن کول کہتے ہیں۔ اُتر کول کا طول گواہٹی سے مسکن قوم میر مچمی اور دکھن کا امتداد ملک نکی رانی سے موضع سدیہ تک ہے۔ اس کے نواح کے پہاڑوں کے متوطن راجہ آسام کا کچھ باج نہیں دیتے مگر اُس کی سرداری کو مانتے ہیں اور اس کے احکام پر چلتے ہیں مگر قوم دفلہ اس کی اطاعت نہیں کرتی اور کبھی کبھی راجہ کے ملک پر دستبرد کرتی ہے۔ موضع کلابر سے شہر کھر گاؤں تک سب جگہ مکانات اور باغات میوہ دار درختوں سے بھرے ہوئے باہم پیوستہ چلے جاتے ہیں اور راہ کے دونوں طرف بانس کے درخت سایہ دار بڑے بڑے اونچے لگے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کے صحرائی و باغی خوشبودار پھول کھلے ہوئے ہیں اور نیستاں کے پیچھے پائے کوہ تک زراعت باغ۔ لکھو گر سے کھر گانوں تک اسی طرح کی معموری اور زراعت ہے اور آدمیوں کی آمد و رفت کے لیے بلند و وسیع آلے بنائے ہیں اس ملک میں زراعت اور باغ کے لیے زمین ایسی ہموار بناتے ہیں کہ کبھی ان میں نشیب و فراز سرمہ کے برابر بھی آنکھ کو نظر نہیں آتا۔ اُتر کول میں آبادی اور زراعت زیادہ ہے دکھن کول میں صعوبت محکمہ وقلبی امکنہ افزوں تر ہے اس لیے اس جانب میں راجہ نے محل سکونت بنایا ہے۔

## یہاں کی آب و ہوا کیسی ہے؟

اس خطہ میں آباد و غیر آباد اراضی کی آب و ہوا دریائے برہما پتر کے کنارہ پر دونوں دیسیوں اور پردیسیوں کے موافق ہے اور جو زمین دریا سے دور ہے اس کی ہوا دیسیوں کو سازگار اور پردیسیوں کو زہر مار۔ آٹھ مہینے تک مینہ برستا ہے اور چار مہینے جاڑا پڑتا ہے وہ بھی بارش سے بالکل خالی نہیں ہوتا۔ یہاں بنگالہ کے سے امراض نہیں ہوتے اور ہندو بنگالہ کے طرح طرح کے پھل اور خوشبودار پودے ہوتے ہیں اور ان کے سوا اقسام گل و میوے باغی و صحرائی ایسے ہوتے ہیں جو ممالک ہند میں نہیں ہوتے۔ اس ملک میں شالی سے محصول لیا جاتا ہے وہ باریک و پالیدہ کم ہوتی ہے گندم و جو اور مسور کی کاشت نہیں ہوتی۔ یہاں نمک بہت عزیز و نایاب ہے۔ دامن کوہ میں بعض پہاڑوں میں وہ ملتا ہے لیکن بہت تلخ و گزندہ ہوتا ہے۔ اس ملک کے بعض باشندے کیلے کے درخت کو کاٹ کر دھوپ میں خشک کر کے جلا کر خاکستر کرتے ہیں اور اس خاکستر کو اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور چار چوبیں زمین میں گاڑتے ہیں اور اس پر اس کر پاس کو تانتے ہیں اور ایک ظرف اس کے نیچے رکھتے ہیں اور بتدریج کر پاس پر پانی ڈالتے ہیں اس کا ٹپکا ہوا پانی شور اور نہایت تلخ ہوتا ہے اس کو بجائے نمک کے کام میں لاتے ہیں۔

## اس دریا کے پرندے اور دیگر جانور:

یہاں کے مرغ لڑنے میں ایسے بہادر ہیں کہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ ایک دوسرے کے سامنے سے کبھی نہیں بھاگتے۔ کوہستان و صحرا میں بکثرت ہاتھی مہیب و کلاں و متناسب الاعضاء ہوتے ہیں۔ اس کے پکڑنے کے لیے بلدہ کھر گاؤں میں چند مختصر حصار پنجرے کی طرح بنا رکھے ہیں۔ ان کے گرد مضبوط اور بلند چوبیں نہایت مستحکم لگا دی ہیں اور ان کے دروازے مختلف طرفوں میں رکھے ہیں راجہ کے خاص فیل بان لے جاتے ہیں۔ ہتھنی کے بدن پر ایک خاص گھاس ملتے ہیں اور اس کو جنگل میں جہاں مست فیل چرتے ہیں لے جاتے ہیں۔ فیل مست اُس گھاس کی بو کو سونگھ کر ہتھنی کے پیچھے پڑتا ہے۔ فیل بان ہتھنی کو اس حصار میں لاتے ہیں۔ ہاتھی بھی ہتھنی کے پیچھے آ کر گرفتار ہو جاتا ہے۔ دریائے برہما پتر کی ریت سے سونا نکلتا ہے بارہ ہزار (بتیس ہزار) آسامی یہی کام کرتے ہیں اور ہر سال فی نفر ایک تولہ طلا راجہ کی سرکار میں داخل کرتا ہے۔ صرف یہی ملک کا خراج ہے۔ یہ طلا کم عیار ہوتا ہے آٹھ نو روپیہ تولہ بکتا ہے۔ کہتے ہیں دریائے برہما پتر میں سب جگہ

شرقی رائج ہیں۔
سونا ملتا ہے مگر یہ سونا نکالنا آسامیوں کو آتا ہے۔ اس ملک میں کوڑی اور روپیہ و اشرفی رائج ہیں۔ اشرفی روپیہ پر راجہ کا سکہ لگتا ہے۔ فلوس کا رواج نہیں۔ قوم میری مچی کے پہاڑوں میں جو آسام کے شرقی جانب میں ہیں آہوئے مشکیں اور فیل پیدا ہوتے ہیں۔ پہاڑوں سے یہ قوم نقرہ و مس یعنی چاندی اور تانبا اور ارزیز بھی نکالتے ہیں۔ اس قوم کی طرز و وضع آسامیوں سے بالکل ملتی ہے۔ عورتوں کی صورتیں آسامیوں سے اچھی ہوتی ہیں۔ وہ تفنگ سے بہت ڈرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ بری چیز ہے کہ فریاد کرتی ہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ اور اپنے بچے کو پیٹ سے نکال کر آدمی کو مارتی ہے۔ کوہستان آسام میں بھی آہوئے مشکیں ہوتا ہے اور چوب عود (اگر) بھی ہوتی ہے۔ اگر ممالک محروسہ کی طرح یہاں بندوبست مالی ہو اور رعایا سے محصول لیا جائے تو 45 لاکھ روپیہ کے قریب وصول ہو۔ رعایا سے خراج لینے کا دستور نہیں۔ گھر پیچھے تین آدمیوں میں سے ایک نفر راجہ کی خدمت میں آتا ہے اور اگر اُس میں وہ ڈھیل کرے تو سوائے قتل کے یہاں اور کچھ سزا نہیں ہے۔ اس لیے راجہ کا حکم اس قوم میں کمال درجہ رکھتا ہے۔ کسی زمانہ میں اس ملک پر سلاطین اسلام کا تصرف نہیں ہوا۔ کسی بیگانہ کے ہاتھ میں وہ نہیں آیا۔ اس دیار میں مسافروں کے آتے جاتے کا راستہ تنگ ہے اور غیروں کے ملک میں جانے کے لیے یہاں کے باشندوں کا پاؤں لنگ ہے۔ اپنے ملک میں نہ کسی کو نہ آنے دیں اور نہ غیر ملکوں میں اپنے آدمیوں کو جانے دیں۔ ہر سال ایک مرتبہ ایک جماعت راجہ کا حکم لے کر تجارت کے لیے اپنی سرحد پر گواہٹی میں آتی ہے۔ طلا و مشک و چوب و عود و فلفل و ساذج و پارچہ ابریشمی لاتی ہے نمک و شورہ و گوگھر داور کچھ اور ہند کی مسلمانوں سے جو گواہٹی کے آدمی وہاں لے جاتے ہیں معاوضہ کرتی ہے۔ جو لشکر اس مملکت کی سرحد میں آیا ہے کشور وجود سے خارج ہوا۔ جس قافلہ نے اس سرزمین میں قدم رکھا منزل عدم میں پہنچا۔ اہل ہند یہاں کے آدمیوں کو ساحر اور جادوگر اور اپنی نوع انسانی سے خارج جانتے ہیں اور کہتے ہیں جو شخص اس دیار میں آتا ہے اور طلسم میں گرفتار ہو جاتا ہے پھر باہر نہیں نکل سکتا۔

## ملک آسام کے راجہ کا احوال:

یہاں کے راجہ جید ہج سنگھ کے پاس بہت لشکر اور مال اسباب ہے اس کا لقب سرگی ہے۔ جس کے معنی آسمان کے ہیں اور اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اس کے باپ دادا میں سے جو آسمان پر فرماں روا تھے کوئی سونے کی سیڑھی لگا کے زمین پر اُترا اور اس سرزمین میں قیام کیا اور پھر آسمان پر نہیں گیا۔ وہ

خود اپنے تئیں مظاہر اعظم میں شمار کرتا ہے۔ اس لیے وہ بت کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ یہاں کے آسامی ہندوؤں کی طرح کھانے پینے کا پرہیز نہیں کرتے۔ مسلمان و غیر مسلمان کے ہاتھ کا کھانا کھا لیتے ہیں۔ انسان کے سوا سارے جانوروں کے گوشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ مردار بھی کھاتے ہیں۔ گھی نہیں کھاتے۔ اگر کسی کھانے میں گھی کی بو بھی ہو تو اُسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ ان کی زبان ہندوستان کے اور ملکوں سے جداگانہ ہے۔

## ملک آسام کے مردوں کی کی پہلوانی و جفاکشی اور عورتوں کی صفات:

مردوں کی ہیئت سے توانائی اور پہلوانی ٹپکتی ہے وہ محنت کے کاموں پر قادر ہیں۔ سب جنگ جو، سفاک مارنے مرنے میں دلیر و بے باک و بے رحم، غدر و بے مروتی میں طاق اور مکر و کذب و بے وفائی میں یگانۂ آفاق ہیں۔ ان کی عورتوں کی صورت میں صباحت و ملاحت رُوئے و سیاہی و درازی موئے و ملائمت بدن و صفائی رنگ و خوش دست پائی ظاہر دور سے یہ ہیئت مجموعی کمال حسن نظر آتی ہے۔ مگر تناسب اعضا نہیں ہے۔ اس لیے پاس سے دیکھو تو وہ حسن و جمال سے دور معلوم ہوتی ہے۔ راجہ و رعیت کی عورتیں کسی سے منہ نہیں چھپاتیں، سر برہنہ بازار میں پھرتی ہیں اکثر آدمیوں کی چار پانچ بیویاں ہوتی ہیں۔ ایسے بہت کم آدمی ہیں جن کی دو بیویاں ہوں اور آپس میں بیویوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔

## ملک آسام کی معاشرت کے نمایاں خصائص:

یہاں کی بڑی تعظیم دوزانو بیٹھنا ہے۔ جب راجہ اور بھوکنوں کے پاس رعیت جاتی ہے اور بھوکنی راجہ کے پاس جاتا ہے تو وہ دوزانو بیٹھتے ہیں اور زمین کی طرف ٹکٹکی لگاتے ہیں۔ ڈاڑھی مونچھ سر کے بال منڈاتے ہیں۔ ان بالوں کو جو رکھتا ہے تو اُس کو کہتے ہیں کہ بنگالی ہو گیا ہے اس کے سر پر تلوار مارتے ہیں۔ اس خطے میں گدھے، اونٹ اور گھوڑے بہت کم اور نایاب ہیں۔ آسامی گدھے کو بڑی قیمت دے کر خریدتے ہیں اور اونٹ کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ گھوڑے سے بہت ڈرتے ہیں اگر وہ ہاتھ لگتا ہے تو اس کا پاؤں کاٹ ڈالتے ہیں اگر سو مسلح آسامیوں کے سر پر ایک سوار جا پڑے تو تمام ہتھیار اس کے آگے رکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اور اگر بھاگ نہ سکیں تو مقید ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر دس مسلمان پیادے ایک آسامی کو مل جائیں تو وہ بے خوف و خطر ان کے استیصال کا قصد کرے گا اور غالب آئے گا۔ ہاتھی کے بیچنے کو وہ بڑا عیب سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں بیچتے۔ راجہ اور

بھوکن سنگاسن میں اور رؤساء اغنیاء ڈولی میں سوار ہوتے ہیں۔ یہ ڈولی چوب وتختہ سے بناتے ہیں
فیل پر بجائے عماری وحوضہ کے لکڑی کی کرسی بنا کے رکھتے ہیں۔ کرپاس (روئی کالباس) کے پارچہ
کوسر پر باندھتے ہیں اور اسی کی دھوتی پہنتے ہیں اور ایک چادر کندھے پر ڈالتے ہیں بعض متمول
جاڑے میں نیم جامہ بھی پہنتے ہیں۔ چارپائی کی جگہ تخت پر جن کو میسر ہوسوتے ہیں۔ پان میں کچی
سپاری مع پوست ڈال کر بہت کھاتے ہیں۔ مشجر ومخمل وٹاٹ اور طرح طرح کے کپڑے ریشمی خوب
بنتے ہیں اور خوان وصندوق وتخت وکرسی ایک لکڑی کے تختے سے بہت مطبوع وپاکیزہ بناتے ہیں۔
راجہ کے بعض تخت ایک چوب کے ہیں جن میں سے ہر ایک کا عرض دو ذرع ہے اور ان کے پائے
الگ نہیں لگائے بلکہ اُسی چوب میں سے تراشے ہیں۔

## ملک آسام کی جنگی کشتیوں کا ذکر:

اس ملک میں کشتیاں
جنگی کشتیاں بنگالہ کے کوسہ کی طرح بناتے ہیں ان کو بچاری کہتے ہیں
کثرت سے ہیں۔ واقعہ نویس گواہٹی کی افراد سے معلوم ہوا کہ بمدم تحریر بتیس ہزار کشتیاں بچاری و
کوسہ یہاں آئی گئی ہیں اور لشکر بادشاہی کے پاس اور ملک کے متوطنین کے پاس جو لشکر کے ہمراہ
ہوگئے ہیں شاید اس سے زیادہ ہوں گی جو واقعہ نویس نے لکھیں۔ احتمال ہے کہ ان سے آدھی
آسامیوں کے تصرف میں ہوں گئیں۔ اکثر کشتیاں چنبل کی لکڑی سے بناتے ہیں۔ اگر کشتی ڈوب
بھی جائے تو اس کی لکڑی گلتی نہیں۔ بندوق وتوپ بچہ دار خوب ڈھالتے ہیں۔ باروت بہت قسم کی
بناتے ہیں اور اس کا مصالح ملک بادشاہی سے لاتے ہیں۔ کل آسام میں خشت وسنگ وگل کی
عمارات سوائے کھر گاؤں اور چند بت خانوں کے دروازوں کے کہیں اور نہیں ہے۔ غنی وفقیر اپنے
مکانوں گھروں کو چوب ونے وعلف یعنی گھاس سے بناتے ہیں۔ یہاں کی قدیم رہنے والی دو قومیں
ہیں ایک آسامی دوسری قوم کلتا دریہ۔ دوسری قوم ہر باب میں اول قوم پر مزیت رکھتی ہے مگر مہام
صعب اور امور حرب میں قضیہ منعکس ہے۔ ہمیشہ راجہ کے نشیمن وخواب گاہ کی اطراف میں چھ سات
ہزار آسامی حراست کرتے ہیں اور ان کو جودانگ کہتے ہیں۔ اس ملک کا حربہ بندوق وراچنگی وتوپ
وتیر وپیکان وبے پیکان ونیم شمشیر ونیزہ دراز وبانس کی کمان وتیر تخش ہے کہ ملک کے تمام رہنے
والے اہل حرفہ ودہقان ورعیت مسلم وغیر مسلم طوعاً وکرہاً جنگ میں آتے ہیں اور گیدڑوں کی طرح
ایک دفعہ غوغا کرتے ہیں اور شورش عظیم مچاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اس شور وغل سے لشکر شاہی کے

دل میں خوف و ہراس پیدا ہوگا۔ وہ لڑائی میں لاکھوں ہی جمع ہوتے ہیں۔ مگر ہتھیاروں سے لڑنے والے بیس ہزار کے قریب آسامی ہوتے ہیں۔ اغلب وہ شب سہ شنبہ میں شب خون مارتے ہیں۔ اس رات کو مبارک جانتے ہیں۔ رعیت خواہ جنگ کرکے بھاگے خواہ بے جنگ معاودت کرے اپنے ہتھیار کو ڈال دیتی ہے اور باہر چلی جاتی ہے۔ رعایا اپنے مردوں کو کچھ ان کے ترکہ کے ساتھ مشرق کی جانب سر کو اور مغرب کی جانب پاؤں کرکے خاک میں دفن کرتی ہے۔ اور حکام اپنے مُردوں کے لیے دخمہ بناتے ہیں اور زنان و خدمۂ متوفی کو مار کر مایحتاج چند سالہ مثل ظروف زریں و سیمیں و فرش و لباس اور خوردنی دخمہ (مُردوں کو دفن کرنے کا تہہ خانہ، صندوق جس میں مُردے کو سونپتے ہیں) میں رکھتے ہیں اور اس کا نام ذخیرہ و توشۂ آخرت رکھتے ہیں جس سے ناامیدی کا دروازہ اُس پر بند ہو جاتا ہے سر دخمہ کو مضبوط لکڑیوں سے نہایت مستحکم ڈھاکتے ہیں اور ایک چراغدان میں بہت سا روغن اور ایک نفر مشعلچی زندہ اس میں رکھتے ہیں کہ وہ چراغ روشن کیا کرے۔ دس دخموں کو چیر کر نوے ہزار روپیہ بہمہ جہت بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ آیا ہے۔

پہلے زمانہ میں جو مسلمان یہاں مقید ہوئے تھے انھوں نے یہاں نکاح کرلیا ان کی اولاد آسامیوں کے طریق پر عمل کرتی ہے برائے نام مسلمان ہیں وہ آسامیوں کے ساتھ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ مانوس ہیں۔ دیار اسلام سے جو مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں چلی گئی ہے وہ صوم و صلوٰۃ میں قیام کرتی ہے مگر نہ اذاں دے سکتی ہے اور نہ قرآن اونچی آواز میں پڑھ سکتی ہے۔ یہ دونوں اُن کے لیے ممنوع ہیں۔

**لشکر کا کھر گاؤں سے متھرا پور جانا اور تھانوں کا مقرر ہونا:**

راجہ اور آسامی بھاگ کر مختلف طرفوں میں چلے گئے۔ راجہ نے چاہا کہ قوم نانگہ کے پاس جائے مگر وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے اس کے آنے پر راضی نہ ہوئے۔ یہ قوم جنوبی آسام میں رہتی ہے۔ سرخ و سفید خوش ظاہر و بد باطن ہے۔ بازاروں میں اپنی ازواج سے بے پردہ مجامعت کرتے ہیں۔ عورتیں سوائے چھاتیوں کے کسی عضو کو نہیں چھپاتیں اور کہتی ہیں کہ اعضاء جن کو بطن مادر سے انفصال کے وقت سب آدمیوں نے دیکھا ہوا ان کا چھپانا فضول ہے۔ پستان جو اس کے بعد اٹھتے ہیں ان کو ڈھانکنا چاہیے۔ نواب کی ملازمت میں چند مشہور آدمی آئے تو ان کے سیاہ لنگوٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ان کے منہ کے اوپر سوّر کے نیشوں کی حمائل پڑی ہوئی تھی اور گردن پر سیاہ لمبے بال

تھے اکثر اس قوم کا حربہ روپین ہے۔ جب راجہ اس کوہستان میں آنے سے ممنوع ہوا تو وہ اپنے سب بھوکنوں (راجہ کے معتقد لوگ) کو لے کر نامروپ میں چلا گیا۔

## خطہ نامروپ کا احوال:

نامروپ ایک قطعہ زمین پہاڑوں کے درمیان ہے۔ آب و ہوا یہاں کی ایسی خراب ہے کہ آسامی کہا کرتے ہیں کہ اگر کوئی طائر یہاں کی فضا پر پر مارے تو اس کا شہپر حیات گر جائے اور اگر اس زمین میں فولاد آئے تو موم ہو جائے۔ راجہ جس پر غضب ناک ہوتا اور تلوار سے سر نہ اُڑاتا تو اس کو یہاں بھیج دیتا۔ اس کی ایک راہ ہے جس میں گھوڑا جا سکتا ہے۔ کوہستان جنوبی اور جزیرہ کو جو دریائے برہماپتر اور دہنگ ندی کے درمیان ہے راجہ اور بھوکنوں نے اپنا مقرر بنایا۔ اس اثناء میں دو تین روز مینہ برسا اور تیز ہوا چلی تو لشکر شاہی کے خیموں اور اُردو میں پانی میں فرش اپنا بچھایا۔ موسم برسات نزدیک آیا۔ کھرگاؤں سے ساڑھے تین کروہ پر متھرا پور تھا وہ ایسی اونچی جا پر آباد تھا کہ برسات میں اقامت کی قابلیت رکھتا تھا وہاں جانے کا ارادہ مصمم ہو کر کھرگاؤں کی حفاظت کے واسطے میر مرتضیٰ اور راجہ امر سنگھ کو چھوڑا اور میر سید محمد کو رعایا کو نگہداشت کے لیے مقرر کیا۔ محمد عابد مامور ہوا کہ راجہ کے اموال کو دیکھ بھال کر جو مال تنخواہ کے لائق ہو لشکر میں بھیج دے اور باقی کو جہانگیر نگر روانہ کرے۔ نقرہ اور مس پر بادشاہ عالمگیر کا سکہ لگایا گیا۔ یہ روپیہ پیسہ رائج ہوا۔ مختلف مقاموں میں تھانے اور تھانہ دار مقرر ہوئے۔ 20 رشعبان سنہ مذکور میں لشکر کوچ کر کے متھرا پور میں آیا۔ آدم خاں نے یہاں سے آٹھ کوس پر ابھے پور میں تھانہ جمایا۔ اس کو رات دن آسامیوں سے لڑنا پڑا۔ جلال خاں کنار دریائے دہنگ کا تھانہ دار تھا اس پر بھی کئی دفعہ آسامیوں نے شب خون مارا مگر ہر دفعہ ہزیمت پائی۔ تیس چالیس ہزار آسامیوں نے دن کو اُس سے لڑنے کا قصد کیا ان کو شکست ہوئی اور بہت آسامی مارے گئے اور جلال خاں کی شجاعت کی بڑی شہرت ہو گئی۔ آسامی یہاں سے اور اطراف میں منتشر ہو گئے۔ میانہ خاں موضع سلہانی میں تھانہ دار تھا۔ وہ رعایا کی رفاہ حال و فراغ مآل کا سبب ہوا۔ کھرگاؤں میں سو سوار اور دو سو پیادے تھے۔ اور اس کے اطراف میں اور لشکر مورچے جمائے ہوئے تھے۔ اکثر مواضع دکھن کول کے بادشاہی تصرف میں آ گئے تھے اور رعایا بھی اپنے گھروں میں آباد ہو کر اطاعت اور ہوا خواہی کا اظہار کرتی تھی۔ اوتر کول کے آدمی اطاعت کی فکر میں تھے کہ زمانہ نے ایک اور ہی گل کھلایا۔

## برسات کا آنا اور فسادات کا پھوٹ پڑنا:

بادلوں نے اپنے لشکر کو آسمان پر دوڑایا۔ بجلی نے اپنی چھچھوندر چھوڑی۔ گونج نے اپنا صور پھونکا، ابر نے اپنی آنکھوں سے زمین پر ایسے آنسو بہائے کہ نالوں کو دریا بنادیا اور دریاؤں کو بحر۔ سیلاب نے سارے مکانوں میں دلدل کر دی۔ شیروں کے خوف سے آسامی جو جنگلوں اور غاروں میں لومڑی کی طرح چھپے بیٹھے تھے اب وہ شیر بن کر باہر نکلے۔ فتنہ و فساد برپا کیا۔ اول انھوں نے دیول گاؤں کی طرف ہجوم کیا اور تھانہ پر شب خون مارا۔ تھانہ دار غافل نہ تھا اُس نے آسامیوں کو شکست دی۔ نواب نے یادگار خاں ازبک کو اُس کی کمک کے لیے بھیجا۔ اُس نے جاکر آسامیوں نے جو آتش فتنہ سلگائی تھی آب تیغ سے بجھادی۔ ان دنوں میں آذوقہ کی کشتیاں لکھوگر سے کھر گاؤں روانہ ہوئی تھیں۔ ابن حسین داروغہ نوارہ نے چھ جلیہ اور 14 کوسہ پُرساز بہ سرداری محمد مراد بھیجے تھے اس نے دو تین جگہ آسامیوں سے لڑ کر ان کشتیوں کو کھر گاؤں میں پہنچادیا۔ جب آسامی دیول گاؤں سے نا امید ہوئے تو انھوں نے ماہِ شوال کو انور بیگ تھانہ دار کجپور پر تاخت کی۔ اس نے اپنے زور بازو سے ان پر فتح پائی مگر فتح کے بعد احتیاط نہ کی آسامیوں نے پھر حملہ کر کے اس کو مار ڈالا۔ کجپور آسامیوں کے قبضہ میں آگیا اور انھوں نے دریائے دہنگ کے اس طرف ترمہانی و کجپور کے محاذات سے لے کر لکھوگر تک مورچالیں بنا کر لشکر شاہی کی رسد کا رستہ بند کر دیا۔

## فتنہ رفع کرنے کے لیے سرانداز خاں کی تقرری:

نواب نے یہ سن کر سرانداز خاں ازبک کو کجپور کا تھانہ دار مقرر کر کے فساد کے دور کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ بہت جہد کر کے نالہ کی گل ولائے سے گزرا اور موضع نیک میں آیا یہاں نالہ سے بغیر کشتی کے گزرنا محال تھا اس نے نواب کو حقیقت حال لکھی۔ نواب نے حکم دیا کہ محمد مراد نوارہ کے ساتھ لکھوگر سے آیا ہے۔ تین جلیہ و سات کوسہ اور کھر گاؤں سے لے کر اپنے نوارہ کا ضمیمہ بنائے اور خالی کشتیاں بیوپاریوں کی بھی اپنے ساتھ لے لے۔ جب موضع نیک میں پہنچے تو وہ اور سرانداز خاں خشکی و تری سے باہم رفیق ہو کر طے مسافت کریں۔ سرانداز خاں کو محمد مراد دریا سے پار اُتار دے اور سرانداز خاں محمد مراد کے نوارہ کا ممد و معاون ہو۔ مگر یہ تدبیر نہ چلیں۔ سرانداز خاں کے پاس محمد مراد پہنچا اور دونوں بہ اتفاق روانہ ہوئے۔ نالہ جو اول سرانداز خاں کی راہ میں آیا وہاں ان دونوں میں مخالفت ہوئی۔ 14 رشوال کو سرانداز خاں واپس نیک کو چلا گیا اور محمد مراد اور آگے بڑھا۔ جب

اُس نے آسامیوں کی کشتیوں کا ہجوم پانی میں اور آسامیوں کو دریا کے کنارہ پر دیکھا تو وہ بہت جلد کنارہ پر اُتر کر بر مہمانی کوراہی ہوا۔ چند کشتیاں جن میں امیر خاں کے افغان سوار تھے وہ دشمنوں کی طرف دوڑے اور اپنی جلادت کے زور بازو سے غنیم کے درمیان سے گزر کر دیول گاؤں میں پہنچے باقی تمام بادشاہی و لشکری و بیوپاری نوارے پُر باروساز مفت دآسان آسامیوں کے چنگل میں آئے جس سے ان کو بری جرأت اور جسارت ہوئی اور بیوپاریوں کی آمد وشد و رسد کے پہنچنے کی راہ مسدود ہوئی۔ آب دہنگ کی وسعت نے دریا پر عرصۂ جولاں کو بہات تک تنگ کیا اور کوہ سلہانی کے سیلاب نے میانہ خاں کے آدمیوں کے گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈالی تو بھتا آسامی آب دہنگ سے گزر کر اور بعض کوہ سلہانی سے پائیں میں آکر بے تحاشہ حواشی کھر گاؤں کو مراجعت کرنے لگے اور شہر کی دست برد کا اندیشہ ہوا۔ میر مرتضٰی نے پہلے سے زیادہ ہوشیاری اور بیداری میں کوشش کی باوجود معاونوں کی قلت اور معاندوں کی کثرت کے اس نے ثبات اختیار کیا۔ دس بارہ ہزار آسامیوں نے غازی خاں تھانہ دار دیوتانی کو قتل کیا۔ بیس سوار اور پچاس پیادے اس کے ساتھ کے مارڈالے۔ وہ بانس کے احاطہ سے جس کو سکونت و حفاظت برکسائیں کے لیے بنایا تھا باہر آیا اور آسامیوں سے لڑا۔ برکسائیں کے برادر زادہ نے دروازہ توڑنے کا قصد کیا۔ اس کو ابراہیم خاں نے مارڈالا۔ آسامی اپنے سردار کے مرتے ہی دامن کوہ میں بھاگ گئے اور اشامی کے جمع کرنے کا انتظام کیا۔ اس حادثہ کے واقع ہونے سے حوالی کھر گاؤں و نواحی متھرا پور اور حواشی تھانہ آدم خاں میں جو رعایا آباد ہو کر اطاعت کرتی تھی وہ بھاگ گئی۔

## کوچ بہار کا راجہ نرائن کے پھر تصرف میں آنا:

ان دنوں میں یہ افواہ اُڑی کہ بھیم نرائن نے آکر کوچ بہار کو پھر لے لیا ہے۔ آخر کو یہ خبر سچ نکلی: آوازِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ اس کی تفصیل یہ ہے بادشاہی متصدیان مہام مال نے مآل کار سے غفلت کی اور ممالک محروسہ کے محال کے دستور پر رعیت سے جمع بندی اور مطالبہ اموال کیا۔ اس طرح کی جمع بندی یہاں کی رعایا کے خیال اور تصور میں بھی نہ تھی۔ وہ متفرق ہوگئی اور راجہ کی خواہاں ہوئی۔ ممالک محروسہ شاہی میں جو اخذ مال کے قوانین اور دستور تھے وہ یہاں کی سرزمین کے زمینداروں کے معمول کے برخلاف عمل میں نہیں آسکتے تھے۔ نواب کی مرضی کے خلاف رعایا کے ساتھ مقدمات مالی میں سختیاں و بے اعتدالیاں ہوئیں جس سے رعایا شورش میں آئی اور راجہ بھیم

نرائن کے پاس پہنچی اور اس کو پہاڑ سے نیچے آنے کی ترغیب دی۔ راجہ اس مقدمہ کو دولت غیر مترقبہ سمجھا اور پہاڑ سے نیچے آیا۔ اس دیار کے سب آدمیوں نے کہا کہ تو راج کر ہم تیرے لیے اپنی جان دینے کو موجود ہیں۔ راجہ کی سر راہ کتھل ماری میں محمد صالح منصب دار تھا اس پر تاخت کی اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو مار ڈالا اور اسفندیار خاں حاکم کوچ بہار کے ہمراہ جو آدمی تھے ان کی رسد بند کر دی اور راجہ نے خان مذکور کو پیغام دیا کہ تم ملک بادشاہی کو سلامت چلے جاؤ اور اپنے تئیں ہلاک نہ کرو۔ خان میں قوت مقاومت نہیں تھی اور اقامت میں یہ سمجھا کہ چند ہزار جانیں ضائع ہو جائیں گی وہ گھوڑا گھاٹ میں چلا گیا۔ اس کے پیچھے علی خاں بھی گھوڑا گھاٹ میں آیا۔ استر داد ملک کی قدرت نہ تھی یہیں ٹھہر گیا۔

## ابوالحسن کی آسامیوں کی سرکوبی کے لیے تقرری:

القصہ جو حوالی کھر گاؤں اور تھانہ غازی کا حال نواب سے عرض کیا گیا تو اس نے ابوالحسن خالو ے مرزا بیگ شجاعی کو جو نواب کا بڑا مشہور منتظم ملازم تھا آسامیوں کو تنبیہ کے لیے مقرر کیا کہ حوالی تھانہ غازی خاں کے گرد جو آسامیوں کے مورچے بنائے ہیں اور تھانہ کی تاخت کے تاک میں بیٹھے ہیں ان کو دفع کرے۔ اُس نے جا کر آسامیوں کو مقتول کیا اور ان کو شکست دے کر اُن کے مورچالوں کو ڈھا کر مٹا دیا۔ آغروں کی جماعت اور پچاس سوار کھر گاؤں کی حفاظت کے لیے اور مقرر ہوئے۔

## لکھوگر کی جانب فرہاد خاں کا جانا اور قضایاء عجیبہ کا نمودار ہونا اور اس کا واپس آنا:

جب نواب نے محمد مراد کی کم ہمتی اور آسامیوں کی دراز دستی کی خبر سنی تو اس نے فرہاد خاں کو اپنی اور امراء کی اور تابینوں کی اور شاہی آراستہ فوجیں دے کر مامور کیا کہ لکھوگر جا کر اور رسد کی کشتیوں کو ہمراہ لے کر لشکر میں لے آئے اور آنے جانے میں اطراف کے آسامیوں کو تنبیہ کرے اور سرانداز خاں کو کجھورمیں قائم رکھ کر تھانہ میں میر نور اللہ و محمد مقیم اور ایک اور جماعت کو کمک کے طور پر چھوڑ دے۔ سر راہ تھانہ جات کا بندوبست اس طرح کرے کہ پھر آنے جانے والوں کے دامن میں آسامیوں کا نشانہ لگے۔ ابوالحسن جو دیوتانی کی طرف آسامیوں کی تنبیہ کے لیے نواب کے پاس آتا تھا حکم ہوا کہ وہ اپنی ہمراہی آدمیوں کے ساتھ فرہاد خاں کا تابع اور رفیق ہو۔ خان مذکور 18 ماہ شوال کو شام کو کھر گاؤں میں آیا اور اُسی رات آب دیکھو سے عبور کیا۔ فرہاد خاں سے مل گیا۔ دونوں

مل کر موضع نیک میں آئے جو ترمہانی اور کجپور کے درمیان تھا۔ یہاں صحرا میں ندی دہنگ سے بھی زیادہ پانی متموج تھا۔ نہایت حیران ہوئے اور ہر چند راہ کی جستجو میں دست و پازنی کی۔ مگر مقصد نہ حاصل ہوا۔ آسمان سے پانی موسلا دھار برستا تھا۔ زمین سے پانی جوش کرتا تھا۔ لشکر گاہ کو سیلاب نے گھیر لیا۔ روئے آب پر خیمے حباب کی طرح معلوم ہوتے تھے اور سوار تمام شب پشت اسپ پر بیٹھے اور پیادے اپنی ایڑیوں کے بل پر کھڑے رہے۔ ناچار سر انداز خاں کو جو موضع مذکور میں محصور تھا خان اپنے ہمراہ لے کر واپس چلا۔ سب جگہ پانی کمر تک تھا۔ ترمہانی کے قریب ایک موضع میں آیا۔ یہاں آسامیوں نے گہری نہریں کھود کر دریائے دہنگ سے ان کو ملا دیا اور ان کے کناروں پر مورچالوں کو ترتیب دیا اور فرہاد خاں کی مراجعت کی راہ کو مسدود کیا اور آسامیوں کے نامی بھوکنوں نے کشتیوں میں بیٹھ کر افواج کی طرف کا احاطہ کیا۔ اور توپ اندازی شروع کی۔ فرہاد خاں ایک ٹیلے پر کہ محاطۂ آب نہ تھا چڑھ گیا۔ نواب نے یہ خبر سن کر محمد مومن بیگ یکہ تاز کو فوج عظیم کے ساتھ بھیجا کہ فرہاد خاں کی راہ میں نالوں کے کناروں پر جو مورچال آسامیوں نے بنائے ہیں ان کو پراگندہ کرے۔ مومن بیگ ترمہانی میں آیا۔ پانی کی طغیانی ہوتی جاتی تھی۔ وہ مقصد کی طرف توجہ نہیں کر سکا۔ دلیر خاں نے ہاتھیوں کو لے جانا چاہا۔ مگر دشمن کے غلبہء خوف سے یہ تدبیر بھی نہ چل سکی۔ آسامیوں نے مورچالوں اور کشتیوں سے توپ اندازی برابر جاری رکھی اور کشتیوں سے اُتر کر اُن پر متواتر حملے کیے۔ فرہاد خاں نے ان حملوں کو ہٹایا۔ ایک دفعہ آسامی بہت سی کشتیوں سے اُتر کر اُن پر حملہ آور ہوئے تو راجہ سجان سنگھ کے راجپوت ان کے مقابل ہوئے۔ خان کے اشارہ سے وہ پیچھے ہٹے۔ آسامی دھوکہ میں آ کر ان کے پیچھے آئے اور کشتیوں سے دُور ہوئے۔ فرہاد خاں نے ان کو مار دھاڑ کر چند کشتیاں ان کی چھین لیں۔ اب یہاں آذوقہ کی ایسی کمی ہوئی کہ گائے کے گوشت کھانے کی جگہ گھوڑے کے گوشت کھانے پر نوبت آئی تو فرہاد خاں نے مفتوح کشتیوں پر اور ٹاپوں پر جو کیلے کے درختوں اور نے سے بنائے تھے سوار ہو کر آسامیوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آسامی دشمنوں کو عاجز جان کر غافل ہوئے اور رات کو خوش و خرم سوئے۔ فرہاد خاں نے 41 کشتیوں پر جو اُس نے آسامیوں سے چھینی تھیں لشکر کو سوار کر کے نالوں سے پار اتارا۔ فرہاد خاں جب محمد مقیم کے تھانہ میں آیا تو اس نے سنا کہ اس نواحی کے آدمی چند روز غائب رہے ہیں اور اب آئے ہیں تو خستہ مجروح ہیں، یہ حالت ان کی شرکت جنگ پر دلالت کرتی ہے کہ وہ فرہاد خاں کے لشکر سے لڑے

ہیں۔ محمد مومن بیگ کو بھیجا کہ مردوں کو قتل کرے جبکہ عورتوں اور بچوں کو قید کرلے اور اموال کو لوٹ لے۔ دوم ماہ ذیقعدہ کو فرہاد خاں نواب کی خدمت میں آیا۔ تھانہ مقیم کی تاخت و تاراج نواب کو پسند نہ آئی اس نے سب عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنے گھر جائیں۔

## راہوں کا مسدود ہونا اور تھانوں کا اُٹھنا اور دیگر مسائل:

فرہاد خاں کی مراجعت کے بعد آسامی بڑے دلیر ہوگئے اور پانی کی طغیانی ایسی ہوئی کہ کسی تھانہ میں مقدور نہ تھا کہ وہاں سے آدمی باہر نکل سکے یا کمک کو پہنچ سکے اس لیے نواب نے حکم دیا کہ ابھے پور سے آدم خاں آکر لشکر سے ملے اور تھانوں کے آدمی کھر گاؤں میں چلے جائیں۔ اور سرانداز خاں و میانہ خاں نالہ دیکھو کے اس طرف وہاں کے رہنے والوں کی محافظت میں قیام کریں۔ جلال خاں و غازی خاں و محمد مقیم جو نالہ کے اس طرف ہیں وہ میر مرتضٰی کے پاس چلے جائیں۔ جب آدم خاں تھانہ ابھے پور اس طرف کا عازم ہوا تو اس نواحی کے مسلمان جو ہوا خواہی ظاہر کرکے آباد ہوئے تھے بھاگ گئے اور کشتیوں کو لے گئے۔ اس لیے نالوں کے اترنے میں آدم خاں کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ سرانداز خاں و میانہ خاں نے ایک سرزمین میں جس کے تین طرف نالہ دیکھو تھا اقامت کی اور جس سمت میں پانی تھا وہاں ایک مستحکم دیوار بنائی اور اس پر توپیں اور زنبورکیں چُن دیں۔ رعایا دیوار سے خارج ہوئی۔ ایک رات آسامی غلبہ کرکے نالہ کی اس طرف کی رعایا کو طوعاً و کرہاً لے گئے۔ حوالی کھر گاؤں متھرا پور کی کل رعایا آباد شدہ فرار گاؤں ہوئی اور راجہ اور بھوکنوں پاس چلی گئی۔ بعض مسلمان اور کچھ ہنود باقی رہے جو راجہ سے ڈرتے تھے اور ہندوستان کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ اب تمام ملک آسام سوائے کھر گاؤں اور متھرا پوری کے آسامیوں کے تصرف میں تھا اور ان دونوں مقاموں میں بھی آمد و رفت بادشاہی آدمیوں کی بغیر سپاہ کے ساتھ لیے نہیں ہوتی تھی۔ یہ باتیں موجب حیرت سے تھیں۔ اب دس بارہ ہزار لشکر پیادہ و سوار اور اردو بازار بےشمار چھ مہینے تک بغیر غلبہ خصم اور استیلاء غنیم انہار کے اندر نقطہ کی مانند گھر جائے کہ پرکار کی طرح لشکر گاہ کے دائرہ سے باہر قدم نہ رکھ سکے اور کوئی کمک اس کو نہ پہنچ سکے اور غلہ اور ضرورت کی کوئی چیز اُس تک نہ آسکے۔ آسامیوں نے انقطاع اخبار اور انسداد راہ میں کوشش کی کہ اہل ہند کو اس لشکر کی بےخبری کے سوا کچھ خبر نہ پہنچتی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی ان میں زندہ نہیں ہے۔ انھوں نے مراسم تعزیت بھی ادا کیں اور وارثوں نے متروکات کو بھی آپس میں تقسیم کرلیا۔

## بے جدلی بھوکن کی سپہ سالاری:

راجہ آسام کا بے جدلی بھوکن (سپہ سالار) تھا وہ برہمن تھا اور انبار داری سے بھوکنی اور سرداری پر پہنچا تھا، اس کو راجہ نے سپہ سالار و مدار علیہ مقرر کر کے لشکر شاہی کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے بلکہ قیدی بنانے اور گرفتار کرنے کے لیے مقرر کیا اور سارے ملک میں احکام جاری کر دیے کہ سردار و رعایا اس کی اطاعت کریں۔ یہ سپہ سالار نہر دلئی کے کنارہ پر آیا اور ایک انبوہ جمع کر کے حشر برپا کیا۔ اور مورچال بنائے۔ دو تین روز میں ایک دیوار عریض و مرتفع کنگرہ دار نہایت مستحکم لب دریا مذکور پر تین کروہ لمبی بنائی۔ دیوار کا ایک سرا پہاڑ سے ملتا تھا اور دوسرا سرا وہاں منتہی ہوتا تھا کہ نہر مذکور آب دہنگ سے ملتی تھی اور نہر مذکور کے ساحل کو ایسا تراشا کہ اس پر پیادہ نہیں چڑھ سکتا تھا سوار تو کیا چڑھتا۔ آسامیوں نے کئی دفعہ راتوں کو دلیر خاں کے لشکر پر شب خان مارا۔ آخر دفعہ میں دلیر خاں نے اُن کو ایسا قتل و شکستہ کیا کہ پھر انھوں نے شب خون مارنے کا نام نہ لیا۔ نواب کو معلوم ہوا کہ زمیندار چانک جو راجہ کا خطاب رکھتا تھا وہ کھرگاؤں کی مزاحمت کا قصد رکھتا ہے اور مورچال جمائے بیٹھا ہے۔ راجہ سبحان سنگھ کو اس کے استیصال کا حکم دیا۔ اس نے محاربۂ عظیم کے بعد اس کو شکست دی اور واپس آیا۔ کوئی روز و شب لشکر میں بے دردسر نیزہ و آبروشد شمشیر کے نہ گزرتا تھا۔ خانہ زین میں پاؤں رہتا تھا۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر ہمیشہ زین دھرا رہتا تھا۔ آخر الامر یہ نوبت آئی کہ آقا کو نوکر سے نوکری کی توقع نہ رہی اور چاکر کو طمع مجرے کی آقا سے نہ رہی۔ سب ہول جان سے تھوڑے غوغا پر چونک پڑتے تھے۔ ہلاکت کے خوف سے دودستی مارتے تھے:

بیاتا ہمہ تن بکشتن دہیم
مبادا کہ فرصت بدشمن دہیم

## تیر وسناں فتح وظفر کی اصلی کلید ہیں:

سب کو یقین تھا کہ اس قفل کی کنجی علاوہ تلوار کے نہیں ہے اور اس عقدہ کی گرہ کشائی سوا تیر وسناں کے نہیں۔ بیجد لی بھوکن نے شب خون مارنے میں اور ابواب رسد کے بند کرنے میں حواشی اردو کی مزاحمت کرنے میں کوئی بات نہیں رکھی تو اس نے جانا کہ درفش پر خشت لگانے سے اور آہن سرد کے ٹوٹنے سے کوئی نفع سوا جراحت کے اور کوئی حاصل سوا ندامت کے نہیں ہے۔ اس لیے اپنے فرمان فرما کی اجازت سے یا اپنی عقل دور اندیش سے صلح کی تحریک کی اور ایک وکیل اپنے عریضہ

کے ساتھ بھیجا جس میں مصالحت کی درخواست تھی۔نواب نے بھورل منصب دار کو بیجد لی بھوکن کے پاس بھیجا اور سمجھا دیا کہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے لشکر کی کمزوری معلوم ہو اور شرائط صلح یہ بتائیں کہ وہ بیان کریں۔ اول پانچ سو ہاتھی دندان دار بھیجے۔ دوم تیس لاکھ تولہ سونا ونقرہ پیشکش کرے۔سوم حرم بادشاہی کی پرستاری کے واسطے اپنی بیٹی دے۔ ہر سال پچاس ہاتھی اول دندان دار برسم باج دیا کرے۔ چہارم جو ممالک لشکر شاہی کی پے سپر ہوئے وہ ممالک محروسہ میں داخل ہوں۔ اور نامروپ اور اس کے اطراف میں کوہستان راجہ سے متعلق ہوں۔آخری شرط پر یہ شعر صادق آتا ہے

از پیش صفہ تا بہ لب بام از آں من
واز پشت بام تا بہ ثریا از آں تو

## کھر گاؤں میں لشکر کو کیا کیا مسائل پیش آئے:

بھوکن کے پاس بھورل گیا۔ آدھی رات کو خلوت میں بلایا گیا۔ بھوکن نے کہا کہ اگر راجہ ان شرائط صلح کو نہ مانے گا تو میں راجہ سے مفارقت (علیحدگی) کر کے نواب کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔دو تین دن بعد بھورے کو اُس نے رخصت کیا۔ وبا کے سبب سے لشکر کھر گاؤں میں آ گیا جس سے لشکر کا ضعف معلوم ہوا نہ صلح ہوئی نہ بیجد لی بھوکن آیا۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بیجد لی بھوکن نے دریائے دلئی پر مورچال بنا کر لشکر شاہی پر کئی شب خون مارے اور ناکام رہا۔اب اس نے کھر گاؤں کی طرف اپنی ساری توجہ کی۔ یہاں اموال اور گھوڑے ہاتھی بادشاہی اور تمام آلات توپ خانہ اور چند لشکری اور بیوپاریوں کی کشتیاں اور کچھ ذخیرہ وما یحتاج معیشت رہ گیا تھا۔ ہر رات کو آسامیوں کی ایک جماعت کثیر اطراف شہر میں اور راجہ کے گھر کے احاطہ کے گرد پھرتی تھی۔ اور اس راجہ کے احاطہ کے باہر حوالی شہر میں بھوکنوں کے مکانات تھے ان کو جلاتی تھی۔ گویا اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو خراب کرتی تھی۔ میر مرتضی محافظت میں بدرجۂ کمال کوشش کرتا تھا۔ 7 رذیقعد کو فرہاد خاں وسید سالار خاں وقراول خاں بھی کھر گاؤں کی حراست کے لیے آ گئے۔آسامیوں نے کھر گاؤں کے غربی دروازہ پر ایک باغ میں مورچے بنائے۔فرہاد خاں نے ان کو یہاں سے نکال دیا۔ایک دن آسامی جانب غربی کھر گاؤں میں چند آدمیوں کو مار گئے اور کچھ آدمیوں کو پکڑ لے گئے۔ بادشاہی آدمیوں نے بانس کا ایک حصار بنایا

اور اس کی حفاظت میں کوشش کی۔ ذوالحجہ کے مہینے میں کو سید سالار خاں اور عبدالرسول کی باری بانس کے حصار کی حفاظت کی تھی۔ ان دونوں سرداروں سے آسامیوں کی ایک جماعت کثیر مقابلہ و مقاتلہ کے لیے آئی۔ دو دفعہ آسامیوں کے حملہ کو بادشاہی آدمیوں نے دفع کیا لیکن تیسرے حملہ میں آسامی بانس کے حصار کو توڑ کر اور جلا کر کھر گاؤں کے آدھے قلعہ پر قابض ہو گئے۔ میر مرتضیٰ اور میر سید محمد اس بات پر مطلع ہو کر نقارہ اور کرنا بجاتے ہوئے گئے۔ مگر تاریکی شب کے سبب نہیں معلوم ہوتا تھا کہ غنیم کہاں ہے اور کس طرف تاخت کر کے مدافعت کرنی چاہیے۔ اس اثنا میں آسامیوں نے راجہ کے ایک چھپر میں آگ لگائی کہ جس کی روشنی سے رات کا دن ہو گیا۔ بادشاہی سرداروں نے تھوڑے آدمیوں سے ان پر حملہ کر کے باہر نکال دیا اور نصف قلعہ جو آسامیوں کے تصرف میں آ گیا تھا اس کو پھر چھین لیا۔ میر مرتضیٰ نے بجائے بانس کے حصار کے مٹی کا حصار بنانا شروع کیا اور اس پر توپ خانہ رانچنگی و زنبورک چن دیں اور اس کے آگے درختوں کو کاٹ کر ہموار میدان بنا دیا۔ ایک ہفتہ میں قلعہ کے دور میں جو ایک کروہ کے قریب تھا ایک عریض اور مرتفع دیوار کنگرہ دار تیار ہو گئی۔ پہلی لڑائی میں فرہاد خاں کے ہاتھ میں تیر اور زخم لگے تھے۔ اس پر ورم بہت ہو گیا۔ آسامی اس حال پر مطلع ہو کر ہر شام آ کر رات کو قلعہ پر حملہ کرتے اور کچھ رات رہے دلی کے کنارے پر چلے جاتے۔ فرہاد خاں دست شکستہ و بال گردن بنا کے گھوڑے پر رات کو سوار ہوتا اور صبح تک نہ اترتا اور اندر اور باہر کی خبرداری رکھتا۔ سب سرداروں نے مہتابیاں بنا کے اپنے پاس رکھ لی تھیں کہ پہلی رات کو دشمن جو لڑنے آئیں ان کو روشن کر کے لڑیں۔ آسامیوں نے کھر گانوں کے قریب انباروں کو جلایا اور انبارہائے بعید سے شالی کا لے جانا شروع کیا۔ میر مرتضیٰ نے کشتی اور خشکی بار برداری کا انتظام کر کے بعض انباروں سے شالی کو لے جا کر قلعہ میں داخل کیا۔ اور فرہاد خاں و محمد سعید سعی کر کے کھر گاؤں کے قریب کے انباروں میں سے شالی نکال کر قلعہ کے اندر لے گئے۔

## آسامیوں کا مورچال بنانا اور شب خون مارنا:

اب کھر گاؤں کے اس طرف آسامیوں نے ایسی جگہ پر کہ گھوڑے کا جانا دشوار تھا مورچال بنائے اور بڑے شب خون مارے۔ پانچویں ذوالحجہ کو جاسوسوں نے خبر دی کہ آسامیوں کے نامی پھوکنوں اور سرداروں نے یہ قرار دیا ہے کہ آج کی رات کو قلعہ و شہر کھر گاؤں (روشنی کے لیے چراغ) کو بادشاہی آدمیوں سے چھین لیجیے۔ چار فوجیں انھوں نے ترتیب دی ہیں۔ ایک فوج سید سالار

خاں کا دوسری فوج عبدالرسول خاں کا تیسری فوج شرقی حصار کے محافظوں کا مقابلہ کرے گی۔ اور سب سے بڑی چوتھی فوج میر مرتضیٰ سے جنگ کرے گی۔ پانچ چھ گھڑی روز رہا تھا کہ قراول خبر لائے کہ آسامیوں کا ایک گروہ نہر دلئی و نالہ اندکا سے گزرا ہے۔ فرہاد خاں باوجودیکہ اس کے ہاتھ میں بہت درد تھا ان کے مدافعہ و مقاتلہ کے لیے سوار ہوا اور باہر آیا۔ سید سالار خاں و جلال خاں دریابادی نے اس کو جانے سے منع کیا اور خود لڑنے کی اجازت حاصل کی اور باہر آ کر آسامیوں کو مار کر بھگایا۔ بعض تیر کر بعض ٹاپہ میں بیٹھ کر نالہ اندکا سے باہر گئے اور وہاں ایستادہ ہوئے۔ رات ہوگئی۔

## افواج شاہی کی پریشانی:

افواج شاہی متردد ہوئیں اس لیے کہ نہ تو دریا سے عبور کرنے کی قدرت تھی اور نہ فارغ البالی سے مراجعت کی طاقت تھی کیونکہ یقین تھا کہ جب سپاہ پیٹھ موڑے گی دشمن پیچھے پڑیں گے۔ فرہاد خاں نے یہ حال سن کر پیغام بھیجا کہ پیش روی میں تم نے خطا کی ہے اب پس روی میں شیوہ سپاہیانہ سے اس کی تلافی کرو اور قلعہ میں آجاؤ۔ سید مذکور ایسی دانائی سے کہ فرار نہ معلوم ہو کہ پانچ چھ گھڑی رات گئے لشکر کو شہر میں لے آیا اور جہاں جہاں سپاہ حفاظت کرتی تھی وہاں چلی گئی۔ آسامیوں کو جب سپاہ کی مراجعت کی خبر ہوئی تو وہ نالہ سے گزر کر شہر کے باہر کی اور اطراف قلعہ کی سپاہ پر پل پڑے۔ فرہاد خاں نے وسط قلعہ میں کھڑے ہو کر افواج امداد کے لیے اطراف میں بھیجیں۔ میر سید محمد اپنے آدمیوں کے ساتھ میر مرتضیٰ کے پاس گیا۔ آدھی رات پر پانچ گھڑی بجے تک بازار دارو گیر جانبین سے ایسا گرم ہوا کہ ہرگز ملک آسام میں ایسا محاربہ نہیں ہوا۔ سید سالار خاں عین تاریکی میں چلا آیا تھا اس نے چند چھپر جلائے تو ان کی روشنی میں دیکھا کہ آسامی بھاگے جاتے ہیں تو ان کے پیچھے تاخت کی جانب شرقی قلعہ سے راجہ امر سنگھ کے آدمی بھی پہنچے۔ اس نے بھی ایک بڑا چھپر جلایا اس کی روشنی میں قراول خاں اور آغروں نے اس طرف قلعہ کے کہ آسامی حملہ کر رہے تھے جنگ کی اور ان کو شکست دی۔ یہ دونوں ہزیمت خوردہ فوجیں اس طائفہ کے ساتھ متفق ہوئیں کہ حصار کی دیوار شمالی پر چڑھنے کا قصد کرتا تھا اور اس دیوار پر یورش عظیم کی۔ میر مرتضیٰ نے سب جگہ مہتابیاں روشن کر کے آسامیوں کے حملوں کو ہر جگہ سے دفع کیا۔ آسامیوں نے مایوس ہو کر عبدالرسول پر حملہ کیا جس سے چپقلش عظیم ہوئی۔ لشکر شاہی عاجز ہوا کچھ الٹا پھرا۔ مراد خاں دریابادی فرہاد خاں کے اشارہ سے عبدالرسول کی کمک کو گیا۔ آخر کو آسامیوں کو شکست دی۔ آسامی یہاں سے شکست پا کر

اس برج پر پہنچے۔ جو حصار کے شمال و مغرب کے بیچ میں تھا اور اس کی دیوار بقدِ آدم اونچی اٹھی تھی اور کنگرے نہیں بنے ہوئے تھے چنانچہ اس نے اتفاق کر کے حملہ کیا۔ خندق کو پھلانگ کر برج مذکور پر پہنچے۔ فرہاد خاں کو ایک شخص نے خبر دی کہ آسامی اس برج پر قابض ہوئے۔ وہ بے تامل اس برج کی طرف متوجہ ہوا یہاں میر سید محمد آیا۔ غرض آسامیوں کو بھگا دیا۔ تاریخ آسام کا مصنف شہاب الدین طالش نواب کے پاس متھرا پور گیا اور سارا حال بیان کیا۔ وہاں سے امراء کے نام ستائش نامے لایا۔ جس سے اپنے کام میں وہ اور زیادہ سرگرم ہوئے۔ آسامیوں نے آب دلئی سے گزر کر نالہ کا کوجان پر مورچے بنائے جو نہر دلئی اور نالہ دندکا کے درمیان تھا۔ دروازۂ سنگی کی جانب غربی میں ایک گروہ انبوہ آیا اور اپنے نزدیک کھرگاؤں کے آدمیوں کا تنگ محاصرہ کیا۔ 8/ ماہ ذی الحجہ کو آسامی تین فوجوں میں تقسیم ہو کر آدھی رات کو سپہ سالار خاں و عبدالرسول اور میر مرتضٰی کے مقابل آئے۔ اس اثناء میں کالی گھٹائیں اُٹھیں اور موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہوا۔ گھوڑے زانو تک پانی میں ڈوب گئے اس سے اہل اسلام کو خوف ہوا۔ نہ گھوڑوں کے دوڑانے کی مجال تھی اور نہ ہتھیاروں کے استعمال کا یارا تھا۔ دونوں لشکر خالی کھڑے رہے۔ پانچ چھ گھڑی رات باقی تھی کہ آسامیوں نے معاودت کی۔ فرہاد خاں کے ہاتھ میں درد زیادہ ہو گیا تھا۔ اس سبب سے آسامی زیادہ خیرگی کرتے تھے۔ خان مذکور نے کمک کی درخواست کی۔

## آسامیوں کا مورچہ بندی کرنا:

عید قربان کی سہ پہر کو خبر آئی کہ آسامیوں نے نالہ دندکا سے عبور کر کے سوادِ شہر میں مورچے باندھے ہیں۔ فرہاد خاں و جلال خاں اور کل دریابادی و غازی خاں و قراول خاں اور آغران کی مدافعت کے لیے مامور ہوئے۔ انھوں نے جا کر آسامیوں کو بھگا دیا۔ چند آدمی ان میں سے مارے گئے اور آلات مورچل سارے چھوڑ گئے۔ بانسوں سے مورچہ بنانا شروع کیا تھا۔ ان میں آگ لگا دی۔ ۱۱/ کو رشید خاں کھرگاؤں کی حفاظت کے لیے مقرر ہوا۔ اس نے سنا کہ آسامیوں کے جس مورچہ کو کل جلایا تھا پھر آ کر اس کو بنانا شروع کیا۔ آسامیوں نے پھر اس کو چھوڑ دیا اور رشید خاں نے ان کا تعاقب آب دندکا تک کیا۔ آسامیوں کے مورچہ کے بانس ایسے مضبوط گڑے تھے کہ ہاتھیوں سے نہ اُکھڑے۔ آخر آدمیوں نے ان کو اُکھیڑا اور جلا دیا۔ سرانداز خاں کے پاس خبر آئی کہ آسامیوں نے جانب غربی میں مورچال بنائے ہیں اور شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خان

نے ان کے مورچل پر حملہ کیا اور بہت سے آسامیوں کو قتل اور اسیر کیا اور ان کے مورچل کو ویران کیا
اور فتح عظیم پائی۔ سو آدمیوں سے زیادہ اسیر ہوئے جن میں بعض سردار بھی تھے۔ رشید خاں کے
سامان جنگ کو دیکھ کر آسامیوں کو پھر شب خون مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ 16 / ماہ مذکور کو رشید خاں
نے سنا کہ نالہ دیدکا کی بعض جگہ پایاب ہے۔ آدمی کے سینے اور گلے سے پانی اوپر نہیں چڑھتا۔ میر
مرتضیٰ اور راجہ امیر سنگھ کو قلعہ کی حفاظت سپرد کی اور خود کا کوجان کے مورچال نشینوں کی تنبیہ کے لیے
روانہ ہوا۔ جب نالہ دیدکا کے سرے پر آیا تو افواج پایاب کی مقید نہ ہوئی۔ ہر جگہ گھوڑے ڈال کر
بسلامت پار گئی۔ آسامیوں نے اس لشکر پر تیر و تفنگ چلائے۔ مگر آب دندکا کے عبور کرنے میں لشکر
شاہی کا خوف وہ اُن پر چھایا کہ جب اس نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔ لشکر شاہی مورچل میں
داخل ہوا۔ غازی خاں تعاقب کرتا ہوا پسر بیجد لی بھوکن تک پہنچا۔ آسامیوں نے اپنے سردار کو
دست بدست و دوش بدوش نہر دلئی کے کنارہ پر پہنچایا اور یہاں سے کشتی میں سوار کر کے باہر لے
گئے۔ لشکر شاہی نے اس کشادہ صحرا میں آسامیوں کو مارا۔ وہ بھاگ کر نہر دلئی کے کنارہ پر چلے گئے۔
ایک سو ستر آسامی پکڑے گئے۔ ایک ان میں سردار تھا۔ رشید خاں نے اُس سردار کے پاؤں میں
بیڑیاں ڈالیں اور باقی سب کو مار ڈالا۔ نواب کے پاس بھی یہ قیدی بھیجے گئے تھے مگر اُس نے رشید
خاں کے پاس ان کو واپس بھیج دیا تھا کہ جو چاہے ان کا حال کرے۔

## لکھوگرا اور نوارہ کا حال اور جھگڑے جو اس محال میں پیدا ہوئے:

جب راہیں مسدود ہوئیں، آسامیوں کی شورش کی خبر مشہور ہوئی اور لشکر کی خبروں کا آنا منقطع
ہوا اور انور بیگ تھانہ دار بجپور کے قتل کے واقعہ کا اشتہار ہوا تو ابن حسین نے ایک نوارہ مردم جنگی اور
آلات جنگ سے پُر کر کے علی بیگ کی ہمراہ روانہ کیا کہ بجپور میں جا کر قلعہ کو جو آسامیوں نے موضع
مذکور میں بنایا ہے فتح کرے۔ علی بیگ بجپور میں پہنچا اور حوالی قلعہ میں منزل کی۔ آسامیوں نے ایک
جمعیت عظیم کے ساتھ نوارہ پر حملہ کیا۔ نوارہ شاہی بہاؤ پر تھا وہ بے اختیار بانس باری میں جو دیول
گاؤں اور بجپور کے درمیان میں ہے آ گیا۔ منور خاں کچھ نوارہ لے کر اس کی کمک کو آ گیا۔ دونوں
نے مل کر آسامیوں پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی اور چند کشتیاں چھین لیں۔ علی بیگ اور منور خاں
دونوں ابن حسین کے پاس آ گئے۔ لشکر کے احوال نہ معلوم ہوئے۔ لکھوگرا میں سرداروں کو بڑا تردد
تھا۔ لکھوگرا میں رسد آتی تھی اور اس قدر شالی جمع تھی کہ تین سال کفایت کرتی تھی۔ نواب ہمیشہ اس

نوارہ کے حال دریافت کرنے کے لیے بیتاب رہتا تھا اس لیے دوآسامی ابن حسین کے پاس بھیجا۔ غریب یہاں پہنچے۔ نواب نے ابن حسین کو لکھا کہ اگر احتیاج و صلاح کا اقتضا ہو تو سید نصیر الدین خاں کو کلیابر سے اور میر مرزا کو جمدہر سے دیادگار خاں کو دیول گاؤں سے لکھوگر میں بلالو اور اجماعی نوارہ کی محافظت میں ساعی ہو۔ ابن حسین نے پروانہ کے جواب میں عرضداشت لکھی کہ جمدہر اور کلیابر سے پٹھانوں کے اُٹھنے سے رسد کا انقطاع ہوگا۔ میرے پاس اتنے آدمی ہیں کہ وہ نوارہ کی محافظت کے لیے کافی ہیں اور دیول گاؤں میں یادگار خاں کے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں اس کو لکھوگر میں بلالوں گا۔ آپ نوارہ کی طرف سے سب مطمئن رہیں۔ قاصدوں کے ہاتھ اس عرضداشت کو بھیج دیا۔ قاصد جس طرح گئے تھے اسی طرح نواب کے پاس آخر ذیقعدہ میں آئے۔ ابن حسین نے ایک بانس کا قلعہ نہایت مضبوط بنایا۔ توپ و زنبورک اطراف پر لگائیں۔ آسامیوں کے شب خون سے خاطر جمع کی اور نواب کے حکم کے موافق یادگار خاں کے پاس چند کشتیاں بھیج کر اس کو دیول گاؤں سے اپنے پاس بلایا۔ نواحی دیول گاؤں کی رعایا کو جب اُس کی خبر ہوئی تو وہ شب کو فرار ہوگئی اور آسامیوں کو اس سے مطلع کیا۔ دوسرے دن خان بہت جلد روانہ ہوا۔ اس کے اہل اُردو بعض قید ہوئے کچھ گھوڑے لٹے۔ آسامیوں نے ان قیدیوں کو تیر دوز کر کے ٹاپوں میں باندھ کر پانی میں چھوڑ دیا کہ وہ لکھوگر میں پہنچ کر وہاں کے بے دل آدمیوں میں خوف پیدا کریں۔ ملاحوں کی اور تمام اہل بنگالہ کی خوراک چاول ہیں وہ کم ہوگئے تھے لکھوگر کے اطراف غربی میں دامن کوہ میں اور اس کے جنوب کھر گاؤں کے سرراہ اور شمال میں کلیابر کی جانب قلعے آسامیوں نے بنائے تھے اور مورچل لگائے تھے کسی طرف سے رسد کے آنے کا رستہ نہیں چھوڑا تھا۔ کئی مرتبہ ابن حسین خود جا کر اور آسامیوں کے سرداروں کو مار کر بہت سی شالی لکھوگر میں لایا تھا اور بہت سے آسامیوں کو قید کیا تھا اور تین دفعہ گواہٹی سے بیوپاریوں کی نہیں چھوڑا میں شالی کو لایا تھا۔ لکھوگر اور کلیابر کے درمیان ایک قلعہ سولہ گز تھا آخر ماہ ذی الحجہ میں وہاں کی رعایا تنگ آکر اپنے سرداروں کو مقید کر کے ابن حسین کے پاس لائی اور اطاعت کی۔ ابن حسین نے سرداروں کو مقید کیا۔ رعایا کو مسرور کر کے یہ تجویز کی کہ وہ سولہ گز میں بطریق تھانہ داروں کے تری و خشکی کے آنے جانے والوں سے خبردار رہیں اور آسامیوں کو ایذا پہنچاتے رہیں۔ ان آدمیوں نے اس کام کو ایسی اچھی طرح کیا کہ کلیابر اور گواہٹی کی راہیں لکھوگر تک کھل گئیں۔ اور بیوپاریوں کو آمد و شد میں کوئی دغدغہ اور وسوسہ نہ رہا۔ 7 رمحرم کو نصیر

الدین خاں کا انتقال ہوا۔ ابن حسین نے اس کے نوکروں کو بحال رکھا اور ایک ماہ تنخواہ پیشگی بھجوادی اور شبیر حسین اپنے داماد کو لکھا کہ وہ تھانہ کی خبرداری کرے۔ تھوڑے دنوں بعد سید مرزا تھانہ دار جمدہر بھی مرگیا ابن حسین نے کشن سنگھ منصب دار کو لکھا کہ تھانہ کا انتظام رکھے۔ غرض ابن حسین نے سب طرح سے انتظام کیا۔ آسامیوں کو کھرگاؤں کی فتح سے مایوسی ہوئی تو وہ نوارہ کی مدافعت اور مزاحمت کے درپے ہوئے اور اس طرح محاربات عظیمہ و مقاتلات شدیدہ وقوع میں آئے۔ سب لڑائیوں میں اہل اسلام کو فتح ہوئی۔ آسامیوں کو شکست ہوئی۔ دامن کوہ میں ابن حسین خود چند دفعہ گیا اور دو تین دفعہ فوج کو بھیجا اور یہاں کے متوطنین کو قتل کیا تو یہاں کے باشندوں کو اس حالت سے نہایت ملامت ہوئی۔ ناچار انھوں نے لترئی اور برکسائیں راجہ کے دو بڑے سرداروں کو جو حوالی لکھوگر میں فساد مچاتے تھے پکڑ کر مع زن و فرزند ابن حسین کے پاس بھیج دیا۔ ابن حسین کو اس طرف سے بھی اطمینان ہوا۔ پھر اس نے مکرر آسامیوں سے جنھوں نے لکھوگر کے قریب کھرگاؤں کی جانب مورچال بنائے تھے تاخت کی اور ان کو ہزیمت دی۔ دیول گاؤں پر قبضہ کرنے کے لیے پھر یادگار خاں کو بھیجا۔ اور نواب کو ان سب فتوحات کی اطلاع دی۔ ماہ صفر میں نواب کھرگاؤں میں تشریف فرما ہوا اور ابن حسین کی عرضداشت سے مسرور ہوا۔

## کھرگاؤں و متھرا پور میں وبائی امراض کا پھیلنا، غلہ کا قحط پڑنا اور نواب کا واپس جانا:

موضع متھرا پور امرتفع ہونے کے سبب سے برسات کے موسم میں لشکر کی اقامت کی صلاحیت اور قابلیت رکھتا تھا۔ مگر اس کے اطراف کے پہاڑوں کی ہوا اور دامن کوہ کا پانی امراض خیز تھا۔ اہل آسام اُس کو جڑ پربت یعنی کوہ تپ (بُخار کا پہاڑ) کہتے تھے جس نے وہاں کی ہوا کھائی اور پانی پیا وہ تپ لرزہ اور عارضہ شکم میں مبتلا ہوا۔ اور قلمرو وجود سے خارج ہوا۔ ان دنوں لوگوں کی اموات کا حال یہ ہوگیا کہ گورکن کو جانکنی کے سبب سے گورکنی کی فرصت نہ تھی۔ مُردوں کو غسل دینے والا جو اوروں کے نہلانے کے لیے جاتا وہ اپنی جان سے ہاتھ دھوتا۔ اس سرزمین میں اس قدر زمین نہ رہی کہ مردہ کو زندہ دفن کرتے۔ اتنا کپڑا نہ تھا کہ مرتے کو کفن پہناتے۔ امیر لوگوں کو انھیں کے لباس میں لپیٹ کر آب و گل میں پوشیدہ کرتے اور مسکینوں کے اجساد کو وحوش وطیور کا طعمہ بناتے۔ دلیر خاں کے ساتھ پندرہ سو سوار تھے۔ جن میں برسات کے بعد نامروپ کی جانب جاتے وقت چار

پانچ سو سے زیادہ نہ رہے۔ یہی قیاس اکثر امراء کے تابینوں پر کرنا چاہیے۔ کافر و مسلمان آسامی جو کھر گاؤں میں رہتے تھے ان میں سے اکثر مر گئے۔ بھورل بھوکن کی زبانی سن کر ایک شخص سے نقل کرتا تھا کہ دولاکھ تین ہزار آسامی پہاڑوں پر مرے پڑے ہیں۔ اس سبب سے کل مملکت آسام میں وبائے عام پھیل رہی ہے۔ وبا کا حال یہ تھا۔ اب غلہ کا حال سنو کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ 173 انبار شاہی ضبط ہوئے تھے جن میں سے پانی کی طغیانی اور آسامیوں کی خیرگی کے سبب فقط سولہ انبار تصرف میں رہے۔ نواب نے حکم دیا کہ چھ انبار تو دو آبہ بادشاہی کے لیے رکھے جائیں اور باقی دس انبار لشکر کے آدمیوں میں یوں تقسیم ہوں کہ جس قدر کوئی لے جا سکے لے جائے۔ اس حکم پر عمل ہوا۔ آدمیوں اور جانوروں کی غذا موقوف۔ شالی اور برنج گندہ سرخ پر تھی۔ اہل لشکر کو پہلے مویشی بہت ہاتھ لگے تھے تو مدتوں تک ان کی نان خورش یہ تھی کہ گائے کے گوشت کو پانی میں جوش دے کر یا اس کی چربی میں پختہ کر کے کھاتے آخر کو وہ موقوف ہوا اب گندم کی ہوس میں سینہ چاک اور دال کی تمنا میں دل دو نیم تھا۔ نرخ یہ تھا کہ ایک سیر روغن چودہ روپیہ کا۔ ایک سیر ماش ایک روپیہ کا۔ ایک روپیہ کی افیون ایک تولہ۔ ایک اشرفی کی ایک چلم۔ تمباکو تین روپیہ کا ایک سیر۔ مونگ کی دال دس روپیہ کی ایک سیر۔ ایک سیر نمک تیس روپیہ کا۔ اس بھاؤ سے بھی اجناس سو جستجو سے ہاتھ آتیں۔ محمود بیگ بخشی پاس کئی گٹھے تمباکو کے تھے۔ اس نے مفت امراء و غربا میں ان کو تقسیم کر دیا۔ قیمت لیتا تو بہت روپیہ اس کو ہاتھ آتا۔ ملک منیر کے پاس افیون اتنی تھی کہ برسات تک اس کے لیے کو کافی ہوتی لیکن اس نے اپنی خوراک کم کر کے اوروں کو افیون دے دی۔ جہانگیر نگر میں قحط عظیم تھا وہاں بھی بہت بھوکے آدمی مر گئے۔

## نواب کا متھراپور سے کھر گاؤں آنا:

جب آب و ہوا کا تعفن قحط غلہ کا یار ہوا تو متھراپور سے نواب نے دہم محرم 1053ھ کو کھر گاؤں جانے کے لیے کوچ کیا اور تیرہویں محرم کو یہاں پہنچا، قلعہ کے اندر نزول کیا۔ دلیر خاں تمام رات گاڑیوں کی نگہبانی کرتا رہا۔ آسامیوں نے ہجوم کر کے کئی دفعہ اس کو گھیرا مگر اس نے ان کو پراگندہ کر دیا۔ محمد تقی بخشی سے آسامیوں کی مڈ بھیڑ ہوئی۔ آسامی متھراپور کے چلے جانے سے اور زیادہ دلیر ہوئے اکثر راتوں کو قلعہ کھر گاؤں کی اطراف پر حملہ آور ہوتے قلعہ کی سمت مغربی کی دلیر خاں اور طرف شرقی کی راجہ سبحان سنگھ جنوب و شرق کے درمیان کی رشید خاں و سید سالار خاں اور

شمال ومغرب کے درمیان فرہاد خاں وسبحان سنگھ نگرانی کرتے تھے۔

## دلیر خاں اور سبحان سنگھ پر آسامیوں کا حملہ کرنا:

آسامیوں نے دلیر خاں اور سبحان سنگھ پر حملہ کیا مگر شکست پائی۔ دلیر خاں نے نالہ دندکا تک ان کا تعاقب کیا اور سب آسامیوں کو مارا۔ ان دنوں میں قحط کی بڑی شدت ہوئی۔ اور متھرا پور کی بیماری کا اثر کھر گاؤں میں بھی پھیلا۔ مرض تپ لرزہ واسہال پر دق واستسقاء کا اور اضافہ ہوا۔ ادنیٰ اعلیٰ بہت مرنے لگے۔ برنج سُرخ گندہ بے نمک اور کچے پکے نیبو کے سوا کچھ اور غذا مہیا نہ تھی۔ نباتات جن کو دانت نہ چبا سکتے تھے۔ انسان وحیوان سدرمق کرتے تھے۔ بڑے آدمی برنج گندہ کی بجائے برنج باریک کھاتے اور مفلس آدمی ندی نالوں دریاؤں کے کنارہ پر جو درخت تھے ان کے پتے اور گھاس کھاتے نواب بھی باوجود یکہ اس کی سرکار میں خاص اس کے لیے کسی کھانے کی کمی نہ تھی مگر وہ بھی ماش کی دال اور خشکہ کبھی گائے کا گوشت کھاتا تاکہ وہ اپنے بے نواز یردستوں کے رنج وخوشی وسختی وجفا میں شریک وسہیم ہو۔

## نوارہ کے لیے نواب کا پل بنوانا:

نواب نے نوارہ کی طرف آدمی بھیج کر راہ کے افتتاح کا ارادہ کیا تو یہ تجویز ہوئی یہاں میر مرتضیٰ نالہ دیکھو پر لکڑی کا پل بنائے۔ میر مذکور نے تین دفعہ پل بنوایا۔ ندی نالہ کے پانی کے زور سے وہ بہہ گیا۔ چوتھی دفعہ وہ بندھا جس پر آسامیوں کو تعجب ہوا۔ ان کے راجہ نے کئی دفعہ اس پل کے باندھنے کا ارادہ کیا مگر پانی کی تندی کے سبب سے نہ بندھ سکا۔

## راہوں کا کھلنا اور وبا وقحط کا کم ہونا:

ماہ صفر سنہ مذکور میں مینہ کا برسنا کم ہوا۔ راہوں میں پانی خشک ہونا شروع ہوا۔ ابن حسین کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ تھانہ دیول گاؤں میں پھر یادگار خاں آکر متمکن ہوا۔ نواب نے ابو الحسن کو دیول گانوں میں بھیجا اور بادشاہ کو عرائض لکھ کر اور اہل بنگالہ کو اپنی سلامتی کے پروانے لکھ کر دیے کہ ابن الحسن کے پاس پہنچائے کہ وہ ان کو روانہ کرے۔ مکردھج راجہ درنگ کا متھرا پور میں انتقال ہوا۔ اس کی ماں بادشاہ کی دولت خواہ تھی اس لیے اس کے دوسرے بیٹے کو یہاں کا راج تفویض ہوا۔ ابوالحسن 21 رصفر کو چارنگ میں پہنچا۔ وہاں آسامیوں کو منتشر کرکے آذوقہ جو اُن حدد میں میسر آیا

کھر گاؤں میں بھیجا اور غازی خاں کو یہاں کا تھانہ دار کیا۔ یہاں چند روز قیام کر کے انتظام کیا۔ اس کے بعد کجو ر روانہ ہوا۔ یہاں سید احمد کو تھانہ دار مقرر کیا۔ یکم نومبر کو ابوالحسن لکھو گر سے بہت سا غلہ کھر گاؤں میں لایا۔ اس کو دیکھ کر اہل لشکر کی جان میں جان آئی۔ جب برسات گزر گئی تو آسامی پھر اپنے پہاڑوں میں مع زن و فرزند و احمال و اثقال عازم ہوئے۔ راجہ سولا کوری میں تھا وہ پھر نامروپ میں بھاگ گیا۔ بیجد لی بھوکن و کرکھا بھوکن نے اپنی متانت حصار و استحکام و دیوار پر قوی ہو کر مورچال نہر دلئی میں محاربات کے لیے اقامت کی۔ بیجد لی بھوکن نے میر مرتضیٰ کو صلح کا پیغام دیا کہ نواب پیش کش قبول کرے اور اس ملک سے چلا جائے۔ اب نواب نے یہ جواب دیا کہ جب تک بیجد لی بھوکن حاضر نہ ہوگا صلح نہ ہوگی اس لیے اس وقت بھی صلح نہ ہوئی۔ بادشاہ کے دو گرز بردار حکم شاہی لے کر آئے کہ مملکت آسام کا صوبہ دار احتشام خاں مقرر ہو اور ملک کامروپ کا فوجدار رشید خاں۔ ان دونوں نے یہاں کے ان عہدوں کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ ان کی عرضداشتیں بادشاہ کی خدمت میں بھیجی گئیں۔ 8 ربیع الثانی کو ابوالحسن مامور ہوا کہ میر مرتضیٰ نے جو کھر گاؤں میں جنگی کشتیاں تیار کی ہیں اُن پر سوار ہو کر ترمہانی جائے اور بیجد لی بھوکن کے مورچال دلئی پر پیچھے سے جائے اور قراول خاں اُس کا رفیق ہو۔

## راجہ کا تعاقب اور موضع نیام میں پہنچنا اور دیگر واقعات:

ابوالحسن مقصد مذکور کی طرف روانہ ہوا۔ بیجد لی اور آسامیوں سے محاربۂ عظیم ہوا۔ بالآخر اہل اسلام غالب رہے اور مورچال کے اس طرف کہ بانس سے بنائی تھی اُنہوں نے غلبہ پایا اور ابوالحسن مورچال میں داخل ہوا۔ عرضداشت سے جب اس فتح کا حال نواب کو معلوم ہوا تو ابوالحسن کو لکھا کہ کل میں بھی نہر دلئی کے مورچال کی تخریب کے لیے متوجہ ہوں گا۔ جب میری فوج مورچال کے قریب آجائے تو اس طرف سے تم بھی اس پر تاخت کرنا۔ 14 ربیع الثانی 5 جلوس کو نواب مورچہ مذکور کی طرف گیا۔ آسامی خوف کے مارے بھاگ گئے۔ نواب مورچال میں کہ ایک قلعہ تھا فروکش ہوا۔ آسامی رعایا نے آباد ہونا شروع کیا اور بدستور سابق مور دِ مراحم و اشفاق ہوئی۔ نواب سے عرض ہوا کہ آسامیوں نے آب دھنگ سے اس پار مورچال بنایا ہے تو 18 کو ندی کے کنارہ پر لشکر پہنچا۔ باوجودیکہ عمیق ندی دونوں لشکروں کے درمیان میں تھی آسامی مورچال کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سردار راجہ پاس چلے گئے اور آسامی جہاں ان کا جی چاہا روانہ ہوئے اور ایسے متفرق ہوئے کہ

جب تک لشکر شاہی یہاں رہا وہ پھر جمع نہ ہوئے۔ سوانح غریبہ میں سے یہ ہے کہ نواب نہر دہنک کے کنارہ پر سوار تھا اور نہر کے اس طرف کے مورچال کو دیکھ رہا تھا کہ ایک دفعہ وہ گھوڑے سے مضطرب ہو کر اترا اور بے ہوش ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو وہ اپنے خیمہ میں آیا اس منزل میں کئی مقام ہوئے۔ ۱۴ ماہ مذکور کو بدلی بھوکن کہ بڑا معتبر سپہ سالار تھا اس نے راجہ کی بے توجہی اپنی طرف دیکھی تو ۱۶ ربیع الثانی کو وہ مع اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے زن و فرزند کو چھوڑ کر نواب کی خدمت میں آیا اور عنایت و التفات کا امیدوار ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ اکثر معتبر بھوکن اور سردار میری درباطن سے راجہ سے بگڑ کر حضور کی خدمت میں آ جائیں گے اور میں تھوڑا سا لشکر شاہی اور بہت سا اپنا لشکر لے کر راجہ کو پکڑ لاؤں گا۔ نواب نے اس پر بے شمار الطاف کیا۔ شعر کہ خرگوش ہر ملک را بے شگفت۔ سگ آں ولایت تواند گرفت۔ اس کو خلعت وکدگی و خنجر مرصع و اسپ و چرکسی زربفت عنایت کی اور اس کو اجازت دی کہ وہ آسامی جنگی آدمی جس قدر چاہے جمع کرے اور کھر گاؤں اور ناموپ کے درمیان قریات و قصبات کی مہمات کا انتظام اس کے سپرد ہے اور کھر گانوں تک خشکی کی راہ کا اور ترمہانی تک تری کی راہ کا ضبط و نسق اس کے حوالہ ہے۔ اس نے تین چار روز میں تین چار ہزار جنگی آسامی اپنے پاس جمع کر لیے۔ یہ حال دیکھ کر راجہ اپنے تمام بھوکنوں سے بدگمان ہوا اور بجدلی بھوکن پر یہ تہمت رکھی کہ وہ لشکر شاہی کی مدافعت و مقابلے میں سستی کرتا ہے اس کو مع اولاد کو ورداناتھ کے آہنی سیخوں میں کھینچ کر بڑی عقوبت سے ہلاک کیا۔ راجہ اور بھوکنوں کے متواتر صلح کے لیے رسل و رسائل آتے مگر نواب کو راجہ کی باتوں پر اعتبار نہ تھا اس لیے ان کو قبول نہ کرتا۔

## ضروریات زندگی کا قحط اور ابن حسین کا توجہ دلانا:

ابن حسین کی عرضی آئی کہ ملاحوں کے لیے چاولوں کی کمی ہوئی ہے اس لیے وہ مضطرب ہوئے ہیں، بنگالہ میں بھی قحط ہے وہاں سے بھی چاول نہیں آ سکتے پندرہ انبار جو حوالی نہر دہنک میں ضبط ہوئے تھے ان میں سے بارہ ہزار من شالی نکلوا کر اور اُس میں سے آسامیوں سے چاول نکلوا کر لکھو گڑھ بھجوا دیے۔ بدلی بھوکن نے کہا کہ سولہ کوری میں کچھ آسامی لشکر اور بھوکن اور ہاتھی ہیں تو ماہ جمادی الاولیٰ کو درویش بیگ چھ سو سواروں کے ساتھ قصبہ مذکور کو روانہ ہوا اور بدلی بھوکن نے اپنے بھائی کو ہمراہ کیا۔ ۷ کو درویش بیگ کی عرضداشت آئی کہ آسامی بھاگ گئے اور ان کے آٹھ ہاتھی ہاتھ آئے۔ ۸ کو نہر دہنگ کے کنارہ سے ناموپ کو لشکر کا کوچ ہوا۔ بدلی بھوکن درویش بیگ سے

[illegible] نامروپ میں لشکر آیا۔ [illegible] کو نواب نے غسل کیا تھا کہ معدہ میں بڑا درد اُٹھا اور نفخ
ہوا اور رات کو تپ محرقہ اور [illegible] پیدا ہوا۔ حکیم کریما معالج ہوا اس نے فصد کھولنے کا کہا مگر نواب نے
[illegible] اب جاڑے کا موسم ختم ہونے کو تھا۔ برسات قریب تھی۔ لشکر اگلے سال کی
[illegible] ہوئے تھا۔ نواب کا ارادہ ان کو معلوم ہوا کہ نامروپ میں جا کر راجہ کے پکڑنے کا
[illegible] ہے۔ وہاں کشتی جس میں آذوقہ و قوت مایحتاج ہو نہیں جا سکتی اور خوف یہ ہے کہ جنگل اور درہ
نامروپ میں جب جائیں گے تو آسامی خشکی کی راہ سے بھی رسد کو بند کر دیں گے اور امراض اور وبا
[illegible] اور [illegible] سے لشکر میں اس قدر جمعیت نہیں رہی ہے کہ راجہ کے استیصال کے لیے اور
نامروپ سے کمر گاؤں تک راہ کی ضبط کے واسطے کافی ہو۔ اگر بر تقدیر نامروپ میں داخل بھی
ہوئے اور راجہ کوہستان میں چلا گیا جہاں سوار کا چلنا ناممکن ہے اور وہاں بارش شروع ہو تو نہ
جائے اقامت ہوگی نہ راہ مراجعت ہوگی۔ اس لیے انھوں نے نوکری اور مال و منال سے دل
اٹھایا۔ منصب داری اور امرائی کو چھوڑ کر فقیری اور درویشی اختیار کی۔ اور اس کی فکر میں ہوئی کہ کسی
طرح اس ملک سے پیچھا چھڑائیں۔ خصوصاً حوالی نامروپ کی سرزمین سے جس میں اول جیٹھ میں
بارش شروع ہوتی ہے۔ لشکر کے بعض سرداروں نے یہ ارادہ کیا کہ آب دہنگ سے عبور کے وقت
نواب سے جدا ہو جائیں۔ جب یہ خبر دلیر خاں نے سنی تو اُس نے آدمیوں کی دلداری اور سرزنش کی
اور ان کو ہمراہ لیا۔ نواب کو بھی اس کی خبر ہوئی تو کدورت روحانی نے اور الم جسمانی کو بڑھایا۔ 14/
شہر مذکور سے کوچ کیا اور پالکی میں سوار ہوا۔ آسامیوں نے دلیر خاں کی معرفت صلح کے لیے گفتگو
شروع کی۔ نواب کوچ کر کے نیام میں آیا جو ولایت آسام کے مضافات میں سے ہے اور یہاں ک
زمیندار راجہ کا خطاب رکھتا ہے۔

## مصالحت کا ہونا اور اہل اسلام کا طلسم آسام سے نجات پانا:

آخر کو بعد قیل و قال کے ان شرائط پر مصالحت ہوگئی کہ بالفعل راجہ نے اپنی بیٹی اور راجہ [illegible]
کی بیٹی بیس ہزار تولہ سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولہ نقرہ اور بیس ہاتھی سرکار شاہی کے لیے اور [illegible]
ہاتھی نواب کی سرکار کے لیے بھیجے اور پانچ ہاتھی دلیر خاں کے واسطے بھیجے اور اس کے بعد بارہ [illegible]
[illegible] قسطوں میں تین لاکھ تولہ چاندی اور نوے ہاتھی سرکار شاہی میں روانہ کرے [illegible]
[illegible] ہاتھی پیش کش مقرری دیا کرے۔ پیش کش کے وصول ہونے تک اس کے چار [illegible]

بھوکن بودہ کسائیں کر کسہا، پر گسائیں و پر ماتر کے بیٹے بطور رہن بندگان بادشاہی کی خدمت میں رہیں۔ سمت اتر کول سرکار درنگ سے جس کی ایک طرف گواہٹی اور دوسری طرف دریائے دلئی براری ہے اور جو حوالی جمد ہر سے گزرتا ہے اور جانب دکن کول سے ولایت نکی رانی و ملک نانگہ و بیل تلی و دومرد یہ سے جو ہرگز مردم بادشاہ کے ضبط میں نہیں آیا پیش کش میں داخل ہو کر ممالک محروسہ میں شامل ہو۔ ملک نکی رانی کوہستان کارو کے متصل ہے۔ اور کاروا ایک جماعت درندہ صفت وحوش سیرت ہے۔ کتے کا گوشت کھاتی ہے کتے ان کی صورت دیکھ کر بھاگتے ہیں اس قوم کا کوہستان کری باری کے پہاڑ کے متصل ہے جو ممالک محروسہ میں ہے اور ملک دومرد یہ کی انتہا دریائے کلنگ پیش روی قلعہ کجلی ہے اور ممالک محروسہ اور مملکت کے آسام کے درمیان فصل مشترک دکن کول کی جانب دریائے کلنگ اور اتر کول کی جانب دریائے دلئی و براری مقرر رہوں۔

ولایت درنگ میں بے شمار ہاتھی ہوتے ہیں۔ اور کھیدا یعنی ہاتھی کا شکار ہوتا ہے۔ اُس سے راجہ جی دج سنگھ نے ایک دفعہ ایک سو بیس ہاتھی کھیدے میں پکڑے تھے اور ولایت راجہ دومرد یہ میں ہاتھی کچھار کی جانب سے جو کوہستان کے متصل ہے پہلے زمانہ میں بہت آتے تھے اور کھیدہ ہوتے تھے۔ راجہ نے کچھار کی راہ ہاتھیوں کے آنے کی بند کر دی اور اس طرح کھیدہ موقوف ہوا۔ اور وکلاء راجہ نے یہ بھی قبول کیا کہ ملک کامروپ کی رعایا جو پہاڑوں اور نامروپ میں محبوس ہے وہ رہائی پائے گی اور مع زن و فرزند بدلی بھوکن کی معرفت نواب کی خدمت میں آئے گی۔ راجہ کی طرف سے عہد نامہ اور نواب کی طرف سے قولنامہ لکھا گیا۔ سہ شنبہ پنجم جمادی الثانی کو دختر وطلا و نقرہ اور دس فیل اور چار بھوکنوں کے چار بیٹے لشکر شاہی میں داخل ہوئے۔ اور وکلاء نے باقی پیش کش کے ہاتھیوں کی نسبت عرض کیا کہ صحراء میں ہاتھی چھوڑ دیئے ہیں مگر ان کو پکڑ کر لکھو گر میں پہنچا دیں گے۔ بیچ میں کچھ جھگڑا اس پر ہوا کہ بودہ گسائیں نے بیٹے کی جگہ بھتیجے کو بھیج دیا تھا۔ اس کے بدلوانے میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ دہم جمادی الثانی 5 جلوس مطابق 1073ھ کو قانون مصالحت سب طرح درست ہو گیا۔ بنگالہ کی طرف کوچ کا نقارہ بجا۔ زمستان و تابستان و برسات کی مصیبتوں سے لشکر عاجز ہو گیا تھا اس لیے اب وہ ناچتا کودتا دن عید رات شب برات مناتا ہوا اپنے ملک کو چلا۔ وہ جانتا تھا کہ حیات تازہ اور عمر دوبارہ ملی کچھ مسلمان اور کچھ آسامی بھی لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ راجہ نے نواب سے التماس کیا کہ میرے ملک کے آدمیوں کو منع کر دیجئے کہ وہ لشکر شاہی کے ساتھ نہ جائیں۔ نواب نے

جواب دیا کہ ہم کسی کو زبردستی نہیں لے جاتے۔ جو آدمی اپنی خوشی سے ہمارے ساتھ جاتے ہیں ہم ان کو منع نہیں کریں گے۔ آگے سفر ہوا۔ کامروپ کی رعایا جو نامروپ اور اُس کے نواح میں محبوس (قیدی) تھی کچھ اُس میں سے مع فرزندوں کے بدلی بھوکن کے پاس آگئی۔

## نواب کا انتقال کرنا:

22/ جمادی الثانی کو نواب منزل دیو گاؤں سے کشتی میں سوار ہو کر لکھوگر میں آیا اس کے امراض میں بہت کمی ہوگئی۔ میر مرتضیٰ بھی مع کل آدمیوں اور اسباب و اموال کے آیا۔ بہت سے آسامی زن و مرد رضا و رغبت کے ساتھ اس کی رفاقت میں ساتھ ہو گئے مگر پیش کش کے باقی ہاتھی نہ آئے۔ نواب نے دلیر خاں سے کہا کہ سرزمین درنگ اور دومرویہ وغیرہ جو پہلے راجہ آسام کے تصرف تھے اور اب ممالک بادشاہی کے ضمیمہ ہوئے ہیں ان کا انتظام کرنا ہے اور راجہ کوچ بہار کی تنبیہ کرنی ہے اس لیے یہاں ہاتھیوں کے انتظار میں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ برسات کے دن عنقریب آگئے ہیں۔ تم یہاں ان کاموں کی انجام دہی کے لیے ٹھہرو۔ اس نے قبول کیا اور یہ تجویز ہوا کہ دلیر خاں اپنا آدمی راجہ کے پاس بھیجے کہ وہ ہاتھیوں کو جلد بھیج دے۔ نواب 28/ جمادی الثانی کو دلیر خاں کو لکھوگر میں چھوڑ کر گواہٹی کی طرف روانہ ہوا اور ادلا دمرہونہ بھوکن ہمراہ لی۔ نواب نے دومرویہ کی حدود کا ملاحظہ کیا جو پیش کش میں داخل ہوگئی تھی اور راجہ اور ملک بادشاہی کی سرحد کی احتیاط کی اور پالکی میں سوار ہو کر دامن کوہ کی راہ سے صحرا بجلی کی سیر کی۔ کسی عہد میں لشکر شاہی یہاں نہیں آیا تھا۔ اس نواحی کی آسامی متوطنوں نے راہ کو ایسا صاف کر دیا تھا کہ پانچ چھ سوار پہلو بہ پہلو چل سکتے تھے۔ قلعہ بجلی کے نیچے لشکر آیا۔ چار روز تک چار پایوں کو سوائے گھاس کے اور آدمیوں کو سوائے پانی کے کچھ اور میسر نہ ہوا۔ ہاتھی اور مہیب دواب یہاں کثرت سے تھے۔ لکھوگر سے چلنے کے بعد کبھی کبھی نواب کو ضیق النفس (یعنی سانس کی تکلیف) ہوتا تھا۔ ایک ہفتہ تک ہر روز تین چار ماشہ کھانا کھایا۔ معالج فرنگی کی تجویز سے کچھ دوائیں کھائیں پھر ایک ہفتہ تک جمرالہ بود اپنی تجویز سے کھایا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ 11/ کو مکردج کی مادر و پسر کی نواب سے ملاقات ہوئی مکردج کی ماں نے لشکر شاہی کی خدمات کی تھیں اس کو دو سال و سہ پارچہ زریں اور ابریشمیں انعام دیئے۔ پسر مکردج کہ گیارہ بارہ برس کا لڑکا تھا اس کی پیشانی پر راجگی کا قشقہ اپنے ہاتھ سے لگایا۔ پھر اسی روز مادر راجہ دومرویہ ملاقات کو آئی اور ایک ہاتھی مکنہ اس نے نذر کیا۔ بیٹے کے نہ آنے کا یہ عذر

کیا کہ وہ بیمار ہے اس میں حرکت کی طاقت نہیں ہے اس کو دو شال اور خلعت دیا۔ پھر بھونچال آدھی گھڑی تک ایسا آیا کہ سب جگہ ہلچل پڑ گئی۔ 13 رجب کو بجلی سے کوچ کر کے موضع پانڈو میں آیا جو گواہٹی کے سامنے دریا پار ہے۔ نواب نے ان آدمیوں کے لیے جو راجہ آسام کی قید سے چھوٹ کر آئے تھے اور ان آسامیوں کے لیے جو اپنی خوشی سے لشکر کے ساتھ آئے تھے سرکار کامروپ میں بقدر اس کی حالت کے زمین عطا کی کہ اس سے وہ اپنی قوت بسر کریں۔ کچھ ان میں صناع وکاری گر توپچی نوکری کے قابل تھے ان کو علوفہ دار کیا اور بدلی بھوکن کو تین ہزار روپیہ کی آمدنی کا پرگنہ سرکار ملک بنگالہ میں عنایت کیا۔ پیشکش کے ہاتھیوں میں سے آٹھ ہاتھی دلیر خاں لایا اور باقی ہاتھیوں کے لیے اپنے آدمی چھوڑ آیا۔ رشید خاں نے پہلے کامروپ کی فوجداری سے انکار کیا تھا مگر جب دیکھا کہ بادشاہ اس انکار سے ناراض ہوا تو اُس نے یہاں فوجدار رہنا قبول کر لیا۔ نواب نے اور امیروں کو بھی عہدے اور منصب بادشاہ سے دلائے۔ 6 رجب کو مقام پانڈو سے چلا۔ ہری قلعہ میں آیا۔ حرارت زیادہ ہوئی سل ہو گئی۔ بڑے بڑے حکیم علاج کو آئے تشخیص مرض میں اختلاف رہا۔ نواب نے اپنے غلاموں کی آزادی اور غسل وکفن اور نجف اشرف اپنے ہڈیوں کے بھیجنے کی وصیت کی۔ اس حال میں بھی یہ خیال تھا کہ اگر مرض میں کچھ بھی افاقہ ہوا تو کوچ بہار کی فتح کا قصد کرے۔ لیکن شب وروز مرض بڑھتا گیا۔ دلیر خاں کو کوچ بہار کی فتح کے لیے بھیجا اور اس کی فتح کے انتظار میں یہاں قیام کیا۔ اطباء نے نواب سے کہا کہ خضر پور کی آب وہوا یہاں سے اچھی ہے وہاں تشریف لے چلیے۔ نواب نے جواب دیا کہ اب تمھارے ہاتھ میں لڑکے کی طرح ہوں جہاں چاہو لے جاؤ۔ 28 شعبان کو عسکر خاں کو بلایا اور اس کو مہم کوچ بہار کے لیے مقرر کیا۔ 2 رمضان 1073ھ کو خضر پور سے دو کروہ پر اس دنیا سے کوچ کیا خضر پور میں نعش آئی۔ وصیت کے موافق دفن ہوئے۔ دم نکلتے ہی نواب کے مرنے کی خبر نواب بخشی الممالک محمد امین خاں اس کے بیٹے پاس بھیجی گئی۔

## شہاب الدین طالش کی ''تاریخ آسام'' میں کوچ بہار کی تسخیر کا بیان:

شہاب الدین طالش خاں نے تاریخ آسام لکھی ہے جس کا نام تاریخ آسام رکھا ہے اس کے مقدمہ میں ولایت کوچ بہار اور آسام پر یورش کا سبب لکھا ہے اور مقالہ اول میں کوچ بہار کی تسخیر کا بیان اور اس دیار کا حال بیان کیا ہے اور مقام دوم میں فتح آسام کی شرح اور اس مقام کا کچھ حال اور اہل اسلام کا بعد تعب تمام کے اس مرز بوم خون آسام سے نجات پانا۔ اس جنگ میں مصنف اول

خان عرف معظم خانخاناں وفادار یار طلب الخاں دستانی اردستانی سعید محمد میر الممالک عمدۃ نواب تک آخر سے

عالمگیر اور تاریخ اس نے ہم ہے۔ ہوا خاتمہ اور آغاز کا مہم اس پر ہاتھوں کے سالار سپہ اسی تھا ہمراہ کے

جہاں ہے۔ اختلاف کم بہت ہیں۔ جلتے ملتے بہت میں آپس وہ ہیں کیے نقل حالات سے کاظم محمد نامہ

نواب لکھا ہے وہاں اس سے مراد خانخاناں ہے۔

# واقعات سال پنجم 1072ھ

## جشن جلوس وعید:

ماہِ شوال 1072ھ کو ہر سال کے دستور کے موافق سال پنجم کے جلوس کے آغاز کا جشن ہوا۔ ہر ایک وضیع وشریف اپنی قسمت اور اپنے مراتب کے موافق کامیاب ہوا۔ خانخاناں نے ولایت آسام وکوچ و بہار کی تسخیر میں بڑی خدمتیں کیں تھی اس کو مرتبہ والا ہفت ہزاری پنج ہزار دواسپہ سہ اسپہ کا عنایت ہوا اور اس کے اقطاع مقرر پر ایک جاگیر جس کی جمع ایک کروڑ دام تھی اضافہ کی گئی اور تومان طوغ اور خلعت خاص مرحمت کیا۔ عید اور جلوس کے جشنوں نے باہم مصافحہ کیا اور روشنی وآتش بازی کا بڑا تماشہ دکھایا۔

## بادشاہ کی علالت وصحت:

رمضان کا مہینہ تھا لوئیں چلتی تھیں۔ دن بڑے ہوتے تھے۔ بادشاہ دن کو روزہ رکھتا۔ وظائف پڑھتا۔ تلاوت وکتابت وحفظ کلام مجید کرتا اور اپنی عدالت وسلطنت کے کاموں کو انجام دیتا۔ شام کو روزہ افطار کر کے مسجد غسلخانہ (موتی مسجد) میں نماز تراویح اور نفل پڑھتا۔ آدھی رات کو کچھ قلیل غذا کھاتا۔ رات کو بہت کم سوتا۔ اکثر عبادت کرتا۔ بعض متبرک راتوں کو ساری رات عبادت ہی میں گزارتا۔ اسی طرح سارا مہینہ گزار۔ عید کے تیسرے روز تک جشن میں مصروف رہا مگر طبیعت میں بے اعتدالی پیدا ہوئی اور تپ بڑی شدت سے چڑھی جس سے بہت تکلیف ہوئی۔ غرض اس مرض کی شدت میں بھی سوائے دو تین دن کے سارے کام کرتا رہا اور ماسوا ایک جمعہ کے اور جمعوں میں باوجود ضعف ونقاہت کے جامع مسجد میں ہوادار میں چڑھ کر جمعہ کی نماز کو گیا بالآخر مرض کا خاتمہ ہوا۔ غرض 3/شوال سے 17/ذیقعدہ تک علالت کا اثر باقی رہا اس کے بعد صحت کلی ہوئی۔

## جشن قمری وصحت:

16/ذی الحجہ 1072ھ کو جشن قمری ہوا اور عمر کا چھیالیسواں سال شروع ہوا۔ روشن زمانی بیگم نے حرم کدہ میں بادشاہ کا جشن صحت بڑی دھوم دھام سے تین روز تک کیا۔ بادشاہ نے صدر

[illegible] کی حسن خدمت گزاری کے صلہ میں دو لاکھ بیس ہزار اشرفیاں انعام [illegible] کو خلعت خاصہ عطا فرمایا۔ ماہ جمادی الاولی کو جشن شمسی ہوا۔ [illegible] شروع ہوا۔ 7 ر جمادی الاولیٰ کو کشمیر کے سیر و شکار کی غرض سے بادشاہ نے [illegible] کیا۔ دسویں رجب کو لاہور کے قریب آیا۔ 4 ر شعبان کو شہر و قلعہ میں داخل ہوا۔ کشمیر کی راہوں کے صاف کرنے کے لیے میر منزل کو مع بیلداروں کے بھیجا۔

## قطب الدین خاں خویشگی فوجدار جوناگڑھ کا ملک جام کا فتح کرنا اور زمیندار رائے سنگھ کا قتل ہونا:

ولایت جام کا زمیندار رنمل بادشاہ کا مطیع تھا اور پیش کش مقرری بھیجتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو بادشاہ نے اس کے بیٹے ستر سال کو اس کا جانشین کیا۔ رنمل کا بھائی رائے سنگھ تھا اس کو غیرت آئی کہ بھتیجا راجہ ہو اور میں نہ ہوں۔ اس نے ستر سال سے مخالفت کی اور پانچ چھ ہزار سوار اور پیادے جمع کر لیے۔ گوردہن راٹھور کو مار ڈالا۔ وہ ستر سال کا جد مادری اور مدار المہام ریاست تھا۔ ستر سال اور اس کی ماں اور خواص نوکروں و پیشکاروں کو مقید کیا اور اس کی زمینداری اور ولایت پر متصرف ہوا اور تماچی زمیندار کچھ کو بھی اپنے ساتھ متفق کیا۔ اور قطب الدین خاں حاکم جوناگڑھ کے آدمیوں کو جو اس ولایت میں زر پیشکش کے وصول کرنے کے لیے متعین ہوئے تھے سب جگہ سے اُٹھا دیا اور بادشاہی آدمیوں کو دار الضرب اور بندر مروارید سے جو اس ولایت کے اعمال میں سے ہے معزول کر دیا۔ کچھ دنوں بعد ستر سال نے قید سے رہائی پائی۔ قطب الدین خاں کے پاس وہ آیا اور رائے سنگھ کے جور و ستم کی شکایت کی۔ بادشاہ کو حال معلوم ہوا تو قطب الدین خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ ستر سال کو دوبارہ اس کی زمینداری دلا دے۔ خاں مذکور حکم کے آتے ہی آٹھ ہزار سواروں کے قریب لے جا کر جمادی الاولیٰ کے اوائل میں جوناگڑھ سے رائے سنگھ کے دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ رائے سنگھ بھی جام سے چار کروہ پر اپنا سامان درست کر کے لڑنے کے لیے تیار ہوا۔ تماچی زمیندار نے جو اُس کا یار تھا سات ہزار راجپوت سوار اس کی کمک کے لیے روانہ کیے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ رائے سنگھ کے پاس توپ خانہ زبردست تھا اس لیے لشکر شاہی کو غلبہ نہ ہوا۔ دو مہینے تک لڑائی ہوتی رہی اور کچھ کام نہ بنا۔ خبر آئی کہ ولایت کچھ کے زمیندار کی کمک نزدیک آن پہنچی ہے جس سے جام کی قوت و شوکت بڑھ جائے گی۔ اس لیے کمک پہنچنے سے پہلے 15 ر رجب کو قطب الدین خاں

نے اس پر چاروں طرف سے حملہ کیا۔ رائے سنگھ خوب لڑا۔ راجپوت اس کے ساتھ تھے جو حفظ ناموس کے وقت اور جوش حمیت کے ہنگامہ میں تلوار کے زہر آب کو شربت خوشگوار جانتے ہیں اور سربازی کو سرمایۂ مباہات و افتخار سمجھتے ہیں۔ رائے سنگھ پیادہ ہوا اور اپنے مرنے کا قصد مصمم کیا اور اپنے بیٹے تماچی اور اپنے بھائی باجا کو بہت مبالغہ کے ساتھ رخصت کیا کہ نسل باقی رہے۔

## رائے سنگھ کا اپنے عزیز واقارب سمیت مرنا:

رائے سنگھ بہادرانہ ایک بیٹے و چچا اور اقربا و عمدہ خواص کے ساتھ مارا گیا۔ چھ سو راجپوت کام آئے اور ایک ہزار کے قریب اور آدمی مارے گئے ہوں گے باقی بھاگ گئے۔ بادشاہی ایک سو ستر آدمی مارے گئے۔ چار سو چونتیس آدمی زخمی ہوئے۔ قطب الدین خاں نے ان زخمیوں کے علاج کے لیے جراح کو بھیجا۔ جام پر قبضہ کیا۔ مفروروں کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا اور لشکریوں کو شہر کے باشندوں کے تنگ کرنے سے منع کیا اور منادی کردی کہ جو جماعت قتل ہوئی ہے اُس کے متعلقین اور فرزندوں سے کوئی تعرض نہ کرے۔ ستر سال کو رائے سنگھ کی جگہ بٹھا دیا۔ رائے سنگھ اور اس کے بیٹے بابھیہ اور سنگھ رام خالہ زادہ و سانگا اس کے چچا کے سروں کو شہر کے دروازہ پر لٹکایا۔ ایک دو ماہ بندوبست کے لیے ان حدود میں توقف ہوا۔ خبر آئی کہ تماچی پسر رائے سنگھ اور جسائے اس کے بھائی نے تین ہزار سوار اور پیادے جمع کر لیے ہیں اور موضع بالا ر میں فتنہ انگیزی کر رہے ہیں۔ خاں نے اپنے بیٹے محمد کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس کے دفع کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ دونوں اس خبر کو سن کر کچھ کی جانب بھاگ گئے۔ محمد ان سے جا کر لڑا سخت لڑائی ہوئی۔ دشمنوں کے ایک سو سات آدمی اُس نے مارے اور باقی آدمیوں کو بھگا دیا۔ قطب خاں یہاں کا بندوبست کر کے جونا گڑھ میں گیا۔ بادشاہ نے اس فتح کی خبر سن کر قطب الدین خاں کو مورد عنایت کیا اور جام کا نام اسلام نگر رکھا۔

## شہزادہ مراد بخش کا قتل ہونا:

عمل صالح میں لکھا ہے کہ اگر عالم کے نفع عام کے اکتساب کے لیے اور اصلاح فاسد اور دفع مفاسد کے لیے ضرر خاص کا ارتکاب کیا جائے تو عقل و شرع دونوں اُس کا حکم دیتی ہیں اور اسے جائز رکھتی ہیں۔ اس لیے مراد بخش کا مارنا عالمگیر کو عقلاً اور شرعاً جائز تھا۔ علی نقی کے بیٹے باپ کے خون کے مدعی تھے۔ ان کو بادشاہ نے خواجہ پھول (بہلول) کے ساتھ گوالیار بھیجا اور حکم دیا کہ ثبوت شرعی کے بعد مراد بخش سے قصاص لیا جائے۔ جب مدعی گوالیار میں آئے اور قاضی کے سامنے گفتگو

- آغاز کی تو شہزادہ نے کہا کہ حضرت خلافت مرتبت اپنے عہود کا لحاظ و موعود کی وفا کا پاس نظر میں رکھتے اور میرے خون سے درگزر کرتے تو کوئی ان کی دولت و سلطنت والا کا نقصان نہ ہوتا اگر خواہ مخواہ توجہ اشرف اس طرف ہے کہ مجھ ضعیف کے وجود بے سود کو باقی نہ رکھیں تو اس قسم کے کم پایہ آدمیوں کا مواجہ کیا لطف رکھتا ہے جو کچھ دل میں ہو وہ کرو۔ آخر روز چارشنبہ 21 ربیع الاول 1070ھ کو دو نفر چیلوں نے جا کر تلوار کے دو زخموں سے اس شہزادہ کو تنگنائے زنداں سے نجات دی اور اس کے جسد کو بطور امانت کے قلعہ گوالیار میں سپرد کیا۔

## مراد بخش کے قتل کا احوال خافی خاں کے مطابق:

خافی خاں لکھتا ہے کہ اگرچہ مؤلف عالمگیر نامہ نے بادشاہ کی مرضی کے موافق محمد مراد بخش کے مارے جانے کا حال قلم انداز کیا لیکن میرے والد مرحوم مراد بخش کے معتمد روشناس نوکروں میں سے تھے۔ اس روز تک کہ اس مقدمہ سے فراغ ہوا۔ وہ پائے قلعہ میں بیٹھے تھے اور اس منصوبہ میں رہتے تھے کہ کمند لگا کے اپنے آقا کو باہر لے جاؤں عالمگیر کی نوکری انھوں نے نہیں کی۔ ان کی اور ثقہ آدمیوں کی زبانی جو میں نے سنا اور دفتر سے تحقیق کیا اُس کو لکھتا ہوں۔ محمد مراد بخش کی محبوبہ بائی سوسن بائی تھی۔ جب گوالیار میں شہزادہ گیا تو اُس معشوقہ نے بھی اپنے عاشق کے ساتھ جانے کی درخواست کی تو بادشاہ نے اس کو قلعہ میں شہزادہ کے ہمراہ بھیج دیا۔ اس گرفتار اجل کو جو خرچ ملتا نصف اس کا اُن مغلوں کے طعام پختہ میں خرچ کرتا جو حصار قلعہ کے نیچے فقیر بنے بیٹھے تھے یا جو مسافر مغل وارد ہوتے تھے۔ ان مغلوں نے اپنی تدبیروں سے ایک طرف فصیل قلعہ پر کمند لگائی اور اس محبوب بند بلاء کو وقت کے اشارہ اور مکان معین کی خبر دی۔ اس سادہ لوح نے آدھی رات کو سوسن بائی کو اپنے ارادہ پر اطلاع دی اور اس طرح رخصت کا اظہار کیا کہ اگر حیات نے وفا کی اور فلک نے مدد کی تو پھر ہم تم ملیں گے اور نہیں تو تم کو خدا کو سونپا۔ سوسن بائی ان کلمات کو سن کر رونے پیٹنے لگی...... اس گریہ سے محلوں اور حوالی کے نگہبانوں کو خبر ہوئی۔ مہتابی و مشعل روشن کی اور کمند کی جستجو میں مشغول ہوئے اور اس کو پیدا کیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اس مدعی سلطنت کی نگاہداشت کے وسوسہ کو مٹانا چاہا۔ ہوا خواہوں کی رہنمائی سے پسران علی نقی کو جن کے باپ کو محمد مراد بخش نے مارا تھا (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) باپ کے خون کے دعوے کے لیے کھڑا کیا۔ بڑے بیٹے نے باپ کے خون کے دعوٰی سے انکار کیا۔ دوسرے بیٹے نے بادشاہ کے حکم کی اطاعت کی اور عدالت میں

باپ کے خون کا مستغیث ہوا۔ آخر کو مغضوب نظرِ بادشاہی ہوا۔ حکم ہوا کہ قاضی سے رجوع کرے۔ قاضی کے ہاں شرع کے موافق خون ثابت ہوا۔ مارہ ربیع الثانی 1072ھ کو حکم ہوا کہ وارث کی وفات میں قاضی محمد مراد بخش کے پاس جائے اور اثبات خون کا اظہار کرے اور موافق حکم شرع کے قصاص کرے۔ چنانچہ اس کی تاریخ یہ ہوئی (اے وائے بہر بہانہ کشتند) جس پسر کلاں (بڑے بیٹے) نے باپ کے خون دعویٰ سے انکار کیا تھا بادشاہ نے اس پر بہت عنایت کی۔

# واقعات سال ششم 1073ھ

## بادشاہ کا کشمیر جانا:

بادشاہ 25 ررمضان 1073ھ کو کشمیر کو قلعہ لاہور سے روانہ ہوا۔ ماہِ شوال کو جلوس سال ششم کا جشن کیا۔ کشمیر کی تعریف بہت لکھی جا چکی ہے مگر اس کی راہ کی تعریف میں یہ شعر قدسی کا بہ

کشمیر اعتقاد ما درست است...... و لے ایمان براہش سخت سُست است دوسرا شعر محمد قلی کا دریں راہ

خوش بود معشوق دلخواہ...... کہ نتو اند کس او را بر داز راہ لطف سے خالی نہیں۔ پھر ذی قعدہ کو بادشاہ سیر کرتا ہوا سری نگر میں آیا۔

## قوم سنبل کا استیصال:

قبائل افغان نیازی میں ایک قوم سنبل ہے جو دریائے نیلاب کے کنارہ پر رہتی ہے۔ پہلے زمانہ میں وہ دھن کوٹ میں رہتی تھی جس کا نام اب معظم آباد رکھا گیا ہے۔ وہ کبھی کبھی شر و فساد مچاتی تھی۔ بادشاہ کے حکم سے ان اضلاع کے حکام نے اس کو دریا سے دور نکال دیا تھا۔ ان دنوں میں اُس نے پھر سر اٹھایا۔ دریائے نیلاب سے اتر کر انھوں نے ایک تھانہ شاہی پر حملہ کیا اور خلیل اللہ خاں فوجدار کو مار ڈالا۔ بادشاہ نے غصہ ہو کر فدائی خاں میر آتش کو ان کی تنبیہ کے لیے بھیجا۔ وہ توپ خانہ اور سپاہ لے کر فوراً اس کے سر پر جا پہنچا۔ یہ قوم اُس سے لڑ نہیں سکی، اس لیے ایک جماعت کثیر اپنے اہل و عیال و مویشی و مال کو لے کر دریا سے پار اُتر گئی کچھ آدمی اُس کے مارے گئے اس کا قصہ پاک ہوا۔ دو لاکھ روپے نقد و جنس کی غنیمت افواج شاہی کے ہاتھ آئی۔ فدائی خاں نے یہاں سب طرح کا بندوبست کیا اور خنجر خاں کو یہاں بادشاہ کے حکم سے منتظم مقرر کیا۔

## متفرقات و خیرات

کشمیر میں راجہ رگھناتھ متصدی مہمات دیوانی تھا۔ اس کے روزنامچہ حیات کو عارضہ نے دفتر ہستی سے نکال لیا۔ وزرات کا منصب جلیل القدر فاضل خاں میر سامان کو عنایت ہوا۔ اُتا سی ہزار روپیہ بوساطت صدر الصدور ارباب استحقاق و محتاجوں کو ہر سال اس طرح عنایت ہوتا تھا کہ محرم اور ربیع الاول میں بارہ بارہ ہزار روپیہ، رجب میں دس ہزار روپیہ شعبان میں پندرہ ہزار روپیہ رمضان



میں بیس ہزار روپیہ باقی سات مہینوں میں کوئی خیرات مقرر نہیں تھی۔ ان دنوں میں بادشاہ نے صدر الصدور کو حکم دیا کہ ان پانچ مہینوں میں جو خیرات دی جاتی ہے وہ بدستور دی جائے اور باقی مہینوں میں ہر مہینے میں دس ہزار روپیہ خیرات کیا جائے۔ غرض پہلی اور اب کی خیرات مل کر ایک لاکھ اُنچاس (49) ہزار روپیہ سالانہ دیا جایا کرے۔ 17 رذیقعدہ کو جشن وزن قمری ہوا۔ عمر کا سینتالیسواں سال شروع ہوا۔ فاضل خاں وزیر اعظم نے 17 رذیقعدہ کو انتقال کیا۔ اس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی اور اس کو 11 رذیقعدہ کو خلعت وزرات ملا تھا۔ وہ فضیلت اور جامعیت علوم و معاملہ فہمی اور رائے زنی میں یگانہ روزگار تھا۔ وہ علم تنجیم (یعنی فلکیات اور ستاروں کے علم) میں بہرۂ تام رکھتا تھا اکثر احکام عالمگیر کو ایام شہزادگی میں لکھ کر وہ دیتا تھا۔ وہ کم خطا ہوتے تھے۔ بادشاہ کو جو صدمہ خواس پورہ میں چالیس برس دکن کی مہم میں پہنچا وہ پہلے لکھ کر بادشاہ کو دے گیا تھا۔ بادشاہ کو اس کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا۔ لاہور میں اس نے اپنا مقبرہ بنایا تھا اس میں دفن ہوا۔ 13 رتیر کو عید گلابی تھی۔ بادشاہ وزیر کے الم سے ایسا متاثر تھا کہ اس کے بعض مراسم کو ملتوی کر دیا، اسی روز ایوان سے فاضل خاں کا برادر زادہ آ گیا تھا اس کو خلعت و منصب عنایت ہوا۔ عید الضحیٰ کو ڈل پر دونوں طرف روشنی ہوئی بادشاہ کشمیر سے دیرناک گیا۔ موضع بانپور میں زعفران زار دیکھا۔ 7 رصفر کو بادشاہ کشمیر کی سیر کر کے لاہور میں آ گیا۔ کشمیر کے سفر میں غاروں میں بہت آدمی گرے اور گر کر تلف ہوئے۔ اور خادمان محل کی سواری پر صدمہ پہنچا تو بادشاہ نے فرمایا کہ بدون ملکی امور ضروری کے اس سرزمین میں سیر و شکار کے لیے بادشاہوں کا آنا رائے صائب کے خلاف ہے۔ جشن وزن شمسی آغاز سال چہل و ششم ہوا اور شاہ عباس والی ایران کے نامہ کا جواب تربیت خاں کے ہاتھ بھیجا اور ساتھ لاکھ روپیہ کی سوغات ہمراہ کیں۔ پھر بادشاہ لاہور سے شاہجہاں آباد میں آیا۔ صوبہ گجرات کے وقائع سے بادشاہ نے یہ سنا کہ اس نواح میں ایک مجہول النسب معذور العقل نے اپنا نام دارا شکوہ رکھا اور ایک جماعت واقعہ طلب فتنہ جو اوباش بے آبرو اس کے پاس جمع ہو گئی اور گجرات کے کولیوں کے گروہ جس کے سر میں ہمیشہ سودائے تمرد بھرا رہتا ہے اس کو دستاویز فتنہ بنایا شورش افزائی کی۔ یہاں کے صوبہ دار مہابت خاں نے ان مفسدوں کو دفع کیا۔ کولیوں کی خوب گوشمالی کی اور مصنوعی دارا شکوہ ملک سے نکال دیا۔

## بادشاہی ملک پر سیوا جی کے حملے:

والی بیجاپور کے ساتھ لڑائی میں سیوا جی ایسا مصروف تھا کہ وہ ہندوستان کے معاملات سے باخبر نہ ہوا۔ لیکن مئی 1661ء میں کلیان و بھیمی بادشاہی قبضہ میں آ گئے تو سیوا جی کی ایسی حالت نہ تھی کہ وہ بادشاہ سے لڑتا اور عوض لیتا مگر اب اُس نے ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ پیادوں کا سردار مورو پنت کو اور سواروں کا سردار نیتا جی پالکر کو بنایا۔ برسات میں مورو پنت نے جنیر کے شمال میں کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا لیکن ان کا مفصل حال نہیں معلوم ہو سکا۔ برسات کے بعد جب راہیں صاف ہو گئیں تو نیتا جی پالکر نے اضلاع شاہی پر دست درازی شروع کی۔ سیوا جی نے اس کو حکم دیا کہ وہ دیہات کو غارت کرے اور قصبوں اور شہروں سے مصادرہ لے۔ اُس نے اس حکم سے زیادہ بڑھ کر کام کیا کہ اورنگ آباد کے حوالی کو تاخت و تاراج کیا اور اِدھر اُدھر جا کر پونہ میں آرام سے جا بیٹھا۔

## عالمگیر کا سیوا جی غارت گری کی خبر لینا:

عالمگیر کو معلوم ہوا کہ سیوا جی یوں لوٹ مار اور مار دھاڑ کرتا پھرتا ہے تو اُس نے اپنے ماموں امیر الامراء شائستہ خاں صوبہ دار دکن کو لکھا کہ سیوا جی کا علاج کرے۔ شائستہ خاں بادشاہ کے حکم سے ایک بڑا لشکر لے کر شہزادہ احمد نگر اور بیر گام سے پونہ کے مغرب کی طرف گیا۔ رستہ میں اس نے سپاہ کا دستہ سوپہ پر قبضہ کے لیے بھیجا اور خود جادو رائے دیس مکھ سندکھیر رشتہ دار سیوا جی کے مقام میں مقیم ہوا کہ اضلاع پر تصرف کرے۔ سیوا جی نے شائستہ خاں کے آنے پر راج گڑھ کو چھوڑا اور سنگوہ میں چلا گیا۔ شائستہ خاں نے پونہ پر قبضہ کیا اور بھڑ وچ گھاٹ اور موضع سیوا پور پر قبضہ کرنے کے لیے ایک مضبوط سپاہ روانہ کی اور قلعوں کی تسخیر کے لیے بھی سپاہیں روانہ کیں۔ اس کے اور جنیر کے درمیان چاکن واقع تھا، جس سے اس کو تکلیف ہوتی تھی اور وہ جانتا تھا کہ یہ چھوٹی جگہ ہے دو جانے ہی ہاتھ آ جائے گی اس کی تسخیر کے لیے خود آیا۔ یہاں فرنگا جی نرسلا 1646ء سے قلعہ دار تھا اُس نے قلعہ حوالہ کرنے سے انکار کیا اور نہایت عمدہ طرح سے اپنے قلعہ کی حفاظت کی۔ دو مہینے تک اس نے لشکر شاہی کا مقابلہ کیا۔ محاصرہ کا چھپنواں دن تھا کہ قلعہ کے برج کے نیچے نقب کو اُڑایا جس سے قلعہ کی دیوار میں ایک بڑا رخنہ پڑا اور قلعہ کے بہت آدمی اس سے مر گیا۔ لشکر شاہی اس رخنہ پر حملہ کرنے گیا اس کے آگے ایک پشتہ گلی تھا۔ وہاں حوالدار نے لشکر شاہی کا سخت مقابلہ کیا اس سبب سے لشکر آگے نہ بڑھ سکا اور شام تک لڑائی رہی۔ بعد اس کشت و خون کے فرنگا جی نرسلا نے قلعہ امیر



الامراء کو حوالے کیا۔ شائستہ خاں نے اس بہادر قلعہ دار کی بہادری دیکھ کر بادشاہ کی ملازمت کے لیے بہت کچھ اُس سے کہا مگر اس نے اس کے قبول کرنے سے اپنے نام کو بٹا نہیں لگایا۔ امیر الامراء نے اس کو عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ وہ سیوا جی سے آ ملا جس نے اس کو بہت انعام دیا۔

## قلعوں کی تسخیر نہایت مشکل کام ہے:

لشکر شاہی میں سے چاکن کے محاصرہ میں نو آدمی زخمی اور قتل ہوئے جس سے شائستہ خاں کو تحقیق ہو گیا کہ قلعوں کو فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ عالمگیر ان قلعوں کی فتح کو بڑی بات نہیں سمجھتا تھا اور مرہٹوں کو ذلیل و حقیر دشمن جانتا تھا۔ بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ مہاراجہ جودھ پور کو بھی امیر الامراء کی کمک کے لیے مقرر کیا تھا مگر وہ پونا کے حوالی میں بڑی فوج کے ساتھ بے کار پڑا رہا اور نیتا جی پالکر دوبارہ احمد نگر اور اورنگ آباد کے حوالی کی تاخت و تاراج کرتا رہا۔ لشکر شاہی اس کی مزاحمت کے لیے بھیجا گیا اس نے مخالفوں کے کچھ آدمی مارے اور نیتا جی خود زخمی ہوا مگر رستم زماں سپہ سالار بیجاپور اس کو بچا کر لے گیا۔

## سیوا جی کا امیر الامراء کو دغا سے زخمی کرنا:

خانی خاں کا باپ امیر الامراء کی خدمت میں تھا اس کی زبانی سن کر وہ یہ لکھتا ہے کہ امیر الامراء نے ان قلعوں اور معمور آبادیوں پر لشکر کشی کی جو سیوا جی کے قبضہ میں آئے تھے اور ان میں سے اکثر اپنی شمشیر و تدبیر سے فتح کیے۔ اس کے بعد قصبہ پونا میں گیا اور اس حویلی میں اترا جو سیوا جی کی بنائی ہوئی تھی۔ سیوا جی کے پکڑنے کے لیے جابجا فوجیں مقرر کیں اور ان دنوں میں ایسا بندوبست کیا کہ کوئی شخص خاص کر مرہٹہ سوائے نوکر کے مسلح بلکہ غیر مسلح بدون دستک کے شہر و لشکر میں داخل نہیں ہو سکتا اور مرہٹہ سائیس تک نوکر نہ رکھا جاتا تھا۔ سیوا جی ایسا مغلوب و پر ہراس ہوا تھا کہ دشوار گزار پہاڑوں میں ہر ہفتہ و ماہ بسر کرتا تھا۔ ایک دن مرہٹوں کی ایک جماعت جو پیادوں میں نوکر تھی کوتوال کے پاس آئی اور دو سو مرہٹوں کی دستک لی جو ایک غیر معمولی برات کے ہمراہی بنائے اور ایک امرد لڑکے کو دولہا بنا کے ڈھول و نقارے بجاتے ہوئے اول شب میں شہر میں لائے اس دن آخر روز میں یہ مشہور کر کے کہ ایک تھانہ میں غنیم کے آدمیوں میں سے ایک جماعت گرفتار ہوئی ان کو پکڑے ہوئے اور اُس کے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھے ہوئے ننگے پیر اور ایک دوسری جماعت رسیوں کے سروں کو پکڑے ہوئے اور گالیاں دیتے ہوئے اور مارتے ہوئے چوکی کے آگے سے

لے جا کر شہر میں داخل کی۔ سب اُس محلّہ اور مکان میں جو انھوں نے اپنے مجمع کے لیے قرار دیا تھا فراہم ہو کر مسلح ہو گئے۔ جب آدھی رات کی نوبت بجی تو ایک جماعت باورچی خانہ کی طرف سے آئی جو محل سرا کے دیوار کے متصل تھی۔ دیوار اور خواص پورہ کے مابین ایک چھوٹا دریچہ تھا جو گل و خشت سے مسدود تھا اور اس جماعت کو وہ معلوم تھا۔ روزوں کے دن تھے۔ سحری کے پکانے کے لیے چند باورچی جاگتے تھے۔ باقی سب آدمی سوتے تھے۔ غرض دشمن اس راہ سے جس کو وہ جانتے تھے سر پر آن پہنچے جس کسی کو بیدار پایا اس کو موت کے خواب سے آشنا کیا۔ اور جو بستر خواب پر لیٹا تھا اُس کو ایسا سلا دیا کہ پھر نہ جاگا۔ کچھ غل غپاڑہ نہ ہونے دیا اور جلد دریچہ کو توڑ کر محل کی طرف مشغول ہوئے۔ کلنک کی صدا نے اور کشتیوں کی غرش نے ایک مریض کو بیدار کیا جس کا حجرہ باورچی خانہ کی دیوار کے عقب میں تھا۔ وہ دوڑا ہوا امیر الامراء کے پاس گیا اور اس آشوب سے مطلع کیا۔ امیر الامراء نے ازروئے اعتراض کہا کہ سحری پکانے اور دیگ دانوں کے درست کرنے کے لیے باورچی اُٹھے ہوں گے یہ غل ان کا ہوگا کہ سہیلیاں مسلسل دریچہ کے پھوڑنے کی خبر لائیں۔ امیر الامرا سراسیمہ وار تیر و کمان و برچھی ہاتھ میں لے کر رخت خواب سے اُٹھا اس ضمن میں چند مرہٹے روبرو آئے۔ پانی کا حوض بیچ میں حائل تھا۔ امیر الامراء نے ایک مرہٹہ کے تیر مارا۔ اس نے آکر امیر الامراء کے تلوار لگائی کہ دایاں انگوٹھا کٹ گیا۔ دو مرہٹے حوض میں تیر کر آئے۔ ایک کو امیر الامراء نے برچھی سے مارا۔

## لونڈیوں کا شائستہ خاں کو محفوظ مقام پر لے جانا:

اس آشوب میں لونڈیاں شائستہ خاں کو ہاتھوں ہاتھ اُٹھا کر محفوظ جگہ میں لے گئیں۔ مرہٹوں کی جماعت چوکی خانہ پر غافل ہوگئی اور جو خفتہ و بیدار اُن کو ملا اس کو زیر تیغ کیا اور یہ کہا کہ چوکی ایسی ہی دیا کرتے ہیں اور چند نفر اپنے نقار خانہ میں بھیج کر امیر الامراء کی طرف سے پیغام دیا کہ نوبت خوب بجائیں۔ نقار خانہ کی آواز ایسی بلند ہوئی کہ ایک دوسرے کی کوئی نہیں سنتا تھا۔ انھوں نے دارو گیر کی آواز اور زیادہ بلند کی اور دروازوں کو بند کر دیا۔ اس حالت میں ابوالفتح خاں پسر شائستہ خاں کہ ایک نوخط شجاع تھا خبر پا کر آیا۔ دو تین آدمیوں کو مار کر خود مارا گیا۔ امیر الامراء کے محل کے پیچھے ایک عمدہ جماعۃ دار رہتا تھا اُس نے اندر کا آشوب سن کر اور باہر زینہ کا رستہ بند دیکھ کر رسیوں میں اپنے تئیں لٹکایا اور دیوار سے نیچے آیا۔ وہ کچھ امیر الامراء سے عمر و اعضا میں مشابہت رکھتا تھا۔



مخالفوں نے اس کو امیر الامراء سمجھ کر اس کا سر کاٹ لیا اور امیر الامراء کی حرم میں سے ایک کو بالکل مار ڈالا جبکہ دوسری کو زخمی کیا۔ گھر کی مال و مالیت کے تاراج میں نہیں مصروف ہوئے بلکہ بہت جلد اس گھر سے نکل آئے پھر صبح کو راجہ جسونت سنگھ کہ عمدہ کمکی تھا امیر الامراء پاس معذرت کرنے اور حال پوچھنے گیا تو امیر الامراء کے نے یہ کہا کہ میں نے تو یہ جانا تھا کہ مہاراجہ کاروبار شاہی میں کام آگئے کہ ہم کو یہ چشم زخم پہنچا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو امیر الامراء کو صوبہ داری دکن سے بنگالہ کو بدل دیا اور شہزادہ محمد معظم کو اس کی جگہ مقرر کیا اور راجہ جسونت سنگھ کو بدستور شہزادہ کا کمکی مقرر کیا۔

## سیواجی اور امیر الامراء کے معاملات جس طرح مرہٹے بیان کرتے ہیں:

کرنیل ڈف اس واقعہ کو مرہٹوں کی کتابوں سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سیواجی نے امیر الامراء کے حیران کرنے کے واسطے دو برہمن بھیجے کہ وہ شہر میں داخل ہونے کی تدبیر کریں۔ جب سیواجی نے اپنا سامان تیار کر لیا تو وہ سنگوہ سے سر شام اپریل کے مہینے میں بہت سا لشکر لے کر چلا اور سپاہ کی ٹولیاں بنا کر پونہ کی راہوں میں بٹھاتا گیا۔ بسی جی گنگ، تانتاجی، بولوس رائے اور پچیس ماولی پیادے شہر میں داخل ہوئے۔ خان کا ایک نوکر مرہٹہ تھا اس کو جاسوسوں نے گانٹھا۔ اُس نے برات کا بہانہ بنا کے برات کے ساتھ نقارہ بجانے اور مسلح آدمیوں کو دولہا کے ساتھ لانے کی دستک حاصل کی۔ پونہ کھلا شہر تھا اس کے گرد فصیل نہ تھی۔ سیواجی اپنے ہمراہیوں کے جاسوسوں کی ذریعے شہر میں برات کے اندر داخل ہو گیا اور چپ چاپ ہو گئی تو سیواجی اپنے ہمراہیوں کو لے کر جو خاں کے محل کے سب مداخل سے واقف تھے باورچی خانہ کی طرف آیا۔ جہاں ایک کھڑکی کو کچا تیغا لگا ہوا تھا۔ یہ سب اس راہ سے داخل ہوئے۔ خان کی کچھ رشتہ دار عورتیں بیدار ہوئیں اور انھوں نے جا کر امیر الامراء کو جگایا۔ خان باہر جانے کے لیے ایک کھڑکی سے کود کر باہر جاتا تھا کہ ایک تلوار اُس کے لگی۔ جس سے ایک اُنگلی اُڑ گئی۔ وہ تو اپنی خوش نصیبی سے بچ گیا مگر اس کا بیٹا ابوالفتح خاں اور اکثر پہرہ کے سپاہی مارے گئے۔ سیواجی اور اُس کے آدمیوں نے بے مزاحمت اپنی سپاہ کی ٹولیوں کو لے کر سنگوہ کی راہ لی۔ جب وہ تین چار میل چلے تو انھوں نے مشعلیں روشن کیں جو پہلے سے تیار تھیں تا کہ مخالف ان کی تعداد کی کثرت کے دھوکے میں آجائے اور جان لے کر وہ لڑنے کو تیار ہیں۔

اس طرح اپنے تئیں لشکر شاہی کو دکھا کر قلعہ میں داخل ہوئے۔

اس معرکے کو مرہٹے جس فخر سے بیان کرتے ہیں کسی اور معرکہ کو بیان نہیں کرتے۔ سیواجی کا سب سے بڑا کارنامہ اس کام کو سمجھتے ہیں۔ یہ واقعہ 1073ھ کا ہے۔

دوسرے روز صبح کو بادشاہ کے سواروں کا دستہ سنگڑھ کے نیچے نقارہ بجاتا ہوا اور تلواریں چمکاتا ہوا آیا۔ مگر اس کو نیتاجی پالکر نے شکست دی۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ بادشاہی سواروں نے مرہٹوں کے سوار سے ہزیمت پائی۔



# واقعات سال ہفتم 1074ھ

دستور کے موافق ساتویں سال کا جشن ماہِ شوال کو ہوا۔ جشن وزن قمری 21/ذی قعدہ کو ہوا۔ عمر کا اڑتالیسواں سال شروع ہوا۔

4 جلوس میں بخارا کا ایلچی خواجہ احمد آیا تھا اور نامہ اور تحائف لایا تھا۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے مصطفےٰ خاں کے ہاتھ نامہ اور ڈیڑھ لاکھ روپے کے تحفے بخارا کے والی پاس روانہ کیے۔ محمد قلی خاں والی بلخ نے ابراہیم کو اپنا سفیر بنا کے بھیجا تھا۔ بادشاہ نے خان ممدوح کو نامہ اور ایک لاکھ روپے کے تحائف بھیجے۔

## سیواجی کا سورت کو لوٹنا:

سیواجی کی عادت تھی کہ وہ دکھاتا کچھ تھا اور کرتا کچھ تھا، ڈالتا کچھ تھا اور نکالتا کچھ تھا۔ کچھ اپنے ارادوں کی جھوٹی خبریں اُڑایا کرتا تھا۔ اس نے کلیان کے قریب ایک سپاہ اور دہندا کے پاس دوسری سپاہ جمع کی اور یہ شہرت دی کہ میں بسائین اور چول میں پرتگیزوں سے لڑنے یا سیدی کو پامال کرنے جاؤں گا لیکن اس کا اصلی ارادہ سورت کے لوٹنے کا تھا جو اس زمانہ میں ہندوستان کے دولت مند شہروں میں سے ایک تھا۔ بائی ہرجی نائک ایک بڑا جاسوس اس کا نوکر تھا۔ وہ سورت میں تاک لگا رہا تھا اور سامان غارت گری تیار کر رہا تھا۔ سیواجی نے یہ بہانہ بنایا کہ میں ناسک میں مندر کی جاترا کو جاتا ہوں لوگوں نے اس کو سچ جانا مگر اُس نے چار ہزار سوار لے جا کر سورت کو لوٹنا شروع کیا۔ چند دن میں اُس کو بہت دولت ہاتھ آئی جس کو وہ رائے گڑھ میں لے گیا۔ جو آئندہ اس کا دارالحکومت بنا۔ سورت کی لوٹ کی دولت بہت تھی اور زیادہ ہوتی اگر ڈچ اور انگریز اس کی مزاحمت نہ کرتے اور ان کی کوٹھیوں کا مال اس کو ہاتھ لگ جاتا۔ انگریزوں نے اپنا ہی مال نہیں بچایا بلکہ شہر کے مال کی بھی بہت حفاظت کی۔ جس کا صلہ اورنگ زیب نے یہ دیا: کہ ان کے اسباب کے محصول کا ایک حصہ ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا۔

## شاہ جی کا مرنا:

شاہ جی کی موت کا پیغام اس طرح آیا کہ وہ شکار کھیلنے گیا تھا کہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس

نے اپنی زندگی میں اس جاگیر کا جو بیجاپور سے ملی تھی خوب انتظام کیا تھا۔ اس پر قلعہ ارنی اور پورٹ نووہ اور ولایت تنجور کا اضافہ کیا تھا۔ وہ علی عادل شاہ کا مطیع تھا اور اس نے مفتوح ملک کو اس پاس رہنے دیا۔ باپ کے مرنے پر سیواجی اور بھی کھل کھیلا۔ رائے گڑھ میں اپنی ریاست کا انتظام اور اپنے نام راجگی کا طرہ لگایا اور روپیہ اشرفی پر اپنا سکہ جمایا۔

## نیتاجی پالکر کی فتحیابی:

نیتاجی پالکر برسات کے شروع میں دستور کے موافق سب جگہ فتح یاب ہو کر آیا۔ سیواجی کا بیڑا ابھی بہت جہازوں کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوا۔ بادشاہی جہاز جو محاذ کر جاتے تھے ان کو گرفتار کرلیا اور دولت مند حاجی جو ان میں بیٹھے تھے گرفتار کر لیے۔ عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ سیواجی کی ولایت ساحل دریا شور کے نزدیک تھی اور چند بندر اس کے قبضہ میں تھے۔ اہل ملیبار کی طرح اُس نے وزدی و رہزنی (چوری اور ڈاکہ زنی) شروع کی کشتی نشینوں کو لوٹا مارتا۔ جب اس کے بندر میں کسی کشتی پر دریا میں فتور آجاتا تو اُس کو وہ پکڑ لیتا۔ ان دنوں میں ایک بڑا جہاز جس میں طوائف تجار بڑا مال اسباب لیے آتے تھے وہ طوفان میں آیا تو سیواجی نے اس پر قبضہ کیا اور تمام اُن کے غریبوں کا مال متاع چھین لیا اور مال کے مالکوں کو جو اکثر مسلمان تھے مقید و محبوس کیا اور ان کو ضرر و آزار پہنچایا۔ اور جب تک انھوں نے اپنے گھر سے اپنا بقیہ ثروت و بضاعت منگا کر اُس کو نہ دیا ان کو شکنجہ تعب میں گرفتار رکھا۔ سیواجی نے اگست کے مہینے میں خود جا کر احمد نگر کی پینٹھ کو لوٹا اور حوالی اور نگ آباد تک لوٹتا چلا گیا۔ جب وہ اس طرح غیر حاضر ہوا تو بیجاپور کی سپاہ نے جو پنالہ میں دو بڑے سپہ سالاروں کے ماتحت تھی صلح کو توڑ کر ملک کون کان کی فتح میں سخت کوشش کی اور کئی مقاموں کو دوبارہ لے لیا۔ انگریزوں کے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیواجی ہر جگہ لڑائی کے موقع پر بڑے لشکر کے ساتھ موجود ہو جاتا تھا۔ اس نے ان دونوں سپہ سالاروں کو لڑ کر شکست دی اور ان کے بہت آدمیوں کو مارا۔ سیواجی سنگوہ میں اس خیال سے آگیا کہ لشکر شاہی کی حرکت کو دیکھے۔ جنیر کی طرف اس کے لشکر کا بڑا زور تھا۔ مگر اس نے یہ دیکھ کر کہ لشکر شاہی حملہ آوری نہیں کرے گا تو اس نے اپنے کچھ سواروں کو دریائے کرشنا کے جنوب میں ملک بیجاپور کی لوٹ کے لیے بھیج دیا۔ اُس نے ایسی تیاری کی جس سے یقین ہوتا تھا کہ وہ لشکر شاہی پر حملہ کرے گا۔ اُس کی شہرت ہوئی تو اس نے بعض ایک بڑا بیڑا جمع کیا اور مالوں سے جہاز میں سوار ہوا اور گوا سے 130 میل پر دولت مند شہر بارسی لور



میں اُترا اور گوکرن میں چار ہزار آدمیوں کے ساتھ جہاز میں سوار ہو کر آگیا۔ اب تحقیق ہو گیا تھا کہ وہ اپنے دارالحکومت میں نہیں ہے۔ اُس نے بیڑے کا بڑا حصہ دور کیا اور ہمسایہ میں ایک مندر میں پوجا کرنے گیا۔ اُس نے اپنی سپاہ کو فوجوں میں تقسیم کیا اور کل ملک پر تاخت و تاراج کی اور تجارت کے بڑے دولت مند شہروں سے خوب لوٹ ہاتھ لگی۔ یہ لوٹ مار کر کے وہ واپس رائے گڑھ کو چلا گیا۔

اس سفر میں ایسی تیز ہوا چلی کہ سیواجی کا جہاز ساحل سے دور ہو گیا اور شمال مغربی ہوا نے اس کو بہت دنوں تک مراجعت نہ کرنے دی اس سے اس کو یہ وہم ہوا کہ سمندر میں ہندوؤں کا سوار ہونا مذہباً منع ہے، اس لیے یہ آفت اس پر بھوانی کی کرودھ سے آئی ہے اس لیے پھر وہ جہاز میں سوار نہیں ہوا۔

## سیواجی کی گوشمالی کے لیے لشکر شاہی کا مقرر ہونا:

بادشاہ کی طرف سے مہاراجہ جسونت سنگھ سیواجی کے استیصال کے لیے مقرر ہوا تھا۔ اُس نے اس کی ولایت میں جا کر بعض قلعوں کے محاصرہ میں قیام کیا اور ولایت کی تخریب اور قلعوں کی تسخیر میں اُس نے بہت کوشش کی مگر اس کا اثر وہ نہ مرتب ہوا جو بادشاہ چاہتا تھا اور سیواجی کا کوئی بڑا قلعہ اُس نے فتح نہ کیا اور مہم کو طول اور امتداد ہوا۔ اس لیے بادشاہ نے ارادہ کیا کہ اس کو بلا لے اور راجہ جے سنگھ کو چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ سیواجی کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا اور دلیر خاں کو جو اپنی تیول میں تھا لکھا کہ راجہ سے ملے۔ انگریزی مورخ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عالمگیر سیواجی کو خارنا موش کوہی کہا کرتا تھا (دہلی بلی چوہے سے کان کترواتی ہے) جب اس چوہے کے پکڑنے پر اتنی دیر لگی تو اس کو اپنی عادت کے موافق افسروں پر شبہ پیدا ہوا۔ خود دکن جا نہیں سکتا تھا۔ سلطنت کو نصب کیا تھا۔ باپ زندہ تھا اس لیے اُس نے اپنی سپاہ کثیر و دو سپہ سالاروں کو روانہ کیا جن میں سے ایک راجپوت راجہ جے سنگھ اور دوسرا افغان دلیر خاں تھے۔ یہ دونوں پہلے دارا شکوہ کے طرفدار ہو کر اورنگ زیب سے لڑ چکے تھے اس لیے وہ ان کا پورا اعتبار نہیں کرتا تھا اس لیے ان دونوں کو بہت دور دکن میں بھیجا۔ جہاں بادشاہ کے جاننے والے بہت اور ان دونوں کے واقف کار کم تھے۔ یوں دلیر خاں کی قوم کے افغان بادشاہ کے بہت ملازم تھے۔ اس کے بہکانے سے ان کے بگڑنے کا بھی خوف کم ہو گیا۔ اس بیان کی صداقت پر مسلمانوں کی تاریخیں شہادت نہیں دیتیں۔

# واقعات سال ہشتم 1075ھ

## سال ہشتم جلوس کا جشن شاہی:

ماہ شوال کو سال ہشتم جلوس کا جشن ہوا اور 17 رشوال کو وزن قمری ہوا۔ اور عمر کا اُنچاس واں سال شروع ہوا۔

19 رربیع الثانی سال گذشتہ کو سیوا جی کے فتنہ کے دفع کرنے کے لیے راجہ جے سنگھ مقرر ہوا تھا۔ وہ 4 رشعبان سال گذشتہ کو اورنگ آباد میں شہزادہ محمد معظم کی خدمت میں آیا اور شہزادہ سے رخصت ہو کر 25 رکو پونہ میں گیا۔ جہاں مہاراجہ جسونت سنگھ مقیم تھا۔ وہ بادشاہ کے حکم سے بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ راجہ جے سنگھ نے یہاں ٹھہر کر افغانوں کا یہ انتظام کیا کہ قطب الدین خاں کو سات ہزار سواروں کے ساتھ جنیر بھیجا کہ وہاں دشمن کی خبر رکھے اور قلعہ لوہ گڑھ کے روبرو تھانہ بٹھا کے تین ہزار سوار وہاں مقرر کرے اور قلعہ ماردرگ کے روبرو ایک اور تھانہ مقرر کرے اور وہاں شائستہ فوج متعین کرے۔ اور باقی لشکر کے ساتھ ان حدود میں سوار ہو کر خبرداری اور ہوشیاری کرنے۔ اول راجہ نے قلعہ پورندھر اور رود مال (رودمحل) کی فتح کا ارادہ کیا۔ 7 ررمضان کو وہ ماڑ کی طرف گیا جس کے قریب دونوں قلعے پہاڑ پر تھے موضع پونی میں تھانہ قائم کیا اور رایا اور ہنونت رائے کو تین سو سواروں اور تین سو بندوقچی پیادوں کے ساتھ تھانہ دار مقرر کیا۔ غرض راجہ نے تمام کمکیوں کو جابجا ملک کی تاخت اور قلعوں کی تسخیر کے لیے رخصت کیا اور خود قلعہ پورندھر اور رود مال کے مفتوح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

## نظام الملک کے قلعوں کی تسخیر کا احوال:

یہ نظام الملک کے مشہور قلعے حاکم نشین تھے اور دونوں متصل تھے اور دلیر خاں کو مقدمۃ الجیش کیا۔ دشمن کی سپاہ اطراف سے جہاں نمودار ہوئی، وہاں دلیر خاں لڑتا ہوا آگے جاتا تھا دشمن اُس سے جنگ بگریز اور ستیز بافرار کرتے وہ ان کے بہت سے آدمیوں کو مارتا اور عیال کو اسیر کرتا اور مال کو لوٹتا۔ اس طرح مارتا دھاڑتا دونوں قلعوں سے ایسے فاصلہ پر آیا کہ وہاں سے گولہ قلعہ میں پہنچ سکتا تھا اور دونوں قلعوں کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ دونوں قلعوں کے قلعہ نشین محصور ہو کر قلعہ داری کی



شرط بجالائے اور توپ اور بان اور آتش بازی خوب چلائی۔ راجہ کے آنے سے چند روز پہلے افغان ناگاہ یورش کے لیے کمر گاہ قلعہ میں پہنچے اور دونوں پہاڑوں کے نیچے کی باری میں آگ لگادی اور تاخت و تاراج کیا۔ دشمنوں نے بھی قلعہ سے نکل کر مورچالوں پر حملہ کرنے میں اور کوہ کے اوپر سے توپ مارنے اور پتھر اور اقسام آتش بازی کے پھینکنے میں کوتاہی نہیں کی۔

## راجہ جے سنگھ کی آمد اور محاصرہ کرنا:

راجہ جے سنگھ بھی مع اپنے بیٹے کیسر سنگھ کے آن پہنچا اور محاصرہ کی طرف سے پے در پے یورشیں کیں اور اطراف کو تاخت تاراج کیا۔ اگر ان کی تفصیل کی جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ محصوروں پر عرصہ تنگ ہوا۔ لشکر شاہی باوجود یکہ اس پر سامنے سے توپ و تفنگ مارتے اور آتش باز حقے اُس پر پڑتے تھے۔ لیکن وہ اپنے مورچالوں کو آگے بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ جب ایک طرف کا برج بارود سے اُڑایا تو بنائے کوہ و قلعہ نشینوں میں تزلزل پیدا ہوا۔ قلعہ کشا بہادروں نے حملہ کیا اور کوہ کے اوپر چڑھ آئے محصوروں نے جان کی امان کا پیام دیا۔ راجہ نے ان سے عہد کیا کہ جان کو ضرر نہیں پہنچایا جائے گا۔ دونوں قلعوں کے قلعہ دار دلیر خاں سے ملے، اس نے ان کو خلعت دیا۔ دلیر خاں نے دونوں قلعہ دار راجہ کے پاس بھیج دیے۔ راجہ نے ان سب کے ہتھیار لے کر رخصت کیا۔ اور قلعوں کو بادشاہی تصرف میں کر لیا اس تردد اور یورش میں اسی سوار اور ایک جماعت پیادوں اور عملہ قلعہ گیری کی کام میں آئی۔ اور سو سے زیادہ آدمی زخمی ہوئے۔

## عالمگیر نامہ کے مطابق قلعوں کی تسخیر کا احوال:

یہ تو خافی خاں کا بیان ہے جبکہ عالمگیر نامہ میں ہر ایک امر کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک برج کے اُڑنے سے قلعہ رود مال کا قبضہ میں آیا مگر قلعہ پورندھر پر قبضہ نہیں ہوا۔ کرنیل ڈف صاحب اپنی تاریخ مرہٹہ میں لکھتے ہیں کہ کوہ پورندھر کا سب سے بلند مقام تیرہ سو فٹ بلند نیچے کے سطح سے تھا اس پر دو قلعے تھے ایک بالا دوسرا پائیں جو پہاڑ کی چوٹی سے تین سو سے چار سو فٹ تک نیچے واقع تھے۔ اس قلعہ میں باجے پر و دیش پانڈے مہر حوالدار تھا۔ اور نادلی قلعہ کے اندر تھے وہ دشمن کی پیش قدمی کے روکنے کے واسطے ہر مقام پر خوب لڑا۔ مگر دلیر خاں نے ایک برج اُڑا کر قلعہ پائیں لے لیا۔ محصورین نے اکثر قلعہ سے باہر آ کر حملے کیے اور مکرر نقب زنوں کو بھگایا۔ مگر وہ آخر کو اپنی پناہ گاہ میں مقیم ہو گئے اور راہوں نے برج اُڑا کر نیچے کا قلعہ لے لیا اور اس

کے محصورین اوپر کے قلعہ میں جاتے تھے کہ لشکر شاہی نیچے کے قلعہ میں جاکر گھروں کی لوٹ مار میں پڑا۔ اوپر کے قلع والوں نے ان پر آگ برسا کر بھون دیا۔ کچھ ان میں سے شمشیر برہنہ مغلوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کو مارا اور پہاڑ سے نیچے اُتار دیا۔ دلیر خاں ہاتھی پر بیٹھا ہوا اپنے آدمیوں کو دیکھ رہا تھا کہ کس طرح قدم بڑھاتے چلے جاتے تھے۔ جب اس نے اپنے آدمیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پٹھانوں کے ایک گروہ کو اپنے پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھگوڑوں کو للکارا اور اپنا ہاتھی آگے بڑھایا۔ محصورین مرہٹوں کی طرح فتح یابی سے مغرور ہو کر دلیر خاں کے آدمیوں کے قریب آگئے اور سخت کوش افغان بھی ماولیوں کی تلوار سے چکرائے۔ مگر دلیر خاں نے ان کے سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا۔ سردار کے مرتے ہی سارے مرہٹے ایسے بھاگے کہ انھوں نے قلعہ بالا پر جاکر دم لیا۔ لشکر شاہی نے نیچے کا قلعہ پھر لے لیا مگر اوپر کے قلعہ کی آتش فشانی سے مجبور ہو کر پھر اُسے چھوڑ دیا۔ دلیر خاں نے یہ ناکامی دیکھ کر جانا کہ شمالی طرف پر فتح یابی نہیں ہو سکتی تو اس نے جرگڑھ (رودرمحل) جو ایک چھوٹا سا قلعہ پورندہر کے شمال مشرقی گوشہ میں تھا اور اُس کے بڑے حصہ پر مشرف تھا فتح کرلیا اور اس میں توپ خانہ اوپر کے قلعے کے توڑنے کے لیے لگا دیا مگر مینہ برسنے لگا۔ اس لیے یہ کام ٹھنڈا ہو گیا۔ لشکر شاہی کا توپ خانہ بڑا خراب تھا گو اُس نے برابر آگ برسائی مگر قلعہ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ محصورین ایسے تنگ ہوئے کہ انھوں نے سیواجی کو اطلاع دی کہ اب ہم قلعوں میں نہیں ٹھہر سکتے۔ انھوں نے قلعہ خالی کر دیا ہوتا اگر سیواجی ان کو یہ نہیں لکھتا کہ وہ جب تک قلعہ کی حفاظت میں کوشش کریں کہ ان کو وہ چلے آنے کے لیے لکھے۔

## خافی خان اپنی تاریخ میں اسے بارے میں کیا لکھتا ہے؟

خافی خاں لکھتا ہے کہ ان دو قلعوں کی تسخیر کے بعد سات ہزار سوار بسرداری داؤد خاں اور راجہ رائے سنگھ وغیرہ ولایت سیوا کے آباد ملک کی تاخت و تاراج کے لیے بھیجے گئے۔ سیواجی نے یہ ملک غصب کیا تھا۔ دونوں طرف سے بڑی کوششیں ہوئیں۔ پانچ مہینے تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ د کا فرکشی سے آرام نہ ملا۔ یہاں تک کہ سیواپور میں جو سیواجی کا آباد کیا ہوا ہے اور قلعہ کندانہ، دکنوار گڑھ میں اُس نے آبادی کا نشان نہ چھوڑا۔ مویشی بے شمار ہاتھ آئے۔ مرہٹوں کی ناگہاں تاختوں اور نمایاں دستبردیوں اور تاریک راتوں شب خونوں سے اور سر راہ دشوار گزار راہوں کے بند کرنے سے اور جنگلوں کے نجلانے سے جس میں درخت بھرے ہوئے تھے لشکر اسلام کی راہ عزیمت بند



ہوئی اور لشکر بادشاہی کے آدمی اور چوپائے بہت تلف ہوئے۔ آخر کار دشمن شمار سے زیادہ مارے گئے اور مرہٹوں نے راہ فرار اختیار کی۔ لشکر شاہی نے متعدد باقی قلعے مفتوح کیے۔ پھر قلعہ راج گڑھ پر جو سیواجی کا دارالحکومت تھا اور کنانہ جس میں اس کے مادری قبیلے اور خویش رہتے تھے محاربہ و محاصرہ کی نوبت آئی۔ بہادران قلعہ کشا نے محصورین کو تنگ کیا اور ان کے بھاگنے کی راہ کو سب طرفوں سے ایسا بند کیا کہ ہر چند انھوں نے چاہا کہ کوئی جگہ بنا کے قبائل کو یہاں سے نکال کر کسی دشوار گزار مکان میں لے جائیں اور لشکر شاہی کو ان کے تعاقب میں سرگرداں کریں مگر یہ وہ نہ کر سکے۔ سیواجی نے اب جانا کہ اس مستقر الریاست ملجا و ماوا کے فتح ہونے کے بعد تمام مال و قبیلہ و عیال اس کے پامال ہوں گے اس لیے اُس نے چند نفر زبان فہم راجہ کے پاس بھیجے اور جنو تقصیرات اور بعض باقی ماندہ قلعوں کے سپرد کرنے کی اور راجہ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی۔ راجہ نے اس کی عیاری اور مکاری پر نظر کر کے اغماض کیا اور یورش کے لیے پہلے سے زیادہ تاکید کی۔ پھر خبر آئی کہ سیوا قلعہ سے نیچے جریدہ آیا اور معتمد برہمن اس کے آئے۔ اُنہوں نے شدید قسمیں کھائیں اور نہایت عجز و زاری کی۔ راجہ نے ان شرائط پر صلح کو منظور کیا کہ جان و آبرو کی امان اس شرط سے دی جائے گی کہ وہ حضور شاہی میں جائے اور اطاعت و نوکری اس وعدہ پر اختیار کرے کہ اس کو عمدہ منصب دیا جائے۔ اس کو ملاقات کے لیے آنے کا حکم دیا۔ جب معلوم ہوا کہ سیواجی کمال عجز سے قریب آگیا ہے تو راجہ نے منشی اُس کے استقبال کے لیے بھیجا اور مسلح راجپوت ساتھ کیے اور تاکید کی کہ اس مکار کے غدر سے خبردار رہیں۔ اور اس کو پیغام دیا کہ اگر وہ صدق دل سے حلقۂ اطاعت کان میں ڈالے گا اور فدویت کا غاشیہ کندھے پر رکھے گا اور قلعہ سپرد کرے گا اور احکام حضور کے قبول میں سرافگندہ ہوگا تو بادشاہ اس کی التماس کو قبول کرے گا ورنہ اب بھی اس کو اجازت دی جاتی ہے کہ اپنے مکان میں جاکر خاطر خواہ مہلت لے کر سرانجام جنگ میں مصروف ہو۔ اس باب میں وہ اپنے تئیں مختار جانے۔ اس پیغام کے پہنچنے کے بعد اُس نے انکسار و نیاز مندی سے کہا کہ میں یہ جانتا ہوں کہ اطاعت و عبودیت میں جان بخشی و امان عرض و ناموس ہے۔ پھر راجہ نے اپنے عمدہ آدمی اس کے پاس بھیج کر اس کو اعزاز کے ساتھ اپنے پاس بلایا۔ راجہ کے پاس جب سیواجی آیا تو اُسے گلے لگایا اور اپنے پاس بٹھایا۔

## سیوا جی کا خجالت کے ساتھ درگاہِ والا میں آنا:

سیوا جی نے خجالت کے ساتھ دست بستہ ہو کر کہا کہ میں بطریق ذلیل مجرم بندوں کی طرح اس درگاہ میں آیا ہوں۔ اب جو آپ کی رائے ہو وہی رائے ہے خواہ بخشو خواہ مارو اور التماس کیا کہ بڑے بڑے نامی قلعوں کو ولایت کونکن کے ساتھ بندہائے بادشاہ کے حوالہ کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت کے لیے بندہائے جان نثار کے جرگہ میں دیتا ہوں اور خود امیدوار ہوں کہ ایک سال کی مہلت ملے۔ بادشاہ کی قدم بوسی کے بعد ہائے متعلق العنان کے دستور کے موافق جو اپنی اقطاع وصوبہ جات میں رہ کر خدمت کرتے ہیں مع اپنے قبیلہ وعیال کے ایک دو چھوٹے قلعوں میں رہوں گا اور جس وقت اور جس جگہ کسی بادشاہی عہدۂ منصبی کے لیے حکم ہوگا جان و مال سے حاضر رہوں گا اور طریقۂ جانفشانی کی تقدیم کروں گا۔ راجہ نے اس کی تسلی کر کے دلیر خاں کے پاس بھیجا اور محاصرہ سے سپاہ کے اُٹھا لینے کا حکم دیا۔ سات ہزار مرد وزن واطفال قلعہ بند ہوئے تھے جن کو امان دیا گیا اور وہ قلعہ سے باہر آئے توپ خانہ مع ذخیرہ واسلحہ اور وہ چیزیں کہ قلعہ کے آدمی اپنے ساتھ نہ لے جاسکے سرکار میں ضبط ہوئے اور قلعہ میں لشکر شاہی آیا۔ دلیر خاں نے سیوا جی کو شمشیر وجمدھر مرصع و دو اسپ عربی مع ساز طلا اپنی طرف سے تواضع کیے اور اُس کو راجہ کے پاس لایا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر راجہ کے حوالہ کیا۔ راجہ نے بھی اس کو خلعت واسپ وجیغہ وفیل عطا کیا اور از سرِ نو جان وآبرو کی امان کے عہد سے اس کا اطمینان خاطر کیا۔ سیوا جی نے پختہ کاری سے ایک ساعت شمشیر باندھ کر پھر کھول ڈالی اور کہا کہ میں بے سلاح کمر بستہ ہو کر خدمت کروں گا۔ مدت سے سیوا جی کے گردیدہ اور رجوع لانے کا مذکور تھا۔ راجہ نے حضور کو لکھا اور عفو تقصیرات کا فرمان طلب کیا۔ وہ فرمان کا منتظر تھا کہ اتفاقات سے اُسی روز گرز بردار مع فرمان اور خلعت بادشاہ کے پاس لے آئے۔

## سیوا جی کی حضور شاہی میں کورنش وتسلیمات:

راجہ سیوا جی کو استقبال وتسلیمات کے آداب بجالانے کے لیے ارشاد ہوا۔ سیوا جی نے اس کے مطابق عمل کیا۔ تین کروہ سے پیادہ پا استقلال کے لیے دوڑا اور تقدیم آداب میں کوشش کی۔ جان بخشی کے فرمان وخطا بخشی کے خلعت پر بڑا فخر کیا۔ بادشاہی عنایات وفضل کے سرور سے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ قیل وقال عذر آمیز کے بعد قلعوں کے سپرد کرنے کے باب میں یہ قرار پایا کہ کل پینتیس قلعوں میں جن پر اس کا تصرف تھا 23 قلعوں کی کنجیاں جو سابق وحال میں مفتوح ہوئے



تھے مع جمع محصول دس لاکھ ہُن (چالیس لاکھ روپیہ) کے بادشاہی آدمیوں کو حوالہ کرے اور بارہ چھوٹے قلعے کم حاصل اپنے آدمیوں کے تصرف میں رکھے۔ اس کا آٹھ برس کا بیٹا سنبھا جس کے نام منصب پنج ہزاری کا حضور سے عطا ہوا تھا افواج شائستہ کے ساتھ جب تک حضور میں روانہ ہو راجہ کی خدمت کرے اور خود سیوا جی مع اپنے عیال کے ان پہاڑوں میں اپنے ملک پامال شدہ کی آبادی میں مشغول ہو اور جس وقت کسی کاروبار بادشاہی کے لیے طلب ہو تو حاضر ہو۔ رخصت کے وقت پھر سیوا جی کو خلعت واسپ وجیغہ وشمشیر وفیل دیا گیا اور ہتھیار باندھنے کی تکلیف دی۔ اس کے بیٹے کو پنج ہزاری منصب کی تسلیمات کے لیے حکم دیا گیا۔ کرنیل ڈف نے قلعہ پورندھر کے محاصرہ کی نسبت جو لکھا ہے وہ ہم نے اوپر لکھا ہے۔ اب باقی حالات جو اُسے واقعہ کے لکھے ہیں ہم اُس لکھتے ہیں۔

## مؤرخ کرنیل ڈف کے مطابق سیوا جی کے احوال:

جب جے سنگھ اورنگ آباد میں آیا ہے تو سیوا جی ساحل سے رائے گڑھ میں آیا اور اُس نے اول دفعہ اپنے تمام اراکین کو مشورہ کے لیے جمع کیا۔ نیتا جی پالکر جس کا فرض یہ تھا کہ وہ دشمنوں کی حرکات کو دیکھتا رہتا وہ اپنے سواروں کے ساتھ دور چلا گیا۔ سیوا جی نے گو اُس کو معزول کرنا مصلحت ملکی کے خلاف جانا مگر اس کی اس خطا کو کبھی معاف نہیں کیا۔ منو جی سے کیپ رونقل کرتا ہے کہ (نیتا جی کو رشوت دی گئی تھی یہ امر نہ مرہٹوں کی نہ مسلمانوں کی تاریخ میں لکھا ہے) دشمن کی سپاہ جو تعاقب میں آئی اُس کے دفع کرنے میں کارتو جی نے چستی وچالاکی دکھائی مگر کسی خاص فتح یابی میں نہیں اُس نے دشمن کی سپاہ کو کئی دفعہ دانش مندی سے ہزیمت دی۔

راجہ جے سنگھ کی بڑی ناموری نے اور اس کی سپاہ کی شوکت وقوت نے اور اس کے ہمراہیوں کی جرأت نے سیوا جی کے دل میں ہیبت پیدا کی۔ دیبی بھوانی نے بھی اُس کو ڈرایا کہ وہ اس راجپوت راجہ سے لڑنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اس وہم نے بھی اُس کو ستایا۔ گو ان باتوں سے اس کا دل بالکل نہیں بیٹھ گیا۔

## سیوا جی کا راجہ جے سنگھ سے تعلق استوار کرنا:

ابتداء سے سیوا جی راجہ جے سنگھ کے پاس اپنے پیغام سلام بھیجتا اور راجہ اس کی اطمینان خاطر کرتا تھا مگر وہ اپنے دشمن کی خصائل سے خوب واقف تھا اس لیے وہ اپنی لشکر کی تیاری میں تساہل نہیں

کرتا تھا۔ سیواجی نے اپنی پہلی تدابیر پر عود کیا کہ شاہی اطاعت وخدمت کیجئے اور جو ملک حاصل کیا ہے اس میں سے کچھ لے لیجئے۔ اس خیال سے اُس نے رگھوناتھ پنت اور نیائے شاستری کو جے سنگھ کے پاس بھیجا جس نے اُن کی باتوں کو سنا اور جواب دیا اور سیواجی کی عرضوں کو مان لیا۔ مگر اس کو سیواجی کا اعتبار جب تک نہ ہوا کہ رگھوناتھ پنت نے راجہ کو یہ یقین دلا دیا کہ اس معاملہ میں سیواجی کا کوئی فریب نہیں ہے۔ جے سنگھ نے کہا کہ سیواجی راجپوت کی بات کو پتھر کی لکیر سمجھ کر اپنا اطمینان خاطر رکھے کہ بادشاہ فقط اس کی تقصیر ہی نہیں معاف کرے گا بلکہ اس پر عنایات کرے گا۔ جب مصالحت کی یہ گفتگو ہو رہی تھی تو سیواجی رائے گڑھ سے پرتاب گڑھ کو گیا اور یہاں سے جولی لیکن یہ معلوم نہیں کہ کیوں گیا۔ مگر ظاہر اس طرح جانے میں اپنی راہ کو پانی سپاہ سے چھپایا۔ جولائی 1665ء میں تھوڑے آدمیوں کے ساتھ پہاڑ سے اُترا اور سیدھا راجہ کی لشکر گاہ میں چلا گیا اور وہاں اپنے تئیں سیواجی راجہ ظاہر کیا۔ راجہ نے اپنا آدمی اس کے لانے کے لیے بھیجا۔ جب وہ نزدیک آیا تو اس کے استقبال کے لیے خیمہ سے باہر آیا اور اندر لے جا کر اس کو گلے لگایا اور پاس بٹھایا۔ رگھوناتھ پنت سے جو باتیں کہلا بھجوائی تھیں اُن پر اس کو اطمینان خاطر دلایا۔ سیواجی نے کچھ عجز وانکسار کی باتیں بنائیں۔ راجہ نے اُس کو اپنے قریب کے خیموں میں اُترنے کے لیے رخصت کیا۔

## سیواجی کا دلیر خاں کو قلعے کی چابیاں سپرد کرنا:

دوسرے روز سیواجی دلیر خاں سے ملنے گیا جو پورندھر کے محاصرہ میں لگ رہا تھا۔ اور مصلحت میں وہ راز دار نہ تھا اس لیے وہ خفا ہو رہا تھا اُس نے دھمکایا کہ جب تک میں پورندھر کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا کہ اُس کے ایک ایک آدمی کو نہ مارلوں گا مگر یہ خالی دھمکی ہی دھمکی تھی۔ سیواجی نے خود قلعہ کی کنجیاں اُس کے حوالے کیں اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہیں۔ میں تقصیر کی معافی چاہتا ہوں۔ تجربے نے مجھے بتلا دیا کہ ایسی سپاہ سے لڑنا بے وقوفی ہے کہ جس کے سپاہیوں سے اورنگ زیب کو فخر ہو۔ مجھے امید ہے کہ میں بادشاہی ملازموں میں داخل ہوں گا۔

## لڑائی کے ختم کرنے کے لیے شرائطِ صلح:

جب سیواجی لشکر شاہی میں آیا تو لڑائی موقوف ہوئی اور کئی دفعہ صلاح ومشورہ ہو کر ان شرائط پر صلح ہوگئی بشرطیکہ بادشاہ ان کو منظور کرے۔ جے سنگھ اس کا ضامن تھا جس کے بغیر سیواجی اپنے تئیں لشکر شاہی میں اپنی سلامتی نہیں جانتا تھا۔ اول دفعہ یہ تھی کہ سیواجی نے جو قلعے یا ملک بادشاہی



تسخیر کیے تھے ان کو وہ چھوڑتا ہے 32 قلعے جو ملک نظام شاہی میں اُس نے فتح کیے تھے یا خود بنائے تھے ان میں سے بیس جے سنگھ کو حوالہ کیے جن میں پورندھر اور سنگھڑھ بھی تھا اور جو ملک ان قلعوں سے متعلق تھے وہ بھی حوالہ کیے اور بارہ قلعے جو اُس نے اپنے پاس رکھے ان کے نام یہ ہیں: (1) راج گڑھ (2) تورنا (3) رائے ری (رائے گڑھ) (4) کنگاہ (5) مہر گڑھ (6) بالا گڑھ (7) گوسالہ (8) ایس واری (9) بالی (10) بھورپ (11) کنواری (12) اودے دروگ۔ ان سب قلعوں کے ملک کی جمع سالانہ ایک لاکھ ہُن تھی اور باقی اور ملک جو اس کی جاگیر میں بادشاہ کی طرف سے دیا گیا اس کے پاس تھا۔ دوم دفعہ اس کے آٹھ برس کے بیٹے سنبھاجی کو منصب پنج ہزاری ملا۔ شرائط صلح میں ایک بڑی بات جو سیواجی نے چاہی وہ یہ تھی کہ بیجاپور کے ممالک مقبوضہ سے کچھ خراج وصول کرے غالباً اس کی یہ درخواست اس سبب سے تھی کہ وہ ملک نظام شاہی میں وراثت کا ادعا کرتا تھا اور بادشاہ کو جو کچھ ملک اُس نے دیا تھا اُس کا معاوضہ چاہتا تھا۔ گھاٹ پر بعض اضلاع تھے ان کی مالگذاری پر چوتھ یعنی چوتھائی حصہ اور سردیس یعنی دسواں حصہ وہ خود حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس کا اس کو ایسا شوق تھا کہ اس کے مل جانے پر وہ راضی تھا کہ تین لاکھ روپیہ سالانہ قسط کے حساب سے چالیس لاکھ روپیہ بطور پیشکش کے ادا کرے مگر عالمگیر نے یہ شرط منظور نہیں کی۔ باقی شرائط صلح کی منظوری کا فرمان بھیج دیا۔

## عالمگیر نامہ کے مطابق مقبوضہ قلعوں کی تفصیل:

عالمگیر نامہ میں مقبوضہ 23 قلعوں کے نام یہ لکھے ہیں (1) پورندہر (2) رومال (رودرمحل) (3) گندانہ (4) کھنڈاکلہ (5) لوہ گڑھ (6) ایسا گڑھ (7) تنکی (8) تکونہ (9) روہیڑہ (10) ناروردگ (11) مامولی (12) بھنداردک (13) پکس کھول (14) روپ گڑھ (15) بکت گڑھ (16) مورنجن (17) مانک گڑھ (18) سروپ گڑھ (19) ساکر گڑھ (20) روک گڑھ (21) انکولہ (22) سون گڑھ (23) مان گڑھ۔ 19/ ذی الحجہ کو قلعہ پورندھر کی فتح ہونے کی اور سیواجی کے آنے کی کیفیت مہاراجہ جے سنگھ کی عرضداشت سے بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اُس نے شادیانے بجوائے اور راجہ کو خلعت خاص وشمشیر خاصہ وجاہ منصب سے سرفراز کیا اور امراء کو جو اس مہم میں شریک تھے نہال کر دیا۔

## راجہ جے سنگھ کا لشکر کے ساتھ مہم سیوا سے فراغت کے بعد ملک بیجاپور کی تخریب اور عادل شاہ کی تنبیہ کے لیے جانا:

شاہجہاں کی علالت کے وقت اورنگ زیب علی عادل شاہ کے درمیان جو معاملہ ہوا تھا وہ یاد ہوگا کہ علی عادل شاہ نے ایک کروڑ روپیہ پیشکش ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب اورنگ زیب دکن سے چلا آیا اور دارا شکوہ و شجاع کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف ہوا تو والی بیجاپور نے پیش کش کے بھیجنے میں بہانہ خیزی اور تاخیر کی اور ایک مدت لیت ولعل و لطائف الحیل و معذرتوں میں گزاری۔ جب فرمان شاہی ادائے پیشکش کی تاکید میں جاتا تو بے جا بہانے اور ناروا عذر بناتا۔ باوجودیکہ حکام ماضیہ کے اندوختے جمع تھے لیکن وہ اپنی ناداری بتاتا اور شرمساری دکھاتا۔ باوجود ان تقصیرات کے جب سیواجی نے اس پر غلبہ واستیلا پایا اور اُس نے بعض قلعوں کو تنگ کیا جو اس کے قریب الجوار تھے اور قریب تھا کہ وہ عظیم الشان قلعہ پنالہ کو فتح کر لیتا تو متواتر عادل خاں نے عرائض بھیجیں کہ سیواجی کا کسی طرح تسلط رفع ہوا۔ اور میں اب پہلی اور حال کی پیش کش بھیجتا ہوں۔ بادشاہ نے سیواجی کو فرمان بھیجا جس میں بہت کچھ اس کو دھمکایا اور افواج دکن کو لکھ بھیجا کہ سیواجی کی تنبیہ و تادیب میں مصروف ہو۔ سیواجی افواج شاہی کی مدافعت میں اور اپنے قلعوں اور ولایت کی محنت میں مصروف ہوا۔ عادل خاں اس کے شر سے محفوظ ہوگیا۔ لشکر شاہی کے سرداروں کی سوء تدابیر سے اور کچھ دیگر موجبات و اسباب سے اس مہم میں امتداد ہوا۔ اور کچھ پیچیدگیاں اُس میں پڑ گئیں۔ جب سیواجی اور زیادہ نڈر ہوگیا تو بادشاہ نے عادل خاں کو فرمان لکھا کہ وہ اپنی فوج سیواجی کے دفعہ کرنے کے لیے تعین کر کے ایک طرف سے لشکر شاہی کے استیصال و دفع میں کوشش کرے اور دوسری طرف سے لشکر بیجاپور اس کا قلع وقمع کرے۔ عادل خاں نے بادشاہ کے حکم سے سیواجی کی حدود میں کچھ لشکر تعین کیا جس سے ظاہر میں یہ معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ سمجھتا تھا کہ سیواجی کے فساد کا مٹنا بالکل میری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا۔ وہ یہی بہتر جانتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بیجاپور کے درمیان سیواجی حائل رہے اس لیے اُس نے اپنی مصلحت کار کے لیے اُس کے ساتھ یک دلی و موافقت کے نامہ و پیام و عہود و مواثیق شروع کیے اور اس کے ساتھ متفق و ہمداستان ہوا، اس کی امداد میں کوشش کی اور اقطاعات حوالے کیے، نقود اور مایحتاج بھیجے اور قطب الملک والی گولکنڈہ کو اس کی مدد و کمک کے لیے آمادہ کیا کہ اس کو روپیہ بھیجے اور باوجود ان حرکات کے



بادشاہ کو بھی عرائض بھیجتا اور اپنے صدق عقیدت و رسوخ ارادت ظاہر کرتا۔ بادشاہ کو جب یہ سارا حال معلوم ہوا تو اُس نے راجہ جے سنگھ کو حکم بھیج دیا کہ اب سیواجی کی مہم سے تم کو فراغت ہوئی۔ سیواجی سے جو تم کو قلعے اور ولایتیں ہاتھ آئیں ہیں ان کا بندوبست کر کے بیجاپور کی ولایت کی تاخت و تاراج کرو اور بیجاپور کے نیچے جا کر اُس کا محاصرہ کرو اور جو کچھ اس کے ملک سے ہاتھ آئے اس لے لو کہ عادل خاں غفلت سے بیدار ہو۔

## بادشاہ کا اڑتالیسویں سال جلوس کا وزن شمسی اور دیگر احوال:

جب بادشاہ نے راجہ جے سنگھ کے پاس یہ فرمان بھیجا تو بادشاہ کو جشن وزن شمسی چہل و ہشتاد سال کے دن معلوم ہوا کہ عادل خاں اپنے سابقہ جرائم و تقصیرات کو دیکھ کر خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور لشکر کے متعین ہونے سے اس کے دل میں خوف پیدا ہوا تو ملا احمد ناتیہ کو اپنے اصلاح کار و مراسم ندامت و اعتذار و تجدید مراتب قول و قرار کے لیے راجہ جے سنگھ کے پاس بھیجا۔ یہ ملا عربستان کے شرفاء نو آمد سے تھا۔ وہ فضیلت و استعداد کے کمال سے آراستہ تھا۔ بحسب ظاہر تو سفارت کے لیے عادل شاہ کے پاس سے آیا تھا اور اصل میں اس کا ارادہ بادشاہ کے پاس جانے کا تھا اور اس کی نوازش و فضل و کرم کا امیدوار تھا۔ راجہ جے سنگھ نے جب بادشاہ کو اُس کے آنے کا اور اُس کے ارادہ کا حال لکھا تو بادشاہ سے اُس کو منصب شش ہزاری شش ہزار سوار سے سرفراز کیا اور اپنے پاس بلایا اور راجہ کو خفیہ کہلا بھیجا کہ جب وہ حضور میں آئے گا تو سعد اللہ خاں کا خطاب پائے گا اور فراخور استعداد عمدہ خدمت پر سرفراز ہوگا لیکن وہ بادشاہ کے پاس نہیں پہنچنے پایا تھا کہ احمد نگر کی راہ ہی میں سفر آخرت پیش آیا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹے اسد اللہ کو بلایا اور جب وہ آیا تو منصب ہزاری و پانصدی و خطاب اکرام خاں سے سرفراز کیا۔

## تبت میں باشاہ کا خطبہ پڑھا جانا اور مسجد کی تعمیر:

مرزبان تبت ولدن بنجل سرکشوں کے گروہ میں تھا اور کشمیر کے صوبہ دار سے رجوع نہیں کرتا تھا اور بادشاہ کا سکہ و خطبہ جاری نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ نے سیف خاں حاکم کشمیر کو حکم صادر کیا کہ کسی معتمد فہمیدہ کار کی معرفت اس کے پاس پیغام نصیحت آمیز بھیجے کہ وہ راہ ضلالت سے بازگشت کرے اور اطاعت قبول کرے اور خطبہ و سکہ شاہی جاری کرے اور مسجد اسلام بنائے اور کفر سے باز رہ کر راہ ہدایت پر آئے اور اس کو بادشاہ عنایت کا امیدوار کرے اگر وہ یہ باتیں نہ مانے تو اُس پر

چڑھائی کرے اور اُس کے ملک کو پامال کرے اور اسی مضمون کا وعدہ وعید زیر فرمان ولدن بگل مرزبان کے نام صادر کیا۔ سیف خاں نے حکم اور فرمان بھیجنے کے بعد محمد شفیع ملازم شاہی کو فرمان مذکور دے کر تبت روانہ کیا۔ مرزبان نے اس فرمان کو سن کر اول تو فاسد فکر کیے لیکن آخر کو اپنی بہبودکار بادشاہ اسلام کے حکم کی اطاعت میں جانی اور پہلے ہی جمعہ کو اہل شہر کو سواد تبت سے باہر جمع کیا۔
بادشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور خطیب کے سر پر سونے چاندی کے پھول نچھاور کیے اور خلعت فاخرہ دیا اور مسجد بنائی جس کا نقشہ اور دو ہزار اشرفیوں اور نو ہزار روپیہ کے تازہ سکہ عالمگیری کے نام کے اور اس ولایت کے تحفے حضور میں بھیجے۔ عرضداشت مع نذر فرمان کے جواب میں کمال رسوخیت وعبودیت ظاہر کر کے محمد شفیع کے ہاتھ روانہ کی اور محمد شفیع اور اس کے ہمراہیوں کی خدمت گاری شائستہ کی۔

## تبت کا بیان:

سرزمین تبت میں اکثر ویرانہ اور لاحاصل دشت وصحرا ہیں کہ کشت وکار کے قابل نہیں۔ اور ان سے محصول کچھ نہیں حاصل ہوتا لیکن طول میں سوائے بیجاپور کے کوئی صوبہ اس کو نہیں پہنچتا۔ چار پانچ مہینے کی راہ ہے اور عرض اس کا بعض جگہ ایک ماہ اور بعض جگہ ڈیڑھ مہینے کی راہ ہے اور ہندوستان میں اس کی وسعت کے برابر کوئی صوبہ نہیں ہے۔ لیکن محصول اس کا اس قدر کم ہے کہ اور صوبوں کے ایک بڑے پرگنے سیر حاصل کے برابر ہے اور کوئی مکان بے فائدہ اس کے برابر نہ ہوگا۔ اس لیے کسی بادشاہ نے وہاں خطبہ وسکہ جاری کرنے کا حکم نہیں کیا۔ ان دنوں میں حکم کے بموجب شہزادہ محمد معظم دکن سے آیا اور اپنا نونہال معزالدین ہمراہ لایا۔ اسی سال میں شاہجہاں کا بھی انتقال ہوا جس کا تفصیلی بیان ظفر نامہ میں تفصیلی کیا گیا ہے۔

## ولایت رخنگ کے قلعہ چاٹگام کی فتح:

ولایت رخنگ جو عبارت ولایت اراکان سے ہے بنگالہ کی سرحد سے متصل ہے وہاں ایک قوم مگھ رہتی ہے۔ وہ فرصت وموقع دیکھ کر نوارہ اور توپ خانہ اور جمعیت کو ساتھ لے کر سرحد بنگالہ پر آتے جو مواضع اُن کی راہ پڑتے اُن کے رہنے والوں اور رعایا کو ستاتے۔ اگرچہ ان ندی اور دریاؤں کے کنارہ پر جن میں ان کی آمدورفت ہوتی تھی حفاظت کے واسطے قلعے اور تھانے بنا دیے گئے تھے اور کام کے آدمی وہاں مقرر کر دیے تھے۔ اور ہمیشہ دریاؤں پر نوارہ بادشاہی سیر کرتا تھا اور



ان کی دستبردی کی خبر رکھتا تھا مگر ان کو رُوئے آب پر حرب و پیکار میں کثرت مزاولت سے بڑا ملکہ ومہارت ہے اور ان کی جنگی کشتیاں سامان توپ خانہ ومتانت واستحکام کے اعتبار سے نوارہ بنگالہ پر برتری رکھتی ہیں۔ اُن کی راہ جسارت بالکل مسدود نہ ہوئی تھی اور جب ان کو قابو ملتا تھا سواحل کی رعایا اور بنے والوں پر وہ دست درازی کرتے اور اس کا مال واسباب لوٹ لیتے اور ہندو مسلمان زن ومرد کو قید کر کے لے جاتے اور بعض اوقات ولایت شاہی میں آ کر بڑی خرابی مچاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ جہانگیر نگر میں بڑی لوٹ مار کر کے بہت سے آدمیوں کو قید کر کے لے گئے تھے۔ جب عالمگیر کو معلوم ہوا کہ ان کا نوارہ سرحد بنگالہ پر آ گیا ہے تو اُس نے صوبہ بنگالہ کے سپہ دار شائستہ خاں کو حکم بھیجا کہ وہ ایسے نئے قلعے بنائے اور تھانہ بٹھائے کہ ولایت بادشاہی میں قوم مگھ کے آنے کی راہ بالکل مسدود ہو جائے۔ اور بعد اس کے ولایت رخنگ میں قلعہ چاٹگام کو فتح کرے کیونکہ وہ ملک رخنگ کی فتح کی کنجی ہے۔ اُس پر تصرف کرنے سے ولایت بنگالہ پر ان کی دست اندازی بند ہو جائے گی۔ سپہ دار بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لیے مستعد ہوا۔ تھانہ سنگرام گڑھ وبھلوہ وچکد یہہ سے پرے دریائے شور کے متصل تھانہ نواکھالی تھا۔ وہاں سے چاٹگام قریب تھا۔ ملک بادشاہی میں مگھ کا نوارہ اُس کے قریب ہو آتا تھا۔ اور وہاں سے اس نوارہ کی کیفیت وکمیت ساری نظر آتی تھی۔ ابراہیم خاں کی صوبہ داری کے عہد میں لشکر شاہی کی جماعت محافظت کرتی تھی اس لیے امیر الامراء نے اس تھانہ کے استحکام کو مقدم جانا۔ اوائل سفر میں اپنے نوکر سعید افغان کو پانسو 500 تیر انداز وتفنگچی پیادوں کے ساتھ اس کی حراست کے لیے بھیج دیا۔ تھانہ سنگرام گڑھ جس کو اب عالمگیر نگر کہتے ہیں اور وہاں دریا جدا ہوتے ہیں اور وہ مگھ کا گزرگاہ ہے وہاں محمد شریف فوجدار بندر ہگلی کو پانسو برق انداز تیراندازوں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ تھانہ دار مقرر کیا۔ اور چھوٹی بڑی بیس توپیں بھیج دیں اور محمد بیگ اباکش وابوالحسن کو نوارہ دیا کہ وہ باری باری سے سری پور میں دریا میں پھرا کریں۔ سری پور سے عالمگیر نگر تک 21 کروہ کا فاصلہ ہے، اس پر آل بنائی کہ برسات کے موسم میں آمدورفت ہو سکے اور کمک اور آذوقہ کی راہ نہ بند ہو۔

## سوندیپ کی فتح کا احوال:

سوندیپ کا زمیندار دلاور تھا وہ بظاہر تو بادشاہ کی اطاعت کرتا تھا لیکن دَر پردہ اپنی مصلحت کار کے لیے قوم مگھ سے اتفاق رکھتا تھا۔ اس کو ابوالحسن نے لکھا کہ وہ رُوئے آب پر نوارہ کی سیر میں

متفق ہو جائے۔ اُس نے وعدہ کیا کہ میں نواکھالی میں عنقریب مل جاؤں گا۔ جب اُس نے وعدہ پورا نہیں کیا تو وہ خود سوندیپ کا عازم ہوا۔ جب وہ اس سرزمین میں آیا تو دلاور جنگ سے پیش آیا۔ ابوالحسن نے اس کو مغلوب کیا تو وہ اس جزیرہ کے قلعہ میں محصور ہوا۔ لشکر شاہی نے قلعہ کو جبراً وقہراً لے لیا تو وہ جنگل میں جا کر چھپا اور اپنے متفرق آدمیوں کو جمع کر کے سات آٹھ ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ ابوالحسن سے لڑا۔ دو زخم کھا کر جنگل میں بھاگا۔ بہت آدمی اس کے اور تھوڑے آدمی شاہی ضائع ہوئے۔ اس اثناء میں خبر آئی کہ رخنگ کا نوارہ آیا ہے۔ ابوالحسن پاس اتنے آدمی نہ تھے کہ وہ اس نوارہ سے لڑنے کو جاتا اور جزیرہ کی حفاظت کے لیے بھی کچھ آدمی چھوڑ جاتا۔ اس لیے وہ اپنے سب آدمیوں اور نوارہ کو لے کر لڑنے کے لیے آیا۔ رخنگ کی سپاہ نے جنگ میں مصلحت نہ دیکھی وہ اپنے نوارہ کو ایک طرف لے گئے۔ ابوالحسن بھی اپنی مصلحت دیکھ کر نواکھالی میں آ گیا۔
جب امیر الامراء کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ابنِ حسین داروغہ نوارہ اور امراء منصب داروں کو ایک ہزار پانسو آدمی توپ خانہ کے اور چار سو سوار اپنے تابینوں کے ابوالحسن کی کمک کے لیے بھیجے۔ اواسط جمادی الآخرہ میں ابوالحسن نے جا کر جزیرہ سوندیپ کو فتح کر لیا اور دریا کے کنارہ پر جو نئے قلعے مخالفوں نے بنائے تھے اُن پر قبضہ کر لیا۔ دلاور کے بہت آدمی مارے گئے اس کا بیٹا شریف زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ دلاور جنگل میں ایک اپنی پناہ گاہ میں چلا گیا۔ اس کے آدمی جو لومڑیوں کی طرح جنگل میں چھپے تھے۔ بادشاہی لشکر نے ان کا شکار کیا اور دلاور کو مع اہل وعیال دستگیر کیا اور بانوے آدمی اس کے مرد و زن منور زمیندار کے ساتھ امیر الامراء کے پاس بھیج دیے۔ جزیرہ کی حراست عبدالکریم برادر رشید خاں کے سپرد کی۔ دو سو سوار اور ایک ہزار پیادے بندوقچی مقرر کر دیے۔

## چاٹگام کی فتح میں فرنگیوں کا کردار:

چاٹ گام کی فتح کے لیے ان فرنگیوں کی استمالت مقدمات ضروری میں تھی جو وہاں سکونت اور زمیندار رخنگ سے موافقت رکھتے تھے اُن کو خطوط وعدوں کے لکھے گئے اور اُن فرنگیوں کو دیے جو ولایت بنگالہ میں رہتے تھے کہ وہ اپنی تحریروں کے ساتھ چاٹگام کے فرنگیوں کے پاس بھیج دیں۔ اتفاقاً ان نوشتوں میں سے چند کرام کبری کے ہاتھ پڑ گئے جس کو زمیندار رخنگ نے سوندیپ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ اُس نے ان نوشتوں کو زمیندار رخنگ کے پاس بھیج دیا۔ اس لیے وہ فرنگیوں سے بے اعتماد ہو گیا۔ اس نے کرام کبریٰ کو لکھا کہ اس فریق کو مع متعلقوں کے چاٹ گام سے رخنگ کو بھیج



دے۔ فرنگیوں کو جب اس کی اطلاع ہوگئی تو وہ اہل رخنگ سے مخالفت ومحاربہ پر تیار ہوئے اور ان کی کشتیوں کو جلا کر مع اپنے کُل اتباع اور کشتیوں کے ولایت بنگالہ میں بادشاہی ملازمت کے لیے آئے۔ 21/ جمادی الآخرہ کو پچاس جلبیہ فرنگی کہ توپ وتفنگ اور تمام آلات جنگ سے پُر تھے اور چاٹگام کے فرنگیوں کا کل گروہ تھانہ نواکھالی میں داخل ہوا۔

## امیر الامراء کے بیٹے بزرگ امید خاں کی اس مہم کے لیے نامزدگی:

فرہاد خاں تھانہ دار بہلوہ نے اُن کے چند سردار امیر الامراء کے پاس بھجوائے باقی کو اپنے پاس رکھا۔ امیر الامراء نے ان کی بڑی خاطر داری کی اور اس کو چاٹگام کی فتح کے لیے تائید آسمانی سمجھا۔ امیر الامراء نے اپنے بیٹے بزرگ امید خاں کو دو ہزار سوار اپنے تابینوں اور چند امراء منصب داروں کو اس مہم کے لیے مقرر کیا اور 27/ ماہ مذکور کو رخصت کیا۔ فرنگیان چاٹ گام کا سرکردہ کپتان مور تھا، وہ بھی اس مہم میں شریک کیا گیا اور کمال پسر زمیندار سابق رخنگ جو آزردہ ہو کر بادشاہ کی اطاعت میں آیا تھا وہ بھی اپنے قوم کی سرگروہی کا امیدوار ہو کر اس مہم میں شریک ہوا۔ یہ سارے لشکر چلے۔ دشمن سے 22/ رجب کو چاٹگام کے قریب لڑائی ہوئی۔ دوسری جانب میں بھی کچھ فرنگی آ گئے تھے۔ بادشاہ کی طرف کپتان مور تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ خوب لڑائیاں ہوئیں۔ طرفین کے آدمی مارے گئے اور ولایتِ قلعہ چاٹگام بادشاہی سپاہ نے فتح کر لیا۔ حاکم چاٹگام جو زمیندار رخنگ کا چچازاد بھائی تھا مع بیٹے اور خویشوں اور تین سو پچاس آدمیوں کے گرفتار ہوا۔ اور ایک سو بتیس کشتیاں اور ایک ہزار چھبیس توپیں چھوٹی بڑی آہنی و برنجی اور ان کے موافق توپ خانہ کا اور مصالح مع تین ہاتھیوں کے سرکار شاہی میں ضبط ہوا۔ سنگرام نگر کا نام عالم نگر اور چاٹگام کا نام اسلام نگر رکھا گیا جس سرزمین میں اب تک آفتاب نورِ محمدی نہیں چمکا تھا اس میں اذان دی گئی۔ بزرگ امید خاں نے فتح قلعہ مع قیدیوں کے حضور شاہی میں بھیجا اور موردِ عنایت ہوا۔

## سال نہم جلوس کے حالات وواقعات 1076ھ

بادشاہ نے شروع جشن میں نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ پر تین لاکھ روپیہ کا اضافہ کیا اور دس ہزار اشرفی نقد مرحمت کیں۔ اشرفی کا بھاؤ سترہ روپیہ کا تھا اور شہزادہ محمد معظم خاں کو دو لاکھ روپیہ نقد دیے اور دو ہزار سوار کا اضافہ کیا۔ اور اس طرح اور بادشاہ زادوں و بیگموں کا اضافہ ہوا اور ان کو نقد روپیہ عنایت ہوا۔

### ولایت بیجاپور کی تاخت وتاراج اور دکنیوں سے لڑائیاں

ہم اس مہم کا حال آغاز سے انجام تک بہ تفصیل یکجا لکھتے ہیں:

جب راجہ جے سنگھ سیواجی کی مہم سے فارغ ہوا تو 22 جمادی الاولی سال گذشتہ کو مع کل افواج اور دلیر خاں و داؤد خاں و راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خاں و سیواجی قلعہ پورندھر سے مقصد کی طرف راہی ہوا۔ راجہ جے سنگھ کے پاس بارہ ہزار سوار تھے وہ قول میں رہے۔ سیواجی کے پاس پندرہ سو سوار اور سات ہزار پیادے تھے اور وہ قول کے دست چپ میں متعین ہوا اور دلیر خاں کو ہر اول سُپرد ہوا اور سات ہزار سوار اس کے ساتھ ہوئے۔ داؤد خاں کو برانغار حوالہ ہوا۔ چھ ہزار سوار اس کی ہمراہی کے لیے مقرر ہوئے۔ راجہ رائے سنگھ سیسودیہ کو جرانغار سپرد ہوا۔ چھ ہزار سوار سے زیادہ اس کو سُپرد ہوئے۔ قطب الدین خاں کو چنداول کی، کیرت سنگھ کو التمش کی اور فتح جنگ خاں کو طرح کی اور قباد خاں کو قراولی کی سرداری ملی۔ شہسوار خاں اور ترک تاز خاں کو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ لشکر کے دائیں بائیں طرف دور دور قراولی کرتے رہیں۔ دو منزل لشکر چلا تھا کہ بہلول خاں کا پوتا ابو محمد جو عادل خاں کے سرداروں میں تھا اپنے آقا سے جدا ہو گیا اور راجہ سے آملا اور شریک کار بلکہ ولایت بیجاپور کے فرمان روا اور باشندوں کے ملک و جان و مال کے استیصال کا رہنما بنا۔ بادشاہ کو جب اس کے آجانے کا حال معلوم ہوا تو اُس کو پنج ہزاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا۔ وہ لشکر کی جانب یمین میں طرح مقرر رہا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار قلمی اور 25 ہزار موجودی تھے۔ 7ر جمادی الآخر کو لشکر سے دس کوس پر قلعہ پلٹن (پھل تن) ولایت بیجاپور کی سرحد پر تھا۔ نیتا جی لشکر کے ساتھ اس کی فتح کے لیے بھیجا گیا۔ جب نیتا جی قلعہ کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور خود بھاگ گئے۔ راجہ نے مارو جی اور بہلا دجی کو



قلعہ کی حراست سپرد کی۔ 11ر کو دریائے نیرا پر لشکر پہنچا۔ یہاں سے قلعہ پلٹن قریب تھا۔ راجہ اس کی سیر کو گیا۔ حاجی خاں یہاں کا زمیندار اس کی خدمت میں آیا اور مورد عنایت ہوا۔ نیتا جی کو قلعہ منگل بیدھر (منگل ویرہ) کی فتح کے لیے بھیجا۔ وہ بیجاپور سے 16 کروہ جریما پر تھا۔ اور سیوائی نے راجہ کے اشارہ سے سپاہ کو قلعہ ناتھورن (ٹاٹ توڑا) کی فتح کے لیے بھیجا تھا۔ وہ پلٹن سے سات کروہ پر تھا آج اس کی خبر آئی کہ اہل حصار کی استمالت کر کے لشکر شاہی کے فرستادوں نے اُسے لے لیا۔ اب لشکر شاہی کوچ کوچ آگے متوجہ ہوا۔ ہر روز وہ اپنی صفیں لڑائی کے لیے آراستہ رکھتا۔ آئین وقواعد کے ساتھ سفر کرتا۔

### قلعہ کیاون اور قلعہ منگل بیدھ کی تسخیر:

چند منزلیں طے کی تھیں کہ خبر آئی قلعہ کیاون کو جو اُن حدود میں تھا لشکر شاہی کے خوف کے مارے اس کے آدمی خالی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ راجہ نے مسعود خاں کو سیواجی کے لشکر میں سے تین سو بندوقچیوں کو ساتھ کر کے قلعہ کی حراست حوالہ کی۔ 21ر کو لشکر کا مقام تھا کہ خبر آئی کہ جب نیتا جی قلعہ منگل بیدھ کے نیچے پہنچا تو اہل قلعہ نے اپنے تئیں لڑنے کی سکت نہ دیکھی۔ راجہ اودت سنگھ بھدور کو قلعہ کی حراست اور سرفراز خاں کو مضافات کی فوجداری حوالہ کی گئی۔ راجہ اس اُستوار حصار کو دیکھنے گیا۔ یہ قلعہ نرا پُرانا سنگ و اہک کا بنا ہوا ہے۔ ایک توپ آہنیں اور دس زنبورک اور تین سو بان اُس میں تھے۔ راجہ نے توپ انداز اور باندار مقرر کر کے بندوبست کیا اور غلہ ذخیرہ کے واسطے بھیجا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تعلقہ بیجاپور کا جو قلعہ نظر آتا تھا وہ سر سواری یا چند دنوں کے محاصرہ کے بعد فتح ہو جاتا تھا۔ قلعہ گیری میں سیواجی اور نیتا جی تجربہ کار کامل عیار شمار کیے جاتے تھے۔ 25ر کو اثناء سفر میں دشمنوں کا قراول دور سے نمودار ہوا۔ رات کو آ کر اُس نے لشکر شاہی پر چند بان مارے لشکر شاہی نے اس کی مدافعت میں کوشش کی۔ مخبروں نے خبر دی کہ پانچ کوس پر غنیم کا بڑا لشکر پڑا ہے تو راجہ نے مقام کیا اور دلیر خاں راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خاں و قباد خاں و کیرت سنگھ و فتح جنگ و ابو المحمد و سیواجی کو دشمن کی تنبیہ وتادیب کے لیے بھیجا تو غنیم اُس لشکر کی روانگی کی خبر سن کر چلتا بنا۔ افواج شاہی کو وہ لشکر نہ ملا اور اس کی جگہ خالی پائی۔ جب وہ اُس کے سراغ میں آگے چلا تو بارہ ہزار کے قریب لشکرِ غنیم سامنے آیا جس کے سردار شرزہ خاں مہدوی اور ابو المحمد نبیرہ راپسر بکتر و خواص خاں و جادوں رائے کلانی و انکوئی بھوسلہ تھے۔ دلیر خاں و راجہ رائے سنگھ و کیرت سنگھ ان پر لشکر لے کر

دوڑے۔ لشکرِ شاہی کے سامنے ان کے پاؤں نہ جمے۔ عرصۂ نبرد سے بھاگ گئے۔ اپنی عادت کے موافق قزاقی وحیلہ وری کی جستجو میں ہوئے۔ وہ متفرق ہو کر چار و فوجوں میں منقسم ہوئے ایک جوق میمنہ کی سمت میں اور ایک قشون میسرہ کی طرف ایک فریق قول کے پیچھے آیا ایک جماعت کی فوج قراول سے لڑائی ہوئی اور فوجوں میں بھی خوب زد و خورد ہوئی دشمن کو قرار نہ ہوا قرار لیا۔ اس لڑائی میں یاقوت حبشی جو غنیم کا عمدہ سردار تھا ہلاک ہوا۔ اور پندرہ اور نامی آدمی مارے گئے اور علم و چتر واسپ و ہتھیار بہت قتل ہونے والوں سے لشکر شاہی کے ہاتھ آئے۔ دلیر خاں اور اور بہادروں نے بھی دشمنوں پر حملہ کیا اور ان کو مارا۔ دلیر خاں بڑی بہادری سے لڑا اور اُس نے دشمنوں کو متفرق اور پراگندہ کر دیا۔ لڑتے لڑتے شام ہو گئی۔ لشکرِ شاہی نے چھ کروہ مسافت طے کی تھی اس لیے تعاقب میں مصلحت نہ جانی۔ سپاہ اپنی لشکر گاہ میں آئی۔ جب دکھنیوں کو لشکر کی معاودت کی خبر ہوئی تو وہ فرار کو چھوڑ کر لشکر شاہی کے دو طرف نمودار ہوئے اور شوخی کر کے لشکر شاہی پر بان مارنے شروع کیے۔ جب لشکر شاہی ان پر حملہ کرتا تو وہ ہوا ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد آ کر شوخی کرنے لگے۔ سیواجی فوج کے ساتھ نیتاجی چنداول میں آتا تھا کہ غنیم نے اُس پر حملہ کیا اور ایک جمع کثیر نے اس پر ہجوم کیا۔ نیتاجی ان کی مدافعت میں مشغول ہوا۔

## کیرت سنگھ اور فتح جنگ نامی دو بہادروں کے کارہائے نمایاں:

کیرت سنگھ و فتح جنگ خاں نے مدد کر کے تردداتِ شائستہ کیے اور مخالفوں کو بھگا دیا جادو رائے کلیانی بندوق کی گولی سے مارا گیا۔ پھر غنیم نے راجہ رائے سنگھ پر حملہ کیا۔ قطب الدین خاں و کیرت سنگھ نے اس کی کمک کی اور دشمنوں کو منہ پھیر دیا۔ اس تاریخ میں اُدیت سنگھ قلعہ دار منگل بیدہ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ فتح سے پہلے غنیم کی تین فوجیں نے جو قریب چھ ہزار کے تھیں وہ قصبہ منگل بیدہ پر حملہ آور ہوئیں اور دروازہ قلعہ کے سامنے صف بستہ کھڑی ہوئیں۔ راجہ جے سنگھ نے سرافراز خاں فوجدار کو احتیاط اور پیش بینی سے نصیحت کر دی تھی کہ اگر غنیم کا بڑا لشکر سامنے آئے تو اُس کی مدافعت کے لیے پیکار نہ کرنا اور قلعہ میں چلے آنا مگر اس نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا۔ دشمن سے لڑا۔ اپنی اور اپنے چند ہمراہیوں کی جان کھوئی اور آدمیوں اور ہاتھیوں کو زخمی کرایا۔ اس واقعہ سے اس کے بیٹے اور باقی سپاہ اور ہاتھی صلاح اندیشی سے قلعہ میں چلے آئے۔ حصار کے دروازہ تک دشمن آئے۔ برج و بارہ سے تیر و تفنگ ان پر مارے۔ آخرکار وہ قلعے کے نیچے سے بھاگ گئے۔ راجہ نے ایک مقام



کر کے 29ر کو مارچ کیا۔ ماہِ رجب کو خبرداروں نے خبر دی کہ غنیم کی ایک فوج نمودار ہوئی ہے۔ راجہ نے مقصود علی بیگ دانشمندی کو برسم قراولی خبر کی تشخیص کے لیے بھیجا۔ اُس نے واپس آ کر خبر دی کہ دشمن بہت تیز چلا آ رہا ہے۔ راجہ نے قباد خاں و آتش خاں داروغہ توپ خانہ کو بنگاہ کی محافظت کے لیے بھیجا۔ راجہ رائے سنگھ اور قطب الدین خاں کو مقرر کیا کہ اپنی سپاہ کو لے کر لشکر گاہ سے باہر کھڑے ہوں اور خبرداری کریں۔ اور راجہ خود سپاہ لے کر دشمن سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ آدھ کوس گیا ہو گا کہ تمیم ابوالحمد پسر بہتر و شرزہ مہدوی و نبیرہ بہلول و خواص خاں لشکرِ عظیم کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ ایک فوج اُن کے اور پیچھے ہے جب وہ نزدیک آئے تو اپنی رسم و آئین کے موافق ایک جوق یمین کو اور دوسرا فریق یسار کو متفرق ہوا۔ طرفین سے بان و تفنگ کی جنگ شروع ہوئی۔ راجہ نے سب طرف سرداروں کو لڑنے کے لیے بھیجا۔ دشمن اپنی عادت معہود کے موافق رُوگرداں ہوئے اور جب کارزار کے پیش رو اُن کے تعاقب میں پہنچے تو راہ گریز اُن پر تنگ ہوئے۔ بحکم ضرورت انھوں نے باگ موڑی اور شمشیر کی جنگ شروع کی سو آدمی اُن کے مارے گئے اور بہت سے مجروح ہوئے۔ راجہ کے راجپوت بھی زخمی و قتل ہوئے۔ آخرکار دکنی فرار ہوئے لشکر شاہی نے تین کروہ تک ان کا تعاقب کیا۔ داؤد خاں کے مقابل میں جو فوج غنیم آئی اُس پر وہ غالب ہوا۔ راجہ سجان سنگھ کہ ہراول تھا اُس نے تردداتِ نمایاں کیے۔ دلیر خاں نے دست چپ کی فوج پر حملہ کیا تھا۔ جب وہ مخالفوں کے قریب پہنچا تو قریب تھا کہ تفنگ و تیر کی کارزار سے نیزہ و شمشیر کی پیکار شروع ہو کہ غنیم عرصۂ مقابلہ سے بھاگ گیا۔ دوم رجب کو بیجاپور سے پانچ کوس پر لشکر کی شاہی منزل ہوئی اور سات روز یہاں قیام ہوا۔

## قلعہ بیجاپور کی فتح کے لیے عادل خاں کی جنگی تدابیر:

عادل خاں نے بیجاپور کے قلعہ میں جو متانت و اصانت و وسعت و حصانت میں شہرۂ روزگار ہے بہت سے محافظ مقرر کیے اور اُن کو آلات و ادوات قلعہ داری سے استحکام تام دیا۔ سوا مقرری آدمیوں اور سابق محافظوں کے تیس ہزار کرناٹکی فراہم کر کے قلعہ میں داخل کیے اور نورس پور کے تالاب کو خالی کیا۔ قلعہ کے گرد سب کنوؤں و باولیوں کو زقوم و خاک سے بھر دیا۔ غرض لشکر شاہی نے جو اس کی تخریب کرنی چاہی تھی وہ خود اُس نے کی۔ حکام بیجاپور کی رسم و آئین کے موافق وہ خود تو حصن حصین میں ہو بیٹھا اور اپنے سب سرداروں اور افواج کو باہر بھیج کر لشکر شاہی کی مدافعت و

مقاومت کے لیے مامور کیا۔ عادل خاں کے اشارہ سے شرزہ مہدوی وسیدی مسعود وعزیز اور چنداور اس کے لشکر کے سردار ولایت بادشاہی میں آئے اور شورش وفساد انھوں نے مچایا کہ اگر لشکر شاہی کا ارادہ قلعہ کے محاصرہ و تسخیر کا ہو تو اس خبر سے وہ متزلزل ہو کر محاصرہ سے ہاتھ اُٹھائے اور قلعہ کے نیچے سے چلا جائے اور عادل خاں کا لشکر قلعہ کے نواحی میں تھا منزل مذکور میں راجہ نے کچھ مغلوں کو دست راست میں اور کچھ کو لشکر کے آگے مقرر کیا تھا اور دکنیوں کی ایک جماعت کو دست چپ میں اور ایک زمرہ عقب میں خبرداری اور کہی کے اہتمام کے لیے مقرر کیا تھا۔ باری باری سے یہ جماعتیں اہل کہی کی خبرداری کے لیے جاتی تھیں۔ ایک دن جادو رائے اور دکنی آئین معہود کے موافق دست چپ کو جاتے تھے کہ انھوں نے خبر کھینچی کہ غنیم کا غول نمایاں ہوا۔ راجہ کے اشارہ سے قطب الدین خاں رائے سنگھ اس طرف دوڑے۔ دو کوس چل کر قراول غنیم سے آمنا سامنا ہوا۔ طرفین نے چند بان مارے۔ شام تک فریقین ایک دوسرے کے برابر کھڑے رہے۔ جب رات ہوئی تو لشکر شاہی نے معاودت کی اس کے پھرتے ہی مخالفوں نے جسارت وخیرگی کی۔ جوق در جوق لشکرِ شاہی کی طرف آئے۔ لشکر شاہی نے ان کی مدافعت کے لیے باگ موڑی۔ اوّل ایک جماعت بابا بھوسلہ اور شرزہ راؤ اور دکنیوں کی جو راجہ رائے سنگھ کے دائیں طرف تھی مقابلہ میں آئی۔ راجہ مذکور نے دلیری اور دلاوری سے دشمنوں پر حملہ کیا اور ہٹا دیا۔ ایک گروہ نے قطب الدین خاں کی فوج کی طرف رُخ کیا۔ راجہ جے سنگھ نے اُس کی کمک کے لیے دلیر خاں وداؤد خاں وکیرت کو روانہ کیا اور خود فوج تول کے ساتھ آمادۂ کارو مستعد پیکار دائرہ گاہ سے باہر کھڑا خبر کا انتظار کر رہا تھا۔ نامبردہ ہائے مذکور قطب الدین وغیرہ سے راہ ہی میں ملے وہ دشمن کو ہزیمت دے کر اپنے لشکر کو واپس آتا تھا چونکہ قلعہ بیجاپور کا محاصرہ لشکر شاہی کی طرف مدنظر نہ تھا۔ اس لیے وہ توپ خانہ سنگین جو اس حصن حصین کے لائق ہو اور ادوات قلعہ کشائی ہمراہ نہیں لائے تھے۔

## ولایت شاہی میں دشمنوں کی غارت گری اور اس کا سدباب:

ولایت شاہی کی سرحد سے لے کر قلعہ بیجاپور تک ملک کو افواج شاہی نے تاخت وتاراج کیا۔ قلعہ کی نواحی ومضافات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مخالفوں نے تالابوں کو توڑا اور قلعہ کے اطراف میں کنوؤں اور باولیوں کو خاک سے بھرا۔ اس نواحی میں کوئی اثر آب وآبادانی کا نہیں چھوڑا تھا۔ پانی کی قلت تو تھی لشکر میں غلہ وآذوقہ بھی کمیاب ہوا۔ اس لیے راجہ اور تمام خیراندیش



دولت خواہوں نے صلاح دولت ومقتضاء مصلحت یہ جانا کہ دشمن کے اس لشکر کی تادیب وتعاقب کیجیے جس نے ملک شاہی میں آکر فساد مچا رکھا ہے۔ نہم رجب کو لشکر شاہی نے نواحی بیجاپور سے قلعہ منگل بیدہ کی طرف کوچ پر کوچ کیا۔ 15/ کو دریائے بھیورہ کے کنارہ پر لشکر آیا۔ اُس دن راجہ صاحب دائرہ گاہ میں پہنچا تو وہ بطریق معہود صف بستہ کھڑا تھا۔ لشکر غنیم بطریق معہود چنداول کے عقب میں آتا تھا وہ یمین ویسار میں نمودار ہوا۔ ایک فریق نے دلیر خاں کی طرف رُخ کیا اور دوسرے فریق نے داؤد خاں کی طرف اور ایک فریق نے راجہ سجان سنگھ سے مقابلہ کیا۔ سب جگہ لشکر شاہی سے مخالف نے ہزیمت اُٹھائی۔ اکثر اوقات دشمن فرصت میں اہل کہی پر دست اندازی کرتے تھے لشکر شاہی ان کو سزا دیتا تھا۔ ان دنوں میں راجہ جے سنگھ نے سیواجی کو قلعہ پناہ کی طرف متعین کیا تاکہ مخالف مذبذب ہو کر کچھ اس طرف مشغول ہوں۔ اور اگر ہو سکے تو قلعہ کو مسخر کرے۔ یہ معلوم ہوا کہ شرزہ مہدوی اور سردار جو ملک شاہی میں داخل ہوئے تھے وہ نبیرہ بہلول اور ابوالحمد سے ملحق ہوئے ہیں پرینده کی جانب سے مخبروں نے خبر دی کہ سکندر برادر فتح جنگ خاں وہاں سے لشکر شاہی کا ناظم ہوا تھا۔ وہ پرینده سے چار کروہ نیچے آیا تھا کہ شرزہ مہدوی اور افواج غنیم نے خبر پا کر اس کو پیغام دیا کہ ہم سے ملاقی ہو۔ اُس نے بمقتضاء صدق عبودیت ورُسوخ عقیدت جواب دیا کہ ہماری تمہاری ملاقات کا محل میدان نبرد وعرصۂ کارزار ہے۔ دشمن کے چھ ہزار سواروں نے اُسے گھیر لیا اس کے ساتھ سو سوار تابین اور ساٹھ سوار اور تھے۔ غرض وہ بڑی بہادری سے لڑ کر مارا گیا۔ اس کا بھائی زخمی ہوا اُس کو دشمنوں نے میدان جنگ سے اُٹھا کر شولا پور بھیج دیا۔ راجہ نے ان کے دفع کی تدبیر کے لیے چند روز قیام کیا۔

## دیانت رائے کا معذرت آمیز پیغام لانا اور دیگر واقعات:

دیانت رائے کہ عادل خاں کے معتمدوں میں تھا وہ اس کی جانب سے راجہ کے پاس پیغام لایا جو سراسر اعتذار واظہار عجز وندامت پر مبنی تھا۔ کچھ مرصع آلات بھی راجہ کو دیے۔ عبدالعزیز خاں بخاری کو منگل بیدھ کی قلعہ داری پر مقرر کیا تھا اور اودت سنگھ قلعہ دار سابق کو بھی اس کی ہمراہی میں متعین کیا۔ اس حصار کے حفظ وحراست کا شائستہ سامان تیار کیا اور یہ تجویز کیا کہ افواج کے ساتھ وہ خود شولا پور اور پرینده کے درمیان قیام کرے اور وہاں احمال واثقال کی تخفیف کر کے سبکبار ہو کر ولایت بیجاپور کو دوبارہ جائے۔ 24/ کو دریا سے پار سفر کیا۔ معلوم ہوا کہ سیواجی نے قلعہ پنالہ کے

نیچے جا کر اواخر شب میں اپنی سپاہ سے اس پر یورش کی۔ محصورین بھی خبردار اور آمادہ پیکار تھے۔ سخت لڑائی ہوئی مگر کچھ کام نہ بنا۔ وہاں سے سیواجی اپنے قلعہ کھیلنہ میں چلا گیا جو قلعہ پنالہ سے بیس کروہ پر تھا۔ اس کا سر لشکر نیتاجی جدا ہو کر مخالفوں سے جا ملا۔ 26ر کو لشکر شاہی موضع بوہری میں آیا جو اعمال پرینده سے تھا اور اور ایک نالہ کے کنارہ پر لشکر کی منزل ہوئی۔ اس نالہ سے گزر کے دلیر خاں و داؤد خاں کی فوجوں کے درمیان راجہ کھڑا تھا کہ غنیم کے لشکر بزرگ میں سے سات ہزار سوار جدا ہو کر راجہ اور داؤد خاں کے سامنے صف آرا ہوئے اور بقیہ سپاہ دلیر خاں کی طرف گئے۔ صبح کو راجہ نے کیرت سنگھ کو فوج التمش اور فتح جنگ خاں کو لشکر طرح کے ساتھ دلیر خاں کے امداد کو بھیجا۔ تھوڑی دیر میں سات ہزار سوار جو راجہ اور داؤد خاں کی برابر کھڑے تھے وہ بھی دلیر خاں کی طرف دوڑے اور اس پر ہجوم کیا۔ یہ حال دیکھ کر راجہ بھی قول کی سپاہ لے کر ادھر آیا لیکن خان دلیر خاں نے اپنی بہادری سے ہر دفعہ دشمن کا منہ پھیر دیا اور مغلوب کیا تو وہ سارے بھاگ کر راجہ اور داؤد سے لڑ رہے گئے۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ لشکر شاہی میں ہرناتھ کے 21 زخم لگے اور وہ اپنے ہمراہیوں سمیت مارا گیا اور ناموز راجہ بھی زخمی ہوئے۔

## دکنیوں کا مقابلہ کرنا اور شکست پا کر فرار ہونا:

دکنیوں نے بڑی کوشش و آویزش کی مگر آخر کو ناکام رہے اور بھاگ گئے۔ لشکر شاہی نے دس کروہ تک کا تعاقب کیا۔ اس لڑائی میں ایک سو نوے آدمی بادشاہی لشکر کے قتل اور ڈھائی سو آدمی زخمی ہوئے۔ گھوڑے بہت مرے اور زخمی ہوئے اور دشمن کے چار سو سپاہی زخمی و مقتول ہوئے اور خواص خان و شہباز خاں و سرداران فوج بھی زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی تین منزلیں طے کر کے قلعہ پرینده سے آٹھ کروہ پر آیا اور بمقتضاء مصلحت یہاں چوبیس روز قیام کیا۔ متواتر یہ خبر آئی کہ قطب الملک عادل خاں سے متفق ہوا۔ چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شرزہ کے ہمراہ پہلے بھیجے تھے اب اپنے خواجہ سرا نیک نام خان کے ہمراہ چھ ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادے اس کی امداد اور معاونت کے لیے بھیجے (خافی خاں لکھتا ہے کہ یہ خواجہ سرا ایران کے امراء میں سے تھا۔ شاہ عباس نے شراب کے عالم بے خبری میں ایک لونڈی کو بخش کر اس کے گھر بھیج دیا اس نے یہ بادشاہ کے غضب سے بچنے کے لیے اپنے تئیں خصی بنایا اور اپنے ہاتھ سے معیوب ہوا۔ شاہ ایران کی بدظنی کے غلبہ سے محفوظ رہنے کے لیے وہ دکن میں آیا اور قطب الملک کا مقرب ہوا۔) اس کی فوج بیجاپور سے



دو کروہ پر ٹھہری اور وہ خود مسعود خاں قلعہ دار کیاون کی زبانی قلعہ بیجاپور کی فتح کا احوال پاس گیا۔

## سیدی جوہر کی گولہ لگنے سے موت اور اس کے ساتھیوں سے بھاگنا:

مسعود خاں قلعہ دار کیاون کی تحریر سے معلوم ہوا کہ غنیم کے سرداروں میں سے سیدی جوہر نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اتفاق سے اس کے ایک گولہ لگا تو وہ مر گیا اور اس کے رفیق متفرق ہو گئے۔ آٹھویں ماہ مذکور کو اودت سنگھ بھڈوریہ کا نوشتہ قلعہ منگل بیدھ سے آیا کہ غنیم کی فوج عظیم نے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اس لیے راجہ نے داؤد خاں اور راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خاں کو بھیجا کہ وہ دشمنوں کو قلعہ کے نیچے سے ہٹائیں۔ 19ر کو خبر آئی کہ دشمنوں نے اس لشکر کی خبر سن کر قلعہ کا محاصرہ چھوڑ دیا اور وہاں سے چلے آئے۔ ظفر آباد و کلیانی و اوسر دادو گیر کے نوشتوں سے معلوم ہوا کہ نیر بہلول نے ملک بادشاہی میں آ کر ہلچل ڈال رکھی۔ نیتاجی نے جو سیواجی سے جدا ہو کر دشمن سے ملا تھا بڑا فساد برپا کیا ہے لشکر شاہی نے 25ر کو نواحی پرینده سے کوچ کیا۔ دھاراسیون و بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے کہ دوبارہ ولایت غنیم میں آ کر جس قدر ممکن ہو اس کی تخریب میں کوشش کریں اور شر مخالف کی تنبیہ تادیب کریں۔ مارو جی بسونت رائے قلعہ پھل تن میں تھا۔ اس کی تحریر سے معلوم ہوا کہ قلعہ مذکور میں پانی بہت کم ہے۔ اگر محاصرہ کا اتفاق ہوگا تو پانی کی قلت کے سبب محصور ہوں گے۔ راجہ نے بمقتضاء مصلحت پھل تن کو سیواجی کے خویش مہداجی کو جاگیر میں دے دیا۔ یہ شاہ کے ملازموں میں تھا اور اس کو وہاں بھیج دیا اور بسونت رائے کو اپنے پاس بلایا۔ موضع دوہو جو اعمال بیجاپور میں سے تھا ایک چھوٹا قلعہ مٹی کا تھا اور اس میں معاندین کی ایک جماعت غالب خاں اور نارو جی راگھو اور دانش خاں اس کے نیچے توپ خانہ لے کر گئے۔ اہل قلعہ پناہ مانگ کر باہر چلے آئے۔ اس میں ایک سو سپاہی اور دو سو رعایا تھی۔ شرزہ کو اس کی حراست سپرد ہوئی۔ رمضان 9 جلوس کو بیجاپور میں لشکر شاہی آیا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ نبیرہ بہلول اور سپاہیوں نے قلعہ کلیان کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

## اہل قلعہ کی مدافعتی کارروائیاں:

اہل قلعہ نے ان پر توپ و تفنگ چلا کر ساٹھ آدمی اس کے مار ڈالے۔ بہت آدمیوں کو مجروح کیا نبیرہ بہلول ناکام قلعہ سے ظفر آباد کی طرف چلا گیا۔ 14ر کو راجہ نے بیجاپور سے کوچ کیا۔ 18ر کو بیجاپور سے چار کوس پر آیا اور دوسرے روز قلعہ کنجوتی کی طرف کوچ کیا۔ یہاں پہلے سے پیتنگ

راؤ کو اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا اہل قلعہ نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کے ایک ہاتھ کو زخمی کیا مگر اُس نے بہت آدمیوں کو زخمی و قتل کر کے قلعہ اور قصبہ لے لیا۔ راجہ کے اشارہ سے یہ قلعہ منہدم کیا گیا۔ 21 رکو نیلنگہ میں لشکر آیا۔ یہاں ایک مٹی کا قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ اس کی فتح کے لیے غالب خاں دوتاجی وغیرہ بھیجے گئے۔ وہاں چند روز اقامت کا اتفاق ہوا اور قلعہ کے محصوروں نے حصار عافیت کو تنگ فضا دیکھ کر امان مانگی۔ قلعہ لشکر شاہی کے تصرف میں آیا۔ راجہ سلیمان بیجاپور یہاں کا قلعہ دار مقرر ہوا۔ راجہ جے سنگھ نے بمقتضاء مصلحت و کار آگہی نیتاجی کی تالیف قلب کر کے اس کو اپنے پاس بلا لیا۔ دشمنوں سے اس کے ملنے کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔ سیواجی بادشاہ کے پاس جانا چاہتا تھا۔ راجہ نے بادشاہ کو اس باب میں لکھا تھا۔ بادشاہ نے سیواجی کے نام فرمان لکھا کہ وہ تنہا قدم بوسی کے لیے حاضر ہو۔ وہ مع اپنے بیٹے سنبھا کے بادشاہ کے پاس روانہ ہوا جس کا مفصل حال آگے پڑھو گے۔

## شرزہ مہدوی کی جنگی کارروائیاں اور دیگر حالات:

نیلنگہ سے آگے دو کروہ کے فاصلے اہل کہی کی حراست دوتاجی کرتا تھا کہ شرزہ مہدوی نے دوتاجی کو گھیر کر مار ڈالا۔ اور رستم راؤ زخمی ہوا۔ اس کو دشمن اُٹھا کر لے گئے۔ سید ریحان و بسونت رائے بھی زخمی ہو کر مر گئے۔

ابوالقاسم پسر قباد خاں کے لشکر سے بھی لڑائی ہوئی۔ اس کے پاس آدمی کم تھے۔ دلیر خاں اس کی مدد کو گیا۔ اُس نے ڈیڑھ سو کے قریب لشکر شاہی کے سپاہی مردہ دیکھے ان کو اُٹھوا کے مسلمانوں کو زمین میں دابا اور ہندوؤں کو جلایا۔ راجہ رائے سنگھ بھی کمک کو گیا۔ دشمنوں نے فرار کیا۔ 5 رشوال کو لشکر نیلنگہ سے اوسر کو روانہ ہوا۔ دشمن نے اپنی فوج کے تین حصے کیے تھے۔ ایک کا سردار شرزہ مہدوی تھا اور دوسرے کا کارفرما خواص خاں حبشی، تیسرے کا سردار نبیرہ بہلول تھا۔ خبر آئی کہ شرزہ خاں فوج لے کر اہل کہی پر حملہ آور ہوا اور کچھ اونٹ لے گیا۔ باقی دو فوجیں داؤد خاں و قطب الدین خاں کے مقابل ہوئیں۔ راجہ نے یہ خبر سن کر دلیر خاں کمک کے لیے بھیجا۔ اُس نے جا کر مخالفوں کو متفرق کر دیا اور آگے بڑھا۔ لشکر میں داؤد خاں و قطب الدین نے دو آب کہی کو سالم روانہ کیا اور جب فوج آ گئی تو دلیر خاں نے خاطر سے لڑائی شروع کی اور بہت دشمنوں کو مارا۔ جب دشمنوں کی کمک کو اور فوج آ گئی تو دلیر خاں ہاتھی سے اُترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ دشمنوں کو دو کوس بھگاتا اور مارتا ہوا چلا گیا۔ راجہ جے سنگھ خود



سوار ہو کر رزمگاہ میں آیا۔ دشمن کی سپاہ اس سے لڑنے آئی۔ سب طرف مخالف قابو ڈھونڈتے تھے اور جرأت کرتے تھے۔ کہی کی فوج اور چار پاؤں کو کمتر بلا آفت لشکر شاہی میں پہنچنے دیتے تھے لشکر شاہی نے ان کو سب جانبوں میں ہرایا اور بھگایا اور سب فوجیں فتح پا کر اپنی لشکر گاہ میں آئی تھیں۔ اس فتح میں دو سو سپاہیوں نے نقد جاں کھویا اور چار سو پینسٹھ آدمی زخمی ہوئے اور ان سے دو چند آدمی لشکر مخالف میں مجروح و مقتول ہوئے۔ الیاس مہدوی مخاطب بہ شرزہ خاں جو اہلِ دکن کا مسلم دلاور اور فنون سرداری اور سپاہ گیری میں ماہر تھا گولی اور تیر سے زخمی ہوا اور اس کا چھوٹا بیٹا بھی زخمی ہوا۔ کہتے ہیں کہ اِس آویزش میں گول کنڈہ اور بیجاپور کی سپاہ بائیس ہزار تھی۔

## دریائے نیرا کے کنارے پر دشمنوں کا لشکر شاہی پر حملہ:

چند روز بعد سوم ذیقعدہ کو آب نیرا کے اس طرف دشمنوں کے تین ہزار کے قریب لشکر نے شاہی لشکر پر حملہ کیا اور کچھ آدمیوں اور دو آب کو آسیب پہنچایا۔ داؤد خاں و قطب الدین خاں سے دشمن کے سات ہزار سوار صف آرا ہوئے۔ اور نبیرہ بہلول وانکوئی بھوسلہ دیا نکجی کہواپرہ اور بیجاپوری مرہٹے و شرزہ حیدرآبادی بڑی فوج لے کر دلیر خاں کے مقابل ہوئے۔ اس بہادر نے توپ خانہ کو چھوڑا اور نزدیک جا کر تلوار اور سنان سے لڑنا شروع کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دشمنوں کا مقابلہ سے منہ پھر گیا۔ بڑے بڑے نامور سردار زخمی ہوئے۔ دلیر خاں اور راجہ جے سنگھ نے مردانہ کوشش کر کے دشمنوں کو بھگایا اور سات کوس تک تعاقب کیا۔ پالکی اور چھتری اور بہت سے اونٹ جوشن اور زرہ و بان اور ہتھیاروں سے لدے ہوئے بادشاہی لشکر کو ہاتھ لگے۔ ایسے ہی قطب الدین خاں اور داؤد خاں کو فتح حاصل ہوئی۔ لڑتے لڑتے شام ہو گئی تو میدان جنگ سے فوجیں اپنے مقام میں آئیں۔ دکن کے بعض بڑے نامی سردار اور پانچ سو آدمی قتل ہوئے اور ہزار آدمیوں کے قریب زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی میں سے ایک سو پینتیس آدمیوں کی جان گئی۔ سات سو چورانوے آدمی زخمی ہوئے۔ چودھویں ماہ مذکور کو لشکر دریائے بانجرہ کے کنارہ پر آیا۔ جودھارور فتح آباد سے دس کروہ پر تھا۔ چونکہ مخالف ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے اور اہلِ دکن کا دستور ہے کہ وہ قزاقانہ جنگ اور فرصت میں آویزش کرتے ہیں۔ جب مغلوب ہوتے ہیں سبکباری کی دستیاری اور بادرفتار گھوڑوں کی پائے مردی سے وادیٔ فرار کی مرحلہ پیمائی ہوتی ہے۔ پھر قابو دیکھ کر لڑنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لشکر شاہی بسبب گرانباری اور سنگینی اُر دکے دکنیوں کے تعاقب میں مسافت بعید نہیں طے کر سکتا تھا اس لیے

راجہ کی رائے میں یہ آیا کہ لشکر کو سبکبار کر کے دشمنوں سے لڑے۔ اور ان کی تنبیہ اور تادیب اکی کرے کہ پھر ان کو تیز و آویز کی جرأت نہ ہو اس ارادہ سے وہ جریدہ ہوا اور ایک ہلکا خیمہ لیا اور کل سرداروں کو حکم دیا کہ وہ بھی اسی طرح سبکبار ہوں اور کل احمال واثقال کو فتح آباد (دھارور) میں بھیج دیں۔ بیرم دیو سیسودیہ وجگت سنگھ ہاڈہ اور کھیلوجی کو دو ہزار تین سو آدمیوں کے ساتھ بنہ دار ددکی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ 22/ذیقعدہ کو اُس نے آب بانجیرہ سے کوچ کیا اور دھاراسیون کی طرف گیا۔ یہاں بتاتے تھے کہ دشمن موجود ہے۔ ساڑھے پانچ کوس جریبی لشکر چلا تھا کہ جاسوسوں نے گزارش کیا کہ غنیم نے لشکر شاہی کی خبر سن کر دھاراسیون سے تلجا پور کو کوچ کیا۔ افواج شاہی موضع سہری میں آئی جو اعمال پرینده میں تھا۔ وہاں دشمنوں نے فساد مچا رکھا تھا اور دوسرے روز دریائے نچھونرہ میں منزل کی۔ مخبروں نے خبر دی کہ افواج مخالف ایک جگہ شولا پور سے تین کروہ پر جمع ہوئی ہیں۔ عادل خاں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جب تک وہ یہیں مقیم رہے کہ لشکر شاہی ان حدود میں ہے۔

## مسلسل جنگ و پیکار سے افواج کی تھکاوٹ اور اضمحلال:

قطب الملک نے بھی اپنی کمک کی فوج کو حیدرآباد بلایا۔ لشکر شاہی نے بھی ملک بیجاپور کو خوب لوٹا کھسوٹا۔ بار بار جنگ و پیکار سے بھی وہ تھک گئی تھی۔ گھوڑے اور دو آب بہت تھک گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ برشگال کا موسم آگیا تھا۔ آمد و رفت کی مجال نہ تھی۔ اس لیے راجہ اور دلیر خاں نے مصلحت یہ جانا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لیے اور سرب و باروت کے جمع کرنے کے واسطے اور لشکر کے آرام کرنے کے لیے قصبہ دھارور کے متصل جا کر ٹھہرنا چاہیے کہ وہاں کاہ ودانہ کے جمع ہونے کی امید ہے۔ بادشاہ کو عرضداشت بھیجی۔ اس ضمن میں دکنیوں کا حال یہ ہو گیا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ آخر ہوا، آذوقہ تمام ہوا، کمانیں بیکار ہوئیں، تیروں کے پر اُڑ گئے، تلواروں کی دھاریں کند ہوئیں۔ ان سببوں سے جان سے عاجز ہوئے۔ دونوں طرف کے سردار مصالحہ کے بہانہ طلب ہوئے۔ اہلِ بیجاپور امفلس فی امان اللہ کا اظہار کر کے امان طلب ہوئے اور فی الواقع عادل شاہ کے خزانہ وکارخانہ جات میں صاحب لاف وگزاف راوتوں اور بنِ دھار کی تلواروں کے اور گھوڑوں کے گوشت واستخواں کے سوا کچھ چیز باقی نہیں رہی تھی۔ ملک پامال ہو چکا تھا۔ جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اس نے حکم بھیجا کہ راجہ محاصرہ چھوڑ کر اور لشکر کو ساتھ لے کر اورنگ آباد چلا جائے



اور برسات یہاں گزارے اور بعض امراء اور لشکریوں کو اپنے یتول جانے کی اجازت دے۔ دلیر خاں حضور میں آئے۔ قلعہ منگل بیدھ کا استحکام اور اُس کے سامان اسباب اور لوازم حراست اس مرتبہ پر نہ تھے کہ جب لشکر ان حدود سے چلا جائے تو وہ دشمنوں کے تعرض سے محفوظ رہے۔ اس لیے وہاں سرب باروت منگا لیا اور غلہ جتنا آسکا تھا وہ منگا لیا۔ باقی کو آگ لگائی اور بیلداروں سے قلعہ کے کنگروں کو ڈھوا دیا۔ راجہ مع لشکر کے 8/جمادی آلاخرہ کو اورنگ آباد میں آگیا۔ اس مہم کا خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب اس میں کامیاب نہیں ہوا۔ لشکر شاہی بیس روز کی راہ کو دو مہینے میں طے کر کے بیجاپور سے پانچ کوس پر پہنچا۔ یہاں سات روز سے زیادہ نہ ٹھہر سکا۔ ملک تاخت تاراج کرنے لگا لڑائیاں ہوئیں۔ کیا کیا سرداروں کے سر صحرا میں غلطاں ہوئے اور کیا کیا صفدروں کے تن رزمگاہ میں زاغ وزغن کے طعمے بنے۔ لڑائی کا دن کوئی ایسا نہ ہوتا تھا کہ طرفین کے سو دو سو نام و نشان والے آدمی زیر تیغ وہدف تیر وگولہ وتوپ وتفنگ نہ ہوتے ہوں۔ بعض ایام میں تین روز تک لشکر پر خواب و خور حرام ہوتا۔ نہ گھوڑوں کی پیٹھ سے زین اور زین سے سوار جدا ہوتے۔ سوائے اس کشت وخون اور ملک کی بربادی کے کوئی نتیجہ نہ ہوا۔

## سیواجی کا دہلی میں جانا اور بھاگنا:

سیواجی کے تردد اور منصوبہ بازی سے چند قلعے لشکر شاہی کو ہاتھ لگے۔ اس مہم میں سیواجی کی افواج نے ایسی ایسی جاں نثاریاں دکھائیں کہ بادشاہ نے دو دفعہ اس کے پاس خوشنودی کا فرمان بھیجا۔ ایک نامہ میں اس کی بڑی تعریف لکھی دوسرے میں بہت سے وعدے کیے اور لکھا کہ دلی میں آئے۔ ملاقات کے بعد دکن کی اجازت دی جائے گی۔ راجہ جے سنگھ کی رفاقت اور بادشاہ کے ان وعدوں نے سیواجی کے دل میں دلی جانے کی خواہش پیدا کر دی۔ اُس نے رگھوناتھ پنت کو پہلے سے اپنی نمود کے لیے بھیجا کہ وہ بادشاہ کو میرے آنے کی اطلاع دے۔ اصل مطلب اس کا یہ تھا کہ وہ دربار کی حقیقت حال سے اطلاع پائے۔ سیواجی نے حکم دیا کہ اس کے تمام اراکین رائے گڑھ میں اُس سے ملیں۔ اتنے عرصہ میں کہ یہ سردار جمع ہوں وہ اپنے سب قلعوں میں گشت اور افسروں کو اپنے سارے احکام کی تعمیل کی تاکید کر آیا اور پھر اپنے دارالحکومت میں چلا آیا۔ اُس نے مورو ترمل پنگلی اور اناجی سونو دیو اور اناجی دیو کو پورے اختیارات اپنی مملکت کے دیے۔ سوائے س کے ملک کو بہت وسعت ہو گئی تھی۔ کونکان میں چول تک پونڈا کے قریب اور مہتا گھاٹ میں دریائے

نیرا سے رانگنا تک پھیلتی تھی۔ سیوا جی نے اپنے بڑے بیٹے سنبھا جی کو ساتھ لیا اور مارچ 1076ھ کو دہلی روانہ ہوا۔ پانسو منتخب سوار اور ایک ہزار ماولی ساتھ لیے۔ جب وہ دہلی کے قریب آیا تو بادشاہ نے رام سنگھ پسر راجہ جے سنگھ اور مخلص خاں ایک بے حقیقت سے سردار کو اس کے ستقبال کے لیے بھیجا۔ ایسا ذلیل استقبال سیوا جی کو ناگوار تو گزرا مگر پھر بھی اُس نے اپنے تئیں بہت روکا اور دربار میں پندرہ سو اشرفیاں اور چھ ہزار روپے کُل بتیس ہزار روپے کی نذر پیش کی۔ بادشاہ کے اشارہ سے اس کو پنج ہزاری منصب داروں کے جرگہ میں بٹھایا گیا۔ یہ منصب اس کے ہشت سالہ پسر سنبھاجی کو اور اس کے رفیق نیتا جی پالکر کو ملا تھا۔ وہ ہفت ہزاری سے کم درجہ کا متوقع نہ تھا۔ راجہ جے سنگھ نے بادشاہ کی جن مہربانیوں کے وعدہ سے اس کو خوشدل اور امیدوار کیا تھا اُن میں سے اکثر کو اُس نے نہ پایا۔

## بادشاہ کا سیوا جی پر عدم التفات اور سیوا جی کی حالت زار:

بادشاہ کے دل میں اس کے افعال اور کردار کے سبب بغض و عتاب کا غبار بھرا ہوا تھا اس سے پہلے کہ خلعت و جواہر و فیل جو اس کے لیے موجود کیے گئے تھے اس کو عطا کیے جائیں اس کے چہرہ حال پر جہالت و خجالت آمیز عرق ظاہر ہوا اور لحہ بہ لحہ وہ فکر میں ہوا۔ عیاری و مکاری سے ضعف دل کا اظہار کر کے ایک گوشہ میں چلا گیا اور صید تیر خوردہ کی طرح جو دام میں تازہ آئے زمین پر لیٹ گیا۔ ایک ساعت کے بعد ساختگی و پختہ کاری کے ساتھ بحال اور کنور رام سنگھ سے مخاطب ہوا اور شکووں و گلوں کا کلمہ کلام کرنے لگا اور اپنے تئیں ضائع کرنے کا قصد کیا۔ ہر چند کنور رام سنگھ نے اس کو تسلی دی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ سے ادب آداب کے خلاف اس کی ادائیں معروض ہوئیں تو بادشاہ نے کم توجہی سے بغیر اس کے کہ عنایات بادشاہانہ عمل میں آئیں اس کو رخصت کیا۔ رام سنگھ نے شہر سے باہر راجہ جے سنگھ کے پاس اس کے اُترنے کے لیے مکان تجویز کیا اس میں اس کو لے گئے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ جے سنگھ کو حقیقت لکھی جائے۔ جواب آنے کے بعد جو مصلحت صوابدید ہوگی عمل میں آئے۔ حکم دیا سیوا مجرے کو نہ آئے۔ اور اس کا بیٹا رام سنگھ کے ہمراہ مجرے کو آیا کرے۔ بادشاہ نے کوتوال فولاد خاں کو فرمایا کہ سیوا کے اطراف منزل گاہ پر چوکی بٹھا دے۔ راجہ جے سنگھ کو فرمان لکھا کہ وہ سیوا کی صورت حال اور کیفیت معاملہ لکھے کہ کیا اُس سے قول و قرار ہوئے اور راجہ کو حکم دیا کہ اس کے باب میں جو اصلاح دولت جانتے وہ لکھ بھیجے کہ صواب دید اور اس کی ملتمس کے



موافق سیوا جی سے معاملہ کیا جائے۔ دو تین روز تک جب سیوا جی نے بادشاہ کی بے توجہی دیکھی تو بڑا سراسیمہ ہوا اور حیلہ و تدبیر سوچنے لگا۔ رات دن اسی اُدھیڑ بن میں تھا۔ کہ اس پھندے سے نکل جاؤں۔

## راجہ جے سنگھ کا سیوا جی کے بارے میں بادشاہ کو سفارش کرنا:

اُس نے امراء اور کنور رام سنگھ سے رفق و مدار پیدا کیا اور دکن کے تحائف و ہدیے بھیج کر التیام کو استحکام دیا اور اپنے جرائم کا سفارشی بنایا اور اسی حال میں بادشاہ کے فرمان کے جواب میں راجہ جے سنگھ نے لکھا کہ مجھ فدوی نے سیوا جی سے عہد و پیان کیے ہیں اور میں ابھی تک اس مہم میں مشغول ہوں۔ اگر فضل و کرم شاہانہ اس کے جرم سے درگزر کرے تو میں بخشایش و احسان کار میں رہوں گا اور اپنے افعال و اقوال میں سرفراز اور بادشاہی اصلاح کار اور ان حدود کی مہمات کے اجراء کے لیے مناسب یہی ہے۔ اُس نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ سلک بندگی و فرمان پذیری سے انحراف نہیں کرے گا اور اس کو بغاوت پر جرأت نہ ہوگی۔ بادشاہ نے راجہ کی اس عرض کو منظور کیا اور فولاد خاں کو حکم دیا کہ اُس کی منزل گاہ سے پہرے اُٹھا دے۔ مگر بادشاہی خوف سے ایسا ڈرا ہوا تھا کہ جب پہرہ چوکی اُٹھ گئے اور کنور رام سنگھ نے اس کی حفاظت چھوڑی تو وہ 27 رصفر کو تغیر وضع کر کے بھاگ گیا۔

## سیوا جی کے فرار کا احوال عالمگیر نامہ کے مطابق:

اس کے بھاگنے کا اصل حال تو یہ ہے جو عالمگیر نامہ میں لکھا ہے باقی اور دل لگی کی داستانیں گھڑی گئی ہیں کہ اس نے اپنے کاموں کی خجالت و ندامت کو ظاہر کیا۔ آخر کو تمارض سے اپنے تئیں بیمار بنایا۔ اور آہ و نالہ شروع کیا۔ اور جگر کے درد سے بیتابی ظاہر کی اور صاحب فراش ہوا۔ ویدوں سے مرض دق و سل کا علاج کرانے لگا کچھ دن تک انھیں حیلوں سے اپنے تئیں زار و نزار رکھا۔ بعد اس کے اپنی شفا کی شہرت دی اور غسل کیا۔ حکماء و ارباب طرب و رفقاء کو انعام اور برہمنوں کو پن دیتا اور غلہ خام و نقد ہندو مسلمان مستحقوں کو بانٹتا۔ بڑے بڑے پٹاروں کو کاغذ سے منڈھ کر اور طرح طرح کی شیرینی ان میں بھر کر امراء کے گھروں اور فقراء کی خانقاہوں میں بھیجتا۔ جہاں اُس نے اپنے بھاگنے کی جائے مقرر کر رکھی تھی وہاں دو تین گھوڑے راہوار اس بہانہ سے بھیج دیے کہ وہ برہمنوں کو پن کیے گئے ہیں۔ ان گھوڑوں کے ساتھ اپنے ہمراز و ہمدم محرم رفیق بھی بھیج دیے۔ ایک

شخص جاں نثار اس کے ہمراہیوں میں تھا جو شکل میں اس کے مشابہ تھا اس کو اپنے پلنگ پر لٹایا۔ اپنے ہاتھ کے مرصع سونے کے کڑے کو پہنایا اور اس کو سمجھا دیا کہ میرے روانہ ہونے کے بعد باریک کپڑے کی یک لائی سر پر اوڑھ لینا اس طرح پڑے رہنا اور اس کڑے کو دکھلاتے رہنا تا کہ اندر باہر جو بادشاہی آدمی آئیں جائیں وہ یہ جانیں کہ سیواجی سوتا ہے پھر وہ خود اور بیٹا دونوں ان ٹوکروں میں بیٹھے اور مشہور یہ کیا کہ متھرا کے برہمنوں کے واسطے مٹھائی ان میں بھیجی جاتی ہے۔ 27 رصفر 1067ھ کو یوں علاقہ آگرہ سے نکل آیا۔ اور گھوڑوں کے پاس پہنچا اور دوپہر میں متھرا میں آ گیا۔ یہاں اُس نے داڑھی موچھیں منڈوائیں اور اپنے اور اپنے بیٹے کے چہرہ پر بھبوت لگائی۔ کچھ اشرفیاں جواہر اس پاس تھے اور چند فقیر اس کے راز دار تھے وہ ان کے ساتھ غیر مشہور گھاٹ سے جمنا پار گیا اور بنارس کی راہ اختیار کی۔ کہتے ہیں کہ سیواجی کے بھاگنے سے پانچ پہر بعد دکن کے ایک ہرکارہ نے جو جاسوسی اور خبر لانے پر نوکر تھا بادشاہ سے عرض کیا کہ سیواجی بھاگ گیا۔

## بادشاہ کا رام سنگھ سے بدظن ہونا:

بادشاہ نے کوتوال سے پوچھا۔ اُس نے کہا کہ منزل گاہ کے گرد چوکیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہرکارہ نے پھر مبالغہ سے عرض کیا تو کوتوال کے آدمی دیکھنے گئے تو دیکھا کہ سیوا سوتا ہے اور اُس کا کڑہ طلائی یک لائی کے نیچے دکھائی دیتا ہے تو ہرکارہ نے کہا کہ سیواجی چالیس پچاس کوس نہ نکل گیا ہو تو مجھے مار ڈالیے۔ آخر کو تجسس و تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ سیواجی بھاگ گیا۔ بادشاہ نے جانا کہ رام سنگھ کی سازش سے یہ کام ہوا ہے اس لیے اس کو منصب سے معطل اور مجرے سے منع کر دیا اور حکم دیا کہ اطراف دکن جانب شرقی و شمالی کے گرز بردار اور صوبہ داروں کے نام احکام لے جائیں کہ جہاں سیوا گریز پا ملے اس کو روانہ کریں۔ ان ہی دنوں میں راجہ جے سنگھ مہم بیجاپور سے فارغ ہو کر اورنگ آباد میں آیا تھا۔ اس کو فرمان بھیجا کہ پہلے اس سے سیواجی کے بھاگنے کی خبر پھیلے نیتا جی پالکر کو قید کر کے حضور میں بھیج دے اور پھر اس مرغ از قفس جستہ کی جست و جو میں مشغول ہو اور اس کو کسی جگہ قرار لینے اور جمعیت فراہم نہ کرنے دے۔ احمد آباد اور برار کی راہ سے اس کے فرار ہونے کا احتمال زیادہ تھا اسی طرف زیادہ تاکید کے ساتھ گرز بردار متعین کیے گئے۔ سیواجی بنارس کی سمت میں بھاگا تھا۔ وہاں چار پانچ روز تلک رہا۔ ہفتہ کے بعد اس طرف گرز بردار رخصت ہوئے۔



## کرنیل ڈف اپنی تاریخ میں سیواجی کے بارے لکھتے ہیں:

کرنیل ڈف صاحب مرہٹوں کی کتابوں سے سیواجی کے فرار ہونے کا حال یہ لکھتے ہیں کہ جب سیواجی کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے مجھے مجرے سے منع کر دیا تو وہ بڑا اسپٹایا اور کچھ توقف کر کے اُس نے اورنگ زیب کی نیت دریافت کرنے کے لیے رگھو پنت کے ہاتھ ایک عرضداشت بادشاہ کے پاس بھیجی جس میں یہ لکھا کہ میں دہلی ان سببوں سے آیا کہ حضور نے مجھے بلایا اور وعدے کیے۔ کیسی کیسی خدمات میں نے کیں۔ شرائط حضور نے لکھ دیں۔ میں نے ان وعدوں کو پورا کیا جو میں نے کیے۔ اب بھی میں لشکر شاہی کے ساتھ عادل شاہی یا قطب الدین شاہی سلطنت کے استیصال کرنے کے لیے مدد کرنے کو تیار ہوں اگر حضور کو مجھ سے خدمت گزاری کرانا پسند نہیں ہے تو مجھے اپنی جاگیر میں جانے کی اجازت ملے۔ یہاں کی آب و ہوا نہ مجھے موافق ہے اور نہ اور...... اہل دکن کو جو میری ہمراہی میں سازگار ہے۔ اورنگ زیب نے ٹالم ٹولے کا جواب اس کو دیا اور شہر کے کوتوال کو ہدایت کی کہ سیواجی کی منزل گاہ کے گرد چوکی لگا دے اور اس کی نگاہ داشت اچھی طرح کرے اور اس کو گھر سے باہر جب تک نکلنے نہ دے کہ کوئی گروہ اس کا ضامن نہ ہو۔ سیواجی اب شکایت آمیز عرائض کرنے لگا اور اپنے نوکروں کے یہاں روک لینے کی سختی کی فریاد کی۔ بادشاہ نے خوش خوش دکن کو اس کے نوکروں کے چلے جانے کی اجازت دی کیونکہ سیواجی کی جمعیت کے گھٹ جانے سے بادشاہ کے بس میں اس کا رہنا اور زیادہ آسان ہو گیا۔ سیانوں کو دور کی سوجھا کرتی ہے۔ سیواجی کو اپنے دوستوں کو عافیت کے ساتھ قید سے نکال کر اپنا قید سے نکلنا آسان ہو گیا۔ رام سنگھ اس کا راز دار تھا اور اس کے باپ نے جو سیواجی سے وعدے کیے تھے ان کے سبب وہ سیواجی کے بھاگ جانے کے ارادہ سے چشم پوشی کرتا تھا۔ سیواجی پر ایسی سخت قید نہ تھی کہ وہ کہیں ملاقات کو نہ جا سکتا ہو وہ امراء دربار پاس جایا کرتا اور ان کو تحفے تحائف بھیجتا رہتا اور اس طرح ان کو اپنا ایسا معین و مددگار بنایا کہ اس کی مطلب براری کے لیے کافی تھا۔ اس نے اپنے تئیں بیمار بنایا۔ ویدکوں سے اپنا علاج کرایا۔ اول اپنے تئیں سخت بیمار مشہور کیا۔ پھر مرض کی تخفیف کا اظہار کیا اور برہمنوں کو پُن دینا شروع کیا۔

ویدکوں کو انعام دیا۔ بڑے بڑے پٹارے یا ٹوکرے بنوائے۔ ان کو مٹھائیوں سے بھر کر بڑے بڑے امیروں اور اپنے دوست آشناؤں اور مسجدوں میں فقیروں میں تقسیم ہونے کے لیے

بھیجنا شروع کیا۔ اوّل اوّل پہرہ کے سپاہیوں نے ٹوکروں کی تلاشی لی پھر چھوڑ دی۔ جان لیا کہ ان میں مٹھائی ہوتی ہے۔ چند دنوں کے بعد سیوا ایک پٹارے میں خود بیٹھا اور دوسرے میں بیٹے کو بٹھا دیا۔ ان ٹوکروں کو نوکروں نے سر پر اُٹھایا اور چوکی پہرہ سے ان کو یوں باہر نکالا اور ایک مخفی جگہ پہنچایا۔ پھر دہلی کی نواح میں اس جگہ وہ آیا جہاں اس کے لیے گھوڑا کسا کسایا تیار کھڑا تھا۔ اس پر چڑھا اور بیٹے کو شہ بالا بنایا دوسرے دن متھرا پہنچا۔ جہاں بعض برہمن اور اس کا خیر خواہ دوست نیتا جی دبالوس رائے انتظار کر رہے تھے۔ اُنہوں نے اس کے لیے سامان تیار کر رکھا تھا۔ پونہ ویش کے برہمن کا ایک خاندان یہاں رہتا تھا اس کو سنبھا جی کو حوالہ کیا۔ وہ مورتم مل نیک لی کا کچھ رشتہ دار تھا۔ سنبھا جی کئی مہینے یہاں رہا۔ پھر دکن میں پہنچا دیا گیا۔ سیوا جی گُسائیں کے بھیس میں بہت سی عبادت گاہوں میں جاترے (پرستش اور پوجا پاٹ) کو گیا۔ مگر اس کے دکن جانے کی راہ صحیح صحیح نہیں معلوم۔ وہ نو مہینے کے بعد دسمبر 1666ء میں رائے گڑھ میں آیا۔

## ڈاکٹر برنیر کے مطابق سیوا جی کا احوال:

اب ڈاکٹر برنیر صاحب کی داستان سنیے کہ جب ایران کی چڑھائی کا بادشاہ کا ارادہ ہوا تو اُس نے سیوا جی کو نہایت مشفقانہ محبت آمیز کلمات میں فرمان لکھا اور اس کی فہم وفراست وسخاوت و شجاعت وغیرہ کی بہت تعریف لکھی اور راجہ جے سنگھ بھی اُس کی جان اور آبرو کی حفاظت کا ضامن بنا۔ اس لیے سیوا جی بھی مطمئن ہو کر دہلی میں حاضر ہوا۔ مگر اتفاق وقت سے دہلی میں شائستہ خاں کی بیوی بھی اُس وقت موجود تھی۔ وہ اس امر پر مصر ہوئی کہ جس شخص نے میرے بیٹے کو مارا ہو شوہر کو زخمی کیا ہو اشہر سورت کو لوٹا ہو اوہ ضرور مقید ہونا چاہیے۔ اس سبب سے سیوا جی یہ دیکھ کر کہ ہر سمت میں اس کے خیمے کی تاک میں تین چار امیر لگے رہتے ہیں ایک رات کو بھیس بدل کر نکل گیا۔ اس کے بھاگ جانے کا محل میں بیگمات کو بہت رنج وافسوس ہوا۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ اس موش کوہی (پہاڑی چوہے) نے جب اورنگ زیب کی شان وشوکت دیکھی تو اس کے ہوش اُڑ گئے اور بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو اس دربار کی عظمت کو نہ دیکھ سکا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ مورخوں کے بیان گو مختلف ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح بیان عالمگیر نامہ میں لکھا ہے۔ ٹوکروں یا پٹاروں کی باتیں مرہٹوں نے جن کی عادت میں تاریخ کے ساتھ کہانیاں جوڑنے کی ہے لکھی ہیں۔



## عالمگیر کا سیوا جی کو نہ سمجھ پانا:

اس ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ بجائے اُس کے کہ سیوا جی کو اپنا دوست بناتا جو اس کے قدموں تلے آگیا تھا اپنا دشمن بنالیا۔ عالمگیر یہ نہ سمجھا کہ سارے ہندوستان میں کوئی امیر اور سپاہ سالار ایسا نہیں ہے کہ وہ مہمات دکن میں خدمت گزاری کامیابی کے ساتھ سیوا جی کے برابر کر سکے۔ اُس نے یہ سمجھ کر کہ وہ ایک ہندو اپنے مذہب میں دیوانہ ہے اس کے حسب دلخواہ خاطر داری نہ کی۔ اپنی شان وشکوہ کی نمود کے لیے اس کو پنج ہزاری منصب داروں میں بٹھایا اور اس کو دکن میں اپنا قائم مقام نہ بنایا جس سے یہ مرہٹہ آرزدہ خاطر ہو کر بھاگ گیا اور بھاگنے کے بعد جو اُس نے کام کیے وہ آگے بیان ہوں گے۔

## شاہ ایران سے بے لطفی اور محمد معظم کو کابل جانے کے لیے متعین کرنا:

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تربیت خاں ایران کے نامہ کا جواب لے کر ایران کو روانہ ہوا تھا۔ جب یہ سفیر ایران جا کر اصفہان میں شاہ سے ملا تو وہ اس پر ملتفت نہ ہوا۔ بے سبب غبار خاطر کے آثار ظاہر کیے اور آئین مخالفت و داد اور قانون یک جہتی و اتحاد کے برخلاف باتیں ظہور میں آئیں۔ بعض اوقات سپہ کشی اور رزم آزمائی کا عزم اور ولایت بادشاہی کی سرحد میں لشکر بھیجنے کا داعیہ کیا اور بخشش کی باتیں ظاہر کیں۔ ایک سال بعد تربیت خاں فرخ آباد سے رخصت ہوا۔ اس کی روانگی کے بعد شاہ ایران نے اپنی لشکر کشی کے ارادہ کو ظاہر کیا۔ خراسان میں بڑی سپاہ بڑے توپ خانہ کے ساتھ متعین کی اور فرخ آباد سے اصفہان کو روانہ ہوا اور اس عزیمت کا اسباب سرانجام دیا کہ خود متعاقب خراسان میں آئے۔ بادشاہ پہلے سے ان باتوں کو سن رہا تھا۔ اب ممالک محروسہ کی حدود میں تربیت خان آیا تو اس کے عرائض سے یہ حال بہ تفصیل معلوم ہوا۔ بادشاہ نے بھی ایران کا ارادہ کیا تو بادشاہ زادہ محمد معظم کو راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ چہارم ربیع الاول 1076ھ کو کابل میں صوبہ دار مقرر کیا اور بیس ہزار سوار اس کے ساتھ کیے اور بعض اُمراء جو حضور میں حاضر تھے اور بعض جو اپنے اقطاع میں تھے اُن کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور خود پنجاب جانے کا ارادہ کیا۔ مگر شاہ عباس جب فرخ آباد سے اصفہان کو چلا تو خناق کے مرض میں مبتلا ہوا اور چند روز میں مر گیا۔ صفی مرزا اُس کا بیٹا جانشین ہوا۔ عالمگیر کو اس کے مرنے کا افسوس ہوا اور اُس نے کہا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہوتا تو صف آرائی کا لطف دوبالا ہو جاتا۔ اب مروت وفتوت کا اقتضاء نہیں ہے کہ ایران پر لشکر کشی کی

جائے۔ اُس نے شہزادہ کے نام فرمان بھیجا کہ لاہور سے آگے نہ جائے اور واپس بادشاہ کے حضور میں چلا آئے۔

## اعتماد خاں کا قتل ہونا:

خانی لکھتا ہے کہ عبدالقوی ایک بڑا فاضل بادشاہ کا اُستاد تھا۔ بادشاہ نے اُس کو پنج ہزاری کا منصب اور اعتماد خاں کا خطاب دیا تھا۔ خلوت میں اس کو سامنے بیٹھنے کی اجازت تھی کمال تدین و راستی و اصلاح و تقویٰ رکھتا تھا۔ اِس آدمی قلندر وضع پر ایران کی طرف سے جاسوسی کا گمان ہوا۔ کوتوال اُس کو پکڑ کر لایا۔ بادشاہ نے اعتماد خاں کے سپرد کیا کہ اپنے گھر لے جا کر حقیقت حال دریافت کرے۔ وہ اُس کو اپنے گھر لے گیا۔ فقیر سے حال پوچھا اُس نے کہا کہ میں فقیر ہوں تو اعتماد خاں نے اُس پر اور تنبیہ کی۔ فقیر نے کہا میں اصل حال آپ کے کان میں کہوں گا، اُس نے کہا اچھا جب وہ اُس کے کان میں بات کہنے لگا تو باوجودیکہ اس کے ہاتھ پس پشت بندھے ہوئے تھے اُس نے چھوٹی شمشیر جو اعتماد خاں کی مسند پر رکھی ہوئی تھی جلدی سے کر اعتماد خاں کے ایسی ماری کہ اُسے آہ بھی نہ کھینچنے دی۔ نوکروں نے فقیر کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔ عالمگیر نامہ میں لکھا ہے جو خانی خاں کے بیان سے زیادہ معتبر ہے کہ امیر خاں صوبہ دار کابل نے ان ایام میں چند بے سروپا مغلوں کو جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کر کے بادشاہ پاس بھیجا تھا۔ بادشاہ نے خان مذکور کو جو کار آگاہ و معاملہ فہم تھا تحقیق حال کے لیے مامور کیا۔ اعتماد خاں نے ان ترکمانوں میں سے ایک سپاہی وضع کو بے بند و زنجیر کے خلوت میں اپنے پاس طلب کر لیا اور احوال کی تحقیق کرنے لگا کہ وہ ناگہاں باہر گیا اور ایک خادم کے پاس اُس کے ہتھیار تھے۔ اس سے تلوار لے کر آیا اور خان مذکور کے ایک ضرب ایسی لگائی کہ رشتۂ حیات اس کا منقطع ہوا۔ اُس کے پاس کے آدمیوں نے اس قاتل کے ٹکڑے اُڑائے۔ خان مذکور حلیہ فضل و کمال سے آراستہ محرم قدیم الخدمت راست گفتار و درست کردار تھا۔ بادشاہ کو اس کا افسوس ہوا اور اُس کے خویشوں اور بیٹوں کو خلعت اور مناصب سے سرفراز کیا۔

## نیتا جی کا مسلمان ہونا:

بادشاہ کے حکم سے نیتا جی کو راجہ جے سنگھ نے دکن میں گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے فدائی خاں میر آتش کو اُس کی حراست کے لیے مقرر کیا۔ نیتا جی نے کہا کہ میں مسلمان ہوتا



ہوں۔ بادشاہ نے اس کو مسلمان کر کے بہت سی عنایات کیں جس کا آگے بیان ہوگا۔

## زمیندار چاندہ و دیوگڑھ پر دلیر خاں کی لشکر کشی اور پیش کش کا وصول کرنا:

بادشاہ نے دلیر خاں کو اپنے پاس بلایا تھا وہ کمکیوں سمیت دریائے نربدا سے پار ہوا تھا کہ اس کے پاس حکم پہنچا کہ مالجی ملا زمیندار چاندہ کی گوشمالی کو جائے۔ وہ اس حکم کے وارد ہونے کے بعد رندولہ خاں و راجہ سجان سنگھ و راؤ بہادر و قادر داؤد خاں و زبردست خاں و آتش خاں و برقنداز خاں کے ساتھ براہ ملک چاندہ کی طرف روانہ ہو۔ ایرج خاں صوبہ برار مع اس نواح کے فوجداروں کے اُن کے ساتھ شریک ہوا۔ جب چاندہ کی سرحد پر یہ پہنچے تو اُس کے زمیندار پر خوف غالب ہوا۔ اُس نے اپنے مدارالمہام تاکیا کو دلیر خاں کے پاس بھیج کر اُس سے ملاقات کی درخواست کی۔ دلیر خاں نے اُس کو فضل و کرم بادشاہ کا امیدوار کیا۔ تاکیا نے زمیندار کا اطمینان خاطر کیا۔ وہ مع اپنے بیٹے مدکر کے موضع ماندورہ سرحد چاندہ پر دلیر خاں کے سامنے بطور قیدیوں کے آیا۔ ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک فیل برسم نیاز دلیر خان کے آگے پیش کیے۔ سات ہزار اشرفی پانچ لاکھ روپیہ چند شتر فیل و عرابہ لاد کر لایا تھا وہ بصیغہ جرمانہ و شکرانہ سرکار خاصہ کے حوالہ کیے۔ دلیر خاں نے اس سے کہا کہ اگر اپنے جان و ناموس کی سلامتی اور موطن ولایت کی بقا چاہتے ہو تو برسم جرمانہ دو مہینے کے اندر ایک کروڑ روپیہ نقود و نفائس اشیاء مثل جواہر و مرصع آلات نقرہ اور ہاتھیوں کا سامان کر کے اولیاء دولت کو حوالہ کر دو اس کے سوا پانچ لاکھ روپیہ دلیر خاں کو جو اصلاح کار کا واسطہ اور عفو جرائم کا ذریعہ ہوا ہے بطریق شکرانہ کے ہر سال دو لاکھ روپے پیش کش مقرری سرکار خاصہ میں ادا کرتے رہو قلعہ مانک درک کو جو اس ریاست کا مضبوط قلعہ ہے اس کو بادشاہی آدمیوں کو مسمار کرنے دو، اس پر بادشاہ تمہاری ساری تقصیرات معاف کر دے گا اور رام سنگھ اس کے بڑے بیٹے کو نائب مناب مقرر کر دے گا۔

## دلیر خاں کا بادشاہ سے زمیندار کی تقصیرات کا معافی نامہ منگوانا:

دلیر خاں نے ان سب باتوں کی منظوری بادشاہ سے منگالی۔ بادشاہ نے زمیندار کے لیے فرمان اور خلعت بھیج دی۔ دلیر خاں نے پاجی راؤ کو اپنے پاس رکھا اور اس کے وکلاء کو رخصت کیا کہ پیش کش کا سرانجام کریں۔ محمد لطیف کو قلعہ مانک درک کے انہدام کے لیے مقرر کیا۔ اُس نے جا کر تھوڑے دنوں میں قلعہ کو خاک کے برابر کیا۔ اس میں جابجا روپیہ مدفون تھا۔ اُس کو نکال کر اور پچاس آہنی توپیں اور بہت سی بندوقیں لشکر شاہی میں ارسال کیں اور اسی طرح قلعہ بھولی کو جو سرحد دیوگڑھ پر تھا مسمار کیا۔ دو مہینے کے بعد پیش کش کا ستر لاکھ روپیہ وصول ہوا۔ پاجی ملا راؤ علیل مریض تھا اس کی

ولایت میں خلل پڑ رہا تھا اور باشندے و رعایا بھاگ کر متفرق ہو گئے تھے۔ دلیر خاں نے اُس کو چھوڑ دیا اور اُسے پیش کش میں سے تین لاکھ روپیہ اور اپنے پانچ لاکھ روپیہ کل آٹھ لاکھ روپیہ کے ادا کرنے کا دو مہینے کے عرصہ میں مچلکہ لکھایا اور باقی تیس لاکھ روپیہ بتدریج تین سال میں ادا کرنے کا اور ہر سال دو لاکھ روپیہ مقرری بھیجنے کا اقرار لیا۔ بادشاہ نے جو خلعت اُسے بھیجا تھا وہ بھیج دیا۔ زمیندار دیوگڑھ کی جو سرحد چانده سے متصل تھا اُس کی تادیب پر متوجہ ہوا۔ تھوڑے دنوں میں اس نے پندرہ لاکھ روپے وصول کیے اور یہ مقرر کیا کہ سال بسال دو لاکھ روپیہ وہ پیش کش دیا کرے اور حال میں قریب نصف کے پیش کش وصول کی۔ راجہ جے سنگھ بیمار ہو کر مر گیا۔ بالا گھاٹ کا انتظام بگڑ گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ از سرِ نو بیجاپور کی تیاری کی جائے۔ دکن کا صوبہ دار دلیر خاں مقرر ہوا۔ دلیر خاں نے دونوں زمینداروں سے باقی پیش کش وصول کرنے کے لیے قادر داد خاں کو مقرر کیا۔ خود اورنگ آباد روانہ ہوا۔



# سالِ دہم جلوس کے حالات وواقعات 1077ھ

بادشاہ کے جلوس دہم کا جشن ہوا۔ اس سال میں شہزادہ کام بخش پیدا ہوا۔ شہزادہ محمد معظم لاہور سے آیا۔ اس کو اور محمد اعظم کو خلعت گراں بہا عنایت ہوئے۔ سیواجی کا خویش نیتاجی جو مسلمان ہوا تھا اُس نے ختنہ کر کے شعار و آدب مسلمانی کو اختیار کیا تھا۔ بادشاہ نے اُس کو منصب سہ ہزاری دو ہزاری سوار اور محمد قلی خان کا خطاب عنایت کیا۔ بادشاہ کے جشن میں ایران و توران و بلخ و بخارا و حضر موت و دکنا کے ایلچی موجود تھے جن کو انعام و خلعت ملے۔

## شہزادہ محمد معظم کا دکن بھیجنا:

راجہ جے سنگھ بادشاہ کے حکم سے اورنگ آباد میں آیا تھا۔ بادشاہ نے اُس کو اپنے پاس بلایا اور 7 شوال 1077ھ کو شہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر رخصت کیا اور ملک و دولت کی مصلحتوں کی وجہ سے مہاراجہ جسونت سنگھ و راجہ رائے سنگھ سیسودیہ و صف شکن خاں و صفی خاں و راجہ رائے سنگھ کچھواہہ و عزت خاں و سربلند خاں کو شہزادہ کے ہمراہ کیا اور راجہ جے سنگھ کو لکھا کہ جس وقت اورنگ آباد میں شہزادہ آئے اس وقت وہاں سے روانہ ہو کر میرے پاس آئے مگر راجہ راہ ہی میں تھا کہ بیمار ہو کر مر گیا۔

## قوم یوسف زئی کی سواحل دریائے نیلاب پر شورش انگیزی اور اُن کی تنبیہ و تادیب:

پہلے زمانہ میں اقوام یوسف زئی کے رہائش و مسکن سرزمین قندھار و قراباغ تھے بعض وجوہات سے ان حدود سے وہ پراگندہ ہوئیں اُس زمانہ میں کہ مرزا الغ بیگ کابلی حکم روائے کابل تھا وہ کابل میں آئیں مگر یہاں ان کی دال نہ گلی تو وہ آخر کو سرزمین سواد و بجور میں چلی گئیں۔ یہاں قوم سلطانی جو اپنے تئیں سکندر کی اولاد دختری بتاتے ہیں مرزبانی کرتے تھے۔ اوّل اُس کی قوم یوسف زئی خدمت گزاریں اور پھر کافر نعمتی کر کے قوم سلطانی کو ختم کر کے خود سلطانی کرنے لگیں اور تمام دشت و کوہ پر تسلط کر لیا۔ پہلے مرزبانوں کو گمنامی کے کونوں میں بٹھا دیا۔ ان میں سے بعض حب وطن کے سبب اب تک اس مرزبوم میں مسکن رکھتے ہیں اور ترک وطن قدیم کو دشوار سمجھتے ہیں۔ غرض اب سے سالہا سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ اقوام یوسف زئی ان حدود میں بستی ہیں۔ دزدی اور رہزنی کرتی ہیں

بنگاہ اُن کا سواد اور بجور ہے اور پہاڑ سے باہر کی سرزمین پر بھی قبضہ کرلیا ہے اس کوہستان کا طول بیس کوس اور عرض بعض جگہ بیس کروہ اور بعض جگہ پندرہ کروہ ہے۔ خوش مرغزار اور دلکش پاکیزہ جنگل اُن پاس ہیں۔ سرزمین دو جانب سے تو دریائے نیلاب سے ملتی ہے اور ایک جانب اس دریاسے ملتی ہے جو خطۂ کابل سے آکر نوشہرہ میں بہتا ہے اور چوتھی جانب میں کوہ شمالی ہے۔

## اکبری عہد میں معرکہ آرائیاں:

حضرت عرش آشیانی (اکبر) کے عہد میں معرکۂ آرائیاں زین خاں کوکلتاش و بیربل و حکیم ابوالفتح نے یہاں کیں۔ اُن کا بیان اقبال نامہ اکبری میں مفصل لکھا گیا ہے۔ غرض اُن کی تنبیہ و تاکید اس قدر ہو گئی تھی کہ وہ قدم جرأت اپنی حد سے باہر نہیں نکالتی تھیں۔ اگر چہ وہ خودسر تھیں باجگزار نہ تھیں لیکن وہ اپنی حدود سے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں۔ ان دنوں میں اُن کے سردار بھاکو نے فساد اُٹھایا اور اس قوم کے قبائل کو باہم متفق کیا اور ایک فقیر محمد شاہ کو اپنا ہادی بنایا اور بہرہ خورشاب کے ملانوں میں سے ملا چالاک کو پیشوا بنایا۔ بھاکو کی صلاح دید سے پانچ ہزار گماشتہ افغانوں کے ساتھ قلعہ چھاچھل پر وہ گئے۔ یہ قلعہ حدود پکھلی میں تھا جس کے مرزبان شادمان کا گماشتہ شمشیر اس قلعہ میں تھا۔ عذر و مکر سے اس قلعہ کو اُنہوں نے لیا اور ان حدود میں شورش انگیزی شروع کی۔ افاغنہ یوسف زئی کے ایک گروہ انبوہ نے دریائے نیلاب و حدود اٹک میں اپنی حد سے باہر قدم رکھا اور ممالک محروسہ پر دست تعرض دراز کیا۔ جب بادشاہ کو ان حدود کے وقائع نگاروں سے یہ خبر معلوم ہوئی تو اٹک کے فوجدار کامل خاں کے پاس فرمان بھیجا کہ دریائے نیلاب کے نواحی کے جاگیرداروں و فوجداروں کو جمع کر کے حتی المقدر اس گروہ کی تادیب میں مشغول ہو۔ امیر خاں صوبہ دار کابل کو فرمان گیا کہ شمشیر خاں پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ ان مفسدوں کے دفع کرنے کے لیے روانہ ہو۔ کابل خاں نے شمشیر خاں کے ملنے کا انتظار نہ کیا۔ اپنے ہمراہیوں اور لشکری گھکر و اشرف اور خوشحال خٹک کو ساتھ لے کر اٹک سے برآمد ہوا۔ اور گذرہاروں کی طرف جو ولایت یوسف زئی کے روبرو واقع تھیں روانہ ہوا کہ قوم یوسف زئی کی تنبیہ کرے۔ پشاور میں امیر خاں کا نائب عبدالرحیم خاں اس سے کامل خاں نے مدد طلب کی تھی۔ امیر خاں کے اشارہ سے فوراً مراد قلی سلطان گکھر و راجہ رائے سنگھ بھدوریہ 16 رشوال کو کامل خاں سے مل گئے۔ یوسف زئی بھی دریائے نیلاب سے اس طرف آکر گذرہاروں پر جنگ و پیکار کے قصد سے مقیم ہوئے۔ جب لشکر شاہی گذرہاروں پر آیا تو



دریا کے پار مخالفوں کے پچیس ہزار سوار اور پیادے اُتر آئے تھے۔ اُن میں سے دس ہزار جنگ کے آہنگ میں مستعد ہوئے اور سخت لڑائی ہوئی۔ لشکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی۔ یوسف زئی سراسیمہ و ہراساں دریائے نیلاب پر گئے لشکر شاہی اُن کے تعاقب میں گیا۔ یوسف زئی کے دو ہزار آدمی مارے گئے اور بہت سے مجروح ہوئے بعض ڈوب گئے۔ گذرہاروں پر دریا کے تین شعبے ہوتے ہیں ایک اُن میں پایاب تھا۔ اس سے گزر کر جان سلامت لے گئے۔ لشکر شاہی نے مفسدوں کے چار سو سر اُتارے۔ کامل خاں نے ان میں سے ایک سو بیس سر پشاور بھجوائے اور باقی سروں کو کلہ مینار بنایا۔ تا کہ لوگوں کو عبرت ہو۔ بادشاہ نے یہ خبر سن کر کامل خاں کو خلعت و فیل دیا اور منصب میں پانصدی دو صد سوار کا اضافہ کیا۔ کامل خاں نے گذرہاروں پر اقامت کی۔ چاروں طرف اس کی کمک کے لیے لشکر شاہی آ گیا اور وہ یوسف زئی کے ملک میں گھس گیا۔ مخالف موضع اوہند میں جو دہنہ کوہستان کہلاتا ہے فتنہ انگیزی کے لیے جمع ہوئے۔

## محمد امین خان بخشی کا شورش کے خاتمے کے لیے تقرر:

بادشاہ نے مصلحت وقت جان کر محمد امین خاں بخشی کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا اور یوسف زئی کی تنبیہ کے لیے حکم دیا۔ وہ نو ہزار سپاہ کے ساتھ 18 رذیقعدہ کو اس طرف روانہ ہوا۔ شمشیر خاں کی فوج جو افغانان یوسف زئی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی تھی اُس کی کئی لڑائیاں یوسف زئی سے محمد امین خاں کے پہنچنے سے پہلے ہوئیں اور یہ قوم مغلوب و منہزم ہوئی۔ جس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ شمشیر خاں و عبدالرحیم ملازم امیر خاں کابل میں لشکر کمکی کے ساتھ مفسدوں کی ولایت میں پہنچے اور سرزمین مندر میں اُترے۔ یہ مقام کوہستان یوسف زئی سے باہر یوسف زئی کا محل کشت و زراعت بران کرو فر ہے۔ یہاں سے موضع اوہند میں کہ دہند کوہستان ہے تھانے بٹھائے اور مورچال لگانے اور نظم و نسق کرنے کا قصد تھا۔ کوہستان سے باہر جو یوسف زئی کے مساکن و مواطن و دہات و مزارع تھے اُن کو لشکر شاہی نے تاخت و تاراج کیا۔ شمشیر خاں کو معلوم ہوا کہ یوسف زئی نے کسی مجمل کو دست آویز بنا کے موضع منصور و پنج بیر و مرغز میں فساد اُٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ 21 رذی الحجہ کو لشکر شاہی نے مخالفوں کو پنج بیر میں شکست دی۔ اس جنگ میں شمشیر خاں کا بھائی اور کئی بڑے سردار مارے گئے۔ مفسدوں کے اکثر قصبوں و مساکن کو آگ لگائی اور اُن کے مواشی کو غارت کیا اور روز بعد شمشیر خاں نے پنج بیر کی بائیں جانب جا کر مواشی اور اموال کو لوٹا اور بالکل آبادی کا نشان

نہیں چھوڑا اور چار موضع مرغز سے آگے لوٹ لیے۔ ان مقدمات کے بعد بھاکو اور یوسف زئی کے اور ملکوں نے الواس اکوزئی اور ملی زئی کو جو اہل سواد اور نبیر میں جمع تھے ان کے ذریعے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ 15 رمحرم کو انھوں نے سپاہ نامحصور کے ساتھ موضع منصور میں آکر مورچال مستحکم کیے اور سپاہ کی پیادہ بندی کی۔ دوسرے روز لڑائی کو آئے۔

## شمشیر خاں کی لشکر کشی اور یوسف زیوں کی شکست خوردگی:

شمشیر خاں لشکر کو مرتب کر کے اُن سے لڑنے گیا۔ افغانوں نے بندوق و تیر سے لڑائی شروع کی۔ لشکر شاہی اُن کو بھگاتا ہوا منصور پر اُن کے مورچالوں کے سامنے آیا۔ قریب تھا کہ ہزیمت پاتا مگر شمشیر خاں نے اُسے سنبھال لیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ یوسف زئی کو شکست فاش ہوئی۔ ہوا گرم چل رہی تھی۔ بعض بھاگ کر پنج بیر پر پہنچے تو اتنا پانی پی لیا کہ شعلہ حیات اُن کا بجھ گیا۔ ایک گروہ بے آبی سے تشنہ لب سراب عدم کو چلا گیا۔ ایک گروہ نے کوہ پر ایک موضع میں کوشش و آویزش میں ثبات کیا۔ شمشیر خاں اُن کے دفعیہ میں مشغول ہوا۔ جب تیر و تفنگ سے اُن کو دفع نہ کر سکا تو بے توقف و درنگ لشکر شاہی گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ پا اور پسروں کو منہ پر لگا کے مردانہ وار کوہ پر چڑھا۔ بعض دشمنوں کی جان لی۔ بعض کو امان دے کر گرفتار کیا۔ تین سو آدمی جن میں چند معتبر ملک الوسات تھے مقید کیے۔ بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو شمشیر خاں کا اضافہ منصب کیا۔ محمد امین خاں بھی یوسف زئی کے ملک میں آگیا اور اُس نے اُن کے مساکن اور مواطن کی تخریب میں کوشش کی۔ بادشاہ کا حکم اس کے پاس آیا کہ شمشیر خاں کو اوہند میں چھوڑ کر اور اس کی کمک کے لیے لشکر بھیج کر تم خود ہمارے پاس چلے آؤ۔ محمد امین نے جو کام اس مہم میں کیا اُس کی کیفیت یہ ہے کہ 12 ربیع الاول کو موضع لکی میں پہنچ کر شمشیر خاں کو اوہند سے اپنے پاس بلایا۔ اس کے پاس شمشیر خاں آیا اور قوم اونمازی کے ملکوں کو جنھوں نے اطاعت کی تھی ساتھ لایا۔ محمد امین نے اُن کو خلعت دے کر اپنے وطنوں کو رخصت کیا اور اُن کو کہہ دیا کہ اطاعت کرو گے تو لشکر شاہی کی سطوت سے امین رہو گے فریق یوسف زئی سے قوم شیر پا شہباز گڑھ سے کوہ کرہ مار تک جا بجا سکونت رکھتی تھی اور موقع پا کر چوریاں کرتی تھی۔ محمد امین خاں شہباز گڑھ میں گیا لشکر شاہی کوہ کرہ مار کے اندر فضا میں داخل ہوا اور چند قریوں کو آگ لگا کے خاک کے برابر کیا۔ چھ ہزار مویشی پکڑ لیے، محمد امین خاں موضع بجار میں آیا جو کوہ سواد پر واقع ہے۔ یہاں خوب تاخت و تاراج کی اور بہت مواشی لے لیے۔ اس لوٹ مار کے بعد 27 ربیع الثانی کو



اوہند میں آیا اور شمشیر خاں کو مہم کا اہتمام سپرد کر کے اور اپنے دو ہزار آدمی دے کر 6 رجمادی الاولیٰ کو ان حدود سے مراجعت کی۔

## جشن وزن شمسی:

25 رجمادی الاولیٰ کو جشن شمسی ہوا۔ عبدالرحمٰن خاں بن نذر محمد خاں کو پانچ ہزار روپے اور محمد بدیع بن خسرو بن نذر محمد خاں کو ہزار روپے اور اُس کے چھوٹے بھائی باقی محمد کو تین ہزار روپے و خوش حال بیگ کاشغری کو شمشیر باساز مینا کار و محمد منصور برادر عبداللہ خاں والی کاشغر کو خطاب ناصر خانی و جیغہ مرصع و ایک ہاتھی اور پانچ ہزار روپیہ ملا۔ 26 ربیع الثانی رستم بے ایلچی عبدالعزیز خاں کو خلعت فاخرہ و شمشیر مرصع باساز طلا و ایک ہاتھی اور 34 ہزار روپیہ اور اس کے ہمراہیوں کو 16 ہزار روپیہ اور خوشحال بیگ ایلچی سبحان قلی خاں کو خلعت و اسپ باساز و طلا و شمشیر و سپر ہر دو باساز طلا و مرصع و ایک ہاتھی اور 34 ہزار روپیہ اور اُس کے بیٹے یار محمد کو خلعت و خنجر اور ایک اشرفی پچاس سہ مہری اور اُس کے رفیقوں کو چار ہزار روپے مرحمت ہوئے۔ اوّل سے آخر تک سفیر بخارا اور اُس کے رفیقوں کو دو لاکھ روپے کے قریب اور ایلچی بلخ اور اس کے متعلقین کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے قریب اور ایشم والی اورگنج کو خلعت اور چھ ہزار روپیہ انعام دیا اور ایک خنجر مرصع گراں بہا والی مذکور کے لیے بھیجا گیا اور بیس ہزار روپے اُس کو حوالہ ہوئے کہ ہندوستان کی قیمتی مصنوعات خرید کر کے اُس کو حوالہ کرے اور خواجہ موسیٰ و خواجہ زاہد کو جو جوئباری خواجہ ہیں ہر ایک کو پانچ ہزار روپیہ بھیجا گیا۔ یہ انعامات ہم نے وہ لکھے ہیں جو غیر ملکوں کے سفیروں کو دیے گئے ہیں۔ جس سے شان دربار عالمگیری معلوم ہوتی ہے کہ کن کن غیر ملکوں کے بادشاہوں سے اُس کی مراسلت تھی اور اُن کے سفیر اُس کے دربار میں آتے تھے۔

## عبداللہ خاں والیٔ کاشغر کا بیت اللہ جانا:

کشمیر اور زمیندار تبت کی عرض سے معلوم ہوا کہ عبداللہ خاں والی کاشغر بیٹے کے ہاتھ سے تنگ ہو کر بیت اللہ جانے کے ارادہ سے کمال بے سر و سامانی کے ساتھ ان حدود میں آیا ہے۔ چند اہل و عیال اس کے ہمراہ ہیں۔ بادشاہ نے خواجہ محمد اسحاق کو مہماندار مقرر کیا اور سرانجام ضروری کے ساتھ اس کے استقبال کو روانہ کیا اور اس کے ساتھ ایک سو نو گھوڑے با ساز مینا و طلا و سادہ اور ہاتھی با ساز نقرہ و خنجر و شمشیر مرصع و ظروف طلاء و نقرہ و اقسام اقمشہ و فرش بھیجے اور پچاس ہزار روپیہ نقد خزانہ کشمیر پر تنخواہ کر کے بیگ۔ محمد امین خاں کہ لاہور میں اپنے تعلقہ صوبہ میں گیا ہوا تھا حکم گیا کہ عبداللہ خاں کے آنے تک وہاں

توقف کرے اور اُس کی ضیافت میں تقدیم کرے اور خزانہ لاہور سے پچاس ہزار روپیہ اس کے پاس پہنچائے اور سب طرح سے اُس کی مہمانداری میں مشغول ہو۔ جابجا حکام فوجداروں کو مہمان نوازی و مسافر پروری کے لیے احکام صادر ہوئے۔ جب وہ دارالخلافہ کے قریب آیا تو بادشاہ نے جعفر خاں کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور اعزاز تمام کے ساتھ عبادت خانہ میں بلا کر ملاقات کی اور آٹھ مہینے تک مہمان رکھا اور پھر کعبۃ اللہ سب سامان درست کر کے روانہ کیا۔ سورت تک اُس کی ہر جگہ بڑی خدمت گزاری ہوئی۔ دس لاکھ روپیہ اُس کی مہمانداری میں صرف ہوا۔

## عالمگیر کے عہدِ حکمرانی کی تاریخ:

عالمگیر کی سلطنت کے دس سال کے حالات لکھنے کے لیے عالمگیر نامہ محمد کاظم زیادہ رہنما تھا۔ دس سال کے بعد بادشاہ نے منع کر دیا کہ سلطنت کے حالات کو کوئی مورخ قلمبند نہ کرے۔ اس لیے کوئی تاریخ اس بادشاہ کی باقی چالیس سال سلطنت کی بالاجمال اور بالتفصیل ایسی نہیں ہے جیسی کہ اُس کے آباؤ اجداد کی موجود ہے۔ جن کتابوں سے باقی حال میں لکھتا ہوں یہ ہیں: اوّل ماثر عالمگیری جس کو مستعد خاں نے خفیہ لکھا ہے: اس میں واقعات دکن میں قلعوں اور ملکوں کی فتوحات کو بیان کیا ہے۔ مگر وہ واقعات جو ان مہمات میں پیش آئے اُن کا ذکر نہیں کیا۔ اچھا رخ دکھایا ہے دوسرا رخ چھپایا ہے۔ دوسری اہم تصنیف ''منتخب اللباب'' ہے جو خافی خاں ہے۔ خافی خاں کا باپ سلطان مراد بخش کا نوکر تھا۔ وہ عالمگیر سے ناخوش تھا۔ اس کا بیٹا مؤرخ ہے جس نے باپ سے بہت سے واقعات سن کر ایسے لکھے ہیں جن میں عداوت کی بو آتی ہے۔ کبھی کبھی مخالفت مذہبی کے سبب بادشاہ کے حال لکھنے میں نعمت خاں عالی کا بھائی بن جاتا ہے۔ اپنی تاریخ کو ہجو بناتا ہے اور عالی کی مضحک نظمیں نقل کرتا ہے۔ سوم تاریخیں جو مرہٹوں نے لکھی ہیں اور انگریزی میں وہ ترجمہ ہوئی ہیں اُن تاریخوں میں افسانے اور کہانیاں بہت ہیں تاریخ کم ہے۔ چہارم وہ تاریخیں جو اہل فرنگ نے جو اس زمانہ میں ہندوستان میں موجود تھے لکھی ہیں جیسے فرانسیسی ڈاکٹر برنیر ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب دانشمند خاں کا ملازم تھا۔ جو ہندوستان کے امراء کی مجالس سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ واقعات ملکی کی داستان سرائی کس طرح مجالس میں ہوتی ہے اور کیا کیا ظرافتیں اُن میں خرچ ہوتی ہیں اس میں اجنبی ڈاکٹر نے اپنے اس آقا کی مجلس میں جو باتیں سنیں اُن کو سچ سمجھ کر اپنے فرانسیسی دماغ سے عقلی تکّے اُن میں لگا کے ایک ایسی دلچسپ تاریخ لکھ دی جس کے مطالعہ سے وہ آدمی مغالطہ میں پڑتے ہیں جو معتبر کتابوں پر نظر نہیں رکھتے۔



# واقعات سال یازدہم 1078ھ
# لغایت سال بست و یکم

## بادشاہ کا حال:

روز بروز امور شرعی کے اجراء اور اوامر و مناہی الٰہی کے پاسداری میں بادشاہ کی تقلید بڑھتی جاتی تھی۔ متصل احکام جاری ہوتے تھے کہ راہداری اور پاندری وغیرہ موقوف کی جائے جس سے لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہر سال سرکار کو حاصل ہوتی تھی۔ وہ منکرات کے رواج اور خرابات خانوں کو موقوف کرتا تھا۔ ہنود کے معبد خانوں میں ہر قوم کے زن و مرد زیادہ شمار کے انداز سے روز و تاریخ معین پر جاترہ کے لیے جمع ہوتے تھے اور لاکھوں روپیہ کے مال کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور اس کے محصول کے بہت روپیہ ہر صوبہ میں داخل ہوتے تھے اُس کے موقوف کرنے کے لیے حکم صادر فرمایا۔ کلاوتوں و نامی قوالوں سے جو سرکار میں نوکر تھے اُن سے سرود خوانی سے توبہ کرائے اُن کے مراتب و مناصب کو زیادہ کیا اور سرود و رقاصی کے منع کا حکم صادر کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک جماعت کلاوتوں اور قوالوں نے بڑا ازدحام کیا اور ایک جنازہ کو بڑی شان سے اُٹھایا اور اس کے آگے پیچھے روتے پیٹتے جھروکہ کے روشن کے نیچے سے گزرے۔ جب بادشاہ نے جنازہ کی کیفیت استفسار فرمائی تو کلاوتوں نے التماس کیا کہ راگ مر گیا ہے اس کو مدفون کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اُس کو ایسا خاک میں گہرا دفن کرو کہ پھر اس کی صدا اور ندا نہ آئے۔

## بادشاہ کا جھروکہ درشن میں بیٹھنا موقوف کرنا:

بادشاہان سلف کے زمانہ میں اس سال تک یہ مقرر تھا کہ بادشاہ باوجود عارضۂ بدنی کے اپنی سلامتی کی خبر کے انتشار کے لیے ایک دفعہ اور کبھی دو دفعہ وقت معین میں اُس جھروکہ درشن میں اپنی صورت دکھاتے تھے جو دریائے جمنا پر شاہجہاں آباد اور اکبر آباد میں مشرف ہے۔ امراء مجرائی کے سوا اس وقت سب قوموں کے لاکھوں زن و مرد دعا و ثنا بجا لاتے تھے اور قوم ہنود میں ایک گروہ درشنی مشہور تھا کہ جب تک جھروکہ درشن کے نیچے جا کر بادشاہ کی صورت نہ دیکھتا تھا کوئی چیز نہیں کھاتا

تھا۔ عالمگیر نے اس کو بھی نامشروع جان کر جھروکہ کے نیچے آدمیوں کے جمع ہونے کو موقوف کردیا اور جھروکہ میں خود بیٹھنا چھوڑ دیا۔

## عالمگیر کا تابوت عاشورہ کا گشت بند کروانا:

آغاز سال دوازدہم کی ابتداء میں بادشاہ نے سنا کہ برہان پورہ میں محلّہ احدی پورہ اور کھڑکی پورہ آپس میں عداوت ہم چشمی رکھتے ہیں۔ ایام عاشورہ میں احدی پورہ کے آدمی ہر سال گشت کے واسطے تابوت نکالتے ہیں وہ مردم کھڑکی پور پر اور محلوں پر غالب تھے۔ گشت کے وقت تابوت کے ساتھ دو سو سے زیادہ سوار زرہ پوش اور بندوقچی باہر نکلتے تھے۔ ایک رات کو تابوت کے گشت کے وقت کھڑکی پورہ کے آدمیوں سے اُن کا مقابلہ ہوا۔ ہر چند کھڑکی پورہ کے آدمیوں نے اپنے تابوت کی گشت کی راہ کو بدل کر احدی پورہ کے تابوت کے مقابلہ سے بچایا مگر احدی پورہ کے آدمیوں نے جہالت سے اُس کی راہ کو دو دفعہ روکا۔ جامع مسجد کے نزدیک جنگ واقع ہوئی۔ ایسی جنگ عظیم ہوئی کہ کھڑکی پورہ والوں کے ساتھ بہت سے تماشائی شریک ہو گئے۔ اس قدر آدمی اُن کی اعانت کے لیے در و بام پر چڑھ گئے کہ کسی دوکاندار کے گھر پر سفال باقی نہیں رہے اور پچاس احدیوں سے زیادہ قتل ہوئے اور سو نفر زخمی ہوئے۔ پچاس چالیس ہزار روپیہ کے مروارید اور اقمشہ تابوت اور رشدے احدی پور کے لٹ گئے۔ بادشاہ نے اس واقعہ کو سن کر حکم دیا کہ تمام صوبوں میں لکھا جائے کہ ایام عاشورہ میں کوئی تابوت نہ بنائے اور نہ اُن کا گشت کرائے۔

## عالمگیر کی شاعروں اور منجموں سے بیزاری:

بادشاہان سابق کے عہد میں شاعر و منجم زیادہ اعتبار رکھتے تھے خصوصاً شاہجہاں کے عہد میں اور ہر ایک بادشاہ کے عہد میں ایک ملک الشعرا ہوتا تھا اور وہ پائے تخت میں حاضر رہتا تھا مصالح رکاب و دفتر دیوانی کا لازمی حصہ منجمین کا گروہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ بادشاہ کے روشناس نوکر ہوتے تھے اُن کو یہ کام سپرد تھے فصل اربعہ کی تحقیق اور شمسی مہینوں کے سررشتۂ حساب اور تنخواہ یتول جاگیرداروں اور نقدی احدیوں و توپ خانہ کی اور تقرر ساعت کے موافق تقویم بناتے وہ سب موقوف ہوئے۔ شعر کہنے سننے کا اور ساعت از روئے تقویم مقرر کرنے کا اور دفتر میں تقویم رکھنے کا رواج برطرف کیا۔ اہل دفتر نے عرض کیا کہ تاریخ ماہ شمسی کا حساب تقویم کی رو سے محرر رکھتے ہیں جواب ممنوع ہوا تو حساب طلب تنخواہ بغیر تقویم جاری نہیں ہوسکتا تو فرمایا کہ



لا د لالب لا دلا لاشش مہ است
لل د کط د کط لل شہور کو تہ است

پر حساب کر کے شمسی مہینوں کے سرکشتہ کو نگاہ میں رکھیں۔ اس حکم سے حساب کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور جن منصب داروں کو برسوں کے بعد تنخواہ ملتی تھی اُن کو دس بارہ روز تنخواہ کا نقصان ہونے لگا۔

## قضاۃ کا تقرر اور گستاخ اُمراء کی گوشمالی:

امور ملکی و مقدمات جزئی و کلی میں قضات ایسے مستقل ہوئے کہ امیران عمدہ صاحب مدار سلطنت کو اُن پر رشک و حسد ہوا۔ چنانچہ قاضی عبدالوہاب احمد آبادی کہ قاضی القضات بادشاہی تھا اُس نے اس قدر استقلال اور اعتبار پیدا کیا کہ تمام امراء با نام و نشان اُس سے اپنی حفظ آبرو کا ملاحظہ کرتے تھے۔ مہابت خاں ثانی کہ جو بادشاہ کی خدمت میں بڑا گستاخ تھا وہ ہمیشہ قاضی کی خفت کے درپے رہتا تھا۔ چنانچہ راوی ثقہ و محرمان خاندان قاضی سے سنا گیا کہ جن ایام میں مہابت خاں مہم دکن میں مامور ہوا اور حضور سے مرخص ہوا اور اُس نے مساعدت کی درخواست بادشاہ کی مرضی سے زیادہ کی اس ضمن میں اُس کو خبر پہنچی کہ تین چار لاکھ روپیہ کا جواہر اور اسباب کشمیر و اکبر آباد اور مال قاضی احمد آباد کے بیوپاریوں کے مال تجارت کے ہمراہ آیا ہے اور قافلہ میں داخل ہوا ہے تحقیق کرنے کے بعد سب مال کو لے لیا اور سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ جب بادشاہ سے یہ عرض کیا گیا اور تحقیقات شروع ہوئی تو مہابت خاں نے عرض کیا کہ سوداگروں کا مال از راہ اضطرار بطریق قرض لیا ہے کہ اس کا جو منافع قاضی صاحب تجویز کریں گے وہ میں ادا کروں گا۔ قاضی نے مصلحت کار اس میں جانی اور کاوش نہ کی۔ جس وقت مہابت خاں کی رخصت کی تجویز ہو رہی تھی کہ دکن کے اخبار نویسوں کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سیواجی نے بہت فساد مچایا ہے تو جعفر خاں اور مہابت خاں کی طرف منہ کر کے بادشاہ نے فرمایا کہ اس کافر بچہ نے پاؤں اپنی حد سے باہر بہت نکالا ہے۔ اس کے گوشمال کا فکر ضروری ہے۔ مہابت خاں نے جواب میں التماس کیا کہ فوج کی حاجت اور لشکر کشی کی ضرورت نہیں ہے۔ اعلام قاضی کفایت کرتا ہے۔ بادشاہ نے بیدماغ ہو کر خلوت میں جعفر خاں سے فرمایا کہ مہابت خاں کو سمجھائیں کہ سردیوان ایسے لغو کلمات عرض نہ کیا کرے۔

## فرار ہونے کے بعد سیواجی کا حال:

سیواجی کا حال فرار ہونے کے بعد خافی خاں یہ لکھتا ہے کہ سیواجی متھرا سے بھیس بدل کر

روانہ ہوا۔ ڈاڑھی مونچھ منڈائی اپنے پسر خردسال کو ہمراہ لیا۔ چالیس پچاس ہرکارے اور نوکر چاکر ساتھ تھے۔ ان سب کے منہ پر بھبوت ملی ہوئی تھی اور ہندو فقیروں کی صورت بنائی، چوب دستیوں کو مجوف کیا تھا یعنی لکڑی کی دستیوں کو اندر سے کھوکھلا کیا تھا اور اُن کے اندر بیش قیمت جواہر اور کچھ اشرفیوں کو اتنا بھر لیا تھا کہ لکڑیوں کو ہاتھ میں لے جاسکتے تھے اُن کے سروں پر شامیں لگا دی تھیں۔ پرانی جوتیوں کے تلوؤں میں کچھ اشرفیاں سی دیں۔ یہ فرقہ مختلف الوضع بیراگی و گسائیں و داسی بنا اور الہ آباد سے بنارس کو چلا۔ ایک دانہ الماس بیش قیمت چند یاقوت کے دانوں کے ساتھ موم میں بند کر کے ہرکاروں کی پوشش میں سی دیا اور جواہر بعض ہمراہیوں نے منہ میں رکھ لیے۔ یہ کوچ کر کے ایک مکان میں پہنچا جہاں کے فوجدار کو وکیل کے لکھنے سے اور بادشاہ کے احکام پہنچنے سے سیواجی کے فرار کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ فوجدار نے سیوا کے فرار ہونے کی اور ان فقیروں کے تین گروہوں کی آنے خبر پاکر ان سب فقیروں کو مقید کر لیا اور تحقیقات شروع کیں۔ ایک روز ایک رات تک یہ سیواجی مقید مسافروں کی ایک جماعت کے ساتھ قید میں رہا۔ دوسرے روز آدھی رات کو سیوا خود تنہا خلوت میں فوجدار کے پاس گیا اور اقرار کیا کہ میں سیوا ہوں۔ دو دانہ الماس میں دیا قوت لاکھ روپے کی قیمت کے میرے پاس ہیں تو یہ جانتا ہے کہ اس صورت میں کہ مجھے زندہ قیدی کر کے بھیجے یا میرے سر کو کاٹ کر ارسال کرے دونوں صورتوں میں یہ دونوں جواہر بے بہا تیرے ہاتھ نہ آئیں گے یہ میں ہوں اور یہ میرا سر ہے تو ہم گرگشتوں کے سر سے ہاتھ اُٹھا۔ علی قلی خاں نے یہ سوچا کہ معلوم نہیں کیا ہو۔ سودائے نقد کو امید ادھار پر چھوڑنا مصلحت نہیں ہے۔ اس لیے وہ دو جواہر بے بہا لے لیے اور تہدید آمیز تفتیش کے بعد تمام فقیروں اور مسافروں کو چھوڑ دیا۔ سیواجی اس خلاصی کو دوبارہ عمر پانا سمجھا جیسے کہ مرغ قفس میں پھنسا ہوا چھوٹ کر اُڑتا ہے اس طرح وہ فوجدار کے دام سے چھوٹ کر بنارس کی طرف اُڑا۔ اگرچہ وہ خود پیادہ چلنے میں ہرکاروں سے زیادہ چلتا تھا مگر سنبھا کم عمر بچہ ساتھ تھا۔ اُس کے پاؤں میں چھالے پڑے وہ اُس کے پاؤں کی زنجیر بنا۔ سیواجی کے باپ دادا جب بنارس میں آئے تھے تو موروثی پروہت کب کلس کو بنایا تھا۔

## ہندوؤں کی ایک مذہبی رسم کا احوال:

صاحب اسم و رسم ہنود کا یہ ضابطہ ہے کہ جس مکان میں جاترا کے لیے جاتے ہیں وہ ایک برہمن کو اپنا مہری خط لکھ کر دے دیتے ہیں جو اُن کی خدمت کرتا ہے۔ وہی ہمیشہ اُن کی اولاد کی



خدمت کیا کرتا ہے۔ سیواجی نے اس کو تلاش کر کے پیدا کیا اور اپنے بیٹے کو اُس کے حوالہ کیا۔ کچھ جواہر اور اشرفیاں دیں اور سفارش کی کہ اگر میری حیات نے وفا کی اور میں اپنے مکان کو پہنچا تو میں تمھیں خط لکھوں گا تم سنبھا کو اپنے ساتھ لے کر جس راہ سے کہ میں بتاؤں اس راہ سے میرے پاس پہنچا دینا ورنہ تمھیں اور بیٹے کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ کبھی تم پسر کی خواہش اور اس کی مادر کی تحریر پر زنہار اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ اس برہمن کو جو کب کلس کو لایا تھا چند سال کا خرچ دے کر سنبھا کے ہمراہ کیا اور خود بنارس کو روانہ ہوا اور اس میں داخل ہوا۔ دو گھڑی رات رہی تھی وہ گنگا نہانے گیا۔ ابھی داڑھی منڈانے اور نہانے سے فارغ نہ ہوا تھا اور تاریکی باقی تھی کہ سیوا کی گرفتاری کا غلغلہ ہوا۔ اس لیے ایک برہمن کو زر و جواہر دیا اُس نے نہانے سے فارغ کر دیا اور وہ روانہ ہوا۔ القصہ سیوا بنارس سے بہار و پٹنہ و چاندہ کی راہ سے قصبہ حیدرآباد میں قطب الملک پاس پہنچا اور افسانے و افسوں مکر انگیز و ابلہ فریب سے اس کو ایسا سبز باغ دکھلایا کہ وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔

## سیواجی کی فتوحات:

سیواجی فن قلعہ گیری میں مشہور تھا۔ عبداللہ قطب الملک نے ان تمام سرحدی قطب شاہیہ قلعوں کے لیے سیواجی کو متعین کیا جو عادل شاہیہ کے تصرف میں چلے گئے تھے۔ اُس نے عبداللہ سے قسم و عہد و پیمان و قرار کیے کہ اگر فوج و مصالح قلعہ گیری میرے ہمراہ کیا جائے تو وہ قلعے جو بیجاپوریوں کے تصرف میں ہیں اُن کو جا کر تھوڑے دنوں میں تسخیر کر لیتا ہوں اور تمھارے منصوبوں کو جو میرے ہمراہ تم کر دو گے اُن کو حوالہ کر دوں گا اور سوائے تمھارے قلعوں کے چند میرے قلعے جو کہ عالمگیر کے آدمیوں نے لے لیے ہیں اگر اُن کو تمھاری کمک اور مصالح سے اپنے تصرف میں لاؤں گا تو میں تمھارے احسان مانوں گا اور آپ کا بندہ دست گرفتہ اور غلام زرخریدہ رہوں گا۔ عبداللہ شاہ نے عاقبت بینی اور اس غدار کے افعال پر نظر نہیں کی جمعیت شائستہ مع مصالحہ قلعہ گیری اور چند آدمی قلعہ داری کے قابل سر فوج قرار دیے اور اُن کو سیواجی کی اطاعت و رفاقت کے لیے سفارش کی۔ سیواجی قلعہ گیری میں ید بیضا رکھتا تھا۔ فوج لے کر جس قلعہ کے نیچے وہ جاتا اس کو طرح طرح کے حیلوں اور تدبیروں سے چند دنوں کے محاصرہ میں لے لیتا۔ قلعہ کے سپرد کرنے اور قلعہ دار ہونے کے لیے عبداللہ شاہ نے جو آدمی اُس کے ہمراہ کیے تھے ان سے چکنی چپڑی باتیں کہہ دیتا کہ تم میرے قوتِ بازو ہو اس قلعہ سے بہتر قلعہ تم کو سپرد کر دوں گا۔ یوں

امیدوار کر کے جنس و نقد جو قلعہ میں سے ہاتھ لگتا اُن کو دے دیتا اور اُن کو دم دے کر دوسرے قلعے پر لے جاتا۔ ستارہ اور پرنالہ وغیرہ دس بارہ قلعے فتح کر لیے۔ یہ بیجاپور کے قلعے ایسے مشہور تھے کہ لاکھوں روپے خرچ ہو کر برسوں میں فتح ہوتے لیکن اُس نے تھوڑے دنوں میں اپنے تصرف میں کر لیے۔ راجہ جے سنگھ و دلیر خاں اور بند ہا بادشاہی کی سعی سے قلعہ جات راج گڑھ وغیرہ کی کنجیاں خود اُس نے حوالہ کی تھیں اُن پر پھر اپنا تصرف کر لیا۔ عبداللہ شاہ کے نوکروں کو حوالہ کر کے اُن کو رخصت کیا۔ عبداللہ شاہ کے بعد ابوالحسن اس کا جانشین ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ابوالحسن کی فرمانروائی کے سال اوّل و دوم میں سیواجی حیدرآباد میں آیا اور اس سے ملاقات کی اور ابلہ فریبی کی۔ قلعہ گیری سے فراغت پا کر وہ بدستور سابق قلعہ راجگڑھ میں مستقل ہوا اور از سرِ نو علم بغاوت بلند کیا۔

## راجہ جے سنگھ:

انگریزی تاریخوں میں مرہٹوں کی اور خافی خاں کی تاریخوں سے یہ نقل ہوتا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے یہ جانا کہ بیجاپور سے مراجعت کے بعد دکنیوں کے ہجوم اور عدم ذخیرہ سے مفتوحہ قلعوں کا قلعہ داروں کے ہاتھ میں رہنا مشکل ہے اس لیے اُس نے مصالح توپ خانہ جو ہمراہ لینے کے قابل تھا ساتھ لیا۔ باقی کو کہا کہ سپاہ لوٹ لے یا آگ لگا دے۔ اور برج و بارہ جو لائق مسمار کرنے کے تھے اُن کو ڈھا دیا اور وہاں سے کوچ کر کے اورنگ آباد کو چلا۔ مورو پنت کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ اُس نے ان قلعوں کو دوبارہ لے لیا۔ مرمت کرائی ان میں آدمی مقرر کیے اور بادشاہی آدمی نکال دیے۔ غرض سیواجی کے آنے سے پہلے بہت سے قلعے فتح ہو گئے تھے۔ اُس نے آ کر ملک کوکان میں ولایت کلیان کو فتح کر لیا۔

## سیواجی کا سورت کو لوٹنا اور قلعہ راہیری (رائے گڑھ) کی تعمیر:

سیواجی نے بندر سورت پر تاخت کی۔ اس میں کروڑوں روپیہ کے نقد و جنس حاصل ہوئے اور ہنود بانام و نشان اور مسلمان آبرو طلب زن و مرد اُس کے ہاتھ آئے۔ سورت کو باب الحج کہتے تھے۔ اُس کا لٹنا حاجیوں کے حج کا مانع تھا۔ اس لیے بادشاہ کو یہ واقعہ نہایت ناگوار ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ بندر سورت کے اطراف میں قلعہ شہر پناہ بنائیں جو پہلے نہ تھا اور دلیر خاں و خان جہاں بہادر سیواجی کی تنبیہ کے لیے متعین کیے۔ کہتے ہیں کہ سیواجی نے بارہ ہزار عربی و کچھی گھوڑے جمع



کیے سواروں کو ان گھوڑوں کا بارگیر بنا کے افواج کو بھیجتا تھا۔ پہلے جو اس نے نئے قلعے دریا میں بنائے تھے اُن کو اب از سرِ نو تعمیر کیا۔ جنگی کشتیاں تیار کیں اور اُن کے قلعوں کے نیچے رکھا اور راہ ولایت اور کعبۃ اللہ کے جہازوں کو لوٹنا شروع کیا۔ قلعہ راجگڑھ سیواجی کا قدیمی ملجا اور جائے پناہ تھا۔ جب اُس کے اطراف کے بندوبست سے خاطر جمع ہوئی تو اُس کو یہ فکر ہوا کہ راجگڑھ سے زیادہ کسی قلب کوہ میں اپنے رہنے کے واسطے کوئی قلعہ بنانا چاہیے۔ بہت تلاش کر کے اُس نے کوہ راہیری میں اس کی تجویز کی وہ دامن کوہ سے قلعہ تک تین کروہ ارتفاع یعنی بلندی رکھتا تھا اور 24 کروہ وہاں سے دریائے شور تھا اور دامن کوہ سے دریا کا ایک شعبہ سات کروہ پر تھا اور اس طرف کی اطراف میں بندر سورت کی راہ دس بارہ کروہ خشکی میں تھی اور راجگڑھ یہاں سے چار پانچ منزل تھا۔ یہاں پانچ مہینے برابر مینہ برستا تھا۔ اس کوہ کا تعلق نظام الملکی کوکن سے تھا یہاں قلعہ اُس نے بنایا اور برج و بارہ اس کے کمال قلب بنائے قلعہ راجگڑھ کا رہنا چھوڑ دیا اور قلعہ راہیری (رائے گڑھ) کو اپنے رہنے کی جگہ بنایا۔ جب قلعہ تیار ہو گیا اور توپیں اس پر لگ گئیں اور اطراف کی آمد و شد کی راہ مسدود ہوئی۔ صرف ایک راہ قلب اُس کی رکھی تو ایک دن مجمع کیا اور زر کی تھیلی اور سوہون کا سونے کا کڑہ میدان میں رکھ دیا اور منادی کی کہ سوا اس راہ کے جو مقرر ہوئی ہے اگر کوئی شخص دوسری راہ سے قلعہ کے اوپر بلا مدد زینہ و کمند کے مع نشان جائے تو وہ زر اور سونے کا کڑہ لے لے۔ ایک ڈھیر آیا اُس نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں پہاڑ پر مع نشان کے جا کر قلعہ پر نشان نصب کر کے چلا آؤں۔ سیواجی نے اجازت دی۔ اس نے قلعہ پر جا کر نشان نصب کر دیا اور جلدی چلا آیا۔ سیواجی نے حکم دیا کہ خریطہ زر اور کڑہ اُس کو دے دیں اور اس کے پاؤں کے بند کاٹ دیں۔ اس راہ کو اُس نے بند کرا دیا۔ جے سنگھ کی جگہ دکن کا صوبہ سلطان معظم مقرر ہوا اور جسونت سنگھ اُس کے ساتھ بھیجا گیا۔ ان دونوں کے اوصاف کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

## سیواجی اور بادشاہ کی صلح:

جو کار ساز شوق کے پردوں میں ہوتے ہیں اُن کی اصل حقیقت اس سے نہیں کھلتی کہ جو سازش کرنے والے ہوتے ہیں وہ تو سازش کا حال صحیح بیان نہیں کرتے اور اگر سچ بھی کہتے ہیں تو اُن کی دغابازی اور مکاری کے سبب سے اعتبار نہیں ہوتا اور سازش کے افشاء میں محققین جو اپنی عقلیں دوڑا

کررائے لگاتے ہیں اُن میں کوئی کچھ لکھتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے اس اختلاف سے کوئی صحیح امر تحقیق نہیں ہوتا۔ بس اسی قبیل کا معاملہ اورنگ زیب اور سیوا.جی کی صلح کا ہے یہ دونوں ملکی جوڑتوڑ کرنے میں ایک دوسرے کے اُستاد تھے۔ اس صلح کا حال بعض مورخ انگریزی مرہٹوں کی تاریخ سے نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ نے راجہ جسونت اور شہزادہ محمد معظم کو بہت تاکید سے لکھا تھا کہ سیوا.جی سے بظاہر ملے رہنا عین مصلحت ہے مگر جس وقت قابو چلے اُس کا قید کرنا یا قتل کرنا واجب ہے بلکہ یہاں تک ہدایت کی کہ میری حکومت سے بغاوت اور نفرت جتانا اور خفیہ جداگانہ مرہٹوں سے ملتے جلتے رہنا۔ غرض یہ صلح اُس کے پھنسانے کا جال تھا۔ مگر سیوا.جی سیانا تھا۔ اس جال میں کب آتا تھا۔ بعض مورخ انگریزی یہ بیان کرتے ہیں کہ سیوا.جی کی ملاقات راجہ جسونت سنگھ سے دہلی میں ہوئی تھی۔ وہ راجہ کے مزاج سے خوب واقف تھا اور راجہ اس وقت شہزدہ محمد معظم پر بالکل مسلط تھا۔

## راجہ کا کٹر و متعصب ہندو ہونا:

راجہ کٹر اور متعصب ہندو تھا۔ اب تک اس کا ایک خط اورنگ زیب کے نام کا جزیہ کے باب میں راجہ کولاپور کے پاس موجود ہے۔ یہ خط سیوا.جی نے اُس کو لکھ کر دیا تھا۔ وہ ہندوؤں کی سلطنت کا بہ نسبت مسلمانوں کی سلطنت کے زیادہ نیک خواہ تھا۔ بڑا رشوت خور تھا۔ سیوا.جی نے جانا کہ راجہ اور مرزا دونوں کو زر دینے سے خوب مطلب براری ہوگی۔ اُن کو بیدریغ خوب روپیہ دینا شروع کیا۔ شہزادہ محمد معظم کو اپنی تقصیرات کا شفیع بنایا اور ایک عرضداشت اپنی دولت خواہی کی بھجوائی جس میں لکھا تھا میں ہمیشہ حضور کی خیر خواہی اور اطاعت و فرمان برداری و خدمت گزاری کروں گا گو میری خدمت کی پہلے قدر نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے اُس کی درخواست منظور کی اور سیوا.جی کو راجہ کا خطاب دیا اور اس کے بیٹے سنبھا کو پنج ہزاری کا خطاب ملا اور ملک برار میں ایک نئی جاگیر دی جس میں سیوا.جی کی طرف سے اول دفعہ ایک مرہٹہ کلکٹر راؤ جی سومناتھ مقرر ہوا اور اُس کی جاگیر کے اضلاع پونہ و چاکنہ و سوپہ واپس دے گئے مگر یہ ڈراوا اُس پر رکھا گیا کہ قلعہ سنگھ گڑھ اور پورندھر میں بادشاہی فوج فرمان روا رہے۔ سیوا.جی نے اورنگ آباد میں محمد معظم پاس سنبھا.جی کو سواروں کے ساتھ روانہ کیا مگر کم عمری کے سبب سے اس کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ کرتو.جی گوجر کو پرتاب راؤ کا خطاب دیا اور سرنوبت سواروں کا منصب دے کر بھیجا۔

بیجاپور اور گول کنڈہ کے رئیسوں سے بادشاہ کی صلح ہوگئی تھی اس لیے 1078ھ تک دکن میں



امن رہا۔

## صلح کا ٹوٹنا اور سیوا.جی کا قلعوں اور ملک کا فتح کرنا:

عالمگیر ایسا نادان نہ تھا کہ وہ وقت پر اپنی تدابیر کی ناکامیابی کو نہ سمجھتا ہو۔ جس وقت اُس کو معلوم ہوا کہ اس صلح سے سیوا.جی پھندے میں نہ پھنسا تو اُس نے کھلم کھلا اُس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس سبب سے صلح کا عہد ٹوٹ گیا اور سیوا.جی نے پھر اپنا پرانا طریقہ اختیار کیا۔ اوّل اُس نے قلعہ جات سنگ گڑھ اور پورندھر کو فتح کرنا چاہا جن کے سبب سے اُس کی آمد و رفت چاکنہ اور پونہ سے مسدود تھی۔ سنگ گڑھ کا قلعہ پونہ کے پاس تھا۔ اُس کی عظمت کا خیال اورنگ زیب اور سیوا دونوں کو تھا۔ بادشاہی راجپوتوں کی فوج نہایت تجربہ کار افسر اودے بھان کے ماتحت اس قلعہ کی حراست کرتی تھی۔ تنا.جی مالوسری نے ماولیوں کو ساتھ لے کر اس قلعہ پر دھاوا کیا۔ پہاڑوں کی بلندیوں کو زینوں پر چڑھ چڑھ کے گھیر لیا۔ راجپوتوں کی سپاہ بڑی دلاوری سے لڑی اور تنا.جی کو مار گرا دیا۔ اور دشمنوں کی تہائی فوج (3000 آدمیوں کے قریب) کو ٹھکانے لگایا۔ مگر مرہٹے مر کر بھی نہ ہٹے اور آخر کو بڑی بہادری و شجاعت سے قلعہ کو لے کر اُٹھے۔ پانچ سو راجپوت مع افسر کے قتل ہوئے۔ سیوا.جی اس قلعہ کی فتح سے بڑا خوش ہوا۔ مگر جب اُس نے سنا کہ تنا.جی مارا گیا تو بڑا غمزدہ ہوا۔ اور اُس نے کہا کہ بھٹ ہاتھ آیا اور شیر مارا گیا۔ سیوا.جی کی عادت نہ تھی کہ وہ ایسے موقعوں پر کسی کو انعام دیتا۔ لیکن اس فتح نمایاں کی خوشی میں ہر ناولی کو چاندی کے کڑے عنایت کیے اور افسروں کو اُن کے حسب حال انعام دیا۔ سور باجے کو قلعہ دار مقرر کیا۔ سنگ گڑھ کے فتح ہونے کے بعد قلعہ پورندھر کو لے لیا۔ اس نے کچھ بڑا مقابلہ نہیں کیا۔ کوکن میں قلعہ مہولے کا فتح کرنا قلعہ پورندھر کی طرح آسان نہ تھا۔ موروپنت کو اہل قلعہ نے ہٹا دیا اور اس کے ایک ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ اہل قلعہ کو امید تھی کہ جنیر سے اُن کی کمک آئے گی وہ نہ آئی دوسری دفعہ حملہ کیا اور دو مہینے تک محاصرہ رکھا اور اُس کو تسخیر کر لیا۔ غرض تمام ولایت کلیان پر سیوا.جی کا قبضہ ہوگیا۔ سیونیری کی فتح کرنے میں سیوا.جی کامیاب نہیں ہوا جنجرا کو بھی فتح نہ کر سکا جس کا نیچے حال خافی خاں کی کتاب سے لکھا جاتا ہے۔

## سیوا.جی کی حبشیوں سے لڑائی:

ابتدا میں کوکن نظام الملکی سے راہیری کے اطراف تعلق رکھتے تھے۔ جب شاہجہاں کا اس ملک پر تسلط ہوا تو بیجاپور کا ملک جو تازہ تصرف میں آیا تھا اس کو کوکن نظام الملکی سے بدل لیا تھا اور عادل

شاہ کو وہ مرحمت کیا تھا۔ اس ضلع کوکن میں عادل شاہ کی طرف سے فتح خان افغان حاکم تھا۔ اور قلعہ دندار (ہندار) راجپوری کہ نصف دریائے شور میں واقع ہے اور نصف خشکی میں ہے اس کا حاکم نشین تھا اور قلعہ جزیرہ جو دریائے شور کے اندر ٹاپو میں تھا وہ گولہ رس فاصلہ پر دندار راجپوری سے تھا وہ کمال مستحکم تھا۔ اس نواح میں ملک پر جس وقت غنیم کا غلبہ ہوتا تو یہاں کا فوجدار اس قلعہ میں پناہ کے لیے چلا جاتا۔ دندار راجپوری سے راہیری بیس کروہ پر تھا۔ جب اس کو سیواجی نے اپنے رہنے کی جگہ مقرر کیا تو اس نواح میں سات اور چھوٹے بڑے قلعے اپنے تصرف میں کر لیے اور دندار راجپوری کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ جب فتح خاں نے سیوا کا یہ غلبہ دیکھا کہ سب قلعوں پر غالب ہو گیا تو حواس باختہ ہو کر دندار راجپوی کو چھوڑ کر قلعہ جزیرہ میں چلا گیا۔ اس جزیرے کو مرہٹے جنجیرا کہتے ہیں۔ سیواجی نے یہاں بھی فتح خاں کا قافیہ تنگ کیا تو وہ اس فکر میں تھا کہ امان کا قول لے کر جزیرہ بھی غنیم کے سپرد کر دے اور خود اپنی جان سلامت باہر لے جائے۔ فتح خاں کے تین غلام حبشی، سیدی سنبل وسیدی یاقوت وسیدی خیریت تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ہمراہ دس دس حبشی قواعد دان سپاہی مقرر تھے۔ جزیرہ کے بندوبست کا اور اکثر کاموں کا اختیار اُن کو تھا۔ ان تینوں کو غنیم کے غلبہ پر اور فتح خاں کے اس ارادہ پر اطلاع ہوئی کہ وہ قلعہ جزیرہ کو سیواجی کے حوالہ کرے گا تو انہوں نے باہم مصلحت کی کہ جس صورت میں قلعہ جزیرہ مرہٹوں کے تصرف میں چلا جائے گا تو خدا جانے ہم پر وہ کیا ظلم توڑیں گے بہتر یہ ہے کہ فتح خاں کو گرفتار کر کے مقید کریں اور سیدی سنبل کو اس ضلع کی سرداری اور حکومت دیں۔ چنانچہ 4 جلوس میں حبشیوں نے فتح خاں کو غافل کر کے اُس کے پاؤں میں زنجیر ڈالی اور ساری حقیقت عادل شاہ کو لکھی اور خان جہاں بہادر صوبہ دار دکن کو بھی اُس کی اطلاع دی اور بادشاہ کی بندگی کی استدعا کی اور بندر سورت اور دریا کی راہ سے کمک طلب کی۔ خان جہاں بہادر نے جواب عنایت آمیز بھیجا اور ان تینوں حبشیوں کو منصب وخلعت عنایت کیا اور پانچ ہزار روپیہ مدد خرچ کر کے نقد عنایت کیا اور جاگیر سرحاصل نواح سورت میں عطا کی جس سے سیدی سنبل کی حالت مزید مستحکم اور مضبط ہو گئی۔ سیواجی کے شر کے دفع کرنے میں کربستہ ہوا قلعہ کے نیچے کی کشتیاں جو مرمت طلب تھیں اُن کی درستی کرائی اور دریانوردی کے قصد سے جنگی کشتیاں جمع کیں اور ایک رات کو قلعہ دندار راجپوری کی کشتیوں پر حملہ کیا اور دو سو نفر خلاصی اور جنگی پیادے پکڑ لیے۔ ان میں سے سو مرہٹے تھے جن کو سیواجی نے ابھی



مقرر کیا تھا۔ ان کے پاؤں میں پتھر باندھ کے پانی میں ڈبو دیا۔ اس دن سے وہ سیواجی اور حبشیوں میں شدید عداوت ہو گئی۔ سیواجی نے چالیس پچاس جنگی کشتیاں ترتیب دیں اور قلعہ طلایہ دگندیری مستحکم کیا۔ یہ نئے قلعے روئے دریا پر اُس کے بنائے ہوئے تھے۔ فریقین میں دریا پر لڑائیاں ہوتیں اُن میں حبشی غالب رہتے۔

## سیدی سنبل کی وفات اور سیدی یاقوت کی قائم مقامی:

سیدی سنبل کو نہصدی کا منصب ملا۔ وہ مر گیا اور مرنے کے وقت سیدی یاقوت اپنا قائم مقام بنایا اور حبشیوں کو بالاتفاق اُس کی اطاعت ورفاقت کے لیے سفارش اور وصیت کی۔ اپنی قوم میں سیدی یاقوت جوہر شجاعت ورعیت پروری اور آبادکاری اور منصوبہ بازی میں ممتاز تھا کشتیوں اور مصالح جنگی کے جمع کرنے میں، قلعہ کے برج دوبارہ کی تعمیر میں اور دریانوردی میں وہ پہلے سے زیادہ کوشش کرنے لگا اور شب وروز مسلح ومکمل رہنے لگا۔ مکرر اُس نے غنیم کی کشتیوں کو دریا پر پکڑ لیا اور اور بہت سے مرہٹوں کے سر کاٹ کے بندر سورت میں بھیج دیئے اور خانجہاں کو عرضداشت بھیجی۔ خانجہاں بہادر کی تجویز سے اُس کے پیہم اضافے ہوئے۔ وہ ہمیشہ منصوبے میں رہتا تھا کہ قلعہ دندار راجپوی کو سیواجی کے قبضہ سے نکالے۔ اُس نے ہوائی توپیں بہم پہنچائیں اور رات کو اُن کو درختوں پر لگا کے دندار راجپوری کی طرف چھوڑا۔ اسی طرح سیواجی قلعہ جزیرہ کی تسخیر کی فکر میں رہتا تھا اور اپنے ہمراہ کے سرداروں سے جو فن قلعہ گیری میں ممتاز تھے وعدہ کرتا تھا کہ جو اس قلعہ کو فتح کرے تو اُس کو ایک من سونا مع اور لوازم انعام دوں گا۔ ہولی کے دنوں میں سیواجی نے قلعہ راہیری سے تین کروہ پر ایک مکان ٹھہرنے کے لیے تجویز کیا تھا اور قلعہ جزیرہ کی تسخیر کی دھن میں رات دن رہتا تھا۔ ایک رات کو حصار دندار راجپوری میں ہندو ہولی کھیل کر مست پڑے تھے کہ سیدی یاقوت نے چار پانچ سو آدمی مع مصالحہ قلعہ گیری وزینہ وکمند سیدی خیریت کے ہمراہ خشکی کی طرف تعین کیے اور خود تیس چالیس کشتیاں مصالح یورش سے بھری ہوئی لے کر دریا کی طرف سے پائے حصار میں پہنچا۔ دونوں آپس میں کچھ اشارے مقرر کر لیے تھے۔ ان مقرری اشاروں پر کام کرتے تھے قلعہ کے آدمیوں کو اُنہوں نے غافل پایا سیدی خیریت نے خشکی کی طرف سے صدائے یورش بلند کی۔ اور ہندوؤں نے خبر پا کر مجموعی طور پر اُس کے دفعہ کرنے پر متوجہ ہوئے۔ سیدی یاقوت نے ایک جانبازوں کی جماعت لی اور کمند وزینوں کے ذریعہ سے جو کشتیوں سے

پائے حصار تک لگے ہوئے تھے جلدی و چابکی سے حصار پر چڑھنے لگے۔ ان میں کچھ آدمی ڈوبے کچھ قتل ہوئے مگر حصار کے اندر پہنچ گئے اور مارو پکڑو کا غل مچایا۔

## بارود کو آگ لگنا اور اس سے آدمیوں کا مرنا:

اسی حال میں چند نفر جو ایک سردار کے ساتھ باروت خانہ کا مکان کھولنے اور باروت نکالنے اور تقسیم کرنے کے لیے آئے تھے اُن کے ہاتھ سے باروت خانہ میں آگ لگی۔ یہ آمی مع سرداروں اور گھر کی چھت کے اُڑ گئے۔ اور دس بارہ آدمی سیدی کے بھی ہوا کی سیر کر کے جان سے بیر ہوئے۔ سیدی یاقوت کا تکیہ کلام جسو جسو تھا۔ جب دُھواں چاروں طرف پھیلا اور غل غپاڑہ مچا تو دوست کو بیگانہ میں تمیز نہیں رہی اس موقع پر یاقوت جسو جسو کہہ کر اپنے بہادروں سے کہتا تھا کہ میں زندہ و سلامت ہوں تم خاطر جمع رکھو۔ ہندوؤں کے مارنے اور باندھنے میں حبشیوں نے دست درازی کی۔ اس عرصہ میں سیدی خیریت بھی زینہ و کمند پر چڑھ کر اپنے آدمی کو قلعہ میں لے آیا اور قلعہ کو مفتوح کیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت بارود خانہ کی چھت اُڑی ہے تو اُس کی آواز سے سیواجی باوجود یکہ بیس کروہ پر تھا جان گیا تھا کہ قلعہ دندا راجپوری پر کوئی آفت آئی ہے۔ اُس نے تیز رفتار جاسوس اور ہرکارے بھیج کر حال دریافت کرایا۔ ان ایام میں سیواجی کا لشکر اور فوج خانگی بندر سورت کے اطراف کی تاخت کو گئی ہوئی تھی اور چھ سات نظام الملکی قلعے جو دندا راجپوری سے چار پانچ کروہ کے اندر واقع تھے وہ سب سیواجی کے تصرف میں تھے اس وقت اُن کو چھوڑ کر وہ اور قلعوں کی امداد کو نہیں جا سکتا تھا۔ سید یاقوت نے فرصت کو غنیمت سمجھ کر قلعوں پر تاخت کی۔ اس ضلع میں حبشیوں کے تسلط کا آوازہ زبان زد خلائق تھا۔ دو تین روز کے تردد میں چھ قلعوں کے قلعہ داروں نے امان مانگ کر قلعوں کو حوالہ کیا۔ ایک قلعہ دار نے سیواجی کی کمک کی امید میں ایک ہفتہ جنگ کی۔ حبشیوں کے مورچال کے قریب پہنچے تو ہوائی توپوں کے مارنے اور مصالح قلعہ گیری کے جمع کرنے سے ان پر عرصہ تنگ ہوا۔ امان طلب کی قلعہ کو حوالہ کیا سیدی یاقوت نے باوجود امان دینے کے سات سو آدمیوں میں جو قلعہ سے نکلے صاحب جمال عورتوں اور خردسال اطفال کو لونڈی غلام بنایا اور مسلمان کیا اور بڈھے مردوں اور بدہیت عورتوں کو چھوڑ دیا۔ اُس روز سے سیواجی کے دل میں حبشیوں کی ہیبت بیٹھی کہ سوائے قلعہ راہیری کے محفوظ رکھنے کے کسی دوسرے قلعہ کا فکر نہ کیا۔ قلعہ دندا راجپوری اور قلعوں کی فتح کے بعد بادشاہ زادہ محمد معظم صوبہ دار



دکن اور خان جہاں بہادر کی خدمت میں یاقوت کی عرضداشت پہنچی۔ اُنہوں نے خلعت و خطاب خانی اور اضافہ سیدی یاقوت و سیدی خیریت کو مرحمت کیا۔ حبشیوں کا باقی حال آئندہ لکھا جائے گا۔

## سنبھا کو سیواجی کا بلانا:

سیواجی نے سنبھا کو الہ آباد میں کب کلس زناردار کے پاس چھوڑا تھا۔ سیواجی نے کلب کلس کا ایک خط بنایا جس میں سنبھا کے مرنے کا حال لکھا تھا۔ اور اُس کے مرنے کو مشہور کیا اور خود ماتم میں بیٹھا۔ امیران دکن نے اُس کو پرسے کے خط لکھے۔ سنبھا کی بیوی ستی ہونے پر مستعد ہوئی۔ بہت منت وسماجت سے اُس کو منع کیا۔ مرنے کی تمام رسومات ادا ہوئیں۔ بادشاہ کو جب اُس کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ خس کم جہاں پاک۔ چار پانچ روز نہ گزرے تھے کہ الہ آباد سے کب کلس کے ہمراہ سنبھا آیا۔ شادیانے بجنے لگے سیواجی سے جب اس خبر بد کا سبب لوگوں نے پوچھا تو اُس نے کہا کہ اگر یہ شہرت نہ دی جاتی تو بادشاہ میرے بیٹے کے تجسس سے غافل نہ ہوتا اور دو مہینے کی مسافت طے کرنی گرفتاری اور قید کے اندیشہ سے سنبھا پر مشکل ہو جاتی۔

## سیواجی کا سورت کو لوٹنا 1082ھ:

ابھی برسات پوری ختم نہ ہوئی تھی کہ سیواجی پندرہ ہزار سپاہ کو لے کر سورت کے سر ہوا۔ یہاں کا حاکم ایک مہینہ پہلے دفعتہً مر گیا تھا۔ اس خبر سے کہ سیواجی سورت لوٹنے آتا ہے۔ بہت سپاہ اس شہر کی حفاظت کے لیے داخل ہو چکی تھی مگر اتفاقاً یا ارادۃً جسونت سنگھ اور بادشاہ زادہ نے اس سپاہ کو وہاں سے علیحدہ کر دیا۔ صرف سو سپاہی وہاں رہ گئے۔ سیواجی نے خوب فرصت میں تین دن تک سورت کو لوٹا۔ حج کر کے کاشغر کا فرمانروا یہاں واپس آیا تھا اس کا مال سیواجی کو خوب ہاتھ لگا۔ اُس پر وہ فخر کرتا تھا۔

تیسرے روز برہان پور سے خبر آئی کہ سیواجی نے سورت سے اپنی فوج کو ہٹایا اور اہل سورت کو لکھا کہ اگر وہ بارہ لاکھ روپے سالانہ نذرانہ دیں گے تو آئندہ لوٹ کی آفت سے بچیں گے۔ وہ ملہیر کی شاہراہ سے اپنے ملک کو چلا۔ وہ نجیبن نجیبن سے چاندور کے نزدیک گزرتا تھا کہ داؤد خاں پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اُس کے پیچھے آ لگا۔ سیواجی اور اس کے سپاہی ناسک کے درہ کلاں کی راہ سے دکن میں دوبارہ داخل ہونا چاہتے تھے کہ اُس کے اور اُس درہ کے درمیان فوج شاہی آ گئی۔

سیواجی نے اپنی سپاہ کی پانچ چار فوجیں بنائیں کہ دشمن اُن کے پیچھے متفرق ہوں۔ان فوجوں میں سے ایک فوج خزانہ لے کر دشمنوں سے کچھ لڑتی ہوئی کونکن میں داخل ہوگئی۔باقی فوجوں نے داؤد خاں کی سپاہ کو شکست دی۔ماہور کی دیس مکھی مرہٹن بادشاہ کی طرف سے مرہٹوں سے لڑتی تھی اور حق نمک ادا کرتی تھی وہ گرفتار ہوگئی۔سیواجی نے اُس کے ساتھ یہ آدمیت برتی کہ اس کو گھر بھجوادیا اور بہت سے تحائف اُس کو دیئے۔

## لڑائی کے لیے سیواجی بحری اور بری تیاریاں:

جب سیواجی پھر لڑنے آیا تو اُس نے بحری اور برّی بڑی تیاریاں کیں اُس نے دس ہزار سوار بسر کردگی پرتاب راؤ گوجر اور بیس ہزار پیدل بسر کردگی پیشوا شمال کی طرف روانہ کیے اور 160 جہاز بمبئی میں گزرے کہ وہ بروچ کی فوج کے کمکی بنیں مگر اس نے اس بیڑے کو واپس بلا لیا تو وہ داخل آ گیا۔اُس کے ساتھ پُرتگیزوں کا ایک بڑا جہاز تھا جو اُس نے دمن میں گرفتار کیا تھا۔پرتگیزوں نے بھی اپنے جہاز کے عوض میں سیواجی کے بارہ جہاز گرفتار کر لیے تھے۔

پرتاب سنگھ کو حکم تھا کہ وہ خاندیس پر حملہ کرے جو ان دنوں میں ایک بڑا دولت مند آباد صوبہ تھا۔پرتاب سنگھ نے اس کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کو لوٹا مارا اور اُس نے ایسا اُن کو مجبور کیا کہ وہاں کے زمینداروں نے اُس کو چوتھ مقرر کردی۔چوتھ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کل محاصل ملک کی چوتھائی ہوتی تھی۔مرہٹوں کو جو ملک اس چوتھ کو ادا کرتے تھے وہ اُن کی لوٹ مار سے محفوظ ہو جاتے تھے اور جو اس چوتھ کے دینے میں تامل کرتے تھے وہ ان مرہٹوں کے لوٹ مار سے برباد ہوتے تھے۔یہ پہلی دفعہ تھی کہ بادشاہی ملک سے سیواجی نے چوتھ لی۔

## بادشاہی فوج کی شکست کے اسباب:

موروپنت پیادوں کے سردار نے بھی کئی قلعے فتح کر لیے جن میں اوندہ اور پٹہ بڑا قلعہ عظیم مہیر تھا۔سیواجی کو جو یہ فتوحات حاصل ہوئیں اُن کے اسباب بھی مہیا ہو گئے تھے۔اوّل یہ کہ بادشاہ خود شمال مشرقی فوجوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھا۔دکن کی طرف وہ بذات خود نہیں جا سکتا تھا۔ دوم شہزادہ معظم کی سپاہ مرہٹوں سے مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہ تھی۔باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا۔ ہر یک بیٹا باپ کے مرنے کے بعد بادشاہ ہونے کے لیے اپنی سپاہ اور طرفداروں کو قوی کرنا چاہتا۔ اس لیے بیٹے کی کمک بھیجنے سے مدت تک بادشاہ انکار ہی کرتا رہا۔جب اس کو اس امر کا یقین ہو گیا



کہ دکن میں فوج کثیر کی ضرورت ہے تو اُس نے 1081ھ میں مہابت خاں کے ماتحت چالیس ہزار سپاہ روانہ کی۔وہ شہزادہ معظم خاں کو کچھ گنتا نہ تھا۔اُس نے دکن میں آ کر شہزادہ کے پاس صرف ایک ہزار آدمی رہنے دیئے۔بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ کو بلا لیا۔

## مہابت خاں کی مہمات دکن میں:

مہابت خاں نے یہاں آ کر سیواجی کے قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا۔برسات کے شروع میں صرف قلعہ اوندہ و پٹہ اُس نے لے لیا اور چھاؤنیوں میں چلا گیا۔برسات کے بہت دنوں بعد اس کا لشکر میدان میں آیا اس کی آدھی فوج نے بسر کردگی دلیر خاں چاکنہ پر حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلہیر کا محاصرہ کیا۔سیواجی اس قلعہ کی قدر جانتا تھا اُس کے بچانے میں دل و جان سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہی ہے کہ چاکنہ میں ذخیرہ اور آذوقہ کافی نہ تھا اور اس کے نواحی میں جو عمدہ منتخب دس ہزار سوار تھے پٹھانوں نے اُن کے پرزے اُڑا دیئے اس لیے موروپنت اور پرتاب رائے بیس ہزار سوار کے ساتھ قلعہ کی کمک کے لیے بھیجے گئے۔جب وہ نزدیک آئے تو لشکر شاہی کو اخلاص خاں لے کر لڑنے گیا اور مرہٹوں کے ہراول پرتاب راؤ نے دیکھا کہ اخلاص خاں اُس پر حملہ کرنے کو ہے تو وہ اس کے آگے سے بھاگا جس سے مغلوں کا لشکر تعاقب کے سبب بے ترتیب ہوا اور جب وہ بکھرا تھا تو پرتاب راؤ نے اُس کو شکست فاحش دی۔اس پر بھی مغلوں نے اپنے تئیں سنبھالا اور مرہٹوں کے سامنے آئے مکرر پھر شکست ہوئی اور اُن کے بہت سے آدمی مارے گئے۔بائیس نامی افسر قتل ہوئے اور بعض بڑے بڑے سپہ سالار زخمی ہوئے۔مرہٹوں کا سردار سرراؤک رائے مارا گیا جو پانچ ہزار سواروں کا سردار تھا اور پانسو اور مرہٹے قتل و زخمی ہوئے۔

## مرہٹوں کی شاندار فتح اور اس کے نتائج:

اس فتح سے مرہٹوں کی بڑی ناموری ہوئی۔اس کا فوراً یہ نتیجہ ہوا کہ قلعہ سلہیر کا محاصرہ جو لشکر شاہی کر رہا تھا اُس نے چھوڑ دیا اور پریشان ہو کر اورنگ آباد میں چلا گیا۔رائے گڑھ میں جو سیواجی کے پاس معزز قیدی آئے جب اُن کے زخم اچھے ہو گئے تو اُن کو اعزاز و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ان قیدیوں میں بہت سے سیواجی کے نوکر ہو گئے۔بیجاپور اور بادشاہی سپاہیوں کے مفرور رستے سے مرہٹوں کے علم کے نیچے آ گئے۔

## جزیہ وزکوٰۃ:

بادشاہ نے حکم دے دیا کہ قلمرو ہندوستان سے مسلمانوں کی تجارت کے مال پر محصول یک قلم موقوف ہوا پھر اہل دیوان کی تجویز سے اور فضلاء وفقہاء کی روایت سے حکم دیا کہ جس جنس کی قیمت حد نصاب سے تجاوز نہ کرے اُس کا محصول مسلمانوں کو معاف ہے اگر اس سے مایہ تاجر زیادہ ہو تو تاجر پابند محصول ہو اور مال مضاربت کا مزاحم محصول کی وجہ سے نہ ہو۔ پھر اہل دیوان نے عرض کیا کہ مسلمان معافی محصول کے لیے مال تجارت بدفعات تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے ہیں اور ہنود کے مال کو اپنے نام لکھواتے ہیں اور زکوٰۃ کہ کافۂ انام کا حق شریعت کے موافق ہے تلف ہوتا ہے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ بدستور سابق شریعت کے موافق ڈھائی روپیہ فیصدی زکوٰۃ مسلمانوں سے اور پانچ فیصدی ہندوؤں سے جزیہ لیا جائے۔

## سیوا جی اور آغر خاں کے درمیان ہونے والی لڑائیاں:

دکن میں سیوا جی نے فساد برپا کیا۔ بادشاہ نے مہابت خاں کو مع آغر خاں کے کابل سے بلا کر دکن میں مقرر کیا۔ مہابت خاں نے دکن مٹہ، بہت سے دشمنوں کو مارا۔ آغر خاں نے قلعہ پھول پتہ کی تسخیر میں بڑی بہادری دکھائی اور خاں جہاں بہار کو کلتاش کے ساتھ ابتداء میں اور دلیر خاں کی قراولی اور ہراول میں بڑے بڑے کارنمایاں کیے۔ دلیر خاں کی مرہٹوں کی افواج سے لڑائی ہوئی۔ قوم مرہٹہ کا ضابطہ یہی ہے کہ ابتدا میں وہ کم فوج سے نمودار ہوتے ہیں، اپنے پیچھے دشوار گزار جنگلوں و آب کٹوں کی طرف دشمن کو لے جاتے ہیں اور پھر ہر طرف سے ہزاروں نکل آتے ہیں اور دشمن کو گھیر کر تنگ کرتے ہیں۔ دلیر خاں کے سامنے آغاز مقابلہ میں چار پانچ سو سوار نمودار ہوئے۔ آغر خاں کے ساتھ ہراول میں بہت کم آدمی تھے۔ وہ اُن کے مقابلہ کے لیے دوڑا۔ حملہ اوّل میں دشمن اُس کے آگے سے ہزیمت پا کر بھاگے۔ وہ اُن کے تعاقب میں گیا۔ مرہٹوں نے فوج مغلیہ کو تین چار کروہ اپنی طرف کھینچا۔ پھر سات آٹھ ہزار سوار غنیم کے نمودار ہوئے اور ہجوم کر کے کارزار کرنے لگے۔ آغر خاں اُن پر ایسا گرا جیسے کہ بھیڑوں پر شیر گرتا ہے۔ ہر طرف وہ تلوار سے اُن کا منہ پھیرتا تھا اور تین مرہٹوں کے نامی سردار مقابلہ کر کے مارے گئے۔ اب غنیم کو شکست عظیم ہوئی۔ دلیر خاں نے آغر خاں کے پاس آ کر اُس کی تحسین و آفریں کی آغر نامہ میں لکھا ہے کہ:

چو دشمن بہ گردید عاجز زجنگ
براہِ گریز آمدہ بے درنگ



دلیر خاں رسید از قفا آں زماں
بکرد آفریں بر جہاں پہلواں

دونشان اور بہت چھتریاں ہاتھ آئیں۔ پونہ تک جو اصل سیوا جی کا مکان و ملجاء ہے تاخت کی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ آغر خاں ثانی نے اپنے باپ کی فتح نمایاں کی یادگار کے لیے مرہٹوں کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔

## یوسف زئی قوم کے فسادات:

بادشاہ سے عرض کیا گیا۔ پیشاور اور کابل کے درمیان غریب خانہ کی منزل میں کابل کے صوبہ دار محمد امین خاں کی افغانوں کے سردار ایمل خاں اور سرداروں سے جنگ عظیم ہوئی۔ افغانوں نے مور و ملخ کی طرح جمع ہو کر آپس میں اتفاق کر لیا تھا۔ اس جنگ میں محمد امین کا بیٹا اور داماد اور اُس کے عمدہ نوکر اور بہت سے بادشاہی آدمی کام آئے اور بہت سے افغان بھی قتل ہوئے۔ محمد امین خاں کو ہزیمت ہوئی اور نوبت یاں تک آئی کہ تمام لشکر اور خزانہ اور ہاتھی اور اسباب سب لٹ گیا اور سرداروں اور ہمراہیوں کے قبائل و ناموس افغانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور ہزار خرابی سے محمد امین خاں اور ایک جماعت زندہ اس تہلکہ سے برآمد ہوئے اور بہت روپیہ لے کر افغانوں نے محمد امین خاں کی چھوٹی بیٹی کو بعض عورتوں کے ساتھ چھوڑا۔ کہتے ہیں کہ صلح کے بعد والدہ محمد امین خاں اپنے خردسال بیٹے کے ساتھ محمد امین خاں کے پاس آئی۔ مگر غیرت وخجالت کے مارے اپنے شوہر کے پاس آنا نہیں قبول کیا۔ یہیں سادہ لباس و کرتہ پھینک کر معبود کی عبادت میں مصروف ہوئی۔ ایمل خاں نے کوہستان میں اپنے نام کا سکہ چلایا اور ایمل شاہ زبان زد خلائق ہوا۔ اس خبر سے بادشاہ کی خاطر کو زیادہ ملال ہوا۔ 16 جلوس کے آخر میں بادشاہ کابل کی طرف روانہ ہوا اور آغر خاں کو بطریق ایلغار دکن سے بلایا۔ اور فدائی خاں کو کابل میں صوبہ دار مقرر کیا۔

## اسلام خاں رومی حاکم بصرہ کا آنا:

ان دنوں میں اسلام خاں رومی حاکم بصرہ جس کو یہاں کی اصطلاح میں بادشاہ کہتے ہیں ہندوستان میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ خویشوں اور ہم چشموں کی نزاع سے اُس کی حکومت میں اس قدر خلل پڑا اور نزاع اور فساد و تعصب اس حد پر پہنچا کہ چند محلہ شہر و قریات کو جلا کر اور بیشمار شرفاء اکابر کے گھر میں آگ لگا کے بندر سورت کی راہ سے بادشاہ کے پاس وہ آیا۔ بادشاہ نے اُس کو پنج

ہزاری چار ہزار سوار کر کے نقارہ اور لوازم امارت ہندوستان میں عطا فرمائے اور مہم دکن میں بطریق کمکی خان جہاں بہادر اور دلیر خاں کے پاس بھیجا۔

## جعفر خاں کی وفات:

اسی سال میں جعفر خاں وزیر مر گیا۔ وہ خوش وضع اور میرزا منش تھا۔ اُس کی قوت شامہ اور ذائقہ سب امیروں سے زیادہ تھی۔ ایک دفعہ کوکن کا تربوز اُس کے سامنے رکھا تو اُس نے کہا کہ شیرینی اور شادابی وسگندگی اور بے جری اور گلابی میں اس سے بہتر تربوز میں نے نہیں دیکھا مگر اس میں عیب یہ ہے کہ مچھلی کی بو کھانے کے وقت آتی ہے۔ کوکن میں فالیز میں مچھلی کی کھاد دیتے ہیں تو وہ خوب نشو ونما پاتی ہے۔

## اہل بیجاپور سے لڑائی:

16 □ جلوس مطابق 1083ھ میں خان جہان کی لڑائی بہلول خاں بیجاپوری کی فوج سے قصبہ ملکھیر میں ہوئی جو بیجاپور سے چار منزل پر ہے (ڈف صاحب نے اس کو گلبرگہ سے جنوب مشرق میں تیس میل کے فاصلہ پر لکھا ہے) دلیر خاں ہراول تھا اور اسلام خاں رومی رفیق تھا۔ کارزار سخت ہوئی ایسی حالت میں کہ اسلام خاں رومی نے تردد نمایاں کیا تھا۔ اور دشمن کی فوج کا غلبہ حد سے زیادہ تھا اور چاروں طرف سے افواج بادشاہی گھری ہوئی تھی۔ باروت تقسیم کرنے کے وقت اسلام خاں کی سواری کے ہاتھ کے پاس باروت میں آگ لگ گئی۔ فیل وفیلبان کو شعلۂ آتش کا صدمہ پہنچا۔ فیل بان کے اختیار سے فیل باہر ہوا اور اسلام خاں کو بیجاپور کے لشکر میں لے گیا۔ اُس کو ہاتھی سے اُتار کر قتل کیا۔ اس جنگ میں بہت سے بادشاہی کارخانے تاراج ہوئے اور دلیر خاں وخان جہاں بہادر کی فوج کی ایک جماعت ماری گئی۔ کئی کروہ تک آدمیوں کے سر اور ہاتھیوں کی سونڈیں دلاوروں کے سامنے پڑی تھیں آخر الامر فوج بادشاہ اس قدر تنگ ہوئی کہ جس راہ سے چار پانچ روز میں وہ ہاتھیوں اور گھوڑوں کی پیٹھ پر دکنیوں کے تعاقب میں گئی تھی پھر اسی راہ سے قدم بقدم تین ہفتہ میں واپس ہوئی۔ اوائل 17 جلوس میں حسن ابدال میں بادشاہ کو اس شکست کی خبر ہوئی وہ افغانوں کی تنبیہ میں مصروف تھا اس لیے دکنیوں کی تنبیہ کو اور وقت پر موقوف رکھا۔



## افغانوں کے فسادات اور شورشیں:

بادشاہ کے حکم سے آغر خاں ایلغار کر کے تین چار مہینے کی راہ کو چالیس روز میں طے کر کے حسن ابدال میں بادشاہ کے پاس پہنچا اور مورد آفریں ہوا۔ بادشاہ نے چند بندۂ کارزار دیدہ چار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ آغر خاں کے ہمراہ کیے اور دو لاکھ روپے نقد عطا کیے اور افغانوں کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا۔ آغر خاں جب پشاور میں آیا تو چند الوس میمنہ نے اتفاق کر کے آغر خاں پر شب خون مارا۔ اس نے بہت سے آدمی مار کر ان کو بھگا دیا اور اُن کا تعاقب کیا اور تن سے سر کو جدا کیا اور زین کو سوار سے خالی کیا۔ تین سو سوار اُن کے مارے اور دو ہزار زن ومرد اسیر کیے اور مال ومواشی بہت سے ہاتھ آئے۔ افغانوں نے بہت روپیہ دے کر اپنے قیدیوں کو چھڑا لیا۔ بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو آغر خاں کو خلعت واضافہ مرحمت کر کے خیبر میں بھیجا کہ وہاں افغانوں کا استیصال کرے۔ خدائی خاں صوبہ دار کابل کو بھی حکم بھیجا کہ وہ آغر خاں کی ہراولی افغانوں کی گوشمالی میں کرے۔

## آغر خاں کے بہادرانہ حملے اور یورشیں:

آغر خاں جس طرف رُخ کرتا کشتوں کے پشتے لگا دیتا۔ چالیس ہزار افغانان خیبری وغیرہ نے جمع ہو کر علی مسجد کی منزل کے قریب آغر خاں پر شب خون مارا۔ مغل خبردار ہو کر افغانوں سے لڑے اور بہت دیر تک لڑائی رہی۔ طرفین کی جماعتیں قتل ہوئیں۔ آغر خاں کے زخم کاری لگا۔ اس زخمی ہونے پر بھی اس نے بہادرانہ حملہ کیا اور افغانوں کو ہزیمت دی اور مقتولوں کے اسلحہ اُتار لیے اور وہ اسیر افغانوں کے سر پر رکھے اور رسیوں سے اُن کے ہاتھ باندھ کر اپنے گھوڑوں کے آگے رکھا ہزاروں افغان قید اور قتل ہوئے اور باقی جو رہے پہاڑوں اور درّوں میں بھاگ گئے۔ آغر خاں نے فتح کی عرضداشت اور بہت سے سر اور اسیر بادشاہ کے پاس بھیجے۔ بادشاہ نے خلعت مع اضافہ د مومیائی اور تعویذ اپنے ہاتھ سے لکھ کر اس کے پاس بھیجا۔ جس سے ہم چشموں کو حسد ہوا۔ خصوصاً ہندی نژادوں کو جو اس کے ہمراہ تھے۔ باوجود اس طرح مغلوب ہونے کے پھر مور وملخ سے زیادہ افغان جمع ہوئے اور دریائے قلب میں ملجا وپناہ اپنی بنا کے مسافروں اور فوج شاہی کی آمد ورفت کے سد راہ ہوتے اور آغر خاں کے ہمراہیوں کا حسد ونفاق اور اس گروہ کے فساد کا سبب ہوا۔ آغر خاں نے ہراول بن کے فدائی خاں کو پشاور سے جلال آباد میں پہنچا دیا پھر فدائی خاں نے آغر خاں کو پانچ ہزار سوار دے کر ملک نیک بہار کے بندوبست کے لیے بھیجا جو افغانوں کے قبضہ میں تھا

اورخود کابل گیا۔ یہاں بھی اُس نے غلزئی افغانوں کولڑ کر ٹھیک بنایا۔ نیک بہار کے افغانوں نے زینہار مانگی۔ راہ جلگ جس کو اُنہوں نے مسدود کر رکھا تھا جاری ہوئی۔ تیس چالیس ہزار پیادہ و سوار افغانوں نے جمع ہوکر غافل آغر خاں پر شب خون مارا۔ مغلوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ سہ پہر تک لڑائی رہی۔ بہت افغان قتل و زخمی ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ فدائی خاں نے جب کابل سے پشاور آنا چاہا تو افغان جمع ہوکر اُن کے سدراہ ہوئے محاربۂ عظیم ہوا۔ فدائی خاں نے آغر خاں کے ہم چشموں کے حسد کے سبب سے الوس عرب کے رؤسا میں سے ایک کو ہراول بنایا تھا وہ مارا گیا اور فوج ہراول کو ایسی ہزیمت ہوئی کہ تمام ہاتھی وتوپ خانہ ولشکر و ناموس و مال مردم لٹ کر یہ سب افغانوں کے تصرف میں آیا۔ ناچار تیز رفتار قاصدوں کو آغر خاں کے پاس بھیجا اور اس کو بلایا وہ چند ہزار سواروں کے ساتھ ایلغار کر کے آیا۔ کتل جلگ پر سخت لڑائی ہوئی اس قدر تبر و گولہ و بندوق و سنگ پہاڑ کے اوپر سے آئے کہ بادشاہی فوج پر کار تنگ ہوا لیکن آغر خاں کی سعی سے افاغنہ نے ہزیمت پائی اور فدائی خاں جلال آباد پہنچا اور حکم کے بموجب اُس نے تھانے بٹھائے اور راہ کے مابین نئے قلعے بنائے۔

## افغانوں کے شکست کھانے کے بعد یہاں سلطنت کا استحکام اور بعد کی شورشوں کا خاتمہ:

بادشاہ آخر 18 یا 19 سن جلوس میں حسن ابدال سے دارالخلافہ کو متوجہ ہوا۔ فدائی خاں کو بدل کر امیر خاں پسر خلیل اللہ خاں کو کابل کا صوبہ دار کیا اور شہزادہ محمد معظم کو حکم دیا کہ امیر خاں کے بندوبست تک کابل میں وہ توقف کرے اور اُس کی امداد و معاونت میں کوشش کرے۔ آغر خاں کو مع مہاراجہ جسونت سنگھ کے امیر خاں کے ساتھ مقرر کیا۔ امیر خاں پشاور میں آیا اور افغانوں کی تنبیہ میں مشغول ہوا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے حکم سے شہزادہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ نیک بہار میں تھوڑے دنوں میں آغر خاں نے مصالح جمع کر کے قلعہ آغر آباد تیار کیا۔ جب افاغنہ میں اس قلعہ کے بنانے کی خبر مشتہر ہوئی تو وہ اس قلعہ کو اپنے حق میں خلل اندازی سمجھے تو وہ پھر جمع ہوئے۔ امیر خاں کو اس کی خبر ہوئی اُس نے سید محمد رضا داروغہ توپ خانہ اور ایک ہزار سوار وتوپ خانہ بادشاہی اُس کی کمک کے لیے بھیجے۔ آغر خان نے بھی خبر پاکر فوج کو مرتب کیا۔ ایک طرف اپنے سگے بھائی تنگری وردی خاں کو بہت سے لشکر کے ساتھ اور دوسری جانب میں راجپوتوں اور افغانوں کو بسرداری



سلطان زادہائے گھکر مقرر کیا اور افغانوں کی سپاہ کے مقابل آیا اور معرکۂ کارزار کو آراستہ کیا۔

## ایمل خاں کا شاہی فوج میں آنا:

اس طرف ایمل خاں لمغان چند سرداروں اور تمن داروں کے ساتھ بادشاہی فوج میں آیا۔ محاربہ عظیم ہوا ہر طرف سرداروں کے سر گیندوں کی طرح لڑھکتے پھرتے تھے۔ فیلان رزم جو اور افغانان پلنگ خو میں حملہ آوری ہوئی۔ افغانوں کے حملوں سے افواج بادشاہی تنگ ہوئی اور قریب تھا کہ صدمہء عظیم آغر خاں کے لشکر کو پہنچتا لیکن اس نے اور اُس کے بھائیوں اور خویشوں نے جوانمردی کر کے فتح پائی۔ کہتے ہیں کہ دوبارہ افغانوں کے غلبہ سے لشکر شاہی کو چشم زخم عظیم پہنچتا۔ لیکن آغر خاں قلب لشکر سے گھوڑا دوڑا کر آیا اور حملہ کیا اور ایمل خاں کے سامنے آیا اور دست و گریباں کی نوبت پہنچی۔ ایمل خاں مارا جاتا مگر اُس کے آدمی بچا کر اُسے لے گئے۔ افغان ایسے ڈر کر بھاگے کہ غاروں میں اور جانوروں کے بھٹوں میں جا کر چھپے اور مغلوں نے اُن کے نشان پا پر جا کر اُن کو ان سوراخوں سے نکالا تو ان مردہ صورتوں میں جان کا اثر باقی نہ تھا۔ آغر خاں نے اس فتح نمایاں کے چند مقتولوں کے سترہ سو سر اور بہت سے اسیر بادشاہ کے پاس بھیجے۔ بادشاہ نے اضافہ کر کے آغر خاں کو چار ہزاری سہ ہزاری سوار کا منصب دیا۔ اُس کی تہائی تنگری وردی خاں اور ہمراہیوں کو اُن کے مراتب اور خدمات کے موافق منصب و انعام دیا۔ اس سرزمین میں آغر خاں کا نام ایسا افغان کشی اور شمشیر زنی میں زبان زد خاص و عام ہوا کہ افغانوں کے بچے جب سوتے نہ تھے یا روتے تھے تو اُس کے نام سے ڈرائے جاتے تھے۔ شہزادہ محمد اعظم کے پاس حکم گیا کہ آغر خاں و راجہ جسونت سنگھ کو امیر خاں کی کمک کے لیے چھوڑ کر تم لاہور میں چلے آؤ۔ بادشاہ 16 جلوس میں لاہور میں آیا۔ بادشاہ زادہ محمد سلطان ان دنوں میں اجل طبعی سے مر گیا۔

## عالمگیر کی حسن ابدال سے دارالخلافہ کو واپسی اور دیگر حالات:

جب بادشاہ حسن ابدال سے مراجعت کر کے آتا تھا تو قاضی عبدالوہاب اُس کے ہمراہ تھا اُس کا راہ میں انتقال ہوا اُس کے چار بیٹے تھے اُن میں بڑا بیٹا شیخ الاسلام تھا۔ حلیہ صلاح و فلاح سے آراستہ اور علم باعمل و دیانت و نیک نفسی اور ذخیرہ عافیت بخیری جمع کر کے اسم با مسمی کہا جاتا تھا۔ فی الواقع جرگۂ قضات میں مثل اُس کی نیک سرشت کمتر ہوئے ہیں اُس کے باپ کا کل متروکہ دو لاکھ اشرفی اور پانچ لاکھ روپیہ نقد سوا جواہر اور الماس وافر کے تھا۔ اصل میں سے جو کچھ اُس کے حصہ

میں آیا اُس میں سے ایک دام و درم نہ لیا، اسی میں سے بہت کچھ زرعذاب پدر کی تخفیف کے لیے مستحقوں اور محتاجوں کو پہنچایا۔ باقی بھائیوں اور ورثا میں تقسیم کر دیا۔ ہر چند اُس نے منصب قضا کے قبول کرنے سے انکار کیا مگر بادشاہ نے اس کو خوشامد در آمد سے مقرر کیا۔

## قلعہ سالیر میں مرہٹوں کے ہاتھوں مسلمان عورتوں کی گرفتاری کا احوال:

بلیر بکلانہ سے چھ کروہ قلعہ سالیر ہے وہاں سید منور علی قلعہ دار تھا 17 جلوس میں خاں جہاں بہادر کی عملداری میں قلعہ دار کے وابستہ اورنگ آباد سے آتے تھے کہ مرہٹوں نے اُن کو گرفتار کرلیا۔ چند آدمی ستورات کی حمایت میں قتل ہوئے۔ مرہٹے ان مستورات کو گرفتار کر کے قلعہ کے نیچے لائے اور قلعہ دار سے سوال کیا کہ قلعہ خالی کرو اور نہیں تو تمھارا ے ناموس کی بے ناموسی کی جاتی ہے۔ قلعہ دار نے روپیہ دے کر عیال کو خلاصی کرانا چاہا مگر فائدہ نہ ہوا۔ قلعہ دار نے یہ خیال کر کے کہ قلعہ سے نکل کر تلوار سے لڑنے میں اور مرنے میں قلعہ ہاتھ سے جائے گا اور اہل وعیال جو گرفتار ہیں اُن کی بے ناموسی زیادہ ہوگی اور خلاصی کی امید مشکل ہے چار نا چار آبروے ناموس کے بحال رکھنے کو منصب کے بحال نہ رکھنے اور بادشاہ کے اغراض پر مقدم جانا۔ قلعہ کو خالی کر کے مرہٹوں کے حوالہ کیا۔ اس طرح صوبہ خاندیس کا مشہور قلعہ بلا تردد تیغ وسنان مرہٹوں کے تصرف میں آیا۔ فی الحقیقت بندر سورت سے اورنگ آباد تک اور برہان پور تک مرہٹوں کی قزاقی اور تاخت سے قافلہ کی آمد و رفت کی راہ بند ہو چکی تھی اور اُنہوں نے بکلانہ کے اور دو تین قلعوں پر تصرف کرلیا تھا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے قلعہ دار کو مغضوب اور بے منصب کر کے اپنے پاس بلا لیا اور دلیر خاں جو خان جہاں کی جگہ دکن کا صوبہ دار ہو گیا تھا لکھا کہ قلعہ کا محاصرہ کر کے فتح کر۔ دلیر خاں توپ خانہ اور بہت سپاہ لے کر پائے قلعہ میں آیا تو بہت تردد کیا اور ایام محاصرہ میں امتداد ہوا کچھ فائدہ نہ ہوا اور اس ضلع کی ناموافقت آب وہوا سے بہت سے آدمی ضائع ہوئے۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو دلیر خاں کو لکھا کہ محاصرہ کو چھوڑ دے۔

## وکیل شرعی کا مقرر ہونا:

1082ھ میں بادشاہ نے از راہ حق پرستی وعدالت گستری حکم فرمایا کہ حضور میں اور شہروں میں منادی کریں کہ کسی کا دعویٰ شرعی بادشاہ پر ہو وہ حاضر ہو کر وکیل بادشاہ سے رجوع کرے اور اثبات کے بعد اپنا حق لے لے اور حکم دیا کہ بادشاہ کی طرف سے وکیل شرعی اُن کے لیے حضور میں



اور بلاد دور و نزدیک میں مقرر ہوں تا کہ خلق اللہ جو حضور میں آنے کی دسترس نہیں رکھتی وہ اُن کے ذریعہ سے اپنی حق رسی کا دعویٰ کرے۔ جب یہ خبر منتشر ہوئی تو اتفاق سے محمد محسن نام پسر حاجی زاہد ملک التجار بندر سورت اور پسر پیر جی بہورہ جو عمدہ تجار بندر مذکور میں سے ایک تھا یہاں موجود تھا وہ غیاث الدین خاں متصدی سورت کے ظلم وستم کی شکایت کرنے آئے تھے۔ سلطان مراد بخش نے جب احمد آباد میں سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا تھا اور خواجہ شہباز نے قلعہ کی تسخیر کے بعد بندر سورت کے تجار سے دس لاکھ روپیہ قرض لیا تھا۔ حاجی زاہد اور پیر جی بہورہ نے پانچ لاکھ روپیہ قرض دیا تھا اور محمد مراد بخش نے اپنی مہر لگا کے اُن کو تمسک لکھ دیا تھا۔ شہباز اس روپیہ کو خرچ میں نہیں لایا تھا صندوقوں میں وہ سر بمہر تھا۔ جب محمد مراد بخش مقید ہوا تو یہ روپیہ سربستہ بجنسہ خزانہ سرکار میں داخل ہوا۔ جب محمد محسن نے بادشاہ کی عدالت پروری کا یہ حکم سنا تو اصالتہ اور پسر پیر جی بہورے کی طرف سے وکالتہ اس روپیہ کا دعویٰ محمد علی خانساماں کی معرفت پیش کیا کہ اس قدر روپیہ بادشاہ پر ہمارا آتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ دعویٰ اپنا ثابت کرو اور روپیہ لے لو۔ اُنہوں نے التماس کیا کہ یہ اثبات شرعی ہو یا اثبات دیوانی۔ بادشاہ نے کہا کہ کسی صورت سے دعویٰ ثابت ہو میں حق ادا کروں گا۔ فتاویٰ عالمگیری کے موافق یہ اثبات پیش ہوا کہ جب متروکہ میت پر وارثوں میں سے کوئی متصرف ہو نوبت کا قرضہ ادا کرنا اُس پر واجب ہے اور بموجب داخلہ خزانہ کے ثابت تھا کہ محمد مراد بخش کا پانچ لاکھ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل ہوا بادشاہ مقدمہ کا مطالعہ فیصلہ کے لیے کر رہا تھا کہ محمد محسن نے کہا کہ ہم بندوں کا حق موافق ہمارے التماس کے حضرت پر ظاہر ہو گیا۔ یہ روپیہ حضور پر نثار کرتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ محمد محسن اپنا زر حق ہم کو بخشتا ہے ایک گھوڑا اور فیل اور خلعت اُس کو مرحمت ہوا۔ اور غیاث الدین خاں بندر سورت سے تبدیل کیا جائے۔ اور ہمارے پاس آئے۔ ان ہی دنوں میں حکم ہوا کہ جب مسلمان بادشاہ سے ملاقات کریں تو سلام شرعی سلام علیک پر اکتفا کریں کفار کی طرح سر پر ہاتھ نہ رکھیں۔ حکام بھی طریقہ انام اور مردم خاص وعام کے ساتھ یہی طریقہ برتیں اور صوبہ داروں اور حکام صوبہ جات کے نام حکم صادر فرمایا کہ وہ ہندو پیشکاروں اور اہل دیوان کو برطرف کریں اور اُن کی جگہ مسلمانوں کو مقرر کریں اور اہل دیوان کو حکم ہوا کہ محالات خالصہ میں کروری مسلمان مقرر ہوا کریں۔ اس سال سے عالمگیر کی طرف ہر شہر و صوبہ میں واطراف میں وکیل شرعی مقرر ہوئے اور وہ محکمہ میں قاضی کے ہمراہ بیٹھے۔ عدم سیاستی کے سبب پیشکاری حکام میں ہندو نہیں

موقوف ہوئے مگر بعض بلاد میں ہندو کروری موقوف ہو گئے پھر یہ قرار پایا کہ دفتر دیوانی کے جملہ پیشکاروں اور سرکاری بخشیوں میں ایک پیشکار مسلمان اور ایک ہندو مقرر ہو۔

## فرقہ ست نامی کا حال:

15 □ جلوس یعنی 1082ھ میں ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا۔ ہنود کا ایک فرقہ فقیروں کا تھا جن کو ست نامی کہتے تھے۔ اُن کا نام مندبہ زبان زد خلائق تھا۔ اطراف نارنول اور میوات میں اُن کے چار پانچ ہزار گھرانے تھے۔ اگرچہ یہ فرقہ فقیرانہ لباس میں رہتا تھا مگر زیادہ تر کسب و پیشہ اُن کا زراعت و تجارت تھا۔ کم مایہ تاجروں کی طرح وہ تجارت کرتے تھے اور اپنے مذہب میں وہ پچ پچ ست نامی کا ترجمہ بنا چاہتے تھے۔ کسب حلال کرتے تھے مال حرام کے پاس نہ جاتے تھے۔ اگر کوئی اُن پر شجاعت و حکومت کے دعویٰ سے ظلم و تعدی کرتا تو وہ اُس کے متحمل نہیں ہوتے تھے اکثر ہتھیار باندھتے تھے۔ جب بادشاہ حسن ابدال سے واپس آیا ہے تو ایک دن قصبہ نارنول کے نزدیک ایک کسان جو زراعت کرتا تھا اُس کی ایک پیادے سے سخت گفتگو ہوئی جو خرمن کی نگہبانی کرتا تھا اور اس پیادے کے ہاتھ کی لکڑی کی چوب سے ست نامی کا سر پھٹ گیا۔ اس فرقہ کے آدمیوں نے پیادے کے سر پر انبوہ کیا اور اُس کو مار مار کر مردہ کی صورت بنا دیا۔ جب شق دار کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے اس جماعت کی گرفتاری کے لیے پیادوں کی جماعت کو مقرر کیا۔ ست نامیوں نے جمع ہو کر شقدار کی ایک جماعت سے مقابلہ کیا اور کئی آدمیوں کو زخمی کیا اور سب کے ہتھیار چھین لیے اور غالب رہے اور ہر ساعت اُن کی جمعیت بڑھنی شروع ہوئی یہاں تک کہ کار طلب خاں فوجدار نارنول کو خبر ہوئی۔ بہت سوار اور پیادے شقدار کی امداد کے لے اور ست نامیوں کی تنبیہ اور گرفتاری کے لیے بھیجے۔ انھوں نے فوجدار کی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ایک جماعت کو قتل و زخمی کیا اور سب کو ہزیمت دی اور یہاں تک نوبت آئی کہ اطراف کے زمینداروں کی کمک کی گرد آوری کی اور سابق و حال کی فوجوں نے ست نامیوں پر چڑھائی کی۔ کئی دفعہ لڑائی ہوئی فوجدار مارا گیا۔ ایک جمع کثیر قتل ہوئی اور ست نامیوں کا قبضہ نارنول کے قصبہ پر ہوا۔ اُنہوں نے تھانے بٹھائے۔ اس نواح کے دیہات سے محصول وصول کیا۔ جب بادشاہ شاہجہاں آباد میں آیا تو اس کو اس آشوب و فساد کا حال معلوم ہوا تو اُس نے فوجیں اُن کے لیے بھیجیں۔ جو فوج گئی وہ غارت و تاراج ہوئی۔ مشہور یہ ہو گیا کہ اُن کو سحر و جادو ایسا آتا ہے کہ لشکر شاہی کا جو تیر اور گولہ اور گولی جاتے ہیں وہ اُن کے بدن پر



اثر نہیں کرتے اور جو وہ تیر اور تفنگ چھوڑتے ہیں وہ فوج شاہی میں سے دو تین آدمیوں کو نیچے گرا دیتا ہے اور چند کلمات جن کے قبول کرنے میں عقل کو حیرت ہوتی ہے عوام الناس میں یہ شہرت پکڑ گئے کہ وہ جادو کا گھوڑا لکڑی کا بناتے ہیں اور عورت کو اُس پر سوار کراتے ہیں اور وہ اسپ جاندار کی طرح اُن کے ہراول میں پیش قدم ہوتا ہے۔ اب نوبت یہ آئی کہ نامدار راجہ اور امرائے کارزار دیدہ سنگین فوجیں لے کر اس گروہ کے مقابل ہوتے ہیں اور ست نامی آگے بڑھ کر اُن سے لڑنے آتے ہیں وہ لوٹتے اور مارتے اور جے جے پکارتے دہلی کے قریب آ پہنچے اور اُن کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے افواج شاہی کو آگے بڑھنے کی تاب نہیں ہوتی۔ اطراف کے زمینداروں اور راجپوتوں نے فرصت وقت کو غنیمت جانا اور سرتابی کی اور مال گذاری سے ہاتھ کھینچا اور شوخی کرنی شروع کی۔ غرض یہ سلسلہ فساد روز بروز بڑھتا گیا اور یہاں تک نوبت آئی کہ بادشاہ نے شہر سے باہر خیمے کھڑے کر دیے اور اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کی وہ آیتیں لکھ کر دیں جس کی تاثیر جادو کے اثر کو بے تاثیر کرتی تھی اور حکم دیا کہ اُن کو علموں پر لگاؤ۔ آخر کار راجہ بشن سنگھ و حامد خاں پسر مرتضیٰ خاں نے بڑا اثر دکھایا کئی ہزار ست نامی مار ڈالے باقی جو بچے بھاگ گئے فساد موقوف ہوا۔

## ستنامیوں کی شورش سے مقامی زمینداروں میں بغاوت کے آثار:

مگر اطراف کے زمینداروں نے سرتابی کی۔ صوبہ اجمیر اور نواح اکبرآباد میں انتظام میں خلل آیا۔ بادشاہ نے اجمیر میں جانے کا ارادہ کیا کہ زیارت بھی ہو اور راجپوتوں کی تنبیہ بھی کی جائے اجمیر کو فوج روانہ کی۔ یہ حال تو خافی خاں نے لکھا ہے جس کی عادت ہے کہ مخالفت مذہبی کے سبب سے بادشاہ کے برخلاف ایسی دلچسپ داستان سرائی کیا کرتا ہے۔ مآثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ یہ ماجرا بھی حیرت افزا ہے کہ ایک طائفہ بے سر و پا زرگر و درودگر و کناس و دباغ اور اراذل اور اجلاف مخترقہ خود پرست ہوا اور بادشاہ سے باغی ہوا۔ اور خود اپنے پاؤں سے دام میں گرفتار ہوا۔ اس داستان کی تفصیل یہ ہے کہ سرزمین میوات سے ایک فرقہ زمین سے چیونٹیوں کی طرح اور آسمان سے ٹڈیوں کی طرح نمودار ہوا۔ یہ فرقہ اپنے تئیں زندہ جاوید جانتا تھا اور ستر جون بدلتا تھا۔ نارنول کی نواح میں اس فرقہ کے پانچ ہزار آدمیوں نے سرکشی اختیار کی اور قصبات اور پرگنات کو لوٹنا شروع کیا۔ طاہر خاں فوجدار نے اپنے میں ان سے لڑنے کی سکت نہ دیکھی وہ حضور میں آیا۔ بادشاہ نے اس فرقہ کے استیصال کا عزم مصمم کیا۔ 26/ذی القعدہ 1082ھ کو رعد انداز خاں کو فوج اور توپ

خانہ کے ساتھ اور حامد خاں کو جماعت خاص اور پانسو سوار تابینیوں کے ساتھ اور سید مرتضیٰ خاں اور یحییٰ خاں رومی وغیرہ کو اُس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ جب فوج اس مرزبوم میں آئی غنیم اس سے لڑا۔ باوجودیکہ اس کے پاس مصالحۂ کارزار نہ تھا مگر وہ مہابھارت کی سی لڑائی لڑا۔ اہل اسلام اُن پر حملہ آور ہوئے اور اُن کو مارا اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ رعد انداز خاں و حامد خاں و یحییٰ خاں نے بڑا تردد کیا اور اکثر بہادر مسلمان شہید اور بہت آدمی مجروح ہوئے۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اُنہوں نے ست نامیوں کا تعاقب کیا۔ اس سرزمین میں اُن کا نام و نشان مٹایا اور امرا شاہی کو اس خدمت کے بدلےمیں بادشاہ نے بڑا انعام دیا۔

## ہندوؤں پر جزیہ مقرر کرنا:

بادشاہ نے حکم دیا کہ مطیع الاسلام اور دارالحرب میں تفریق ہونے کے لیے ہنود سے کل صوبہ جات میں جزیہ لیا جائے۔ جب یہ خبر منتشر ہوئی تو دارالخلافہ اور اطراف کے ہندو لاکھوں جھروکے کے نیچے دریا کے کنارہ پر جمع ہوئے اور بہت ضعف نالی کی اور اس کی معافی کے لیے کہا مگر بادشاہ نے کچھ نہ سنا۔ جب جمعہ آیا اور بادشاہ سوار ہو کر جامع مسجد کو جانے لگا تو قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان ہندوؤں نے ازدحام کیا جزیہ کے لیے واویلا مچائی۔ ہندوؤں کے ہجوم نے بادشاہ کو ایسا گھیر لیا کہ مسجد تک جانا مشکل ہو گیا۔ مگر اُس نے ان کی فریاد سننے کے لیے کان سُن اور بہرے کر لیے اور بھیڑ کے سبب سے جب راہ نہ ملی تو ہاتھیوں سے اس طرح چیر پھاڑ کر راستہ نکالا کہ کچھ آدمی گھوڑوں اور ہاتھیوں کے پیروں تلے کچل کر پس گئے۔ ناچار ہنود اپنے گھر چلے گئے۔ پھر دم نہ مارا۔ جزیہ دینے لگے۔

## مرزا اقوام الدین اور قاضئ لاہور کا مقدمہ:

مرزا اقوام الدین خلیفہ سلطان کا بھائی تھا اور خلیفہ سلطان ماژندران کا شہزادہ تھا۔ جب شاہ ایران نے ماژندران کو تسخیر کیا اور خلیفہ سلطان کو اپنا وزیر بنایا تو مرزا اقوام الدین کی اپنے بھائی سے نہیں بنی اور وہ بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے اُس کو دارالسلطنت لاہور کا صوبہ دار مقرر کیا اور پنج ہزاری سہ ہزار سوار کا منصب دیا۔ بادشاہ کی حمایت کے سبب سے قضات امور شرعی میں بڑا استقلال رکھتے تھے۔ علی اکبر پورب کا رہنے والا یہاں قاضی تھا اور وہ صوبہ داروں کے ساتھ ہم چشمی کرتا تھا۔ مرزا اقوام الدین اور قاضی دونوں کی آپس میں چشمی اور سخت گفتگو ہوئی اور بادشاہ کے پاس



دونوں نے شکایت لکھ بھیجی۔ مرزا نے کوتوال کو بھیجا کہ قاضی کو پکڑ لائے۔ جب کوتوال قاضی کو پکڑنے گیا تو اس نے مقابلہ کیا اور وہ خود اور اُس کا بھانجا اور بیٹا مارا گیا۔ لاہور کے آدمیوں نے قاضی کے قتل ہونے کے بعد صوبہ دار اور کوتوال پر ہجوم کیا۔ اور اُن کا راستہ بند کیا۔ بادشاہ کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو اُس نے مرزا اقوام الدین کو لاہور سے بدل دیا اور کوتوال کو اپنے پاس بلا کر قاضی کے وارثوں کے حوالہ کیا کہ وہ قصاص لیں۔ مرزا اقوام الدین بھی اس مقدمہ میں قاضی کے حوالہ ہوئے۔ اس کشمکش میں امراض جسمانی اور آلام روحانی نے اجل طبعی کو بلایا۔

## راجہ جسونت سنگھ کا مرنا اور اس کی اولاد:

جزیہ نے مذہبی عداوتوں کی آگ کو پہلے ہی سے بھڑکا رکھا تھا۔ اب چھ مہینے بعد اس واقعہ نے جلتی پر روغن ڈالا کہ راجہ جسونت سنگھ جس کا حال بہت جگہ پڑھ چکے ہو وہ کابل میں کمکی صوبہ دار تھا۔ یہاں اس دار ناپائدار سے وہ کنارہ کش ہوا اُس کے بھائی بندراجپوت اُس کی رانی اور ننھے ننھے بچوں کو ساتھ لے کر بے اذن شاہی اور صوبہ دار کابل کی بے دستک راہ داری وطن جانے کے لیے راہی ہوئے۔ معبر اٹک پر میر بحر اُن کے پایاب راہ سے پار اُتر آئے۔ شاہجہاں آباد بر سر راہ زور آور یہاں وارد ہوئے۔ عالمگیر نے اُن کی یہ خبر سن کر اور اپنے کینہ دیرینہ کو جو جسونت سنگھ کے ساتھ تھا کار فرما کر کوتوال کے نام حکم صادر کیا کہ اُن کی فرودگاہ پر پہرے بٹھا دے۔ چند روز بعد راجپوتوں نے اپنی ذاتی شجاعت کے سوا یہاں مکر و فریب کی قدرت دکھائی کہ بادشاہ سے درگا داس وغیرہ سرداروں نے جانے کی رخصت مانگی۔ بادشاہ نے اس سبب سے کہ آدمیوں کے کم ہو جانے سے رانی اور لڑکوں کو بس میں رکھنا زیادہ آسان ہو جائے گا اُن کی درخواست منظور کر لی۔ اُنہوں نے جسونت کے لڑکوں کو غلاموں کے لڑکوں کی صورت اور غلاموں کے لڑکوں کو راجہ کے لڑکوں کی ہم شکل بنایا۔ رانی کو مردانہ لباس اور لونڈی کو رانی کا زیور اور لباس پہنایا۔ یہاں عورتوں کی پردہ نشینی کام کر گئی۔ اس کام کا ہونا مشکل تھا۔ سو راجپوتوں کو خیمہ کے اندر بٹھا کر اُن سے کہا کہ ہم رانی اور کنوروں کو لے کر چلے ہیں۔ اگر یہ راز کھل جائے تو تم ان جعلی لڑکوں اور رانیوں کی حراست میں اس قدر دیر لگا کر پانچ چھ گھنٹے اُس میں لگ جائیں۔ اُن کے جانے کے بعد دو تین پہر گزر گئے تو کوتوال کو اس کی خبر ہوئی۔ اُس نے تحقیق کی تو کوتوال نے عرض کیا کہ لڑکے اور رانیاں خیمے میں موجود ہیں۔ بادشاہ نے جانے والوں کے پیچھے آدمی دوڑائے اور خیمہ کی رانی اور لڑکوں کو قلعہ کے اندر

بلایا۔ اس پر راجپوتوں نے کہا کہ ہم رانی اور لڑکوں کو نہیں دیں گے اُن کی عوض جان دیں گے۔ اُس پر بادشاہ نے فوج بھیجی۔ راجپوت اُن سے بمقابلہ پیش آئے۔ بہت سے اُن میں مخالفوں کو مار کر مرے اور جو بچے وہ بھاگے، جعلی رانیاں اور لڑکے بادشاہ کے پاس آئے۔ اُس نے اُن کو حرم سرائیں بھیجا بیگموں نے اُن کو اپنا متبنیٰ بنایا۔ رانی کو بیگموں کا پرستار بنایا، اپنی غفلت چھپانے اور ہوشیاری دکھانے کے لیے بادشاہ کو یقین دلایا کہ اصلی لڑکے اور رانی یہی ہیں جو بادشاہ کے محل میں ہیں۔ درگاداس اور راجپوت تو اس معرکے سے زندہ بچ کر پراگندہ ہو گئے مگر پھر جمع ہو گئے اور وطن کو چلے۔ خیمہ پر لڑائی ہونے کے سبب سے رانی کو اتنی فرصت ملی کہ وہ جودھ پور میں صحیح سلامت داخل ہوئے اور اُس کے بڑے بیٹے اجیت سنگھ نے مارواڑ پر مدت تک سلطنت کی اور آخر دم تک وہ اورنگ زیب کا دشمن رہا۔ بادشاہ مدت تک اس شبہ میں رہا کہ وہ راجہ کا اصلی بیٹا نہیں ہے۔ رانی نے فقط مہاراجہ کے نام کے باقی رہنے کے لیے اُس کو بیٹا بنایا ہے اور اصلی اولاد اُس کی میرے پاس ہے۔ مگر جب رانا نے اپنے خاندان کی لڑکی اجیت سنگھ سے بیاہی تو اُس کا شبہ دور ہوا اور اُس نے جانا کہ جسونت سنگھ کا حقیقی بیٹا اجیت سنگھ ہے۔ کوئی لکھتا ہے کہ اس جعلی اولاد کی توقیر میں توفیر کرتا رہا اور اُس نے آخر کو اُن کے استحقاق کے حیلہ سے جودھ پور پر چڑھائی کی۔

## راجپوتوں سے آخرکار بادشاہ کا بگاڑ:

مآثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ جب راج سنگھ رانا اودے پور نے مہاراجہ جسونت سنگھ کی رانی اور لڑکوں کی اعانت میں کمر ہمت چست کی تو اوائل ذی الحجہ 1089ھ کو بادشاہ اجمیر کو روانہ ہوا۔ اور رانا اودے پور کو فرمان تہدید آمیز لکھا کہ وہ جزیہ دینا قبول کرے اور راجہ جسونت سنگھ کے فرزندان نامشخص کو جودھ پور کے علاقہ سے نکالے۔ جب بادشاہ اجمیر میں آیا اُس نے 6 / محرم 1090ھ کو مہاراجہ جسونت سنگھ کے ممالک کے ضبط کے لیے خاں جہاں بہادر کو بھیجا۔ وہ 24 / ربیع الآخر کو جودھ پور سے واپس آیا تو اُس نے وہاں بت خانوں کو ڈھایا اور کئی چھکڑے بتوں سے بھرے ہوئے بادشاہ کے پاس لایا اور موردِ تحسین و آفریں ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بتوں کو کہ اکثر مرصع و طلائی و نقری و برنجی و مسی و سنگی تھے دربار کے جلوخانے اور جامع جہاں نما کے زینوں کے نیچے ڈالیں کہ وہ پامال ہوں۔ مدتوں پڑے رہے اور پھر اُن کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ مآثر عالمگیری میں واقعات 22 جلوس 1090ھ کے ضمن میں لکھا ہے کہ جسونت سنگھ کابل میں مرگیا اور اُس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔



مرنے کے بعد اُس کے معتمد نوکروں سوانک، راگناتھ داس بھاٹی اور رنجھور اور درگاداس وغیرہم نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مہاراجہ کی دو رانیاں حاملہ ہیں جب اس کے متعلقین لاہور میں آئے تو دونوں رانیوں سے بیٹے پیدا ہوئے۔ نوکران مسطور نے دونوں بیٹوں کے پیدا ہونے کی اطلاع بادشاہ کو کی اور منصب و راج کے عطا کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لائیں۔ جس وقت لڑکے سن تمیز کو پہنچیں گے اُن کو منصب و راج عنایت ہوگا۔ راجپوتوں کا گروہ شاہجہاں آباد میں آیا اور التماس مرقوم میں مبالغہ و الحاح کیا۔ اس اثنا میں ایک بیٹا باپ سے جاملا (یعنی مرگیا)۔

## بادشاہ کا ان کے ارادہ فاسد پر مطلع ہونا:

جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا فاسد ارادہ یہ ہے کہ پسر دوم اور دونوں رانیوں کو جودھ پور لے جا کر بغاوت کیجیے تو 16 / جمادی الآخر 1090ھ کو حکم ہوا کہ حویلی روپ سنگھ راٹھور جو مہاراجہ کی دو رانیاں ٹھہری ہوئی ہیں اُن کو مع پسر کے نورگڑھ میں لے آئیں۔ فولاد خاں کوتوال و سید حامد خاں وغیرہ اس کے لیے مقرر ہوئے کہ اس فرقہ کو ارادہ فاسد سے باز رکھیں اگر وہ لڑیں تو اُن کی گوشمالی کی جائے۔ حسب الحکم امرا کاربند ہوئے۔ لوازم انذار اور نصیحت ترغیب و ترہیب کے ساتھ بجالائے۔ مگر راجپوتوں نے نہ مانا اور وہ لڑے اور بہت مرے اور بادشاہی آدمی مارے گئے جب راجپوتوں نے اپنا حال تنگ دیکھا تو اُنہوں نے دو رانیوں کو کہ مردانہ لباس پہنے ہوئے تھیں مار ڈالا اور پسر دوم کو کسی شیر فروش کے گھر میں چھپایا تھا اُس کو سراسیمگی میں چھوڑ کر فرار ہوئے۔ فولاد خاں کو پسر دوم کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ شیر فروش کے گھر سے اُس بیٹے کو بادشاہ کے حضور میں لایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ کی لونڈیاں جو اسیر ہو کر آئی ہیں اُن کے ہمراہ وہ زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور لڑکے کا نام محمدی راج رکھا جائے۔ خان مذکور دوسرے روز لڑکے کا زیور اور دیگر اشیا لایا۔ اس آشوب میں راجہ کا اور دونوں رانیوں اور راجپوتوں کا اسباب لٹیرے لوٹ کر لے گئے جو بچا وہ بیت المال کے کوٹھہ میں داخل ہوا۔

## راجہ جسونت سنگھ کے جعلی بیٹوں اور ریاست جودھ پور کا احوال:

دونوں رانیوں کی اور رنجھور رئیس راجپوتوں، درتیں اور سرداروں کی لاشیں شمار میں آئیں باقی چہارم جمادی الآخر 1090ھ کو بھاگ کر جودھ پور میں پہنچ گئے۔ درگا کے بھگانے سے راجپوتوں

نے دو جعلی بیٹے رن متھن (جو مر گیا تھا) اور اجیت سنگھ راجہ جسونت سنگھ سے منسوب کیے اور فتنہ انگیزی شروع کی۔ طاہر خاں فوجدار جودھ پور اُن سے عہدہ برآ نہ ہو سکا اور اندر سنگھ بھی نظم و نسق نہ کر سکا۔ اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ بادشاہ نے سربلند خاں کو جودھ پور کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ 26/ رجب کو بادشاہ سے معروض ہوا کہ اجمیر کے فوجدار منور خاں کی مہاراجہ کے نوکر راج سنگھ سے تین روز تک خوب لڑائی ہوئی اور منور خاں کو فتح ہوئی۔ راج سنگھ بہت آدمیوں کے ساتھ مارا گیا ہے تو اُس نے تعلقہ جودھ پور کے معموروں کے سرکش راجپوتوں کے پرگنات کے تاخت و تاراج کے لیے افواج مقرر کیں۔ رانا میں تاب مقاومت نہ تھی اُس نے وکلاء معتبر زبان داں لائق کو مع پیش کشوں اور عرضداشت کے بھیجا اور اطاعت کا اظہار کیا اور جزیہ دینا قبول کیا۔ زر جزیہ کے عوض میں اپنے ملک میں تین پرگنے دینے اور فرزندان جسونت کی اعانت نہ کرنے کا وعدہ کیا اور عفو تقصیرات کی درخواست کی۔ بادشاہ نے خان جہاں بہادر کو اس ضلع کے بندوبست اور باقی وصول کرنے کے لیے مقرر کیا اور خود دارالخلافہ کو مراجعت کی۔ اس اجمیر کے آنے جانے میں سات مہینے بیس روز سے زیادہ نہ لگے۔ چند روز بعد خبر آئی کہ رانا نے پھر سرکشی اختیار کی اور عہد و پیمان سے پھر گیا۔ خان جہاں بہادر سے قرار واقعی بندوبست نہ ہو سکا تو رجب 1090ھ کو بادشاہ رانا اور راجپوتوں کی گوشمالی کے لیے اجمیر روانہ ہوا۔ اس دفعہ راجپوتوں کے مغلوب کرنے میں اپنی ساری فراست و کیاست کو کام میں لایا۔ بادشاہ زادہ محمد معظم کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ دکن سے اجین میں آئے اور حکم کا منتظر رہے اور بنگالہ میں شہزادہ محمد اعظم کو لکھا کہ بطریق ایلغار میرے پاس آ جائے۔ جب اجمیر کے قریب بادشاہ آیا تو رانا کی تنبیہ اور تادیب کے لیے شہزادہ محمد اکبر کو بھیجا اور شاہ قلی خاں کو منور خاں کا خطاب دیا اور اس کا اضافہ کیا اور امراء کارطلب اُس کے ہمراہ کیے اور اس کو بادشاہ زادہ کا اول بنایا۔ رانا نے اس خبر کو سن کر اودھے پور کو کہ حاکم نشین تھا ویران کیا اور اپنے اور جسونت سنگھ کے اہل و عیال و آدمیوں کو ہمراہ لے کر دشوار گزار پہاڑوں اور دروں میں چلا گیا۔ شہزادہ اکبر مامور ہوا کہ وہ دروں میں راجپوتوں کے استیصال کے لیے بعض امیروں کو بھیجے اور کچھ دلاوروں کو رانا کے ملک اور زراعت کے تاخت و پامال کے لیے روانہ کرے۔ جب بادشاہ زادہ محمد معظم کی اجین میں آنے کی خبر ہوئی تو اس کے پاس حکم گیا کہ وہ تعلقہ رانا میں اودے ساگر پر مقیم ہو جو اجمیر سے اس کوس ہے اور اپنے لشکر کو اطراف جودھ پور میں مقرر کرے کہ جہاں آبادی دیکھے اس کو ویران کرے۔ ان



دنوں میں حکم کے بموجب شہزادہ محمد اعظم بھی چار ماہ کی راہ کو ایک مہینے سے کم میں طے کر کے جریدہ اپنی فوج جنگی کے ساتھ آ گیا۔ اُس کو حکم ہوا کہ رانا اور راٹھوروں کے تعلقہ اور درہائے قلب میں جا کر راجپوتوں کے قتل و اسیر کرنے میں کوشش کرے اور فوج معین کرے کہ ملک رانا میں جو غلہ کی رسد پہنچتی ہے اس کو بند کرے اور زراعت نہ کرنے دے۔ رانا کی مدد کے لیے تعلقہ جسونت سنگھ سے پچیس ہزار سوار راٹھور اور راجپوت جمع ہو گئے۔ افواج شاہی کا مقابلہ شوخی سے کرتے تھے اور کبھی اور رسد غلہ پر تاخت کرتے تھے۔ بادشاہی چند ہزار سواروں کو درہائے قلب کی طرف لے گئے اور اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بہت سواروں اور پیادوں کو پتا نہ لگنے دیا۔ لیکن آخر کو راجپوت فوجِ اسلام سے مغلوب ہوئے۔ راجپوتوں نے دروں کی سر راہ کو بند کر رکھا تھا اور کبھی کبھی پہاڑوں سے آ کر شہزادہ کے لشکر پر غافل شب خون مارتے تھے۔ لشکر بادشاہی خصوص منور خاں اس جماعت کو تنبیہ کرتا تھا اور ملک کی خرابی اور بت خانوں اور عالی عمارات کے مسمار کرنے اور اشجار ثمردار اور باغات کے کاٹنے اور راجپوتوں کے زن و فرزند کے گرفتار کرنے میں جو غار و مغاک میں چھپے ہوئے تھے کوئی کسر باقی نہ رکھتا تھا۔ محمد امین خاں صوبہ دار گجرات کے نام حکم گیا کہ اپنی فوج کے ساتھ جلد سرحد راجپوتیہ اور احمد آباد کے درمیان استقامت کرے اور جہاں راجپوتوں کی خبر سنے اور پتا پائے ان کو غارت کرے۔

## شہزادہ اکبر کا راجپوتوں سے ملنا:

جب رانا کے معاونوں کا کام تنگ ہوا۔ غلہ نایاب، زراعت کشت و کار مشکل ہوئی تو راٹھور راجپوتوں نے یہ تدبیر و تزویر کی کہ وہ اوّل شہزادہ محمد معظم کے پاس گئے کہ اُس کو اپنے جرائم کا شفیع بنائیں یا بغاوت پر اُس کو رہنمائی کر کے رفیق بنائیں۔ بادشاہ زادہ نے اُن کی باتوں پر کان نہیں لگایا اور نواب بائی یعنی والدہ شہزادہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے بھی نصیحت کی اور منع کیا کہ کسی بات میں اور راجپوتوں کی امداد اور معاونت سے آشنا نہ ہو۔ اور رانا کے وکیلوں کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ جب وہ اس شہزادہ سے مایوس ہوئے تو شہزادہ محمد اکبر کی طرف رجوع کیا۔ راجپوتوں میں درگا داس بڑا چرب زبان اور تیز طرار تھا۔ اس نے اکبر پر بہت افسوں و افسانے پڑھ کر پھونکے اور اس کو بیدار کیا کہ راجپوت چالیس ہزار سوار جرار آپ کی رفاقت کے لیے اور خزانہ بے شمار آپ کے ترقی کے واسطے موجود ہیں۔ شہزادہ یہ سبز باغ دیکھ کر تقاضاء ایام شباب اور ترغیب احباب سے

راجپوتوں کے دام میں گرفتار رہوا۔ بعض اُس کے ہمراہی بھی اُس کے ہمداستان ہوئے۔ بادشاہ زادہ نے باپ سے بغاوت اختیار کی۔ اس بغاوت کرنے کا سبب اُس نے باپ ہی سے سیکھا تھا۔

## شہزادہ معظم کا شہزادہ اکبر کو بغاوت سے روکنا:

ابتداء میں اس خبر کی شہرت اُڑتی رہی شہزادہ محمد معظم پاس گئی اُس کو بھائی سے یک گونہ محبت تھی۔ اُس کو نصیحت آمیز دو کلے لکھے۔ باپ کو اپنی عرضداشت میں اس مضمون پر اشارہ کیا کہ راجپوت شہزادہ کے اغوا کے درپے ہیں اس سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ محمد اکبر کی طرف سے بادشاہ کو کوئی وسوسہ نہ تھا مگر بادشاہ زادہ محمد معظم کی بدنامی حسن ابدال میں اس قسم کی ہو چکی تھی اور ابتداء میں جو راجپوت بڑے شہزادہ کے پاس پیغام لائے تھے اس کی خبر بھی بادشاہ سن چکا تھا۔ اُس نے محمد اکبر کے حق میں محمد معظم کی تحریر کو محض افترا جانا اور جواب میں لکھا: ''ہذا بہتان عظیم'' حق سبحانہ تعالیٰ شمارا ہمیشہ بر صراط مستقیم رہبری نماید و آلودگی سخن شنوی بدخواہاں محفوظ دارد۔'' جب یہ راز مخفی برملا ہوا اور خیمہ خیمہ میں سب چھوٹے بڑوں کو یہ خبر معلوم ہوگئی کہ درگا داس تیس ہزار سوار راجپوت لے کر اکبر سے مل گیا اور یہ خبر بھی آئی کہ محمد اکبر نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ جاری کیا اور منور خاں کو ہفت ہزاری کیا۔ امیر الامراء کا خطاب دیا۔ مجاہد خاں اور عمدہ نوکروں کے جو اُس کے ہمراہ تھے اضافہ کیے۔ جن میں سے بعض نے مجبور ہو کر مصلحتہً نہ قبول کیے سب کی تالیف قلوب کی۔ اور بادشاہ کی طرف لڑنے کے ارادہ سے آیا۔ ان دنوں میں بادشاہ کی فوج راجپوتوں کی تنبیہ کے لیے محمد اکبر کے ساتھ چلی گئی تھی۔ اسد خاں و بہرمند خاں کے سوائے کوئی عمدہ امیر نہ تھا اور کل فوج مع خواجہ سرایوں اور اہل دفتر کے سات آٹھ سو سوار تھے۔ اس وجہ سے لشکر میں تزلزل ہوا۔ ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا۔ محمد معظم کو بہ تاکید فرمان بھیجا کہ بلا توقف مع تمام فوج کے بطریق ایلغار حضور میں آؤ۔ بادشاہ زادہ باپ کے حکم کے آتے ہی اُس کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اور لشکر و خدمہ محل کو خدا پر سونپا۔ دس روز کی راہ کو دو تین روز میں طے کر کے باپ کے پاس نو دس ہزار سوار لے کر آ گیا۔ ایک شہرت تھی کہ محمد اکبر سترہ ہزار سپاہ لے کر باپ سے مقابلہ کے لیے قریب آ گیا ہے۔ کسی کو بادشاہ کے لشکر میں امید نہ تھی کہ اس بلا سے نجات ہوگی۔ بعض ہوا خواہوں کے کہنے سے احتیاطاً دور بینی کی وجہ سے محمد معظم کے لشکر کی طرف بادشاہ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا۔ تقاضائے وقت کے موافق توپ خانہ کا منہ محمد معظم کے لشکر کی طرف کرا دیا اور بیٹے کو پیغام بھیجا کہ لشکر کو چھوڑ کر دونوں بیٹوں کے ساتھ ہمارے پاس آؤ۔ محمد معظم



نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ تنہا دو بیٹوں کو لے کر خدمت میں آیا تو حضرت کو اس پر اعتبار آیا۔

## بادشاہ کی فوج کی شہزادہ اکبر کی فوج سے کمزوری:

ان باپ بیٹوں کے لشکر مل کر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے یہ عالمگیر کے لیے بڑا بُرا وقت تھا۔ مگر اُس کی عقل سلیم باقی تھی وہ یہ سوچا کہ محمد اکبر کا لشکر جو باغی ہوا ہے وہ فقط راجپوتوں کے بہکانے اور پٹیاں پڑھانے سے ہوا ہے کوئی اس کو میرے ساتھ عناد دلی اور بغض قلبی نہیں ہے اُس کا راہ پر لانا مشکل نہیں ہے۔ اس لیے اُس نے شہاب الدین پسر قلی خاں کو بہ طریق ہراولی بھیجا کہ وہ محمد اکبر کے لشکر کی خبر تحقیق لائے جس کو راجپوتوں نے اپنے بندوبست سے مسدود کر رکھا تھا۔ اور اپنے سگے بھائی مجاہد خاں سے خط و کتابت کرے۔ وہ محمد اکبر کے ساتھ بہ تقاضائے وقت و مصلحت رفاقت میں شریک ہوا تھا۔ اور منتظر تھا کہ کوئی موقع ملے تو یہاں سے نکل جائے۔ جب اس کو اپنے بھائی شہاب الدین کے نزدیک آنے کی خبر آئی تو اُس نے محمد اکبر سے التماس کی کہ اگر حکم ہو تو میں جا کر اپنے بھائی کو استمالت کر کے اپنے ساتھ لے آؤں۔ محمد اکبر نے اس کو اجازت دی نقد و جنس جو لے جا سکا وہ لے کر باقی اسباب کو وہیں چھوڑ بھائی کے پاس پہنچا اور دونوں متفق ہو کر بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ کو اُن کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ شہاب الدین کو شہاب الدین خانی کا خطاب دیا۔ مجاہد خاں سے اکبر کے لشکر کی حقیقت اور موافق و منافق اور مجبور و غیر مجبور کی تعداد پوچھی کہ اس اثناء میں محمد اکبر کے لشکر سے اور مردم روشناس کے بادشاہ پاس آنے شروع ہوئے۔ مجاہد خاں کے آنے سے محمد اکبر کے لشکر میں خلل ہوا۔ خواجہ مکارم سلطان معظم کے نوکر نے محمد اکبر کے قراولوں سے دست بازی کی اس کے زخم لگا۔ اس طرف کے دو تین آدمیوں کو زخمی کیا۔ اس نے خبر پہنچائی کہ محمد اکبر کے لشکر سے جدا ہو کر حضور میں تہور خاں ہراول فوج چند آدمیوں کے ساتھ آتا ہے۔

## تہور خاں کو دربارِ شاہی میں حاضری کا حکم:

جب تہور خاں گلال باری میں آ گیا تو اس کو حکم ہوا کہ وہ ہتھیار اُتار کر حضور میں آئے۔ خان نے اس میں تعطل کیا تو محمد معظم خاں نے اس کے مارنے کا اشارہ کیا۔ وہ اپنے اظہار تہوری اور ارادہ فاسد اور کسی اپنی مصلحت کے سبب سے محمد اکبر سے رخصت لے کر آیا تھا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر تلوار ہاتھ میں لے کر کہا کہ کون اس کو منع کرتا ہے کہ وہ ہتھیار لگا کے نہ آئے۔ جب وہ آنے لگا تو

ایک نوکر نے خان کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر اس کو منع کیا۔ خاں نے اس کے من پر تھپڑ مارا اور واپس چلا کہ خیمہ کی رسّی میں اُس کا پاؤں اٹکا اور وہ منہ کے بل گرا کہ چاروں طرف سے بزن بکش کی آواز بلند ہوئی اس کو مار ڈالا اور سر کاٹ لیا۔ قتل ہونے کے بعد اس کے جامہ کے نیچے سے زرہ نکلی۔ اس باب میں روایات مختلف ہیں۔ خواجہ مکارم مخاطب بہ جاں نثار خان یہ کہتا ہے تھا کہ عنایت خاں دیوان تن خسر اُس کا تھا اس کی تحریر سے ازراہِ ارادت اُس نے بازگشت کی اپنی حسن خدمت و عقیدت و غیرت پر خیال کر کے ہتھیار اُتارنے میں یہ عذر کیا بہرحال تہور خاں کے ہونے سے راجپوتوں اور محمد اکبر کی فوج کے درمیان تزلزل پیدا ہوا اور ان کا پائے ثبات جگہ سے ہلا اس کا دربار ٹوٹا۔ کئی راجہ اور امراء اس کے پاس سے بادشاہ کے پاس چلے آئے اور بہت سے بھاگ گئے اور راجپوت یہ دیکھ کر سارا مقابلہ ہمارے سر پر آن پڑے گا اپنے گھروں کو چلے گئے یا بادشاہ کے پاس چلے آئے۔ عوام الناس نے یہ خبر اُڑائی کہ بادشاہ نے ازراہِ تدبیر محمد اکبر کو فرمان لکھا اور اُس میں درج کیا کہ اگرچہ راجپوتوں کی دلگیری کر کے اور قراولی اور گرداوری کے باب میں جو ارشاد ہوا تھا تم اس کو بجالائے مگر اُن کو پراولی بنا کے بادشاہی سپاہ کی زد میں لانا عین مصلحت تھا اور ایسا منصوبہ کیا کہ فرمان بجنسہ راجپوتوں کے ہاتھ میں پڑا جو اس فرقہ کے تفرقہ کا سبب ہوا۔ لیکن اس خط بنانے کی بات بازاری گپ ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ القصہ محمد اکبر کی سپاہ بڑی بادبدبہ و شکوہ کثیر تھی مگر تلوار میان سے نہ نکلی کہ اُس کو ہزیمت عظیم ہوگئی۔ جب محمد اکبر نے دیکھا کہ راجپوتوں نے اس کی روگردانی کی، درگاداس اور دو تین اور آدمی رانا کے اُن کے پاس رہے جن کے پاس دو تین ہزار سوار ساتھ تھے کوئی رفیق اور لشکر ایسا ساتھ نہیں ہے کہ کام آئے اس لیے وہ ناچار فرار ہوا۔ جب شہزادہ محمد اکبر فرار ہوا تو اس کے سارے آدمیوں میں سے تین چار سو آدمی اور نامی آدمیوں میں سے قدیم الخدمت ضیاء الدین شجاعی تھا اس کا تمام مال و اسباب تجمل و خزانہ و توپ خانہ لٹنے کے بعد جو باقی رہا تھا وہ سارا اور اس کا ایک چھوٹا بیٹا نیکو سیر اور دو بیٹیاں یہ سب بادشاہ کو ہاتھ آئے۔ اور ایک بیٹا جو حد تمیز کو پہنچا تھا اس کو راجپوت اپنے ساتھ لے گئے۔

## اکبر کی سراسیمگی اور پریشان حالی:

اب محمد اکبر ایسا سراسیمہ تھا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ کبھی شاہجہاں آباد و لاہور کے جانے کا اجمیر کی راہ سے ارادہ کرتا تھا۔ کبھی ایران کا قصد ہوتا تھا۔ جس طرف وہ



جاتا اس طرف زمیندار اور فوجدار اس کے روکنے کو کھڑے ہو جاتے۔ بادشاہ زادہ محمد معظم اس کے تعاقب کے لیے مامور ہوا۔ اس نے اس کے تعاقب میں اغماض کیا اور عنان کشیدہ چلا۔ محمد اکبر لاہور اور ملتان کی راہ کو چھوڑ کر زمینداروں کی راہنمائی سے راہِ دشوار گزار و پُر خطر سے دکن کی طرف رحلہ پیما ہوا۔ خان جہاں بہادر صوبہ دار دکن کو اور تمام فوجداروں کو بار بار احکام پہنچے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کو زندہ گرفتار کرو اور نہیں قتل کرو۔ خانجہاں بہادر حکم کے بموجب اُس کے اسیر کرنے کے لیے ایلغار کر کے گیا اور چودہ پندرہ کوس کا دونوں میں فرق رہا تو خان نے اُس کے گرفتار کرنے میں اغماض کیا اور اس بات کو میر نور اللہ نے جو ایسے مقدمات میں بے محابا تھا بادشاہ سے عرض کیا تو بادشاہ نے اس باب میں ایک فرمان اعتراض آمیز اور احکام تہدید آمیز تمام اخبار نویسوں کو لکھے۔ شہزادہ اکبر بکلانہ کی سرحد میں آیا وقت جو ہلیر کے فوجدار اور قلعہ دار راجہ دبی سنگھ کے تعلقہ میں تھی۔ اُس نے شہزادہ کی گرفتاری کے لیے فوج بھیجی۔ یہ اس وقت پہنچی کہ وہ سرحد بکلانہ سے نکل گیا تھا۔ چند نفر راجپوت پیچھے رہ گئے تھے ان کو راجہ کے آدمی دم دلاسا دے کر راجہ کے پاس لائے۔ راجہ ان راجپوتوں سے شہزادہ کا حال پوچھ رہا تھا کہ اس آدمی ایک اور آدمی کو پکڑ کر لائے۔ جو اکبر کی نیمہ آستین خون آلود پہنے ہوئے تھا جس کو اکبر نے ہوا کی گرمی کے سبب سے اُتار کر اپنے کندھے پر ڈال دیا تھا۔ اس کو زخمی کر کے راجہ کے پاس اُس گمان سے لے گئے کہ وہ شہزادہ اکبر ہوگا۔ راجہ ان کی اس حرکت سے ناراض ہوا۔ فرنگیوں کے ملک کی سرحد سے اکبر نکل گیا۔ بکلانہ کے پہاڑوں کی پناہ میں آیا۔ اس نے پہاڑی آدمیوں کو روپیہ دیا اُنہوں نے اس کو سرحد راہیری میں پہنچایا جو سنبھا سے تعلق رکھتا تھا۔ سنبھا اکبر کے استقبال کو آیا اور اپنا مکان رہنے کو دیا جو قلعہ راہیری سے تین کروہ پر تھا اور حسبِ مراتب خرچ اُس کے واسطے مقرر کیا۔

## اکبر کا ایران جانا:

سنبھاجی نے اوّل اوّل اکبر کی بڑی خاطرداری کی مگر پھر اس کے آدمیوں کو کافی خرچ نہ دیا۔ ایک روز محمد اکبر کے سامنے قاضی نے بے وقوفی اور خوشامد سے سنبھا سے کہا کہ مہاراج کے دشمن پامال ہوں۔ تو محمد اکبر نے خفا ہو کر کہا کہ قاضی تو بڑا احمق ہے اور سنبھا سے کہا کہ ایسے کلمات لغو کا کہنا اور آپ کا سنا بدنما ہے۔ یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ اعتقاد خاں خلف اسد خاں قلعہ راہیری کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا ہے اس لیے محمد اکبر یہ مصلحت سمجھا کہ جس طرح ہو سکے ایران جائے۔ اس نے دو چھوٹے جہاز مرتب

کیے۔ چالیس دن کا ذخیرہ ان میں رکھا اور روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو بادشاہ کے لحاظ سے سیدی یاقوت خاں حبشی نے جنگی جہاز اس کی راہ روکنے کے لیے تیار کیا و دان اطراف میں کوس انالملکی بجار ہا تھا مگر گرفتاری میں اُس نے اغماض کیا۔ شہزادہ اور ضیاء الدین محمد شجاعی اور چالیس پچاس آدمی خدا پر بھروسہ کر کے سوار ہوئے۔ راہ میں محمد اکبر کے جہاز متفرق ہوئے اور اُن پر حادثات عظیم واقع ہوئے۔ ناموافقت ایام سے امام مسقط کے جزیرہ میں جہاز چلا گیا۔ اہل جزیرہ نے شہزادہ کو گرفتار کر کے امام مسقط کے پاس بھیج دیا۔ یہ امام شاہ ایران کے بڑے عمدہ زمینداروں اور توابع میں سے تھا بحسب ظاہر تو مہمانداری کی لیکن اکبر کو بطریق نظر بند کے رکھا اور عالمگیر کو عرضداشت بھیجی کہ اگر حضور دو لاکھ روپے نقد اور بندر سورت میں جو اجناس مسقط کے جہازوں میں جاتی ہیں ان کی معافی عشور کی سند کسی آدمی کے ہاتھ بھیج دیں تو میں محمد اکبر کو اس کے حوالہ کر کے حضور میں روانہ کروں۔ بادشاہ نے کئی متصدیان بندر سورت کے نام حکم صادر کیا کہ امام مسقط کی التماس کے موافق عمل کریں۔ مسقط کو متصدی سورت نے حاجی فاضل کو جو سب زبانوں سے آشنا تھا محمد اکبر کے لانے کے لیے بھیجا۔ جب شہزادہ اکبر کے آنے کی اور امام مسقط کے اس ارادہ ناصواب کی خبر سلیمان شاہ فرمانروائے ایران کو پہنچی تو اُس نے امام مسقط کے پاس حکم بھیجا کہ ہمارے مہمان کو بہت جلد اہتمام کر کے ہمارے پاس بھیج دو ورنہ تمھاری سزا کے لیے فوج بھیجی جائے گی۔ امام مسقط نے ناچار شہزادہ کو شاہ سلیمان کے آدمیوں کے ہمراہ کیا۔ جب شہزادہ اصفہان میں آیا اور شاہ سلیمان اُسے لینے آیا تو محمد اکبر نے پانچ الماس لے کر بادشاہ سے ملاقات کی اور کہا کہ اگرچہ بزرگان ایران کے نزدیک یہ امر غیر متعارف ہے کہ نذر و ہدیہ ہاتھ میں لے کر بزرگوں سے ملاقات کرے لیکن ہندوستان میں مربی کی خدمت میں خالی ہاتھ جانا ترک ادب ہے۔ ہر روز مہمانداری بڑی تکلف سے ہوتی رہی۔ شہزادہ نے ہندوستان میں جانے کے لیے امداد طلب کی تو شاہ نے فرمایا کہ جب تک تمھارا باپ زندہ ہے تم ہمارے عزیز مہمان ہو۔ جب تم کو بھائیوں سے کام پڑے گا تو ہم سے جہاں تک ہو سکے گا تمھاری مدد کریں گے۔ چند روز بعد سلیمان شاہ مر گیا۔ سلطان حسین اس کا جانشین ہوا۔ اُس نے پہلے سے بھی زیادہ شہزادہ کی مہمانداری کی۔ محمد اکبر نے باپ کے مرنے کی خبر جھوٹی کہہ کر شاہ حسین سے فوج و خرچ کی امداد چاہی لیکن شاہ نے کہا کہ ہمارے اخبار نویسوں نے نہیں لکھا کہ بادشاہ مر گیا۔ جب خبر تحقیق ہو جائے گی تو ہم امداد کریں گے۔ جب اس خبر کا جھوٹا ہونا تحقیق ہو گیا تو شہزادہ کو خفت اُٹھانی پڑی۔ پھر شہزادہ نے کہا کہ ہوائے عراق میرے مزاج کو



موافق نہیں ہے مجھے رخصت ملے کہ میں توابع گرم سیر میں سرحد خراسان میں جاؤں جو سرزمین ہند کے قریب ہے۔ آپ وہاں کے حکام کو لکھ دیجیے کہ بروقت وہاں کے سرداروں کی فوج میری رفاقت کرے۔ بعد اس کے شہزادہ کے لیے ماہوار خرچ مقرر ہوا اور حکم ہوا کہ جس وقت شہزادہ کو بھائیوں سے پیکار کا سروکار ہو تو پندرہ ہزار سوار اس کی امداد کی جائے۔ ہندوستان کی سلطنت کی آرزو میں محمد اکبر توابع گرم سیر خراسان میں خوشی و ناخوشی اوقات بسر کرتا تھا۔ کبھی اس کو باپ کی سلطنت میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا۔ عالمگیر کے آخر عہد میں اس کو موت آ گئی۔ اورنگ زیب نے جودھپور اور اودے پور کے ملکوں پر اس طرح تاخت و تاراج کی کہ اس سے راجپوت دب گئے مگر مر نہیں گئے۔ اس جنگ اور جزیہ نے ان کے ملک اور مذہب پر ایسا زخم و داغ لگایا جو کبھی نہ بھرا۔

## راجپوتوں سے امتداد جنگ:

عالمگیر کے ابتدائے عہد میں قوم راجپوت سلطنت مغلیہ کی دست راست تھی۔ اب وہ اس سے جدا ہو گئی کہ اس کے ملنے کی توقع نہیں رہی۔ پھر اس نے اس سلطنت کی خدمت بغیر بے اعتمادی کے نہیں کی۔ صرف رام سنگھ مہاراجہ جے پور جس کے ناتے رشتے بادشاہ سے بہت تھے اور بہت سے فائدے اس کو حاصل تھے وہ تو راجپوتوں کے ساتھ شریک نہیں ہوا۔ باقی اور راجپوت سب متفق ہو گئے۔ بادشاہ کی لڑائی راجپوتوں سے بدستور بنی رہی۔ جو حال اس کا شہزادہ محمد اکبر کی بغاوت سے پہلے تھا وہ اب بھی رہا۔ بادشاہی فوج راجپوتانہ کو لوٹتی تھی۔ راجپوت مالوہ کے ملک کو خراب و ویران کرتے تھے۔ بادشاہ مندروں کو توڑ توڑ کر مسجدیں بناتا تھا۔ راجپوت مسجدوں کو ڈھا ڈھا کر مندر بناتے تھے۔ قرآنوں کو جلاتے تھے۔ ملاؤں کی خوب گت بناتے تھے۔ اس لڑائی میں رانائے اودے پور کا نقصان زیادہ تھا اس لیے کہ اس ملک کا زرخیز حصہ مغلوں کے زیر سایہ تھا اور وہی ان کی تاخت و تاراج سے پامال اور ویران ہوتا تھا۔ ادھر یہ حال رانا کا تھا جبکہ ادھر بادشاہ کے بڑے بڑے کاموں میں جیسی کہ مہم دکن تھی حرج ہو رہا تھا۔ آخر کار رانا اودے پور نے صلح کی درخواست کی اور بادشاہ نے ان شرائط پر صلح کر لی کہ رانا جزیہ کے عوض میں کچھ ملک دے دے اور راجہ اجیت سنگھ بالغ ہو کر راج گدی پر بیٹھے۔ اس وقت بادشاہ مہمات یوسف زئی اور راجپوتوں سے زیادہ اہم مہم دکن کی سمجھتا تھا اس لیے اس نے ان شرائط پر صلح کر لی مگر اس آشتی سے فساد و عناد کی جڑ نہ کٹی۔ ہمیشہ راجپوتوں سے بادشاہ کی کھٹا پٹی رہی۔ مشرقی جانب میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تو بادشاہ کی مطیع رہیں باقی تمام ریاستیں بادشاہ سے منحرف

رہیں۔ گوان کی ریاستیں بادشاہ کی قبضہ میں رہیں مگر ان کے اِدھر اُدھر آفتیں برپا رہیں۔ راجپوت اپنے باہمی نزاع کے سبب سے بڑی بڑی فتوحات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکے مگر پھر بھی بادشاہی فوج والوں کو نہایت تنگ کرتے رہے اور مالوہ اور گجرات کے صوبوں کو لوٹتے اور کھسوٹتے رہے۔



# عہدِ عالمگیری میں دکن کے معاملات

اس عرصہ میں کہ بادشاہ خود سرحد کی قوموں کے دبانے کے لیے گیا اور راجپوتوں کی لڑائی میں مصروف رہا وہ دکن کی مہمات سے غافل نہیں رہا۔ اس کے اختیارات میں جو وسائل تھے ان کو دکن کی مہمات میں بھی کام میں لایا۔ جس وقت بادشاہ کی فوج پنجاب میں افغانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئی تو مہمات دکن کے لیے خان جہاں خاں حاکم گجرات کو مقرر کیا اور مہابت خاں اور شہزادہ محمد معظم کو بلا لیا۔ خاں جہاں نے اس خیال سے کہ سیوا جی سے لڑنے کے لیے سپاہ کافی نہیں ہے اس لیے اُس نے لڑنے میں توقف کیا اور گھاٹوں کی راہیں بند کیں کہ مرہٹوں کا حملہ نہ ہو۔ اور درّوں پر توپ خانے لگائے۔ مگر یہ تدبیر دلیر خاں نے ناپسند کی شاید وہ اورنگ زیب کے سرداروں میں سب سے زیادہ دلیر اور شجاع و چست و چالاک تھا اور قلعہ چاکنہ کے حملہ میں کامیاب ہو چکا تھا اُس نے جنگ محفوظ کی غلطیوں کی درستی کی اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اُن سے قلعوں پر حملہ کرنا چاہیے مگر سپہ سالار نے اس کی بات پر کان نہ لگایا۔ مرہٹوں کے سوار جن کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس میں ان دروں سے آئیں گے جن کو خانجہاں نے روکا تھا وہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو کر اورنگ آباد اور احمد نگر چلے گئے۔ خانجہاں نے بہت راہوں سے اُن کا تعاقب کیا مگر کامیاب نہیں ہوا۔ اور برسات میں اُس نے پیر گام میں جو دریا بیما کے کنارہ پر ہے چھاؤنی ڈالی اور یہاں اُس نے ایک قلعہ بنایا جس کا نام اُس نے بہادر گڑھ رکھا۔

## سیوا جی کا خفیہ خفیہ گول کنڈہ جانا:

خان جہاں بہادر تو یہ کام کر رہا تھا۔ سیوا جی نے یہ کام کیا کہ مخفی گول کنڈہ میں گیا۔ کہتے ہیں وہاں سے بہت کچھ روپیہ بطور خراج لیا اور اس کو اطمینان خاطر کے ساتھ رائے گڑھ میں پہنچا۔ اور جب وہاں سے پھر کر آیا تو اُس نے ملک شاہی کے تاخت و تاراج کے لیے اپنے سواروں کو چھوڑ دیا کہ وہ دیہات قصبات و شہروں سے چوتھ وصول کریں غرض مرہٹوں اور مغلوں میں جو لڑائیاں تاخت و تاراج کے لیے ہوئیں اُن میں سے ہر ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ میں فائدہ میں رہا۔ مرہٹے بھاگ جاتے تو اور زیادہ لوٹ مچاتے۔ مرہٹے لوٹ کے مال کو شیر مادر سمجھتے تھے اور اس لوٹ مار ہی کو وہ اپنی عزت اور افتخار جانتے تھے۔

جب سیوا.جی گولکنڈہ گیا ہے تو اس کی غیر حاضری میں سورت اور جنجیرا کا بیڑا متفق ہو کر آیا اور اُس نے دھندارا جپوری کے توپ خانوں کو غارت و تباہ کر دیا اور راگھو بلا افسر بھی مارا گیا مگر اس نقصان کا معاوضہ گونکنڈہ جانے سے ہو گیا اور اُس سے سال آئندہ کی فوج کشی کے لیے بڑی تقویت ہو گئی۔

## سلطان علی عادل کا مرنا اور سیوا.جی کا راجہ بننا:

1672ء میں علی عادل شاہ والی بیجاپور فالج میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اس کے کوئی اور بیٹا سوا سکندر عادل شاہ کے نہ تھا جس کی عمر پانچ سال کی تھی اور شاہ بی جی بیٹی تھی۔ عبدالمجید وزیر تھا اور خواص خاں وعبدالکریم، بہلول خاں اور مظفر خاں یہ تین ارکان سلطنت تھے۔ سب کو اپنے مطلب سے مطلب تھا۔ اس گھر کا کوئی خیر خواہ نہ تھا۔

اب سیوا.جی نے سوچا کہ مغلوں سے لڑنے میں وہ فائدہ نہیں ہے جو ملک بیجاپور کی تاخت و تاراج میں ہے اس لیے 1673ء میں وشال گڑھ میں مخفی ایک بڑا لشکر جمع کیا اور اس کی سپاہ نے پنالہ کو لے لیا اور تجارت گاہ ہوبلی کو خوب لوٹا۔ یہاں سے اتنی غنیمت ہاتھ آئی کہ مرہٹوں کو پہلے کبھی نہیں ہاتھ آئی تھی۔ اس شہر کو اناجی دیو کے حوالہ کیا۔ اس شہر میں جو مرہٹوں کے ہاتھ سے بچا تھا اس کو فوج عادل شاہی نے لوٹا جو اس شہر کی حراست کے لیے آئی تھی۔ سیوا.جی کے بیڑے نے کاروار اور ناکولہ لے لیا اور بہت سے مقامات کے دیس مکھیوں کو بہکایا کہ وہ مسلمانوں کے تھانوں کو اُٹھا دیں۔ ہوبلی کے تاراج ہونے سے راجہ بیڈھ پورڈرا بیٹھا تھا۔ اس نے سیوا.جی کو سالانہ خراج دینا قبول کیا اور سیوا.جی کا وکیل اپنے دربار میں مقرر کیا۔

## سیوا.جی کا بیجاپور کو فتح کرنے کا عزم:

سیوا.جی کا ارادہ تھا کہ ملک بیجاپور کو فتح کرے اس لیے اُس نے خانِ جہاں بہادر سے درخواست کی کہ اس کے ذریعہ سے بادشاہ اس کی حمایت کرے۔ خان نے اس کی اس درخواست کو اس شرط پر منظور کرانے کا وعدہ کیا کہ سیوا.جی بادشاہی ملک پر تاخت و تاراج نہ کرے۔ مئی کے مہینے میں ماولیوں نے پرلے لے لیا۔ ستمبر میں ستارہ کو کئی مہینے محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ غرض 1673ء و 1674ء میں یعنی دو برس کے اندر بہت سی لڑائیوں اور محاصروں کے بعد اس ریاست کا وہ ملک جو سمندر کی جانب گھاٹوں سے متصل تھا اور کونکن کا جنوبی حصہ فتح کر لیا۔ اگرچہ سیوا.جی مدتوں سے



اپنے تئیں راجہ کہتا تھا اور اپنا سکہ چلاتا تھا مگر اب اور ہوا میں اُڑنے لگا اور دل میں یہ سمائی کہ مسلمان بادشاہوں کی طرح اپنی شان دکھائے۔ چنانچہ اُس نے 6/جون 1674ء کو برہمنوں سے مہورت پوچھ کر اپنی راجدھانی رائے گڑھ میں راج گدی پر جلوس کیا اور تمام رسمیں جو شاہانہ ہوتی ہیں وہ سب ادا کیں۔ ایسے فر و شکوہ سے دربار کیا کہ کبھی مرہٹوں نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ ترازو میں بیٹھ کر تلا۔ برہمنوں کو سونے کا تلادان دیا۔ سونا روپا جواہر نچھاور ہوئے۔ سرداروں کو خلعت اور بڑے بڑے منصب اور انعام مرحمت ہوئے۔ افسروں کے خطاب فارسی سے سنسکرت میں بدلے یا نئے نام سنسکرت میں رکھے۔ اگرچہ شاہانہ رسموں کے برتاؤ میں مسلمانوں کا طریقہ اختیار کیا مگر دھرم کرم میں وہ پہلے سے بھی زیادہ کٹا ہندو ہو گیا۔ کھانے پینے میں ہندوؤں کی طرح پابند تھا اُس نے مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے ہندوؤں میں مذہبی جوش اور قومی ولولے اور زیادہ کر دیے اور اپنی ساری کو جو ابتدا میں تھیں نہیں چھوڑا اس کے علم کو بھگوا جھنڈا کہتے تھے وہ گہرا نارنجی رنگ کا بیل کی دُم کی صورت کا ہوتا تھا۔

سیوا.جی نے جب سے پورندھر کو تسخیر کر لیا تھا کُل ملک بیجاپور اور کانکن سے چوتھ لینے کا مستحق اپنے تئیں جانتا تھا۔ انگریزوں سے تو اُس نے کبھی چوتھ مانگی نہیں۔ مگر پرتگیزوں سے کہتے ہیں کہ اُس نے چوتھ لی۔ اس کا ذکر مرہٹوں کی تاریخ میں اس طرح آتا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہوں نے لی۔

## مغلوں کے ملک پر سیوا.جی کے حملے:

1675ء میں دلیر خاں نے سیوا.جی کے ملک پر دست درازی کی اس لیے خان جہاں بہادر سے جو عہد و پیمان ہوئے تھے اُن کے توڑنے کے لیے سیوا.جی کو ایک عذر ہاتھ لگا۔ مورو پنت نے اندھا اور رہٹہ کے قلعے دوبارہ لے لیے۔ سیو نیری پر حملہ کیا مگر ناکامیاب رہا۔ وہ سیوا.جی کی جنم بھوم ہے۔ جو اس کو ساری عمر ہاتھ نہ آئی۔ مگر سنیاپت ہمیر راؤ کی فتحیابی نے ناکامیابی کا معاوضہ کر دیا وہ سورت کے پاس اس درّہ پر گزرا اور اپنے سواروں کو کئی فوجوں میں تقسیم کیا جنھوں نے برہان پور کو اور باہور کو خوب لوٹا۔ اور بروچ سے چوتھ لی۔ پہلی دفعہ تھی کہ مرہٹوں کی سپاہ نے دریائے نربدہ سے اُتر کر کوچ کیا۔ سیوا.جی نے خود بوندا کا محاصرہ کیا اور اُس نے پنالہ اور ٹوٹرا کے درمیان سب قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ جب سیوا.جی کونکن میں مصروف تھا تو پھلٹن ملاوری کے دیس مکھ کے عمل

کیرا گھاٹ نے سیوا جی کے تھانوں کو اُٹھا کر سیدانی ملک شاہ بیجاپور کے لیے فتح کرلیا۔
جب ہمیر راؤ گوداوری سے عبور کر کے گھر کو آیا تھا تو راہ میں دلیر خاں نے اس کا تعاقب کیا۔
وہ بہت مشکل سے اپنے بیش قیمت لوٹ کے مال کو گھر لایا۔ مغلوں کی سپاہ نے ضلع کلیانی کو لوٹا۔
سیوا جی نے قلعہ بونڈا کو ایک نقب اُڑا کر فتح کرلیا اور وہ جنوب کی طرف گیا۔ کوکن میں چوتھ لی اور
خوب لوٹا۔ لوٹ کا مال بہت سا لے کر اپنے گھر رائے گڑھ میں آیا۔ جب دلیر خاں اور خان بہادر
لڑائی میں اور طرف مصروف تھے تو ہمیر راؤ مغلوں کے ملک میں آیا اور اُس نے خوب لوٹا۔

## خواص خاں کے خانِ جہان بہادر سے عہد و پیمان:

خواص خاں نائب سلطنت بیجاپور نے سلطنت کے نازک حالات دیکھ کر خان جہاں بہادر
سے عہد و پیمان کیے کہ بیجاپور کی سلطنت بادشاہ کے ماتحت رہے گی اور اورنگ زیب کے کسی بیٹے
سے سکندر عادل شاہ کی ہمشیرہ خرد بادشاہ بی بی بیاہی جائے گی۔ عبدالکریم اور امیروں نے اس عہد
و پیمان کے سبب سے خواص خاں کو سازش کر کے مار ڈالا اور لڑنے کا سامان تیار کیا۔ جب خان
جہاں بہادر بیجاپور کی طرف آیا تو بیجاپور والے اس سے کئی لڑائیاں لڑے جن میں بیجاپور والوں کا
پلہ غالب رہا۔ دلیر خاں کا ہم وطن و دوست عبدالکریم تھا۔ اس کے ذریعہ سے دونوں میں صلح
ہوگئی۔

سیوا جی نے پھر تیسری دفعہ ٹوٹرا اور پنالہ کے درمیان میدانی ملک پر قبضہ کیا اور ایک سلسلہ
قلعوں کا بنایا۔ جن کے نام درون گڑھ بوشین گڑھ سیور شو گڑھ مچند رگڑھ تھے۔ اگرچہ یہ قلعے مضبوط
نہ تھے مگر وہ اس ملک پر جاگیرداروں کے حملے روکنے کے بہت کام آئے۔

## سیوا جی کا اپنے باپ کے ملک پر قبضہ کرنا:

سیوا جی کو مدت سے یہ لو لگی ہوئی تھی کہ باپ کی جاگیر کو جو کرناٹک اور میسور میں ہے اُس پر
کسی طرح قبضہ کیجئے۔ پہلے جاگیر پر اس کا سوتیلا بھائی دنکا جی قابض تھا اور حقیقت میں وہی اس کا
مالک تھا مگر برائے نام والی بیجاپور کا ماتحت تھا۔ اب سیوا جی کو یہ اختیار تھا کہ اس جاگیر کا دعویٰ وہ
وراثتاً کرتا یا بطور غنیم کے فتح کرتا۔ اس کے باپ کے وقت میں پنڈت راگھوناتھ نارائن اس جاگیر
کا انتظام کرتا تھا۔ اب وہ اس کے بھائی دنکا جی کا منتری تھا۔ مگر کسی بات پر اُس سے خفا ہو کر سیوا جی
کے پاس چلا آیا تھا اس لیے اس کو اور بھی زیادہ اپنی تمنا بر آنے کا خیال پیدا ہوا۔ یہ پنڈت جاگیر کا



تمام کچا پکا حال جانتا تھا۔ اس لیے اُس کا آجانا سیوا جی کے حق میں نعمت غیر مترقبہ تھا۔ سیوا جی
دور اندیش بڑا تھا۔ بات کو برسوں پہلے سوچ لیتا تھا۔ اُس وقت والی گولکنڈہ کو مغلوں کا خوف لگ رہا
تھا اور والی بیجاپور سے بھی چخ رہی تھی۔ اس لیے سیوا جی نے سوچا کہ والی گولکنڈہ سے رفاقت پیدا
ہونی آسان ہے چنانچہ پیغام سلام ہو کر دونوں میں اتفاق ہوگیا۔ 1676ء میں گولکنڈہ کی جانب
تیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے لے کر روانہ ہوا اور وہاں کچھ دنوں ٹھہرا اور والی گولکنڈہ کو اتو
بنایا اور آپس میں یہ قرار ٹھہرایا کہ میں اپنے باپ کے موروثی ملک کے علاوہ اور ملک فتح کروں تو
اُس میں سے بادشاہ کو حصہ دوں اور بادشاہ اس کے بدلے میں مجھے کسی قدر روپیہ اور توپ خانہ
عنایت کرے اور باقی فوج اپنی بیجاپور اور مغلوں کی روک ٹوک کے واسطے اپنے پاس رہنے دے۔
غرض وہ قطب شاہ سے روپیہ اور توپ خانہ لے کر حیدر آباد میں ایک مہینے رہ کر مارچ 1677ء میں
ٹھیک جنوب کی طرف چلا اور کرنول سے نیچے 25 میل پر آیا۔ اس کی سپاہ آہستہ آہستہ کڈاپہ کی راہ
لے چلی۔ سیوا جی کچھ سواروں کے ساتھ بزرتم مندر کی جاترا کے لیے گیا اور یہاں مراسم مذہبی ادا
کیں۔ بھوانی نے کرپا کر کے اُس سے کہا کہ سیوا جی سے ہندوؤں کے دھرم کے بڑے بڑے کام
ہوں گے اور کرناٹک میں اس کے بڑے درجات ہوں گے۔ 12 روز یہاں رہ کر مئی اسی سال میں
مدراس کے پاس ہوتا ہوا جنجی کے قریب پہنچا جو اس کی قلمرو سے چھ سو میل تھا وہ قلعہ بیجاپور سے متعلق
تھا۔ والی بیجاپور کی طرف سے اس میں عنبر خاں کے بیٹے روپ خاں اور ناظر محمد حاکم تھے۔ رگھوناتھ
نے اُن سے مل کر ایسے عہد و پیمان کر لیے تھے کہ سیوا جی کو یہ قلعہ بلا مقابلہ ہاتھ آگیا۔ والی بیجاپور کا
افسر شیر خاں حاکم ضلع بڑتالی نے پانچ ہزار سوار لے کر سیوا جی کے مقابلہ میں کوشش کی مگر وہ بہت
جلد نرغہ میں آکر قید ہوگیا۔ سیوا جی کا سوتیلا بھائی سنتا جی اُس سے پہلے پہل ملنے آیا۔

## قلعہ ویلور کا محاصرہ اور اس کی تسخیر:

اس اثناء میں اس فوج نے جو ارادۂ سیوا جی نے پیچھے چھوڑی تھی قلعہ ویلور کا محاصرہ کیا۔
مرہٹوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ محاصرہ کر کے اسے ستمبر میں فتح کرلیا۔ قاضی ابو حسین بیان کرتا ہے
کہ قلعہ کو پچاس ہزار پیگوڈا رشوت دے کر لے لیا۔ جس عرصہ میں ویلور کا محاصرہ ہو رہا تھا سیوا جی
اپنے بھائی دنکا جی سے ملا۔ اور اُس نے اس کو سمجھایا کہ باپ کے ترکہ میں سے نصف اس کو دے
ایک ایک بھائی باپ کے ورثہ کے نصف کا دعویٰ جتنی شد و مد سے کرتا تھا دوسرا بھائی اتنے ہی زور

سے انکار کرتا تھا۔ سیواجی نے پہلے ارادہ کیا کہ بھائی کو قید کر کے زبردستی اُس سے نصف تجور لے لے۔ مگر بھائی کو ملاقات کے لیے بُلایا اور اُس کو قید کرنا شرافت سے وہ بعید سمجھا اس لیے تجور جانے کی اجازت دی۔ مگر باپ کے ورثہ نصف تجور اور ادلی اور ایک دو قلعہ کا دعویٰ نہیں چھوڑا اور کہا کہ میں اس سے زیادہ تجھ کو دے سکتا ہوں مگر باپ کے ورثہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سیواجی دھور میں آیا اور قلعہ کرناٹکی گڑھ و جلد یو گڑھ اور مہاراج گڑھ لے لیے۔ سال آئندہ کے شروع ہونے سے پہلے سیواجی نے اپنے باپ شاہ جی کے علاقے کولھار، بنگالہ پور، اوس کونٹا، بالا پور سیرا پر قبضہ کر لیا۔ اُس نے کرناٹک سے چوتھ اور سردیش مکھ لی۔ اور جہاں لوگوں نے یہ محصول نہ ادا کیا تو ان کو لوٹا مارا۔

## عالمگیر کا گولکنڈہ پر حملے کا اِرادہ:

خان جہاں بہادر نے جو سیواجی سے صلح کر لی تھی وہ اورنگ زیب نے منظور نہیں کی مگر دلیر خاں نے بادشاہ کو جو یہ تدبیر لکھی کہ گولکنڈہ پر دھاوا کیا جائے اور عبدالکریم وزیر اور فوج بیجا پوری سے اعانت لی جائے اس کو پسند کیا اور اُس نے خان جہاں خان بہادر کو اپنے پاس بلا لیا اور دلیر خاں کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔

قطب شاہ پر حملہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے سیواجی سے صلح کر لی تھی لیکن ماھدونہ پنت نے جس کو سیواجی نے گولکنڈہ میں چھوڑ رکھا تھا دلیر خاں اور عبدالکریم کے حملہ کو ہٹا دیا۔ بیجاپور کی سپاہ تنخواہ کے نہ ملنے سے بھوکی مر رہی تھی اس کو دشمنوں سے لڑانا ناممکن تھا۔ عبدالکریم جنوری 1678ء میں مر گیا تو دلیر خاں نے یہ کوشش کی کہ مسعود خاں حبشی اس کی جگہ مقرر ہو جائے۔ وہ سیدی جوہر کا داماد تھا اور ادونی کا جاگیردار تھا۔ وہ مقرر ہو گیا اُس نے سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ بانٹنے کا اور دلیر خاں کے قرض چُکانے کا اور امن امان رکھنے کا اور بادشاہ بی بی کو لشکر مغل میں بھیج دینے کا وعدہ کیا۔ اُس نے پیادوں کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کی مگر جب وہ بیجاپور گیا تو سواروں کی زیادہ تر سپاہ نہیں رکھ سکا۔ اس لیے یہ سوار برطرف شدہ کیے تو سیواجی کے نوکر ہو گئے یا بادشاہ کے۔

## دلیر خاں کا پیرگرام میں جانا:

دلیر خاں مسعود خاں سے عہد و پیمان کر کے پیرگرام میں گیا۔ سیواجی نے یہ حالات سن کر کرناٹک سے کوچ کیا۔ جنجی اور اس کے مضافات کو اپنے سوتیلے بھائی سنتاجی کے سپرد کیا اور اس کے ساتھ رگھوناتھ نرائن اور ہمبیر راؤ سیناپت کو مقرر کیا کہ وہ کرناٹک کے مقدمات کا انتظام کریں۔



سیواجی نے قطب الملک کو اپنی فتوح کا حصہ کچھ نہیں دیا۔ جس سے وہ سمجھا کہ سیواجی نے اُس کو احمق بنایا مگر جب سیواجی رائے گڑھ میں آ گیا تو اُس سے سلسلہ اتحاد کو شکستہ نہیں کیا۔ سیواجی کا لشکر بلاری کے قریب آیا تو اس قلعہ کے آدمیوں نے اس کی فوج کے چند آدمیوں کو مار ڈالا اور اِس کا عذر بھی یہاں کے حاکم نے جو دس سیاتی کی بیوہ تھی نہیں کیا۔ اس لیے یہ قلعہ سیواجی نے بزور 27 دن میں لے لیا اور گوپال اور بہادر بندہ کو بھی فتح کر لیا۔ جب سیواجی نور گل میں آیا تو اس نے سنا کہ اس کے بھائی ونکاجی نے اس کی فوج پر کرناٹک میں حملہ کیا اور بہت نقصان کے ساتھ ہزیمت پائی۔ اُس نے بھائی کو خط نصائح آمیز لکھا اور آخر کو اس قصہ کا اختتام اس پر ہوا کہ موروثی جاگیر پر ونکا متصرف رہے اور نصف محاصل سیواجی کو دیا کرے باقی وہ مقام جو بیجاپور کی قلمرو میں سے سیواجی کے ہاتھ آئے وہ سیواجی کے پاس رہیں۔

## سیواجی کی رائے گڑھ کو واپسی:

سیوا اٹھارہ مہینے بعد ٹھہر ٹھہر کر رائے گڑھ میں آیا دونوں ہمبیر رائے اور جے جے ماردین پنت نے بیجاپور کے علاقہ کو خوب لوٹا مارا پانچ سو گھوڑے اور پانچ ہاتھی اور افسر جو اس سے لڑا تھا گرفتار کیا۔ کرشنا اور تنگ بھدرا کے درمیان کا کل ملک پامال ہوا اور کوپال اور بیلاری کے ہمسایہ کے سرکش بنٹ کھ جو والی بیجاپور کو خراج نہیں دیتے تھے اُنہوں نے سیواجی کی فوج کو دیا۔ بیجاپور میں سوار نہ تھے اور برسات کے سبب دریاؤں میں طغیانی تھی اس لیے مسعود خاں کے درمیان جو عہد و پیمان ہوئے تھے وہ بادشاہ نے پسند نہیں کیے بلکہ دلیر خاں کو بادشاہ نے لکھا کہ وہ سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ دے کر بیجا افسروں کو اپنی طرف کر سکے وہ کرے۔ سلطان المعظم کو دکن کا صوبہ دار پھر اس غرض سے مقرر کیا کہ سند نشین بیجاپور سے ملک و مال کا مطالبہ زیادہ کرے اور اس مطالبہ کی تعمیل میں دلیر خاں بحیثیت سپہ سالاری آمادہ ہو۔ اول بادشاہ بی بی کا مطالبہ ہوا بعد ایک جھگڑے کے بادشاہ بی بی خود دلیر خاں کے لشکر میں اس غرض سے آئی کہ بھائی کی سلطنت بچ جائے۔ دلیر خاں نے اُس کو اورنگ آباد میں بھیج دیا۔

## بیجاپور کا محاصرہ اور دیگر احوال:

بیجاپور کا محاصرہ کیا گیا۔ جب بیجاپور والے مایوس ہوئے تو وہاں کے وزیر مسعود خاں نے سیواجی سے مدد مانگی۔ اُس نے دلیر خاں پر حملہ کرنے کا وعدہ کیا۔ جس سبب سے محصورین کا پیچھا

چھوٹے۔اس مطلب کے لیے سیواجی نے پنالہ میں بہت سے سوار جمع کیے اور بیجاپور کی طرف چلا۔ مگر اس سیانے کھاگ نے دیکھا کہ اس کے بازوؤں میں عالمگیر کے لشکر کے صدمہ اُٹھانے کی تاب نہیں ہے۔اس لیے وہ محاصرہ کے قریب بارہ بیل جاکر کترایا اور بادشاہی علاقوں پر حملے کرنے لگا۔ دلیر خاں فنِ سپہ گری سے خوب واقف تھا۔اگرچہ اس کے پاس فوج زیادہ نہ تھی مگر جتنے سپاہی اس میں تھے اس کے ہم قوم افغان من چلے اور بڑے دل گُردے والے جوان مرد تھے۔ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوجوں سے بھی بڑھ کر کام دے سکتی ہے۔دلیر خاں نے محاصرہ کونہیں چھوڑا اور سیواجی نے آگ اور تلوار سے باشندوں کو پڑوا کرا دیا اور دیہات کو جلا کر خاک کیا۔اُس نے دریائے بیما سے اُتر کر جولنا پر حملہ کیا باوجود یکہ اورنگ آباد میں سلطان معظم تھا اُس نے جولنا کو خوب لوٹا۔جس مکان میں اس کو دولت کا گمان ہوا اس کو جلا کر خاک سیاہ کیا۔

## سیواجی کی خاندیش میں لوٹ مار:

خافی خاں نے لکھا ہے کہ 1090ھ میں سیواجی افواج سنگین کے ساتھ ملک خاندیس میں داخل ہوا۔قصبہ دھرن گاؤں جو اس ضلع میں معموری میں مشہور ہے اور جنس کرانہ واقسام قماش وہاں بندر سورت اور چیزیں قصبہ کے نگہداروں کے پاس ہوتی ہیں اس پر تاخت و تاراج کی پھر جو برواار پرگنات کو لوٹ کر اور جلا کر پرگنہ جالنہ کی طرف گیا۔یہ بھی تعلقہ بالا گھاٹ کے قصبہ ہائے معمور میں سے تھا جس میں مال تجارت بھرپور تھا اس قصبہ میں سید جاں محمد کا مسکن تھا جو یہاں کے واصل باللہ درویشوں میں تھے۔جب کوئی غنیم اس قصبہ میں آتا تو یہاں کے رہنے والوں کی ایک جماعت اہل و عیال سمیت اس سید کے تکیہ و مکان کی پناہ میں آتے مگر سیواجی نے سید صاحب کا اَدب نہیں کیا۔جو مالدار اُن کی پناہ میں گئے ان کو خوب لوٹا اور خود سید صاحب کو نہ چھوڑا۔خافی خاں سیواجی کی موت کا سبب یہی بتاتا ہے۔اس سے زیادہ بے عقلی کی بات کوئی اس نے اپنی تاریخ میں نہیں لکھی ہے۔ سیواجی اپنے لوٹ کے مال کو لے کر صحیح سلامت رائے گڑھ میں پہنچا ہوتا مگر شہزادہ کے حکم سے دس ہزار سواروں نے جمع ہو کر اسے سنگم پر کے قریب آکر ایسا گھیر لیا تھا کہ اسے مار ہی لیا ہوتا مگر بقول عالمگیر وہ پہاڑی چوہا تھا۔کسی بل میں ایسا بک کر جا بیٹھا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی پھر وہ جو نکلا تو وہ اورنگ زیب دیکھتا ہی رہ گیا کہ اس چوہے نے کیا کیا کام کیے اور کتنے قلعے فوج شاہی سے خالی کرا لیے اور اچھے اچھے شیروں کے کان کترے۔



دلیر خاں نے محاصرہ کونہیں چھوڑا۔سیواجی پٹہ میں تھا کہ مسعود خاں نائب سلطنت نے اس کی بہت منت ساجت کی۔

به لبم رسیده جانم تو بیا که زنده مانم
پس از انکه من نمانم بچه کار خواهی آمده

اور لکھا ہے کہ اب ہمارا وقت قریب آ گیا ہے اُس وقت آؤ گے تو کام آؤ گے نہیں پھر پیچھے کیا کام تم سے نکلے گا۔وہ اس کی درخواست کے موافق بڑے ٹھاٹھ سے فوج لے کر چلا۔ہزاروں برچھیت مرہٹے بھالے برچھے ساتھ لے کر چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ کوئی نیستان اُڑا جاتا ہے۔

## سنبھاجی کا بادشاہ سے ملنا اور پھر باپ کے پاس آنا:

ابھی یہ لشکر بیجاپور تک نہ پہنچا تھا کہ یکایک اُس کے پاس یہ خبر آئی کہ سنبھاجی مغلوں کے لشکر سے جاملا۔اس نوجوان بیٹے کے حصہ میں باپ کی خصائل اور اطوار میں سے دلیری اور شجاعت کے سوا کچھ اور حصہ نہ آیا تھا۔عیاش ایسا تھا کہ اس نے ایک برہمنی سے جو برہمن کی بیوی تھی اپنا منہ کالا کرنا چاہا سیواجی اس حرکت ناشائستہ پر ایسا خفا ہوا کہ پرنالہ کے قلعے میں کچھ دنوں کے لیے سخت مقید کر دیا۔مگر وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خان کے پاس چلا گیا تو سپہ سالار سر و قد تعظیم کے لیے اُٹھا،نہایت تپاک سے ہاتھ کھول کر بغل گیر ہوا،اعزاز و احترام سے خیمے میں اُتارا۔دلیر خاں نے بادشاہ سے اپنا منصوبہ یہ بیان کیا کہ باپ بیٹے کی لڑائی میں ترازو کے پلڑے میں بیٹا باپ کے مقابل ہوگا۔باپ کی بُری گت بنائے گا۔وہ سارے باپ کے ہتھکنڈوں سے واقف ہے۔مرہٹوں کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلائے گا۔غرض گوشت خر دندان سگ کا تماشا دکھائے گا مگر سیواجی کا اقبال یاور تھا۔یہ منصوبہ کب چل سکتا تھا۔خیال کرنے کی بات ہے کہ اس وقت باپ سے بیٹے کا جدا ہونا کیسا خطرہ و تردد کا مقام تھا۔مگر یہاں کچھ اور ہی گل کھلا کہ سپہ سالار نے جب بادشاہ سے یہ عرض حال کی تو اُس نے دلیر خاں کی اس تجویز کو ناپسند کیا اور حکم صادر فرمایا کہ سنبھاجی کو پابہ زنجیر ہمارے پاس بھیج دو۔مگر جواں مرد سپہ سالار دلیر خاں نے عہد شکنی کر کے اپنی عزت کو بٹہ نہیں لگایا اور سنبھاجی کو بادشاہ پاس نہ بھجوایا اور اُس نے ایسی چشم پوشی کی کہ وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آ گیا چند روز باپ کو بیٹے کے سبب سے پریشانی رہی۔

## سیوا.جی کا بیجاپور والوں کی مدد پر کمر بستہ ہونا:

جب سیوا.جی کو بیٹے کی پریشانی سے نجات ہوئی تو وہ رات دن دل و جاں سے بیجاپور والوں کی اعانت پر مستعد ہوا۔ ہمبیر راؤ کو اُس نے بھیجا اس کی لڑائی رنمست خاں سے ہوئی جس کے پاس آٹھ نو ہزار سوار تھے۔ اُسی سردار کو سلطان المعظم نے پہلے بھی سیوا.جی سے لڑنے کو بھیجا تھا جس نے شکست پائی تھی اُس نے اب بھی شکست پائی۔

مورو پنت نے اہوت اور ماباداگڑھ لے لیا۔ یہ دونوں قلعے بڑے مضبوط تھے اور اپنی سپاہ کو سارے خاندیس میں پھیلا دیا جس نے اس کو تاخت وتاراج وویران کیا۔

دلیر خاں کے لشکر کے گرد ہمبیر راؤ پھرتا تھا اور محصورین کو مسعود خاں خوب لڑا رہا تھا۔ دلیر خاں بھی ان کو دبا رہا تھا مگر اس کی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی۔ جابجا اس کی رسد پر چھاپے مارے جاتے تھے اور کسی طرح سے رسد اُس کے لشکر تک نہیں پہنچتی تھی۔

سیوا.جی کے لشکر نے اس کو ایسا تنگ کیا کہ آخر کو مایوس ہو کر سوائے محاصرہ اُٹھا لینے کے کچھ اور نہ بن پڑا۔ برسات کے آخر میں وہ میدانی مل کے تاخت وتاراج میں مصروف ہوا اور بمبئی لوٹ لیا۔ کشنا جب پایاب ہوا تو وہ اُس سے پار گیا اور سپاہ کو فوجوں میں تقسیم کیا اور ملک کرناٹک کو ویران کرنا شروع کیا۔ نارو ین پنت نے چھ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر دلیر خاں کی سپاہ پر حملہ کیا اس کو شکست دی اور اُس کی فوجوں کو روکا اور اُن کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑائے اور مراجعت پر ان کو مجبور کیا۔

## بیجاپور والوں کا سیوا.جی کو حق رفاقت ادا کرنا:

سیوا.جی کو بیجاپور والوں نے رفاقت کے بدلہ میں اضلاع کوپال اور بلاری دے دیئے اور دراوڑ میں جو ملک اُس نے فتح کیا تھا اور تجور اور اضلاع جاگیر شاہ.جی پر اپنی سلطنت کے دعوی سے دستبردار ہوئے۔ اس سبب سے بھائی دنکا.جی کے عزل ونصب کا زیادہ اختیار حاصل ہوا جس سے دنکا.جی کا دل دنیا سے کھٹا ہوا اور وہ تارک الدنیا ہوا۔ سیوا.جی نے بھائی کو خط نصائح آمیز لکھے اور ترک دنیا سے باز رکھنا چاہا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

## سیوا.جی کی موت اور اس کی عادات وخصائل:

معلوم نہیں کہ سیوا.جی کے دل میں کیا کیا ارمان ہوں گے وہ سب کے سب اس طرح خاک میں



ل گئے کہ اُس کو بخار چڑھا اور یکایک ایسی طبیعت بگڑی کہ 53 برس کی عمر میں 1680ء میں اس دنیا سے انتقال کیا۔ مشکل ہے کہ ہم بتلائیں کہ سیوا.جی کیسا آدمی تھا۔ مگر جو اُس نے کام کیے وہ ہم لکھ چکے ہیں اُس سے سمجھ جاؤ کہ اس کے مزاج میں کیا برائیاں اور کیا نیکیاں تھیں۔ کس سبب سے وہ اپنے سب کاموں میں کامیاب ہوا اور کیونکر اور کس واسطے ادنیٰ درجے سے بتدریج اعلیٰ درجے پر پہنچ گیا۔ کن بتوں نے اُس کو مرہٹوں کا دیوتا بنایا۔ کیوں آج تک اُس کے نام کا وظیفہ مرہٹوں میں پڑھا جاتا ہے اور وہ بت کی طرح پوجا جاتا ہے۔ یہ عجیب وغریب آدمی تھا۔ سلطنت کی قابلیت اور سپہ سالاری کی لیاقت رکھتا تھا۔ اپنی قوم کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ قزاق ایسا تیز دست اور چالاک تھا کہ کوئی کامیکو ہوتا ہے۔ اگرچہ اس انگریزی گورنمنٹ میں خیال نہیں آتا اور عقل کے نزدیک یہ ناممکن ہوتا ہے کہ کوئی سیوا.جی جیسا دوسرا شخص پیدا ہو مگر جس وقت ناناراؤ اور کانپور یاد آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹوں کی دغا بازی اور مکاری غارت گری وغیر قوموں سے نفرت اُن کی بالکل غارت نہیں ہوئی۔ بلکہ اُن کو مسلمانوں کے ساتھ جو نفرت تھی اب وہی انگریزوں کے ساتھ ہے۔ سیوا.جی کے حال میں ان باتوں پر طالب علموں کو چاہیے کہ خوب غور کریں۔ قاعدہ ہے کہ جس برائی کو ہم وطن اور ہم قوم بُرا نہیں کہتے اور اُس کے کرنے والے کو ملامت نہیں کرتے اُس کے کرنے سے متوسطین درجہ کے آدمی اپنے تئیں بُرا نہیں جانتے۔

## سیوا.جی کے کارناموں پر اس کی قوم کا فخر کرنا:

سیوا.جی نے مہارت جنگی اور ملکی میں جو دغا اور فریب اور برائیاں کیں اُن کو اس کے ہم وطنوں اور ہم قوموں نے برا نہیں جانا بلکہ اُن کو اپنا فخر سمجھا۔ بہت سے کام دغابازی اور بے ایمانی اور مکاری اور فریب کے ایسے ہوتے ہیں جو اُمورات خانگی میں سخت لعنت وملامت کے قابل ہوتے ہیں مگر وہ معاملات جنگی اور ملکی میں قابل تعریف ہوتے ہیں۔ سیوا.جی نے ایک مسلمان سپہ سالار افضل خاں کو قتل کیا۔ اس کو ساری قوم نے پسند کیا اور جب اُس نے ایک ہندو راجہ کو مارا تو سب نے اس کو ملامت کی۔ اس سے ایک اور بات یہ نکلتی ہے کہ جو لوگ سیوا.جی کے ساتھ تھے وہ نرے لٹیرے، قزاق اور راہزن ہی نہ تھے بلکہ ان کے دل حب الوطنی کے جوش سے اور قومی محبت کے خروش سے اور مذہبی حرارت سے اور شجاعت کی جودت سے بھرے ہوئے تھے اور انہیں باتوں کے سبب سے وہ سیوا.جی کے سب معاملات میں شریک ہوئے۔ اور اس کو دیوتاؤں کو کا دوست سمجھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں جو مسلمان رہتے تھے اُن

سے یہ مرہٹے جدا ہی ایک ڈھنگ اپنا اس سبب سے رکھتے تھے کہ نہ اُن کا خاندان نہ اُن کا مذہب نہ اُن کی سرزمین اُن سے ملتی تھی۔ جب ان مسلمانوں کے ساتھ یہ اختلاف ہو تو ان مغلوں اور اورنگ زیب سے تو وہ کچھ مناسبت ہی نہیں رکھتے تھے۔ پہاڑوں کے دیوتا میدانوں کے دیوتاؤں سے ملتے جلتے نہ تھے۔ اُن کا جھگڑا مسلمانوں سے ناحق نہ تھا۔ اس لیے ہر مرہٹہ خواہ وہ راجپوت ہو یا برہمن یا شودر ہو یا اصلی قدیمی باشندہ یہاں کا ہو وہ اپنے دل میں اس بات کو یقین کرتا تھا کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں نے دغا اور فریب سے اس کو اپنی جگہ سے ہلایا اور اب مسلمانوں کا لشکر بڑھتا اور دباتا چلا آتا ہے اُس سے وہ اور بھی خائف اور پریشان تھا۔ غرض سیواجی اور اس کے ہمراہی جو مسلمانوں سے لڑے اُس سے اُنہوں نے اپنے اہل وطن کی خدمت کی اور عزت اور شان و شوکت حاصل کی اور بہت سی غنیمت اور دولت حاصل کی۔ سیواجی نہایت دغاباز مکار غدار سنگ دل مسلمانوں کے ساتھ تھا مگر اپنی قوم کے ساتھ رحم دل منصف متحمل ایماندار تھا۔ جو اضلاع اس کی اطاعت اختیار کرتے اُن کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتا اور کوئی سختی نہ کرتا۔ مسلمانوں کی ہر ایک چیز کا غارت کرنے والا تھا مگر اپنی قوم اپنے دھرم اپنے وطن کی عزت اور شان کا بڑھانے والا تھا۔ یہی سبب تھا کہ اس کے سارے اہل وطن دل و جان سے عزیز رکھتے تھے اور اُس کی خدمت گزاری جان نثاری کے ساتھ کرتے تھے۔ جب وہ مسلمانوں سے لڑتا تھا تو ہندو ایسے جوش مذہبی سے اس کے ساتھ ہو کر اپنی جانیں دیتے تھے جیسے کہ مسلمان جہادی اپنے امام کے ساتھ دیتے تھے۔ مگر کاغذ کی ناؤ ہمیشہ نہیں چلا کرتی کاٹھ کی ہانڈی چولہے پر ہمیشہ نہیں چڑھا کرتی۔

## ہر عمل اپنا نتیجہ ضرور دکھاتا ہے:

جن کاموں کی بنیاد دغا اور فریب پر رکھی جاتی ہے وہ چند روز اپنا فروغ دکھا کر صبح کاذب کی طرح غائب ہو جاتے ہیں۔ سیواجی کے دغا اور فریب کا درخت سرسبز اور شاداب ہوا مگر اُس کے کڑوے پھل اس کی اولاد کو کھانے پڑے جو سلطنت کے کام بے قانون اور دستور العمل کے بغیر ہوتے ہیں ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ سارے کام ایسے بے قاعدہ اور بے ٹھکانے ہونے لگتے ہیں کہ پھر اُس سلطنت کا ٹھکانہ نہیں رہتا۔ اگرچہ سیواجی نے وزیر اور عہدہ دار سب قسم کے مقرر کیے مگر اُن کے تقرر میں کوئی قانون اور قاعدہ سوا اُس کی اپنی رائے اور مرضی کے نہ تھا۔ اس لیے وہ سارا کارخانہ تھوڑے دنوں میں بھنگ ہو گیا۔ خافی خاں نے اُس کے خصائل کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ قافلوں کی تاراج میں مردم آزاری کرتا لیکن اور افعال شنیعہ سے پرہیز کرتا تھا۔ عورتوں اور عیال کی محافظت آبرو کا پاس رکھتا تھا۔ کلام اللہ



جو کوئی لوٹ کے لاتا اس کو کسی اپنے مسلمان نوکر کو دے دیتا۔ وہ اپنے تعلقہ کی رعایا اور ناموس کے حفظ میں بڑا اہتمام کرتا تھا۔ مسلمانوں اور سیواجی کی معرکہ آرائیوں کا حال اکثر مرہٹوں کی کتابوں سے لکھا گیا ہے جو انگریزی میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ مسلمانوں اور مرہٹوں کے بیانات میں بہت اختلافات ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی ایسی کہانی کہتا ہے کہ جس میں کوئی اپنی ہیٹی نہ ہو۔

## سنبھاجی کا راجہ ہونا اور اس کا ظلم کرنا اور سلطنت کا انتظام بگڑنا:

یکا یک سیواجی کا مرنا مرہٹوں کے حق میں زہر ہوا۔ اُس نے ان وحشیوں کو آدمی بنایا تھا اور ان کے دلوں میں قومی ہمدردی و غیرت و قومی محبت کا جوش پیدا کیا تھا۔ ان کے لیے ضوابط و قوانین بھی بنا گیا تھا۔ خزانہ معمور سپاہ بے شمار چھوڑ گیا تھا۔ قلعوں کا سلسلہ وہ قائم کر گیا تھا کہ دشمنوں کا حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ اس سلسلہ کو کہیں سے توڑیں ہمیشہ اس میں اپنے پھنس جانے کا اندیشہ رہتا تھا۔ سب سامان سلطنت مہیا تھا۔

## مشرقی ملکوں کا دستور:

مگر مشرقی ملکوں کا دستور ہے کہ جب کوئی فرمانروا مر جاتا ہے تو سب سے اول اس کی سپاہ میں بے انتظامی واقع ہوتی ہے۔ سیواجی کی سپاہ میں تفرقہ کیوں نہ پڑتا۔ وہ تو ابھی حالت طفلی میں تھی۔ دانشمند باپ کے مرنے سے یہ لڑکا کیوں نہ ابتر ہوتا۔ سیواجی کے دو بیٹے تھے ایک سنبھاجی جو ابھی دلیر خاں کی قید سے چھوٹ کر پنالہ میں باپ کے حکم سے قید تھا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ دوسرا بیٹا راجہ رام تھا وہ دس برس کا تھا۔ سیواجی نے سنبھاجی کے چال چلن کی نسبت بُرے الفاظ کہے تھے جس سے لوگوں کو ایک حیلہ ہاتھ آیا کہ سیواجی خود راجہ رام کا اپنا جانشین ہونا چاہتا تھا۔ راجہ رام کی ماں سورمابائی بڑی ہوشیار و چتر تھی۔ اُس نے سازو باز سے سب کو یقین دلایا کہ راجہ رام کو سیواجی راجہ کرنا چاہتا تھا۔ ارکان دولت سنبھاجی کے زور و ظلم سے ہراساں اور راجہ رام کی مدت کی صغرسنی کی راجائی سے شاداں تھے۔ سیواجی کی موت کو چھپایا اور سنبھاجی کی درستی قید کے لیے حکم جاری کیے۔ سنبھاجی نے عین قید کی حالت میں کسی حکمت سے باپ کے مرنے پر اطلاع پائی اور اپنے محافظوں سے اپنی تخت نشینی کا حال بیان کیا۔ اُنہوں نے اس کی حکومت قبول کر لی۔ مگر وہ ایسا خائف تھا کہ قلعہ سے باہر نکلنے پر جرأت نہیں کرتا تھا۔ غرض ارکان دولت میں آپس میں اسباب میں لڑائی جھگڑے رہے کہ کون راجہ ہو۔ اور جو فوج قلعہ پنالہ کے لیے محاصرہ کے لیے آئی تھی وہ اس کی طرف دار بنی۔

## سنبھاجی کا حکمران بن کر ظلم وستم کی انتہاء کرنا:

حاصل یہ ہے کہ وہ جون 1680ء میں رائے گڑھ میں جا کر راج گدی پر بیٹھ گیا اور اس کی راجائی کو سب نے مان لیا۔ اس وقت تو اُس نے ایسا ہی کام کیا جو سیوا جی کے بیٹے کو لائق تھا۔ بہت سے اس کے دشمن دوست بن گئے اور اس کے دل وجان سے خیر خواہ ہو گئے مگر جب وہ اپنی جگہ پر مستقل ہو گیا تو زور وظلم کرنے لگا اور اُس کی طرف سے کسی کو نیکی کا گمان نہیں رہا اُس نے راجہ رام کی ماں کو بڑی بے رحمی سے قتل کرایا اور اپنے بھائی راجہ رام کو مقید کیا۔ مخالف برہمن وزیروں کو پنڈت خانہ میں بھجوایا اور جو برہمن تھے اُن کا گلا کٹوایا۔ یہ بات پہلے سے معلوم ہوتی تھی کہ سنبھاجی کو باپ کی سلطنت سنبھالنے کی لیاقت نہیں ہے۔ اس کے مزاج کے سبب سے بہت سی بدنظمیاں اور خرابیاں اور لڑائیاں پیدا ہوئیں۔ وہ عیاش، تماش بین فضول خرچ تلوّن مزاج سنگدل بے رحم تھا۔ اس نے ان لوگوں کو جنھوں نے اس کے خلاف سازش کی تھی ایسی سزائیں دیں کہ مرہٹوں کو اُس سے دلی نفرت ہو گئی اور اس کے بہت سے سردار اس کی نوکری چھوڑ کر دشمنوں سے جا ملے۔ ایک بڑا پُرانا رفیق برہمن اُس کے باپ کا تھا اس کو فقط سازش کے شبہ پر قتل کیا۔ غرض پُرانے نمک حلال اور لائق سپہ سالار اور برسوں کے اہلکار جو باپ نے جمع کیے تھے ان سب سے وہ سرد مہری اور سنگ دلی سے پیش آیا۔ اور پنڈت کلوشا (فارسی کتابوں میں کب کلس لکھا جاتا ہے) کا غلام بن گیا۔ یہ برہمن وہ ہے جس کے پاس شمالی ہندوستان میں سنبھا کو سیوا جی چھوڑ آیا تھا اور وہی سنبھا کو باپ کے پاس لایا تھا۔ اُس نے اپنے علم وفضل سے اُس کو اُلّو بنایا جو وہ کہتا سو کرتا۔ غرض سنبھاجی کے ان سب کاموں کا نتیجہ یہ تھا کہ سیوا جی کا سارا انتظام کیا کرایا بگڑ گیا۔ اوّل سپاہ جو قواعد اور آئین کی پابند تھی اس میں خلل آیا۔ جب میدان جنگ میں سوار آتے تو اُن کے ساتھ آوارہ گرد بھی ہو جاتے۔ جس سپاہ کا پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو شخص عورت کو ساتھ لے جائے تو وہ گردن مارا جائے۔ اب اس میں یہ دستور پڑ گیا کہ وہ دشمنوں کے خیموں میں سے عورتوں کو پکڑ لاتے اور ان سے ہم بستر ہوتے یا بیچ ڈالتے گویا عورتیں بھی منجملہ اور اسباب غنیمت کے ہونے لگیں۔ غنیمت کے مال کو چھپا لیتے۔ جس سپاہ کو تنخواہ ایک دستور قاعدہ کے موافق ہمیشہ ملا کرتی تھی اب اس کی تنخواہ کا مدار لوٹ پر تھا۔ جب لوٹ سے تنخواہ پوری نہ ہو سکتی تو افسر اس حکم کے منتظر رہتے کہ ان کو اور لوٹ سے تنخواہ کے پورا کرنے کا حکم مل جائے۔ غرض جیسی فوج باقاعدہ تھی ویسی ہی اب حریص خونخوار اور غارت گر ہو گئی۔ سنبھاجی ایسا



فضول خرچ تھا کہ باپ کی دولت کثیر کو تھوڑے دنوں میں اُڑا کر برابر کیا۔ رگھوناتھ کے مرنے کے بعد کرناٹک کی جاگیر سے بھی خراج نہ وصول ہوا۔ اہل کرناٹک خود اپنی حکمرانی کرنے لگے۔ پنڈت کلوشا نے جب خزانہ خالی دیکھا تو اُس کے معمور کرنے کے لیے زمین اور رعایا پر اور نئے محصول لگائے۔ اس سے خزانہ تو خاک سے بھی نہ بھرا۔ مگر رعایا کا دل ناراضی سے بھر گیا۔ جب وصول محصول میں سختی ہونے لگی تو وہ گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ملک برباد اور بے چراغ ہونے لگا۔ سیوا جی نے جو سلطنت کی عمارت کھڑی کی تھی وہ اب خود بخود مسمار ہوتی جاتی تھی۔ مگر اب اس پر اور یہ زلزلے آئے کہ سنبھاجی اپنی ہمت اور شجاعت کے گھمنڈ میں ایسا آیا کہ اُس نے یہ نہیں خیال کیا کہ میرے دشمن بھی ہیں اور ان میں ایک عالمگیر بادشاہ بھی ہے۔ پُرانے دشمنوں کو چھوڑ کر اور نئے دشمن پیدا کیے کہ اپنے وزیر کلوشا کی صلاح اور مشورہ سے نہایت شوق سے 1682ء میں جنجیرا والوں سے لڑائی شروع کر دی۔ اس غرض سے کہ یہ جزیرہ ہندوستان کے براعظم میں شامل ہو جائے۔ سمندر کے اس ٹکڑے کو مٹی سے بھروانا چاہا جو درمیان میں حائل تھا پھر اس کے بعد کشتیوں کے ذریعہ سے دھاوا کیا اور اس مہم میں بالکل ناکام رہا جس سے وہ دل شکستہ ہوا۔ پھر اُس نے پرتگیزوں اور انگریزوں سے بگاڑی۔ غرض وہ ان بے سود کاموں میں مصروف رہا اور اُس نے اورنگ زیب کی خبر نہ رکھی نہ والیان بیجاپور اور گولکنڈہ سے باپ کی طرح رفاقت پیدا کی۔

# پچیسویں سال کے حالات وواقعات 1092ھ

## جہاں آرا بیگم کی وفات:

بادشاہ نے 2 رمضان کو اجمیر سے برہان پور کی طرف کوچ کیا۔ 7 رمضان کو دارالخلافہ میں ہی خبر آئی کہ ملکہ ملکی ملکات جہاں آرائے بانو بیگم نے 3 رمضان کو نقاب عدم میں چہرہ چھپایا۔ اُس نے شیخ نظام الدین اولیا کے صحن روضہ میں اپنے ایام دولت میں حیات خانۂ آخرت بنایا تھا اس میں مدفون ہوئی۔ بادشاہ کو اس اپنی بڑی بہن کے مرنے کا بہت رنج ہوا اور تین روز تک حکم ہوا کہ نوبت نہ بجائی جائے۔ اس بیگم میں ساری خوبیاں جو عورت میں ہونی چاہیے موجود تھیں۔ حسن صورت وحسن سیرت دونوں کمال درجہ کے تھے۔ وہ اپنے باپ شاہجہاں سے 16 برس بعد مری۔ وہ اورنگ زیب سے نفرت رکھتی تھی۔ جس کا پہلے بیان ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آئندہ بیگم مرحومہ کا خطاب نواب جنت مآب صاحبۃ الزمانی بیگم لکھا جایا کرے۔ دسویں ذی قعدہ کو بادشاہ برہان پور میں داخل ہوا۔

## راجپوتوں سے لڑائی میں باروت خانہ کا اُڑانا:

میرتھا میں راٹھور راجپوت تین ہزار کے قریب جمع ہوئے تھے۔ اعتقاد خاں اُن سے لڑا اور فتحیاب ہوا۔ پانسو آدمی مخالفوں کے جن میں بعض عمدہ امیر بھی تھے قتل وزخمی ہوئے۔ بادشاہ کے آدمی بھی اس میں مارے گئے۔ اعتقاد خاں کو اس فتح کا صلا ملا۔

22 ذی قعدہ کو برہان پور کے قلعہ ارک میں دو حجرے باروت سے بھرے ہوئے اُڑ گئے جس سے بہت آدمی جل کر مر گئے۔ خافی خاں اس واقعہ میں یہ اور واقعہ لکھا ہے کہ اس ضمن میں بادشاہ سے معروض ہوا کہ بادشاہ کی خواب گاہ کے نیچے تیس گلہ باروت کے اُس زمانہ کے رکھے ہوئے ہیں کہ بادشاہ یہاں سے بادشاہ ہونے گیا تھا۔ بعد تحقیق توپ خانہ کے داروغہ اور متصدیوں کو سزا ملی اور بادشاہ نے کہا کہ اگر جہانگیر ہوتا تو سب کو قتل کرا دیتا۔

## بادشاہ کا برہان پور سے اورنگ آباد جانا:

بادشاہ برہان پور میں تین چار مہینے رہ کر ماہ ربیع الاوّل 1093ھ کو یہاں سے اورنگ آباد روانہ ہوا۔ میر عبدالکریم امین جزیہ نے عرض کیا کہ سال گذشتہ میں 26 ہزار روپیہ جزیہ کی بابت وصول ہوا تھا میں نے تین مہینے کے عرصہ میں برہان پور کے نصف پورجات سے ایک لاکھ آٹھ ہزار روپیہ وصول کیا۔ اب میں امیدوار ہوں کہ حضور کے ہمراہ چلوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جزیہ کا کام اپنے نائب کو سپرد کر کے میری ہمراہ ہو۔ جب بادشاہ اورنگ آباد میں آیا تو اُس نے بادشاہ زادہ محمد معظم کو رام دره کے قلعوں کے تسخیر کے لیے اور یہاں کے ہنود کی تنبیہ کے لیے اور شہزادہ محمد اعظم کو قلعہ سالیر کی فتح کے لیے رخصت کیا۔ قلعہ ملہر سرکار بگلانہ کے متصل قلعہ سالیر ہے اور وہ کئی سال سے سیوا جی کے تصرف میں تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

# چھبیسویں سال کے واقعات 1093ھ

## شہزادہ محمد اعظم کا قلعہ سالیر کی تسخیر پر مقرر ہونا:

شہزادہ محمد اعظم قلعہ سالیر کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا تھا۔ اگرچہ یہ قلعہ ایسا ہے کہ اس کا محاصرہ ہوسکتا ہے لیکن اس کے اطراف میں دریائے شور کے قریب ہونے سے اس قدر غار ہیں کہ اگر لاکھوں سوار اُن اونچے پہاڑوں کے اطراف میں محاصرہ کریں تو بھی کچھ کام نہ کرسکیں۔ نیک نام خان قلعہ دار ملہیر اور فوجدار سرکار بگلانہ خوب بندوبست یہاں کرتے تھے اور ان دنوں قلعوں میں چھ کروہ سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ محمد اعظم کے تقرر کی خبر کے مشہور ہونے سے قلعہ دار غنیم کو نامے اور پیغام سلامتی آمیز اور تحفے اور ہدیے بھیجے گئے تھے اور بہت روپیہ نقد و جنس دے کر منصب چار ہزاری کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اِس لیے اُس نے محمد اعظم کے محاصرہ کے بغیر بادشاہی آدمیوں کو قلعہ دے دیا۔ اگرچہ یہ بات بادشاہ زادہ کی مرضی کے خلاف تھی۔ اُس نے بادشاہ سے نیک نام خان کی شکایت کی مگر وہ بادشاہ کی مرضی کے موافق کام تھا۔ اُس میں جنگ اور مردم کشی نہ تھی۔ اس لیے شہزادہ کی شکایت نیک نام خاں کے حق میں سفارش ہوگئی۔

## قلعہ رام سیج پر حملہ:

جب دوسری دفعہ دکن میں شاہجہاں آیا ہے اور اُس نے گلشن آباد اور کونکن نظام الملکی کے قلعوں کی تسخیر کے لیے سپاہ متعین کی ہے تو قلعہ رام سیج تھوڑے تردد سے بادشاہی تصرف میں آ گیا تھا۔ ان دنوں میں اسی پر عالمگیر نے قیاس کیا۔ شہاب الدین خاں تو قلعہ رام سیج کی تسخیر کے لیے تعین فرمایا۔ شہاب الدین خاں نے محاصرہ کیا۔ سرنگیں لگائیں مورچالوں کو بڑھایا اور دمدموں کو بلند کیا۔ لیکن قلعہ رام سیج کا قلعہ دار ایک مرہٹہ ایسا آزمودہ کار اور تجربہ دیدۂ روزگار تھا کہ اُس کی خبرداری اور ہوشیاری کے آگے لشکر شاہی کی کچھ پیش نہ گئی۔ اس قلعہ میں توپ نہ تھی۔ چمڑا بہت تھا۔ چوب سے توپ بنائی اور اس کو چمڑے سے منڈھا۔ جس وقت یہ توپ چھوڑی جاتی تو دس توپوں کا کام دیتی۔ بادشاہ نے بہ تقاضاء مصلحت شہاب الدین خاں کو حضور میں طلب کیا اور اس قلعہ کی تسخیر کے لیے خان جہان بہادر کوکلتاش کو تعین کیا تو اُس نے محاصرہ کا کام اچھی طرح کیا مگر کچھ کام نہ ہوا۔



ایک روز اُس نے رات کو فرمایا کہ قلعہ کی ایک طرف یورش کی شہرت اس طرح دی جائے کہ توپ خانہ کے آدمی مصالح آتش بار ساتھ لیں اور توپ خانہ کی ایک جماعت اور بازار کا عملہ و فعلہ بہت غل مچاتے ہوئے اور شورش کرتے ہوئے اس طرف جائیں تاکہ قلعہ کے آدمی اس طرف ہجوم کریں اور اس طرف قلعہ داری اور احتیاط جو کرنی چاہیے وہ کریں اور دوسری سمت سے سو دو سو آدمی جانباز جو فن قلعہ گیری میں مینار پر اینٹ رکھتے ہوں اور قلعہ کشائی میں ید بیضا خفیہ بدوں شور و شر کے مصالح یورش اور روشنی اصلا اپنے پاس نہ رکھ کر یار کی مانند کمند پر اور تدبیروں سے قلعہ کے اوپر چڑھ جائیں۔

## قلعہ دار کا مدافعت کی تدبیر کرنا:

قلعہ دار کو خان جہاں کی اس تدبیر پر اطلاع ہوئی تو اُس نے اُس کے دفعیہ کی تدبیر کرنی چاہی۔ خان جہاں کی فوج جس طرف غُل مچاتی ہوئی گئی تھی اُس نے بازاری آدمیوں کو بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا نفیری و نقارہ ساتھ کیا اُنہوں نے دفعیہ کے لیے بڑا غل شور مچایا۔ بڑے بڑے پتھر اور چیزوں میں آگ لگا کے اور پرانے لحاف چکنے کر کے نیم سوختہ پھینکے اور خفیہ یورش کی جانب جو خان جہاں نے مقرر کی تھی وہاں قلعہ دار نے چند آدمی جانباز آہنی پنجے دے کر چپ چاپ بٹھا دیے۔ وہ ناخواندہ مہمانوں کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ جوں ہی پہلی دفعہ دو آدمیوں نے چڑھ کر اپنا سر نکالا تو خفیہ جوانوں نے یکبہ نکبہ یعنی پنجہ آہنی سے ان کے سر و صورت پر نوازش کی کہ پوست سر کو آنکھوں سمیت اُن کے کاسۂ سر سے جدا کیا اور پھر ان کو ایسا دھکیلا کہ پیشرو پیرووں کو ساتھ لے کر زمین پر سرخرو اور شکستہ بازو پہنچے۔ چند روز بعد خان جہاں بہادر کے طویلہ کے سائیس نے التماس کیا کہ میں جن کی تسخیر کے فن میں بڑی مہارت رکھتا ہوں ایک سونے کا سانپ سو تولہ کا بنا کر میرے ہاتھ میں دیجئے اور یورش کا پیش آہنگ بنائیے، اُمید ہے کہ جنوں کی مدد سے قلعہ کے دروازہ تک میں نہیں رکوں گا۔ خان جہاں نے اس سائیس کے کہنے پر عمل کر کے یورش کی۔ ابھی آدمی راہ طے نہ ہوئی تھی کہ ریسمان سن کا ایک گولہ سائیس کے سینہ پر لگا کہ سونے کا سانپ اس کے ہاتھ سے اُڑ گیا اور لڑھکتا ہوا نیچے آیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خان جہاں نے بہت تردد کیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ اُس نے بھی بادشاہ کے حکم سے محاصرہ چھوڑا۔ اُس نے کوچ کے روز فرمایا کہ لکڑیاں جو مورچالوں کے باندھنے کے لیے زمین سنگ سلاخ کے اندر بہت روپیہ خرچ کر کے گاڑی گئی ہیں ان کو جلا دیں تو قلعہ والوں نے شوخی سے کنگروں پر آ کر چلا کر کہا کہ ان لکڑیوں کو تو جل لینے دو ان کی

راکھ منہ پرمل کے جاتا کہ کوئی نہ پہنچانے بعد اس کے قاسم خاں کرمانی کہ سپہ سالاری اور کارطلبی میں بڑی شہرت رکھتا تھا اس خدمت پر مامور ہوا۔ اس سے بھی کام کا سرانجام کار نہ ہوا تو بادشاہ نے اُسے اور خدمت پر مقرر کردیا اور قلعہ کی تسخیر کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ قلعہ دار رام سیج کا حال جب سنجا نے سُنا تو اس کو سونے کے کڑے اور زرِ نقد بھجوایا اور قلعہ داروں میں اس کو ممتاز کیا اور کسی بڑے نامی قلعہ میں بدل دیا۔ عبدالکریم رام سیج کے نواح میں ایک زمیندار تھا اس کی معرفت قلعہ دار جدید سے نیک نام خاں قلعہ دار ملہیر نے یہ قلعہ لے لیا۔

## متفرق واقعات:

15 ربیع الاوّل 1094ھ کو شہزادہ کام بخش کا نکاح آرزم بانو دختر سعادت خاں صفوی سے ہوا اس شادی میں سات لاکھ چھبیس ہزار روپیہ خرچ ہوا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ملازمان سرکار جو دو ہزاری سے کم منصب رکھتے ہیں وقت رخصت فاتحہ پڑھنے کے مترصد نہ ہوں۔ مگر ہاں حضرت خود فاتحہ کے لیے ہاتھ اُٹھائیں تو فاتحہ پڑھیں۔ قضات جو خدمات سے معزول ہوں تو وہ پھر خدمت قضا پر منصوب نہ ہوں۔ احمد آباد سے حضور میں حافظ محمد امین خان مرحوم کا اسباب خسرو حیلہ لایا اس کی تفصیل یہ ہے ستر لاکھ روپیہ 35 ہزار اشرفی ...... و ابراہیمی 76 ہاتھی 432 گھوڑے 170 اونٹ 114 خچر دس صندوق چینی 60 لاکھ ایک من سیسہ 54 من باروت۔

محمد اعظم دریائے نیرا سے جریدہ بادشاہ کے پاس آتا تھا کہ اثنائے راہ میں ایک ہاتھی فتح جنگ نامی مست ہوا اور فوج پر دوڑ کر شہزادہ کے پاس آیا۔ اُس نے ایک تیر اس کے لگایا وہ اور نزدیک آیا گھوڑا تڑپا۔ شہزادہ گھوڑے سے اُترا اور ہاتھی کے مقابل ہوا اور ہاتھی کی سونڈ پر تلوار ماری اس اثناء میں اور آدمی آ گئے اور ہاتھی کو مار ڈالا۔



# ستائیسویں سالِ جلوس کے واقعات 1094ھ

## دلیر خاں کا مرنا:

دلیر خاں مدتوں سے شدید بیمار تھا۔ وہ جاوید سرا کو گیا۔ اکثر معرکوں میں بذات خود اُس نے زدوات نمایاں کیے تھے۔ وہ قوی ہیکل و زورمند تھا۔ قوت اشتہا غریب تھی۔ ابتداء عمر سے انتہا تک اپنے الوس پر ضابط تھا۔ مآثر الامراء میں یہ لکھا ہے کہ خافی خاں نے قسم کھائی ہے کہ کوئی کام عہد عالمگیر کا نہ لکھوں گا جس میں جھوٹ سچ تزویر کو دخل نہ دوں گا۔ وہ لکھتا ہے کہ دلیر خاں جو شجاعان کا رلب اور افغانان صاحب غیرت سے بانام و نشان تھا دفعتہً بغیر کسی عارضہ بدنی کے مر گیا اور عوام میں یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خاں کے دیکھنے کے لیے خفیہ اعظم شاہ گیا تھا۔ بہادر شاہ نے اس کی اطلاع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ اس لیے دلیر خاں نے خود اپنے تئیں مسموم کیا۔ ماہذی قعدہ 1014ھ بادشاہ اورنگ آباد سے احمد نگر کی طرف راہی ہوا۔ اوائل 27 جلوس میں احمد نگر سے بادشاہ زادہ محمد معظم کو رام درہ کی طرف قلعوں کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ یہ قلعے سنجا کے پاس تھے۔ ان اطراف میں بادشاہی سپاہ کبھی نہیں آئی تھی۔ اس کے ساتھ ان آدمیوں کو بھیجا۔ آتش خاں داروغہ توپ خانہ اور لطیف شاہ دکنی مخاطب بہ سرافراز خاں اور اخلاص خاں برادر بہلول خاں اور ناگوکہ راہتوں میں تھا اور اس طرف سے خوب واقف کار تھا۔ خواجہ مکارم بادشاہ زادہ محمد معظم کا نوکر تھا۔ اس کا خطاب جان نثار خاں تھا۔ بیس ہزار سوار شہزادہ کے ساتھ تھے۔ سعادت خاں عرف محمد مراد کہ شہزادہ کی فوج کا واقعہ نگار تھا۔ راہ کے مابین بادشاہ زادہ کے ہراول کی سنجا کی فوج سے لڑائیاں دراہائے تنگ میں ہوئیں۔ بادشاہی آدمیوں کو مار کر غنیم بھاگ گیا۔ جب موضع سانپ گاؤں میں کہ کوہ کنکب ہے شہزادہ کا لشکر پہنچا تو اس کا محاصرہ کیا۔ قلعہ کشا سرداروں نے بڑی جانفشانی کی۔ جان نثار خاں اور دو تین اور امیر زخمی ہوئے۔ آخر ایام معدودہ میں قلعہ فتح ہوگیا۔ ملک رام درہ نہایت کب میں تھا اور وہاں کی ہوا لشکر کو موافق نہ آئی اور سنجا کے لشکروں نے ہر طرف سے ہجوم کر کے شورش کی اور ہر طرف سے رسد غلہ مسدود ہوئی۔ اس کے ایک طرف دریائے شور تھا اور دو طرف پہاڑ تھے جو زہردار اشجار اور سانپوں سے بھرے ہوئے تھے۔ کبھی پر غنیم گرتا تھا۔ چارپائے اور آدم گرسنگی آفت کشی سے پھرتے تھے۔ چارپاؤں اور انسانوں کے لیے کوئی غذا سوائے نارجیل او

کودوں کے کوئی اور قسم کا غلہ نہ تھا۔ اُن کے کھانے سے سمیت کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ بہت گھوڑے اور آدمیوں کی ہڈیاں یہیں کی خاک بنیں۔ غلّہ کی گرانی اور کمیابی اس مرتبہ پر پہنچی کہ کچھ دنوں تک گیہوں کا آٹا تین چار روپیہ سیر بھی نہیں ملتا تھا۔ جن آدمیوں کو موت کے پنجہ سے نجات ملی تھی اور نیم جان تھے۔ جو دم لیتے اس کو غنیمت گنتے۔ کسی امیر کے طویلہ میں گھوڑا نہیں باقی رہا کہ سواری کے کام آئے۔ جب بادشاہ کو اس لشکر کی صعوبت کا حال معلوم ہوا تو بندر سورت کو اُس نے حکم بھیجا کہ جس قدر غلہ بہم پہنچا سکو اس کو جہازوں پر لاد کر بادشاہ زادہ کے لشکر میں دریا کی راہ سے پہنچا دو۔ بندر سورت سے جو جہازات غلّہ کے روانہ ہوئے ہمیر کو ان کی خبر ہوئی۔ راہ کے مابین سب جگہ دریا میں سنبھا کے نئے قلعے بنے ہوئے تھے۔ سرِ راہ اُس نے غذا کی کشتیوں پر حملہ کیا۔ چند کشتیاں لوٹ سے بچ کر سلامت پہنچیں۔ لشکر نے بازاروں میں غلہ کے تیس چالیس پلّوں سے زیادہ نہ بھیجا۔ اب بادشاہ زادہ کی مراجعت کا حکم پہنچا۔ شہزادہ ہر جگہ دشمن سے لڑتا ہوا احمد نگر میں بادشاہ کی خدمت میں آیا۔

## ابوالحسن قطب الملک اور لشکر شاہی کی لڑائی:

عبداللہ قطب الملک کے مرنے کے بعد اس کا داماد ابوالحسن قطب الملک حیدر آباد میں فرمانروا تھا۔ اُس کا حال ہم نے آگے لکھا ہے۔ اُس کے افعال قبیح میں سے یہ کام تھا کہ اُس نے سلطنت کا سارا اختیار مدنا اور آکنا برہمنوں کو دے دیا تھا۔ یہ دونوں شدید العداوت تھے اور مسلمانوں پر ظلم و سختی زیادہ کرتے تھے۔ فسق و فجور اور مسکرات اور لہو و لعب کا علانیہ رواج تھا اور علاوہ اس کے ابوالحسن نے سنبھا کے ملک کی تاخت اور قلعوں کی تسخیر میں امداد کی تھی اور ایک ہُن اس کو دیا تھا۔ ان باتوں نے اس کو خلق میں بدنام کر رکھا تھا۔ اس ضمن میں میر ہاشم پسر مظفر حضور میں آیا۔

## ابوالحسن کے وزیر سید مظفر کی معزولی:

ابوالحسن کے امرائے مقرب میں سے سیّد مظفر تھا اور اُسی کی اعانت سے ابوالحسن سلطنت پانے میں کامیاب ہوا تھا۔ اُس نے اس کو وزیر اپنا بنایا تھا۔ لیکن پھر اس نے بہ سبب عدم موافقت کے مادنا اور آکنا کی رہنمائی سے معزول کیا اور منصب وکالت و اختیار سلطنت ان دونوں ہندوؤں کو دے دیا۔ میر ہاشم نے مقربان درگاہ کے وسیلہ سے طرح طرح کی نالشیں کر کے تسخیر حیدرآباد کی مہم کی طرف رہنمائی کی اور اپنے باپ سید مظفر کی جو ابوالحسن کی قید میں تھا خلاصی چاہی۔ معاً اس عرض



کے یہ بھی معروض ہوا کہ چند سیر حاصل پرگنے سرکار گلکنڈہ و رام گیر تعلقہ صوبہ مظفر نگر کے اس دعوی سے کہ وہ پہلے تلنگانہ سے متعلق تھے ابوالحسن کے امراء نے اپنے تصرف میں کر لیے ہیں۔ بادشاہ کو یہ فکر ہوئی کہ حیدر آباد کو تسخیر کیجئے اور ابوالحسن کا استیصال۔ ابتداء میں خان جہاں بہادر کوکلتاش کو اُس کے بیٹوں کے ساتھ بھیجا۔ اس کے بیٹے بہادر تھے خصوصاً ہمت خاں۔ راجہ رام سنگھ کو بھی اس کے ساتھ کیا اور اُمراء کو ابوالحسن کے منصوبوں کی تنبیہ و تادیب کے لیے اور پرگنات کو اس کے تصرف سے نکالنے کے واسطے مقرر کیا اور شہزادہ محمد معظم کو ایک فوج گراں اور امیروں کے ساتھ ملک تلنگانہ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ ان ہی ایام میں مرزا محمد مشرف غسلخانہ کو ابوالحسن کے پاس بھجوایا کہ جا کر اس کو یہ پیغام دے کہ ہم نے سنا ہے کہ تیرے پاس دو الماس مرصع خوش قطع شفاف بہ وزن ایک پچاس سُرخ کے ہیں ان کو اور تحائف کے ساتھ قیمت لگا کے باقی پیشکش میں مجرا دے کے بھیجے اور خلوت میں اسے ارشاد کیا کہ ہم کو الماسوں کی اصلا احتیاج نہیں ہے ہم اُن کے لیے تجھے نہیں بھیجتے بلکہ اس بات کے شہرت دینے سے غرض یہ ہے۔ کہ ابوالحسن کے ان افعال قبیحہ کی جو ہم نے سنے ہیں تحقیقات کر کے ہم سے عرض کرے ہم تجھے اپنا خانہ زاد جان نثار جانتے ہیں۔ اس لیے چاہتے ہیں کہ اوروں کی طرح تو مال کی طمع میں آ کر ابوالحسن پر فریفتہ نہ ہو۔ اور اس کی مرضی کے موافق خوشامد نہ کرے۔ بلکہ کلمہ کلام میں ایسا بے محابا اور درشت پیش آئے کہ وہ بھی تیرے ساتھ درشتی کرے اور ہم کو وہ ایک دستاویز اور حجت اس کی تنبیہ اور استیصال کے واسطے ہو جائے تا مقدور اس کو خفا کر اور اصلا خلا و ملا میں ہم کلامی کے اندر اس کا ادب ملحوظ نہ رکھ۔

## مرزا محمد مشرف کا ابوالحسن سے الماس طلب کرنا اور ابوالحسن کے حیلے بہانے:

مرزا محمد نے جا کر الماس مذکور طلب کیے۔ ابوالحسن نے سخت قسمیں کھا کر جواب دیا کہ میرے پاس وہ الماس نہیں ہیں۔ اگر میرے پاس ہوتے تو میں اپنی سعادت جان کر صدور حکم بغیر حضور میں بھیج دیتا۔ بادشاہ کے ارشاد کے موافق ابوالحسن سے مرزا محمد گفتگو بڑی بے باکی سے کرتا تھا اور اُس کی بات میں جرح و قدح کرتا۔ ایک دن گفتگو میں ابوالحسن نے کہا کہ اس مختصر ملک میں ہم بھی بادشاہ ہیں تو مرزا محمد نے آشفتہ ہو کر تشنیع کے طور پر کہا کہ تم کو زیبا نہیں ہے کہ اپنے تئیں بادشاہ کہو۔ ان ہی کلمات کے سننے سے بادشاہ کی گرانی خاطر کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ ابوالحسن نے جواب میں کہا کہ مرزا کہ یہ اعتراض تمہارا غلط ہے۔ جب تک ہم اپنے تئیں بادشاہ نہ کہیں تو حضرت عالمگیر بادشاہ

بادشاہان کبھی نہیں ہو سکتے۔ اس جواب کو سن کر مرزا لاجواب ہوا۔

## مرزا ابوالحسن اور بادشاہی افواج کے درمیان جنگ و پیکار:

مرزا محمد نے ابوالحسن کے پاس سے بادشاہ کے پاس مراجعت کی اور ابوالحسن کے پاس خبر آئی کہ افواج شاہی بسرداری بادشاہ زادہ محمد معظم اور خانِ جہاں بہادر کوکلتاش روانہ ہوئی ہے تو اُس نے بادشاہی لشکر کے مقابلہ میں ان امراء کو روانہ کیا: ابراہیم خاں عرف حسینی بیگ کو جو حیدر آباد کا عمدہ سپہ سالار تھا اور خلیل اللہ خاں اس کا خطاب تھا اور شیخ منہاج اور رستم راؤ کو کہ برہمن صاحب السیف والقلم اور ابوالحسن کا مشیر اور وزیر مادنا کا چچازاد بھائی تھا اور امراء رزم جو کارزار دیدہ کو اور اور تیس چالیس ہزار سپاہ کو بھیجا۔ سرحد بیجاپور اور حیدر آباد کے مابین طرفین کی فوجیں نزدیک ہوئیں۔ شہزادہ محمد معظم یہ چاہتا تھا کہ تا مقدور جنگ نہ ہو۔ اُس نے خلیل اللہ خاں کو پیغام بھیجا اول اگر ابوالحسن اپنی ندامت کا اظہار کرے اور عفو تقصیرات کا خواستگار ہو اور اُمور ملکی میں مادنا اور آکنا کے دست اختیار کو کوتاہ کرے اور اُن کو مقید کرے۔ دوم پرگنات سیرم اور رام گیر وغیرہ کو جو بندہ ہائے بادشاہی سے یہ دعویٰ کر کے غصب کیے ہیں کہ وہ پہلے بیجاپور سے متعلق تھے وہ چھوڑ دے اور منصوبان بادشاہی کو حوالہ کرے۔ سوم پیشکش سابق کی باقی اور پیشکش لاحق بلا توقف بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے تو ہم اس کی عفو تقصیرات کے لیے بادشاہ سے عرض کریں۔ امراء دکن نے بادشاہی غضب کو اپنے جوابوں سے دور نہیں کیا۔

## طرفین میں معرکہ پیکار بپا ہوتا ہے:

طرفین سے جنگ وصف کشی شروع ہوئی۔ خان جہاں سے جو لڑائیاں ہوئیں اُن سب کا بیان تو بہت طول وطویل ہے۔ ان میں سے بعض بیان کی جاتی ہیں۔ ایک دن خلیل اللہ خاں سے محاربہ ہوا۔ خان جہاں بہادر کے ہمراہ دس گیارہ ہزار سواروں سے کچھ زیادہ تھے اور امراء ابوالحسن کے پاس تیس ہزار سوار بادشاہی لشکر کی ہراولی پر ہمت خاں مقرر تھا۔ صبح کو کوس و کرنائے رزم بلند آوازہ ہوا۔ توپوں کی دھوں دھوں اور بان کی غرش زمین و آسمان کے درمیان پھیلی۔ اور آپس میں جنگ عظیم ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور زمین گلنار ہوگئی۔ طرفین کے اکثر سردار زخمی ہوئے۔ اور بادشاہی فوج چاروں طرف سے نگینہ کی طرح گھر گئی۔ ہمت خاں جو ہراول تھا اُس پر عرصہ تردد ایسا تنگ ہوا کہ بار بار کمک کی طلب کا اور غلبۂ غنیم کی نالش کا پیغام بھیجتا تھا مگر خانِ جہاں بہادر کو افواج دکن نے ایسا مغلوب کر رکھا تھا کہ اس کو اپنے تئیں خلاص کرنا دشوار دکھلائی دیتا تھا۔ ہر ساعت اس پر دکن کے لشکر کا ہجوم بڑھتا تھا۔ ان



میں میں بری خاں جس کا لقب ہاٹ بھٹہ تھا اور وہ جانباز مشہور تھا اور اُس کے ہاتھ سے پتھر اتنی دور جاتا تھا کہ بندوق سے گولی اتنی دور نہیں جا سکتی۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا بھالا ہاتھ میں لیے خانِ جہاں کے فیل خاصہ کے روبرو آیا اور غل مچایا کہ سردار کی سواری فیل خاصہ کی کون سی ہے۔ چاہتا تھا کہ خان جہاں بہادر کی طرف نیزہ چلائے کہ خانِ جہاں نے چلا کر کہا، خاصہ میں ہوں اور اس کو بھالہ مارنے کی فرصت نہ دی اور تیر اس کے ایسا لگایا کہ وہ گھوڑے پر سے اوندھے منہ گرا۔ تمام فوج شاہی پر عرصہ تنگ ہوا اور ہر گھڑی ہراول اور چنداول سے غلبۂ غنیم کے پیغام آتے تھے کچھ باقی نہ تھا کہ خان جہاں کی فوج کو ہزیمت ہوتی۔ اس حالت میں راجہ رام سنگھ کا فیل مست فیل خانہ میں بندھا ہوا اُس کے منہ میں تین چار من کی زنجیر ڈال کر فیل بان ہمت خاں کی ہراول کی فوج میں لایا۔ ابوالحسن کے نامی راوت اور بہادر فوج ہمت خاں کے مقابل میں گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آتے تھے۔ اب ہاتھی جس کے مقابل حملہ کرتا زنجیر کے صدمہ سے دشمن کے لشکر میں ہل چل ڈال دیتا۔ دو تین نامی سرداروں کے گھوڑے چراغ پا ہوئے اور سوار خود زین کے اوپر سے زمین پر سرنگوں کے نیچے آئے۔ دکن کی فوج کو ہزیمت ہوئی۔ خان جہاں بہادر نے یہیں خیمے لگا کے شادیانے بجوانے شروع کیے۔ بہت غنیمت اور گھوڑے اور ہاتھی بے شمار مع توپ خانہ کے بادشاہی لشکر کو ہاتھ آئے۔ اس سرزمین میں چند روز توقف کیا تا کہ شہزادہ کی اور سرداروں کی سپاہیں جو پیچھے رہ گئی ہیں آ جائیں۔ جان نثار خاں عرف خواجہ مکارم کو گڑھی سیرم کی تسخیر کے لیے مقرر کیا۔ وہ منصوبان ابوالحسن کے قبضہ میں تھی۔ اس گڑھی پر تردد خاں نمایاں کے بعد اُس نے تصرف کیا اور تھانہ بٹھایا۔ افواج دکن نے گڑھی کا محاصرہ کر کے دھاوا کیا۔

## جان نثار خاں کا ابوالحسن کے سرداروں کو شکست دینا:

جاں نثار خاں نے مکرر گڑھی سے نکل کر ابوالحسن کے سرداروں کو شکست دی اور گڑھی کی محافظت میں استقامت کی۔ دس ہزار سوار اور افواج خاصہ مادنا اور رستم راؤ کہ اطراف پرگنات میں تھیں وہ خلیل اللہ خاں کی مدد کو آئیں۔ شہزادہ کے مقابل میں فوجیں آئیں۔ چند روز عذر آمیز پیغام سلاموں میں بسر کیے آخر کار سخت مقابلہ ہوا اور تین روز تک جنگ عظیم رہی۔ ہر جنگ میں دونوں طرف سے ایک جمع کثیر کی اور زخمی ہوئی۔ چوتھے روز تو وہ گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ ہمت خاں بہادر و سید عبداللہ خاں و سعادت ...ل دیوان فوج خان جہاں بہادر زخمی ہوئے۔ آخر کو لشکر شاہی سے فوج دکن کو شکست ہوئی اور وہ فرار ...ا۔ بادشاہ زادہ اور خان جہاں بہادر نے تعاقب میں مصلحت نہ دیکھی اور یہیں خیمے لگا کے بادشاہ کو فتح

کی عرضداشت بھیجی۔اخبار نویسوں کے نوشتوں سے بھی بادشاہ زادہ کے تعاقب نہ کرنے کا سبب بادشاہ کو معلوم ہوا۔بادشاہ کو بادشاہ زادہ سے کچھ کدورت تھی۔خان جہاں بہادر سے بھی کئی سببوں سے بادشاہ ناراض تھا۔اول اُس کے لشکر میں فسق و فجور کے بازار کی بڑی رونق تھی مگر بادشاہ نے اس باب میں فرمان اعتراض صادر کیے مگر وہ موثر نہ ہوئے۔دوم محمد اکبر کے تعاقب میں وہ پائے کوہ سلطان پور میں بہت قریب پہنچ گیا تھا مگر اس کی گرفتاری میں اغماض کیا۔میر میراں فوجدار پرگنہ تھال نیر کے بیٹے میر نور اللہ کی تحریر سے بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا۔سوم بعض اور سلوک بھی بعض مقدمات ملکی و مالی میں بادشاہ کو معلوم ہوئے تھے۔جب اس کو فرمان نصیحت آمیز بھیجے تھے اس کا جواب گستاخانہ دیتا اور سر دیوان بیٹھ کر برادر رضاعی ہونے کی نسبت کے سبب سے ناگفتنی باتیں کہتا۔ان وجوہات سے ملال خاطر کا ذخیرہ خان جہاں کی طرف سے بادشاہ رکھتا تھا اور بعض اور اطوار ناہموار اس کے غبار مزاج کو بڑھاتے تھے۔



# اٹھائیسویں سالِ جلوس کے واقعات 1095ھ

## بادشاہ کی شہزادے اور خانِ جہاں پر برہمی:

جب بادشاہ کے پاس عرضداشت فتح شاہی اور فوج دکنی کی ہزیمت کی پہنچی تو بادشاہ کی مرضی کے خلاف یہ بات تھی کہ فوج کی ہزیمت کے بعد اس کا تعاقب اس کے بنگاہ تک نہ کیا گیا۔بجائے آفریں کے اعتراض ہوا اور اس باب میں غضب کا فرمان بادشاہ زادہ اور خان جہاں بہادر کے نام صادر ہوا جو شہزادہ کے ملال خاطر کا سبب ہوا۔اگرچہ روز شکست سے ابوالحسن کے سردار مقابلہ محاربہ کے قصد سے سوار نہیں ہوئے۔اور بادشاہ زادہ کے مقابلہ میں نہیں آئے۔مگر کبھی کبھی بوقت شب بطریق قزاقوں کے اطراف لشکر کو اپنے سپاہی دکھلا کر بان مار جاتے تھے۔بعض اوقات دن کو بھی دور سے نمودار ہوتے تھے اور بطور طلایہ گشت کر کے خود اپنی بنگاہ کو چلے جاتے۔بادشاہ زادہ اور خان جہاں بہادر ایسے آزردہ خاطر تھے کہ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔چار پانچ مہینے تک یوں ہی بے تردد پڑے رہے۔کبھی سوار نہ ہوئے اس سے بادشاہ کو اور زیادہ ملال ہوا اور اُس نے اپنے ہاتھ سے کمال سرزنش کا فرمان خاں بہادر کو یہ لکھا

## بادشاہ کا تہدید آمیز فرمان اور خاں جہاں بہادر و شہزادہ محمد معظم کی آزردہ خاطری:

اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔شہزادہ محمد معظم نے سب امراء کو جمع کر کے مشورہ کیا۔حیدر آباد کے سردار جانتے تھے کہ شہزادہ کی مرضی صلح اور دفع فساد پر مائل ہے دلفریب پیغام اور رسل و رسائل بھیجتے رہتے۔خان جہاں بہادر بھی بادشاہ کی افسردگی خاطر کے سبب اور سپاہ خصم کی کثرت کی وجہ سے محاربہ میں مصلحت نہیں جانتا تھا اور بعض امرا اس باب میں اس کے ہمدم تھے۔رائیں مختلف تھیں اس لیے آج مصلحت ناتمام رہی۔دوسرے روز سید عبداللہ خاں بارہہ نے خلوت میں التماس کیا کہ اگرچہ خان جہاں خاں بہادر کہنہ کار آزمودۂ روزگار اور ہوا خواہ جہاں پناہ ہے لیکن صلاح دولت اس میں ہے کہ اب آپ بادشاہ کی برخلاف مرضی کے کوئی عمل نہ کریں اور اس فسادی گروہ کی گوشمالی کے لیے سوار ہونا چاہیے جو صلح کی التماس کر کے دفع الوقت کر رہا ہے۔اگر خان جہاں بہادر ہراول قبول کرے تو فدوی کو چنداول مقرر کریں ورنہ بندہ ہراولی میں جانفشانی کرنے کو موجود

ہے۔شہزادہ محمد معظم نے حیدرآباد کے سرلشکر محمد ابراہیم کو پیغام دیا کہ میں تمھارے ساتھ اغماض ا رعایت کرر ہاہوں اس کے سبب سے عتاب شاہی میں مغلوب ہورہاہوں۔طرفین کی صلاح کار اور تمھارای اور ابوالحسن کی دولت وآبرو باقی رہنے کے لیے یہ صلاح جانتا ہوں کہ اگر تم پرگنہ گڑھی سیرم وکیرا اور محال سرحدی سے کہ بادشاہی تصرف میں آئے ہیں دست بردار ہو تو اس بات کو ابوالحسن کے عفو تقصیرات وشفاعت کی دستاویز بنا کے بادشاہ سے عرض کریں۔یہ پیغام زمرد نام ناظر محل شاہ کے ہاتھ ابراہیم سرفوج کے پاس بھیجا۔اُس نے اور سرداروں سے اس باب میں مصلحت پوچھی۔شیخ منہاج اور رستم راؤ زنار دار نے متفق اللفظ ہو کر دکنی زبان میں کہا قلعہ سرحد سیرم ہمارے نوک سنان ودم شمشیر سے وابستہ ہے ہم جنگ کو آمادہ ہیں۔چنانچہ اُس دن مرہٹوں نے اس قدر بان مارے کہ سراچہ محل شاہی میں شہزادہ کے خاص برادر کے سرپر سے طعام کا خوان اُڑ گیا۔اُس روز ابوالحسن کے پاس توپ خانہ زیادہ تازہ فوج کے ساتھ آیا تھا۔خالی توپیں چھوڑ کر پے در پے شلک کی آوازیں شہزادہ اور لشکر شاہی کو سنائیں۔اور کبھی نے فوج شاہی پر دست اندازی کی۔

## شہزادے کی رگ حمیت کا پھڑکنا:

دکنیوں کی ان شوخیوں سے بادشاہ زادہ کی رگ غیرت حرکت میں آئی۔شہزادہ معزالدین کے ساتھ خان جہاں بہادر کو بدستور سابق ہراول بنایا اور صفدر خاں و ہمت خاں اور دلاوروں کو راجاؤں کی رفاقت میں برانغار وجرانغار واپلتمش مقرر کیا۔عبداللہ خاں کو چنداول ملتفت خاں خوانی وراجہ مان سنگھ وسمندر بیگ وخواجہ ابوالمکارم کو قول میں اپنے ساتھ لیا اور مقابلہ ومقاتلہ کے قصد سے معرکہ کارزار میں پاؤں رکھا۔اس طرف سرداران ابوالحسن نے آپس میں مصلحت کر کے صلاح کار اس میں دیکھی کہ تین چار گروہ پر لشکر کو دائیں طرف بھیج دیا اور جنگ میں توپ خانہ کا صرف نہ جانا۔ بڑی بڑی توپوں کو گڑھوں میں ڈال دیا اور چند توپوں کو زیر خاک کیا۔دو تین فوجیں بنائیں ایک فوج کو ہراول شاہی کے مقابل اور دوم کو یلتمش کے لیے ایک فوج سنگین کو ایک دو سرداروں کے ساتھ چنداول سید عبداللہ خاں کے مقابلہ کے لیے مقرر کیا۔ایکبارگی دکنیوں نے جوشان وخروشان جلوریز سیلاب بلا کی طرح بادشاہ زادہ پر تاخت کی۔اس طرف سے لشکر شاہی اُن کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہوا۔چپقلشہائے رستمانہ بروئے کار آئیں۔عرصہ کارزار میں ہر طرف سے کوشش وکشش بہادرانہ ظہور میں آئیں۔دکن کے سرداروں نے ہراول وچنداول شاہی کو چاروں طرف سے گھیر



لیا۔سید عبداللہ خاں اپنے سامنے کی فوج کو ہٹا کر دائیں بائیں طرف گیا۔دوپہر تک معرکۂ کارزار گرم رہا پھر دکنیوں نے فرار کیا۔شہزادہ کی فوج نے ان کا تعاقب ان کی بنگاہ تک کیا جس سے لشکر دکن میں غلغلہ عظیم پڑا۔

## شیخ منہاج کی رائے پر شہزادہ کی طرف سے مہلت کا ملنا:

شیخ منہاج نے دو سوار زبان دان بادشاہ زادہ اور ہراول فوج بادشاہی کے پاس بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ محاربہ اور دعوی قتال وجدال ہمارے اور تمھارے درمیان ہے۔اسلام کے بادشاہان سلف مسلمانوں کے ناموس وعیال کو تاخت وتاراج سے محفوظ رکھتے تھے۔یہ امر مروت سے دور نہ ہوگا کہ ہم کو تین چار گھڑی کی فرصت دو کہ قبائل کی طرف سے ہماری خاطر جمع ہو تو پھر ہم مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔شہزادہ معزالدین نے باپ سے اجازت حاصل کر کے مال وعیال پر دست اندازی کے منع کرنے کے لیے فوج کو مقرر کر دیا۔دکنیوں نے قبائل کو ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار کر کے گڑھی میں جو پاس تھی روانہ کیا اور سہ پہر کو ہر طرف سے فوج دکن کا سیلاب نمودار ہوا۔اور پہلے روز سے بھی زیادہ تر میدان کارزار گرم ہوا۔ترددات رستمانہ دونوں طرف سے ظہور میں آئے اور طرفین کی جمع کثیر اور سواری کے دو شاہی فیل مارے گئے۔دکنیوں کی طرف سے شیخ منہاج اور رستم راؤ زخمی ہوئے۔بندرا بن دیوان شاہ کو دکنیوں نے زخمی کیا اور اس کی سواری کے ہاتھی کو آگے رکھ کر روانہ ہوئے۔سید عبداللہ بارہہ نے ایک راجہ کو ساتھ لے جا کر بندرا بن کو چھڑوایا باوجود یکہ اُس کے خود دمن پر بان کے چھرّے کا صدمہ پہنچا ہوا تھا۔غیرت خاں بخشی شاہ کی بیوی بان کی ضرب سے ہاتھی کے حوضہ میں ایک سہیلی سمیت قتل ہوئی۔طرفین کے اور چار پانچ سردار زخمی ہوئے اور بہت سے بے نام ونشان آدمی فنا ہوئے۔شام تک دکنی لڑتے رہے۔پھر فرار ہوئے۔

## اہل دکن کی جانب سے سپاہ کے بغیر صرف سپہ سالاروں کا آپس میں محاربہ:

بادشاہ زادہ کو پیغام دیا کہ جنگ مغلوبہ صف میں طرفین سے مسلمان قتل ہوتے ہیں بہتر یہ ہے کہ دو سردار ہمارے اور تین چار تمھارے بغیر فوج کے میدان میں آکر سپاہ گری کے فن اور تردد میں اپنے زور بازو کا امتحان کریں۔پھر دیکھیں کہ خدا کس کی یاوری کرتا ہے۔شاہ عالم نے یہ سن کر اُن سے کہا کہ تم کو اپنی شمشیر بازی پر بڑا غرور ہے جس کا رواج تمھارے ہاں بہت ہے اس کے سبب سے اس درخواست پر جرأت کرتے ہو۔مگر ہم یہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ آخرکار جب دکنیوں پر

عرصہ کارزار تنگ ہوتا ہے تو وہ ننگ فرار کو اپنے اوپر ہموار کرتے ہیں بلکہ اس کو سپاہ گری میں ہنر سمجھتے ہیں جبکہ ہمارے نزدیک اس سے بدتر کوئی عار نہیں۔ بس بہتر یہ ہے کہ سید عبداللہ اور ایک اور دوسردار ہمارے لشکر کے ہاتھی پر سوار ہو کر آئیں اور ہاتھی کے پاؤں میں زنجیر ڈال دیں اور تم بھی اسی طرح سرداران کو ہاتھی پر اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مقابلہ کے لیے کھڑا کر دو اور اس طرح شجاعت اور اور تہوری کا امتحان کرو۔ تو دکنیوں نے کہا کہ ہم فیل سوارہ پابہ زنجیر جنگ نہیں کرتے۔ تو شہزادہ نے کہا کہ ہم بھی جنگ بگریز نہیں کرتے اور دوسرے روز ہرکاروں نے خبر دی کہ ابوالحسن کے سردار بھاگ کر حیدرآباد میں گئے۔

## فتح کا شادیانہ بجنا اور لوٹ مار و غارتگری:

شاہ عالم نے حکم دیا کہ فتح کا شادیانہ بلند آوازہ کرتے ہوئے اُن کے تعاقب میں حیدرآباد کی طرف کوچ ہو۔ جب کوچ بکوچ حیدرآباد کے نزدیک لشکر شاہی آیا مادنا اور اُس کے ہمدموں نے خلیل اللہ خاں عرف محمد ابراہیم کی طرف سے ابوالحسن کو بھڑکایا کہ وہ شہزادہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس قدر اُس کو بدظن کیا کہ اُس نے اُس کے گرفتار کرنے بلکہ قتل کرنے کا فکر کیا اس کی خبر محمد ابراہیم کو ہوئی تو وہ شہزادہ کے پاس جا کر موردِ عنایات ہوا۔ جب محمد ابراہیم سرفوج کی شاہ عالم سے مل جانے کی حیدرآباد میں خبر پھیلی تو ابوالحسن حوصلہ باختہ ہو کر بغیر اس کے کہ ارکان دولت سے مصلحت کرے یا اپنے اور رعایا کے مال وعیال و ناموس کا فکر کرے پھر رات گئے خدمہ محل کی ایک جماعت کو اور جواہر اور ہون کے صندوقچے اور جو کچھ اسباب اُٹھا سکا ساتھ لے کر قلعہ گولکنڈہ میں چلا گیا۔ اس خبر کی شہرت سے ابوالحسن کے تمام کارخانے اور تجار کا مال جو چار پانچ کروڑ روپیہ کا تھا تاراج میں آیا۔ ناموس سپاہ اور رعایا پر آفت آئی۔ ایک عجیب قیامت برپا ہوئی، کئی ہزار اشراف جن کو سواری اور مال اُٹھانے کی فرصت نہیں ملی اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پکڑے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بہت سی عورتوں کو برقعہ اور چادر بھی نصیب نہ ہوئی۔ شہزادہ کے لشکر میں اس کی خبر پہنچنے سے پہلے شہر کے اوباشوں اور غارت گروں نے مال خوب لوٹا۔ امراء و تجار و غربا میں جو زور یا زور رکھتا تھا اور زر خرچ کر سکتا تھا وہ رات میں جس قدر مال قلعہ میں لے جا سکا لے گیا۔

## لشکر شاہی کی تاخت و تاراج:

صبح ابھی نہ ہوئی تھی کہ لشکر شاہی نے شہر پر تاخت کی۔ ہر محلہ و راستہ و بازار میں لاکھوں زر نقد واقسام مال و اقمشہ اور امراء و تجار کے چینی خانے اور اس کے ارکان دولت کے فراش خانوں کے قالین گھوڑے ہاتھی لٹنے لگے جس سے ہول قیامت و نمونۂ حشر ظاہر ہوا۔ اس قدر مسلمانوں اور ہنود کے زن و فرزند قید میں آئے اور شرفا و غربا و ضعفاء کی ناموس برباد و فنا ہوئیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ جو قالین گراں بہا کر اُٹھ نہیں سکتے تھے اُن کے خنجر و شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ سے لے جاتے تھے۔ شاہ عالم نے سزاولوں کو مقرر کیا کہ دوسرے مقامات پر لوٹ سے لوگوں کو منع کریں مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کوتوال کو مقرر کیا کہ دیوان شاہی کو چار پانچ سو سواروں کے ساتھ لے جا کر اس مال کو ضبط کرے جو تاراج سے باقی رہا ہے۔ ابوالحسن کے فرستادے نہایت عجز و انکسار سے جرائم کردہ و ناکردہ کے عفو کے لیے پیغام لائے اور شاہ عالم کے سزاولوں نے بھی ایک جماعت کو آگ لگانے سے روکا تو کچھ فتنہ کم ہوا مگر لوٹ بالکل موقوف نہیں ہوئی۔ خلق خدا پر جو گزرنا تھا سو گزر گیا۔ ابوالحسن کی التجا کے پیغام آئے تو بادشاہ زادہ کو اس برگشتہ بخت اور یہاں کے رہنے والوں پر رحم آیا۔ اُس کی التماس ان شرائط پر منظور ہوئی کہ پیشکش میں سے ایک کروڑ بیس لاکھ علاوہ وجہ مقرری سالانہ کے ادا کرے اور دونوں بھائیوں مادنا اور آکنا (انکنا) کو بے دخل کرے اور گڑھی سیرم اور پرگنہ کھیر اور محالات مفتوحہ سے جو تصرف شاہی میں آئی ہیں دستبرداری قبول کرے تو بادشاہ سے عرض کر کے اس کے جرائم کی شفاعت کی جائے۔ اس پیغام آمد و رفت کے درمیان ابوالحسن کو ان دو بھائیوں کے قید کرنے میں تامل ہوا تو بعض عمدہ سرداروں و محل کے صاحب اختیار خدمہ نے ان دونوں بھائیوں کو قتل کروا دیا۔ دونوں کے سر کاٹ کر بادشاہ زادہ پاس ایک فہمیدہ کار آدمی کے ہاتھ بھیج دیے۔



## ابوالحسن کا حال:

عبداللہ قطب شاہ نے پچاس سال فرمانروائی کی اس کے بیٹا کوئی نہ تھا دو تین لڑکیاں تھیں ان میں سے ایک لڑکی کی شادی میر احمد سے کی وہ سادات اور فضلاء موروثی عرب میں سے تھا اور اس کو امیر کر دیا اور اکثر امور ملکی میں اس کی طرف رجوع کرتا۔ کچھ دنوں کے بعد سید سلطان آیا جو میر احمد کے باپ کا شاگرد تھا اور حسب و نسب میں میر احمد کے خاندان پر شرف رکھتا تھا۔ تو عبداللہ قطب الملک نے دوسری بیٹی کو اُس سے منسوب کیا۔ جس پر میر احمد کو نہایت رشک و حسد ہوا۔ جب جشن خیر کا وقت آیا تو میر احمد نے قسم کھا کے قطب شاہ کو پیغام دیا کہ آپ سید سلطان کو بیٹی دیتے ہیں تو مجھے

رخصت کیجیے۔ اُس نے حیدرآباد سے جانے کا ارادہ کیا۔ سردھا کہ مدار علیہ محل تھا اور محرمان حرم سید احمد کے ہمدم اور معاون ہوئے۔ عبداللہ شاہ کو میر احمد اور بڑی بیٹی کی خاطر زیادہ منظور تھی۔ ناچار ہوکر چارۂ کار کی فکر ہوئی اور اندرو باہر کے محرموں کی یہ تجویز ٹھہری کہ ابوالحسن سے یہ نسبت قرار دی جائے۔ وہ سلسلہ مادری میں عبداللہ قطب شاہ سے قرابت بعیدہ رکھتا تھا اور وہ شروع ایام شباب سے فقرائے خراب وضع کی صحبت میں رہتا تھا اور اطوار نامحمود کے اختیار کرنے سے قطب شاہ کے ہمدم اس کو مطعون کرتے تھے۔ عبداللہ شاہ اس پر توجہ نہیں کرتا تھا۔ اس لیے ابوالحسن درویشوں میں خانقاہ سید راجو میں رہتا تھا۔ مردودِ خلائق منظور نظر خالق ہوتا ہے۔ اُس سے قطب شاہ کی لڑکی کا نکاح اُسی ساعت عقد میں کہ سید سلطان سے ٹھہرا تھا ہوگیا۔ سید سلطان فقیر ہوکر رنجیدہ خاطر محمد امین خاں پاس چلا گیا۔ اب عبداللہ قطب شاہ کی رحلت اور سید سلطان کے ناکام کرنے کے تلافی انتظامی کا وقت آیا۔ میر احمد اپنے تکبر کے سبب سے امراء سے خصوصی سید مظفر اور موسیٰ خاں محلدار سے سلوک نہیں کرتا تھا اور کل ارکان دولت قطب شاہیہ کو اپنے آگے ہیچ جانتا تھا۔ بعض خدمہ محل بھی اس سے نفرت کرتی تھیں۔ سید مظفر سلاطین بازندران کے خلیفۂ سلطان کے سلسلہ میں تھا۔ اور حیدرآباد کے امراء میں صاحب فوج تھا۔ برخلاف اس کے ابوالحسن سب سے رفق و مدارات سے سلوک برادرانہ کرتا تھا۔ عبداللہ قطب شاہ کے واقعہ کے قبل و بعد تعین سلطنت میں اختلاف واقع ہوا اور گفتگو کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ باہر میر احمد اپنی سپاہ کے ساتھ جنگ پر مستعد ہوا اور اندر میر احمد کی بیوی کہ ماں صاحب کلاں کہلاتی تھی شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر حبشی وترکی کنیزوں کے ساتھ فتنہ وفساد پر آمادہ ہوئی۔ ہر گوشہ وکنار میں لڑائی شروع ہوئی۔ آخر کو سید مظفر وموسیٰ خاں محلدار اور مادنا وآکنا کی سعی وتردد سے کل عمدہ نوکر ابوالحسن کے رفیق ہوئے۔ دونوں بھائی مادنا وآکنا وسید مظفر کے نوکرد پیش کار معتمد تھے ان سب نے لے کر میر احمد کو مغلوب اور بے اختیار ومعزول کیا اور ابوالحسن کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور سید مظفر وزرات پر مقرر ہوا اُس نے ابتداء سے خطاب نہیں قبول کیا تھا۔

## میر احمد اور سید مظفر کے درمیان چپقلش کا بیان:

منتقم حقیقی کے حکم سے میر احمد نے جو سید سلطان کے ساتھ حسد کیا تھا اس کا مزہ چکھا اور سید مظفر نے جو میر احمد کی بناء دولت کے ڈھانے میں سعی کی تھی اُس کا پھل بھی سوا ندامت کے کچھ اور نہ حاصل ہوا۔ اس کا تھوڑا بیان یہ ہے کہ اکثر ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ جو امیر بادشاہ کی جلوس سلطنت میں



کوشش کرتا ہے اور صاحب مدار امور ملکی ہوتا ہے تو اُس کے دماغ میں یہ خلل پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمام مقدمات جزئی اور کلی میں اپنے آقا پر تسلط پیدا کروں اور سلاطین کے مزاج میں برداشت اس کی دشوار ہوتی ہے یا وہ فساد پر آمادہ ہوتا ہے۔ آخر کو ایک دوسرے کے استیصال کے درپے ہوتے ہیں۔ اس سبب سے ابوالحسن اور سید مظفر میں نزاع پیدا ہوا۔ روز بروز خشونت زیادہ ہوئی۔ اور یہاں تک نوبت آئی کہ ابوالحسن اس فکر میں پڑا کہ سید مظفر کے دست اقتدار کو امور ملکی میں کوتاہ کرے۔ ہر چند تدبیر ومنصوبہ کو کام میں لاتا۔ مگر بغیر اس کے کہ ہنگامۂ فساد وخونریزی برپا ہو اس کو وزارت سے معزول نہیں کرسکتا تھا۔ آخر الامر مادنا پنڈت (مدن پنڈت) جو سید مظفر کے گھر کا مستقل پیشکار اور صاحب مدار تھا۔ ابوالحسن کے ساتھ دمساز اور ہمراز ہوا اور مرور ایام میں ایسا منصوبہ کام میں لایا کہ سید مظفر کے عمدہ جماعہ داروں کو انواع ورعایت کا امیدوار کرکے استمالت کی اور ابوالحسن کا ہوادار بنایا اور اپنا رفیق اور ملکی کے لیے صاحب فوج نوکروں کو باہر بھجوایا۔ سید مظفر کو بے پروبال کیا اور قلمدان وزارت اُس سے چھین لیا اور منصب اصلی اس کا بحال رکھ کر گوشہ نشین بنایا۔ خلعت وقلمدان وزارت پنڈت جی کو ملا اور پنڈت جی کا عہدہ اس کے بھائی آگنا (انگنا) کو عنایت ہوا۔ ان دونوں پنڈتوں نے سید مظفر کے ساتھ جو نمک حرامی کی اس کی سزائیں ان ایام میں مل گئیں کہ میر ہاشم پسر سید مظفر نے بادشاہ سے اپنے باپ کے لیے نالش کی جو بطریق محبوسوں کے گرفتار تھا۔ بادشاہ نے بادشاہ زادہ پاس حکم بھیجا تو اُس نے نصرت خاں پسر خان جہاں بہادر کو اس کے لانے کے واسطے متعین کیا۔ اُس نے ابوالحسن کے پاس قصبہ کوہر میں یہ حکم پہنچایا۔ ابوالحسن نے اس کو رستم راؤ کے ہمراہ نصرت خاں پاس پہنچایا۔ جب بادشاہ کے پاس سید مظفر آیا مورد عنایات شاہی ہوا۔ بادشاہ نے اُسے منصب دینا چاہا مگر اُس نے خاندان قطب الملک کے پاس نمک کا لحاظ کرکے اُس کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کعبۃ اللہ جانے کے لیے رخصت مانگی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ لشکر شاہی میں مرگیا۔ اب پہلی داستان شروع کرتے ہیں۔

## ابوالحسن کی صلح کی درخواست کا بادشاہ کے پاس پیش ہونا اور خان جہاں بہادر و بادشاہ کی بے لطفی:

القصہ جب شاہ عالم کی عرضداشت ابوالحسن کے ساتھ صلح کی بادشاہ سے عرض ہوئی اگرچہ بحسب ظاہر منظور فرمائی مگر خفیہ شاہ عالم اور خان جہاں کو مطعون ومغضوب کیا۔ سعادت خاں کوکہ

خان جہاں بہادر کی فوج کا دیوان تھا اور بادشاہ کا تربیت کردہ تھا وہ حجابت پر مقرر ہوا اور اُس کو پیشکش باقی وسابق وحالؔ کے زر کے وصول کے لیے تاکید کر کے بھیجا۔ خان جہاں بہادر اور بادشاہ کے درمیان طرفین سے بے لطفی تھی۔ ان ایام میں اعتقاد خاں خلف اسد خاں نے شجاعت وجانفشانی میں علم شہرت بلند کیا تھا۔ اور تہور خاں پسر صلابت وخواجہ ابوالمکارم وغیرہ دو تین خان زادوں نے اپنے جوہر کارطلبی دکھائے تھے۔ بادشاہ ان کی تربیت میں کوشش کرتا تھا۔ خان جہاں کی عرضداشت کے جواب کے فرمان اعتراض آمیز میں اعتقاد خاں وتہور خاں کی تعریف اس عبارت میں لکھی تھی کہ وہ خانہ زاد جن کے منہ سے دودھ کی بُو آتی ہے نسبت تجھ پیر سال خوردہ کے زیادہ شرط فدویت و جانفشانی بجالاتے ہیں۔ شاہ عالم کی فوج میں اعتقاد خاں متعین تھا خان جہاں بہادر اُس سے دل میں بغض رکھتا تھا۔ اُس نے خفیہ سنبھا کے ان سرداروں کو جو ظاہر اور پوشیدہ بیجاپوری اور حیدری آبادی لشکر کی اعانت میں کوشش کرتے تھے اس مضمون کا خط لکھا کہ عُسرت گرانی لشکر کو بادشاہ سے عرض کر کے اعتقاد خاں وخواجہ ابوالمکارم اور تہور خاں وغیرہ کو غلہ لانے کے لیے بھیجوں گا۔ تم کو چاہیے کہ ایک بڑی فوج سے اُن پر اس طرح حملہ کرو کہ وہ اسیر یا قتل ہو جائیں۔

## سعادت خاں داروغہء ڈاک کے ہاتھ خط لگنا:

اتفاقات سے یہ خط سعادت خاں دیوانِ فوج خان جہاں بہادر کے ہاتھ لگا۔ وہ ہرکاروں کا داروغہ بھی تھا۔ سعادت خاں کل دکن کا واقعہ نگار تھا۔ گو خان جہاں سے رفاقت رکھتا تھا مگر بادشاہ کے حق نمک اور جمدۃ الملک کی خاطر داری کو زیادہ منظور رکھتا تھا۔ اُس نے افشائے راز کو مناسب نہ جانا خفیہ اعتقاد خاں کے پاس گیا اور اس کے اخفاء کی قسم لے کر حقیقت کار پر اطلاع دی۔ اعتقاد نہایت متوہم ہوا اور مصلحت یہ قرار پائی کہ خلوت میں بادشاہ زادہ کی خدمت میں سعادت خاں اس امر کو ظاہر کرے۔ جب شاہ عالم سے اُس نے عرض کیا تو اُس نے وسعت خلق کے سبب سے جواب میں فرمایا کہ خان جہاں پر اس امر کا اظہار کرنا مصلحت نہیں ہے۔ جس وقت خان جہاں بہادر اعتقاد خاں کے بھیجنے کے باب میں ہم سے عرض کرے گا ہم منظور کریں گے۔ تم اعتقاد خاں سے کہہ دو کہ وہ وہاں جانے سے انکار کرے۔ لشکر بادشاہی میں گرانی اور کمیابی غلہ بہت تھی۔ لشکر کو بیر میں چلا گیا کہ وہاں بادشاہ کے حکم کا انتظار کرے۔ میر ہاشم پسر سید مظفر کچھ جواہر اور خلعت مصلحت کے تحت ابوالحسن کے لیے بادشاہ زادہ کی التماس کے موافق لے کر حیدر آباد کے نزدیک آیا۔ خاص وعام میں



یہ شہرت ہوئی کہ جواہر وخلعت کا بھیجنا ابوالحسن کی تسلی اور ابلہ فریبی کے لیے ہے اور میر ہاشم پسر سید مظفر مدعی ہے فوج بادشاہ کی مدد اور قلعہ حیدر آباد کی تسخیر کے لیے آیا ہے۔ ابوالحسن کی فوج نے بسرداری شرزہ خاں لاری وغیرہ نکل کر بادشاہی تازہ فوج پر دھاوا کیا۔ یہ لشکر غافل تھا اور بادشاہ کی طرف سے کمک نہیں آئی اس لیے تھی میر ہاشم اور ایک دو سردار زخمی ہو کر گرفتار ہوئے اور باقی فوج غارت ہوئی۔ شاہ عالم گرانی غلہ کی شہرت دے کر حیدر آباد کے کنارہ سے اُٹھ کر کھیر میں آ کر ٹھہرا۔ ان دنوں میں بموجب حکم شاہی قلیج خاں بہادر عرف عابد خاں شائستہ فوج کے ساتھ شہزادہ کے پاس آیا۔ شہرت تو یہ دی کہ وہ زر پیشکش کے وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے مگر مرکوز خاطر کچھ اور مقدمات تھے اور شہزادہ کو بادشاہ نے بلایا۔ اکبر آباد کے پاس جاٹ نے گڑھی سنسی بنا کے تاخت و تاراج شروع کی تھی اس کی تنبیہ کے لیے خان جہاں کو بھیجا۔

## بیجاپور پر لشکر کشی:

سکندر عادل خاں شاہ بیجاپور میں بادشاہ تھا۔ وہ مرہٹوں کی مدد کرتا تھا۔ باوجودیکہ بادشاہ نے کرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ و وعید صادر کیے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تو بادشاہ زادہ محمد اعظم شاہ کو امراء رزم دیدہ اور فوج شائستہ کے ساتھ بیجاپور کی تسخیر کے لیے رخصت کیا۔ جب شہزادہ بیجاپور کے نزدیک آیا تو اُس نے دیکھا کہ سب جگہ فوج دکن بسرداری عبدالرؤف اور شرزہ خاں افواج بادشاہ کی اطراف میں پھر رہی ہے۔ اس سال میں زراعت پر ایسی آفت آئی تھی کہ سب بلاد میں گرانی تھی اور نے کے ہر طرف سے ہجوم کر کے رسد بیجاپور کی راہ کو بند کر دیا تھا جس کے سبب سے لشکر میں غلہ کی گرانی اور کمیابی اس حد پر پہنچی کہ جان کے بدلہ میں نان کا ملنا دشوار ہو گیا۔ کہی کے لیے جو فوج جاتی سالم پھر کر نہ آتی اور شہزادہ کو چاروں طرف سے دکنیوں نے ایسا گھیر لیا کہ محمد اعظم اور اس کے ہمراہیانِ لشکر پر عرصہ تنگ ہوا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو اس کے بھائی مجاہد خاں اور تیر انداز خاں وخنجر خاں اور امراء کارزار دیدہ کو شہزادہ کے لشکر میں غلہ کی رسد پہنچانے کے واسطے متعین کیا۔ غازی الدین بہادر اُنیس بیس ہزار غلہ کے بیل لے کر پرگنہ اینڈی میں پہنچا جو بیجاپور سے پندرہ سولہ کروہ پر ہے تو بیجاپور کے سرداروں نے چند ہزار سوار دوڑائے محمد اعظم شاہ کے محاصرہ کے لیے بھیجے جس میں فاقوں کے مارے سوار اور سواری میں پوست واستخواں کے سوا کچھ باقی نہ تھا اور یہ مشہور بات ہے کہ جانی بیگم محل خاص شہزادہ داراشکوہ کی

بٹی ہاتھی پر عماری میں پردہ سے باہر ہوکر تیر چلاتی اور امراء کی دلداری اور تسلی میں کوشش کرتی۔ چالیس پچاس ہزار سوار اور قریب دو لاکھ کے جنگی پیادے کرناٹکی غازی الدین خاں بہادر سے لڑنے آئے۔ بعد اس کے فوجیں مقابل ہوئیں۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی سوائے برق وتیر وسنان کچھ اور نظر نہ آتا تھا۔ سپاہ دکن میں سوار و پیادوں کا ہجوم وہ تھا کہ کہیں زمین نہ دکھائی دیتی۔ بادشاہی لشکر دکنیوں کے لشکر کے دسویں حصہ کی برابر ہوگا۔ مگر اس کا سردار غازی الدین خاں تھا۔ جنگ عظیم ہوئی۔ مجاہد خاں نے بڑے کارنمایاں کیے۔ محمد اعظم شاہ کو محاصرہ سے نکال لائے اور اس آفت جانی سے نجات دی۔ اُس نے بے اختیار غازی الدین خاں کو گلے لگایا۔ جب بادشاہ کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اُس نے فرمایا کہ جیسی حق سبحانہ تعالیٰ نے فیروز جنگ کے تردد سے اولاد تیموریہ کی شرم رکھی ہے ایسی اس کی اولاد کی آبرو قیامت تک خدا میں نگاہ رکھے۔

## قلعہ بیجاپور کے محاصرہ میں طول اور دیگر حالات:

اس ضمن میں کہ قلعہ بیجاپور کے محاصرہ کو امتداد ہوا اور شہزادہ کے ہمراہی اور اُمرائے کمکی کے نفاق کا حال معلوم ہوا۔ تو بادشاہ خود اوائل شعبان 1095ھ میں شولاپور سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔ اور 21 رکو سواد قلعہ مذکور میں پہنچا۔ محصوروں کے عقل و ہوش وحواس اُڑے اور ایک تہلکہ ان میں پڑ گیا۔ شاہ عالم و روح اللہ خاں بہادر فیروز جنگ و سید عبداللہ خاں بارہہ اور امراء کار طلب کو چند کلمات غیرت افزا کہہ کر شہزادہ محمد اعظم کی کمک کے لیے اور بیجاپور کے محاصرہ اور تسخیر کے واسطے رخصت کیا۔ ہر ایک اپنی فدویت وحسن عقیدت کے اظہار کے لیے قلعہ کی تسخیر میں کوشش کرتا تھا۔ شاہ عالم یہ چاہتا تھا کہ قلعہ میرے نام سے مفتوح ہو۔ اس لیے وہ امرائے بیجاپور کی تالیف قلوب میں مصروف ہوا اور اپنے معتمد شاہ قلی ایرج خانی کو سکندر عادل شاہ کے پاس قلعہ بیجاپور میں بھیجا اور اس طرف بھی کبھی کبھی سید عالم بادشاہ زادہ پاس پیغام محبت آمیز لاتا تھا۔

نہان کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

خصوصاً جب شہزادہ محمد اعظم معاند اور وارث ملک موجود ہو یہ راز کب چھپ سکتا تھا کہ قلعہ کی فتح کی کنجی شاہ عالم کے ہاتھ آئے۔ شاہ قلی ایک جوان اوباش مشرب تھا جس کے منہ میں لگام نہ تھی۔ جس وقت قلعہ کے نیچے مورچالوں میں سپاہیوں کو تغیر وتبدل ہوا تو محصوروں کی طرف مخاطب ہوکر آواز بلند کہتا کہ یہ آدمی تمہارا ہے ہیں توپ و تفنگ و سنگ سمجھ کر پھینکنا۔ اور وہاں کے آدمی تسلی د



تھے کہ قلعہ کی جانب سے کوئی آفت تم پر نہیں آئے گی۔ جب یہ گفتگو لوگوں کی زبانی مشہور ہوئی تو اعظم خاں کو خبر ہوئی اور واقعہ طلب فتنہ جو آدمیوں نے بادشاہ کے کان تک اُسے پہنچایا۔ کہ یورش کے وقت قلعہ کے اندر سکندر کے پاس شاہ قلی اور سید عالم رات کے وقت قلعہ سے باہر شہزادہ کے پاس آتا ہے اور خلوت میں ہمکلام ہوتا ہے۔ روح اللہ خاں کوتوال کی تحقیق سے اس امر کی تصدیق ہوئی۔ سیادت خاں صدور کوتوال کو حکم ہوا کہ خفیہ سعی و جاسوسی کر کے سید عالم کو جب وہ شاہ عالم پاس آئے پکڑ لائے اور شاہ قلی کی گرفتاری کا بھی حکم ہوا مگر وہ کوتوال کے ہاتھ نہ آیا۔ ایک شخص سے قاضی کی عدالت میں شاہ قلی پر استغاثہ کرایا۔ اعلام کر کے اس کو گرفتار کیا۔ بادشاہ کے روبرو اُس کو لائے اُس نے راز سے پردہ اُٹھا دیا اور کہہ دیا کہ مومن خاں نجم ثانی و سید عبداللہ بارہہ وغیرہ بھی میرے ساتھ شریک ہیں اور بادشاہ نے شاہ عالم کو خلوت میں بلا کر یہ باتیں بیان کر کے اس کو شرمندہ کیا اور سید عبداللہ خاں بارہہ کو مقید اور باقی سب کو لشکر سے خارج کیا۔ بادشاہ پہلے ہی سے مقدمہ حیدرآباد میں شاہ عالم سے مشتبہ تھا۔ اب یہ ظن یقینی سے بدل گیا۔ ہر چند ظاہر میں مراتب و مناصب ولوازم ولی عہدی شاہ عالم میں کسی بات کو کم نہیں کیا مگر اپنی کم توجہی کے آثار روز بروز زیادہ کیے۔ عبداللہ کے جرائم کا سفارشی روح اللہ خان ہوا۔ بادشاہ نے عبداللہ خاں کو اس کے حوالہ کیا کہ اپنے پاس نظر بند رکھے۔ پھر خلاصی کا حکم دے دیا۔

## حالات متفرقات:

ماہ صفر کو شیخ الاسلام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ مشرفہ کو جانے لگا ہے تو بادشاہ نے صندوقچہ عرضہ نیاز بجناب رسالت مآب ﷺ اس کو دیا کہ خانہ مطہرہ کے باب سباک کے محاذی جا کر صندوقچہ کو کھولنا اور خریطہ کو نکال کر مشک میں داخل کرنا کہ وہ عتبہ علیہ کے نیچے گزرے۔

15 ربیع الاول کو بختاور خاں داروغہ خواصان نے انتقال کیا۔ وہ بادشاہ کا مصاحب عاقل راز دان مزاجدان تھا۔ اس کی سی سالہ خدمت کے حقوق پر نظر کر کے اس کے جنازہ کی نماز کی امامت بادشاہ نے خود کی اور چند قدم اس کے جنازہ کے ساتھ گیا۔ اس کے لیے خیریت کی ختمات پڑھوائے۔ بختاور خاں علماء و فقرا و شعراء کے ساتھ توجہ مفرط رکھتا تھا اور ان کی کامیابی میں کوشش کرتا تھا۔ مربوط نویسی و تاریخ دانی میں ماہر تھا۔ اس کی مؤلفات و مصنفات میں سے مرآۃ العالم یادگار ہے۔ دوم شہر ربیع الآخر کو دربار خاں ناظر محل اس دار بے مدار سے دربار جاوید برقرار میں گیا۔ بادشاہ

کا وہ بڑا قدیمی خیرخواہ تھا۔اس کے جنازہ کی نماز کی امامت بادشاہ نے خود کی۔

## بادشاہ کا احمد نگر سے شولا پور روانہ ہونا:

دوم جمادی الآخر کو بادشاہ احمد نگر سے شولا پور کی طرف چلتا ہے۔اس کے لشکر کا حال انگریزی تاریخوں میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اس کی فوج کی تعداد اگرچہ ٹھیک صحیح نہیں معلوم مگر اس سپاہ کی شان و شوکت ایسی تھی کہ اس کے بیان میں تاریخ کے صفحے کے صفحے سیاہ ہوئے ہیں۔سواروں کے ہزاروں پرے ان میں غیر ملکوں کے نوجوانوں کے سوار بادشاہ کی خود سلطنت وسیع کے کابلی قندھاری ملتانی لاہوری راجپوت بھی موجود تھے۔اور یہی سوار افواج کے گلدستہ میں گل سرسبد تھے۔دوسرے پاؤں تک لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ان کی صورت سے بہادری و شجاعت ایسی برستی تھی کہ دکن کے سپاہی نازک اور ہلکے پھلکے ہتھیار باندھنے والے ان کے مقابلہ کے قابل نہ معلوم ہوتے تھے۔ پیادے بھی بے شمار تھے۔ان میں سے کسی پلٹن کے پاس توڑے دار بندوق اور کسی پلٹن کے پاس تیر و کمان تھے۔سوا ان کے میواتیوں اور بندیلوں کی بھی پلٹنیں تھیں۔وہ پہاڑوں پر اُترنا چڑھنا اور لڑنا بھڑنا خوب جانتے تھے۔ ماولی مرہٹوں کا مقابلہ وہ خوب کرتے تھے۔ پھر ان پیادوں میں کرناٹک کے ہزاروں سپاہی تازہ بھرتی کیے ہوئے تھے۔تمام بادشاہی خیموں کے ساتھ ہلکی توپوں کا توپ خانہ، سینکڑوں توپیں، ان کے توپچی ہندوستانی اور ان کے افسر فرنگستانی ہزاروں بیلدار اور لوہار بڑھئی اور کاریگر، اُن کے ساتھ جنگی ہاتھیوں کی قطار در قطار، ان کے پیچھے خاصے کے ہزاروں ہاتھی ہوتے تھے۔ہودج و عماریوں سے سجے ہوئے۔ان میں بعض میں بیگمات سوار اور بعض ہاتھیوں پر بادشاہی خیمے لدے ہوئے۔جو اونٹوں پر نہ چل سکتے تھے۔بادشاہ کے خواص گھوڑوں کا اصطبل اس میں عربی، ترکی، عراقی، یمنی، کاٹھیاواڑی گھوڑے، ان پر بھاری بھاری ساز پڑے ہوئے، جڑاؤ زین دھرے ہوئے خوش بیگی ساتھ جن کے اہتمام میں دنیا کے منتخب عمدہ عمدہ جانور، جرہ باز، بیری شکرہ، شکاری، کتے چیتے، سینکڑوں ساتھ تھے ان سے لشکر گاہ کی عجب رونق تھی۔بادشاہی خیموں کی آرائش اور زیبائش زربفت و کمخواب سے ہوتی تھی۔ان کا احاطہ بارسو گز کا ہوتا تھا۔قصر شاہانہ میں جو مکانات ہوتے ہیں وہ ان سب خیموں میں ہوتے تھے۔دربار خلوت خانہ اور سب کارخانوں کے خیمے جدا جدا ہوتے تھے۔اُن کے بیچ میں بادشاہ کے بیٹھنے کے لیے ایک تخت گاہ ہوتا یا کرسی ہوتی۔حمام، غسل خانہ، چاندی ماری، کشتی کے لیے اور ورزشوں کے واسطے الگ الگ خیمے۔یہ خیمے



مخمل فرنگی اور زربفت گجراتی قاقم، سمور، سنجاب ایرانی، دمشقی قالینوں اور چینی ریشمی کپڑوں غرض ساری دنیا کے عمدہ عمدہ اقمشہ سے آراستہ ہوتے تھے۔وہ روپہلی، سنہری ستونوں پر ایستادہ ہوئے۔ بادشاہی خیموں پر سونے چاندی کے کلس لگائے جاتے اور خیموں کے گرد رنگین قناتیں کھڑی ہوتیں۔ باورچی خانے اور آبدار خانے کا سامان سینکڑوں طرح کا ہوتا۔نمک خانہ، شیریں خانہ، اچار خانہ، برف خانہ، شورہ خانہ غرض سینکڑوں خانے اسی قسم کے ہوتے اور پھر ان سب پر یہ اور تکلف زیادہ تھا کہ سارا سامان دوہرا ہوتا تھا۔ایک آگے منزل پر جاتا تھا جس وقت بادشاہ اپنے خیمہ میں داخل ہوتا تو پچاس ساٹھ توپیں سلامی کی چھوٹتیں۔غرض اس عیش و عشرت کے سامان نے فوج کا رنگ ڈھنگ بدل دیا۔

# انتیسویں اور تیسویں سالِ جلوس کے حالات

## 1097ھ

**بیجاپور کا فتح ہونا:**

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی سعی وتردد سے بیجاپور کے محصوروں وسرداروں کا حال تنگ ہوا اور غلہ نہ پہنچا اور گھاس کمیاب ہوئی تو قلعہ کے اندر گھوڑے بہت دکنی تلف ہوئے۔ 5رمضان 1097ھ کو بادشاہ خود اس دمدمہ کو دیکھنے گیا جو بیجاپور کے قلعہ کے کنگروں کے برابر بنایا گیا تھا۔ بادشاہ گھوڑے پر سوار تھا۔ کنارہ خندق تک گیا۔ سواری کی ہائے ہوکا اور قلعہ کی جانب سے بان وتفنگ کے شور وشغب کا ایک عجب ہنگامہ ہوا۔ بادشاہ کے سر پر سے گولے جاتے تھے۔ میر عبدالکریم نے سرمہ کی قلم سے لکھ کر یہ تاریخ بادشاہ کے پاس بھیجی ع فتح بیجاپور زودی می شود 1099ھ۔ بادشاہ نے اُسے پڑھ کر فرمایا کہ خدا کند چنیں باشد۔ قلعہ اسی ہفتہ میں فتح ہوگیا شاہی لشکر نے دو مہینے بارہ روز میں دشمن کی جان ستانی کے سارے اسباب جمع کر لیے تھے۔ اہل قلعہ کو اپنی موت نظر آتی تھی۔ سکندر کی زبان سے اُس کے رفیقوں نے پناہ مانگی۔

**قلعہ کی چابیاں بادشاہ کو ملنا:**

چوتھی 1097ھ کو قلعہ کی کنجیاں بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئیں اور بادشاہ کی خدمت میں سکندر عادل شاہ آیا۔ بادشاہ نے ایک دربار عام کیا اور اس کو خلعت خاصہ عنایت کیا اور سکندر خاں کا خطاب دیا اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کیا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ اس کو دولت آباد بھیج دیا۔ قلعہ بیجاپور کی فتح (سد سکندر گرفت) ہوئی۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا اور لکھا کہ بدستیاری فرزندار جمند بے ریورنگ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مفتوح گرویدہ عبدالرؤف اور شرزہ امرائے سکندری کو بادشاہ نے خلعت عنایت کیا اور شش ہزاری شش ہزار سوار کا منصب دیا اور اول کو دلیر خاں کا اور دوسرے کو رستم خاں کا خطاب دیا اور بندھا حضور کا اضافہ کیا اور نواح بیجاپور کا بندوبست کیا۔



**بادشاہ کی حیدرآباد کی فتح کی تیاری:**

22رذی الحجہ کو 1097ھ کو شولا پور کی طرف کوچ کیا اور 22رمحرم کو شولا پور سے حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کی درگاہ کی زیارت کے لیے گلبرگہ کی طرف کوچ کیا اور ابوالحسن اور سعادت خاں حاجب حیدرآباد کے نام فرامین لکھے جن میں مضامین بیم ورجاء کے تسلی آمیز تھے اور زر پیشکش کے وصول کی تاکید تھی اور خفیہ سعادت خاں کے نام حکم صادر کیا کہ مابدولت کا عزم جزم حیدرآباد کی تسخیر کا ہے تامقدور وصول زر میں کوشش کرے۔ سعادت خاں نے ابوالحسن کی توجہات وعنایات بادشاہی کا امیدوار کر کے زر پیش کش کے وصول میں زیادہ کوشش کی۔ ابوالحسن ماموں ہونے کی امید میں اطاعت کا اظہار کر کے سعادت خاں سے یہ عذر کرتا کہ زر نقد پیشکش کا میسر ہونا دشوار ہے۔ خواجہ سرائے خردسال کو بھیج دو کہ میں اس کے روبرو زیور اور جنس مرصع جو گھر میں موجود ہو جدا کر کے اُس کے حوالہ کروں۔ سعادت خاں نے خواجہ سرا بھیجنے سے انکار کیا اس چند روز کی گفتگو کے بعد بادشاہ کے گلبرگہ میں آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ ابوالحسن خوف ورجا کے درمیان تھا۔ حاجب کے آدمیوں کو طلب کر کے نو عدد خوانچہ جواہر اور زیور اور مرصع آلات بطریق امانت کے مہریں لگا کے بھیجے اور ان کی قیمت مقرر نہیں کی مگر تعداد اور فردیں ان کے ساتھ کیں اور یہ قرار دیا کہ خوانچوں کو سعادت خاں اپنے گھر میں رکھے اور دو تین روز میں زر نقد بھی جتنا میسر ہوسکتا ہے بھیجا جاتا ہے اس کو بھی وہ داخل کرے اور جواہرات کی قیمت معلوم کر کے لکھے اور قبض الوصول پیش کش پر مہر لگا کے مع عرضداشت کے جس میں ابوالحسن کی فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار اور عفو جرائم کی التماس ہو حضور میں روانہ کرے۔ یہ اتفاقات سے ہے کہ ابوالحسن نے میووں کی چند بھنگیاں بادشاہ کے پاس بھیجی تھیں ایک دو روز بعد ابوالحسن کے پاس یہ خبر آئی کہ بادشاہ گلبرگہ سے گولکنڈہ کی تسخیر کے عزم سے آتا ہے تو اُس نے سعادت خاں سے کہلا بھجوایا کہ میرا مطلب جواہر اور زیور ناموس بھجوانے سے یہ تھا کہ بادشاہ میرے حال پر ترحم کرے گا اب یہ سنا گیا کہ بادشاہ گولکنڈہ کی تسخیر کو آتا ہے اس لیے خوانچہائے امانت کو واپس بھیجو۔ سعادت خاں نے جواب میں لکھا کہ مجھے یہ تحقیق نہیں معلوم تھا کہ بادشاہ ادھر آتا ہے میں نے وہ جواہر کے خوانچے سربہ مہر میووں ڈالیوں کے ساتھ بھیج دیے۔ وہ بادشاہ کے پاس ہیں۔ اس مقدمہ میں گفتگو وشورش فساد انگیز درمیان آئی۔ ابوالحسن نے حاجب کے گھر پر فوج چڑھائی اور دو روز تک ہنگامۂ پرخاش گرم رہا۔ تو سعادت خاں نے ابوالحسن کو پیغام دیا

کہ اس بارہ میں حل تمھارا ہی جانب ہے۔ میں نے خوانچوں کے بھیجنے میں بادشاہ کی مرضی پر اور پاس نمک پر نظر کر کے اپنی خلاصی جانی۔ اب مجھے ولی نعمت کے کام کے لیے جان نثار اور قتل ہونا چاہیے۔ بادشاہ مدت سے تمھارے استیصال کے لیے دست آویز چاہتا ہے۔ اب حاجب کے مارنے کی حجت اس کو ہاتھ آ جائے گی۔ جب تک میں زندہ ہوں تمھارے عفو جرائم کا احتمال باقی ہے اور بشرط حیات میں بھی تمھاری خدمت گاری اور رستگاری میں بحد مقدور کوشش کروں گا۔ ابوالحسن نے عاقبت بینی کر کے سعادت خاں کا یہ عذر سن لیا اور اُس کو پاس بلا کر اور زیادہ عزت کی۔

## ابوالحسن کے عمائدین اور فضلاء کی مجلس میں بادشاہ کے کردار پر تبصرہ:

ان ہی دنوں میں ابوالحسن کی مجلس فضلاء حیدر آباد میں عمداً کسی تقریب سے بادشاہ کی خوبیوں کا ذکر کیا گیا اور یہ بیان ہوا کہ جب بادشاہ اور شاہ ایران کے درمیان لشکر کشیاں ہو رہی تھیں اور شاہ عباس کے بھیجے ہوئے گھوڑے عالمگیر کے پاس آئے تو اُس نے ان سب کو ذبح کروا ڈالا۔ باوجود اس تبعیت شرع وادعاء تقویٰ ایسا اسراف کرنا شرع کے برخلاف طریقہ پر اقدام کرنا ہے۔ یہ حرکت نفس سرکش کی اطاعت کے سوائے کسی اور بات پر محمول نہیں ہو سکتی۔ بادشاہ کو چاہیے تھا کہ وہ فضلاء صلحا اور متقیوں کو یہ گھوڑے تقسیم کر دیتا جس سے ایک جمع کثیر فیض یاب ہوتی۔ سعادت خاں نے کہا کہ یہ بات محض غلط ہے حقیقت حال یہ ہے کہ گھوڑے جب آئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ بوقت معین گھوڑے دکھائے جائیں۔ یہ اتفاقات وقت سے ہے کہ اختہ بیگی جس وقت گھوڑوں کو دکھانے لایا بادشاہ تلاوت قرآن میں مصروف تھا۔ اس کے دل میں آیا کہ تلاوت قرآن کو دوسرے روز پر موقوف رکھ کر گھوڑوں کا ملاحظہ کروں۔ اس خیال ہی میں تھا کہ اس کی نظر قرآن کی اس آیت پر پڑی کہ حضرت سلیمان نے پیشکش کے ہزار گھوڑوں میں سے نو سو گھوڑے دیکھے تھے کہ نماز سنت یا نماز فرض قضا ہوئی تو اُس کے کفارہ میں اُن گھوڑوں کو اُنھوں نے ذبح کیا اسی لیے بادشاہ نے بھی یہ کیا۔ علماء حیدر آباد نے اس جواب کے سننے کے بعد یہ کہا کہ اس صورت میں یہ کیا ضروری تھا کہ امراء ایران کے گھروں پر گھوڑوں کو ذبح کرنے کے لیے بھیجا تو سعادت خاں نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے۔ ان ایام میں شاہجہان آباد تازہ آباد ہوا تھا۔ ہر محلہ ایران کے ایک امیر کے نام آباد تھا کوئی محلہ نہ تھا کہ جس میں کسی ایرانی امیر کی حویلی نہ ہو۔ گھوڑے ایک جگہ ذبح کیے جاتے تو ازدحام بہت ہوتا اور فقراء تکلیف اُٹھا کے اُس سے متمتع ہوتے اس لیے اُس نے حکم دیا کہ ہر محلہ میں ایک دو گھوڑے ذبح کیے



جائیں۔ جب عالمگیر نے یہ حال سنا تو سعادت خاں پر آفریں کی۔ بادشاہ گلبرگہ شریف میں زیارت کر کے اور وہاں کے مجاوروں کو بیس ہزار روپیہ دے کے اور ایک ہفتہ قیام کر کے ظفر آباد بندر کی طرف آیا۔ بیس روز یہاں قیام کیا پھر پیش خیمہ کو حیدر آباد روانہ کیا۔

## ابوالحسن کا خبر سن کر پریشان حال ہونا:

اس خبر کے سننے سے ابوالحسن کی جان نکلی۔ اُس نے سخن دان نوکروں کے ساتھ اطاعت و عفو جرائم کی التماس کے عریضے اور تحائف و ہدیے روانہ کیے۔ یہ نہ جانا کہ باراں بے محل ندہد نفع کشت را۔ بادشاہ نے اس کے عریضہ کا جواب سپاہ کی زبان شمشیر کے حوالہ کیا اور سعادت خاں پاس جو فرمان بھیجا اس میں ابوالحسن کی تقصیرات کی بابت لکھا کہ اس بدعاقبت کے افعال قبیح احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ ان میں سے سو میں ایک اور بہت میں سے تھوڑے شمار کیے جاتے ہیں۔ اول ملک اور سلطنت کا اختیار کافر فاجر ظالم کو دینا اور سادات و مشائخ و فضلاء کو منکوب و مغلوب کرنا اور فسق و فجور کا افراط سے علانیہ رواج دینے میں کوشش کرنا اور خود ریاست کی بادہ پرستی اور دولت کی بدمستی میں انواع کبائر میں شب و روز مستغرق ہونا بلکہ کفر و اسلام میں اور ظلم و عدل میں اور فسق و عبادت میں فرق نہ کرنا اور کفار حربی کی اعانت میں اصرار کرنا اور اپنے تئیں عدم اطاعت اوامر و مناہی الٰہی میں خصوص مادہ منع معاونت دار الحربی میں کہ نص جلی کلام مجید میں بتاکید واقع ہے۔ خلق و خالق کے نزدیک مطعون ہونا۔ چنانچہ مکرر اس باب میں میں نے فرامین نصیحت آمیز آداب داں آدمیوں کے ہاتھ بھیجے تو بھی پنبہ غفلت گوش سے نہ نکالا۔ بلکہ اس پر طرہ یہ ہوا کہ سنبھا کو لاکھ ہون بھیجے جس کا حال ہم نے سنا۔ باوجود اس غرور مستی بادۂ ناکامی اپنے افعال اور اعمال کی برائی پر نظر نہ کرنی اور دونوں جہاں میں رستگاری کا امیدوار ہونا ع زہے تصور باطل زہے خیال محال۔ جب ابوالحسن بالکل مایوس ہوا تو بادشاہی لشکر سے لڑنے کے لیے شیخ منہاج و شرزہ خاں و مصطفیٰ خاں لاری اور سرداروں کو بھیجا اور رخصت کے وقت یہ ارشاد کیا کہ تا مقدور بادشاہ کو زندہ گرفتار کریں اور اعزاز کے ساتھ لائیں تو امراء نے کہا کہ عالمگیر کی طرف سے ہمارا دل و جگر اخگر بن رہا ہے۔ فتح پانے کے بعد ہم سے اس کی عزت نہیں ہو سکے گی۔ جب بادشاہ حیدر آباد سے دو منزل پر آیا تو دکن کے بعضے دار چالیس پچاس ہزار سوار لشکر شاہی سے بے فائدہ دور پڑے رہے۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بیجاپور کی تسخیر کے بعد ابراہیم گڑھ کے محاصرہ کے لیے مامور ہوا تھا۔ اس کی عرضداشت مع قلعہ کی طلائی کنجی

کے مژدہ فتح کے ساتھ آئی اور اُس نے لکھا کہ میں ایلغار کر کے حضور کے پاس روانہ ہوا۔

## بادشاہ کا قلعہ گولکنڈہ کے قریب خیمہ زن ہونا اور دیگر حالات:

24 ربیع الاول 1097ھ کو بادشاہ قلعہ گولکنڈہ سے ایک کروہ پر خیمہ زن ہوا جس سے اُس سرزمین میں ایک تہلکۂ عظیم پڑ گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مورچال تقسیم ہوں اور اسباب قلعہ گیری فراہم ہوں۔ قلعہ کے برج و بارہ توپوں کے گولوں سے ڈھائے جائیں اور دمدمے بنائے جائیں۔ بادشاہ نے پیہم سنا کہ لشکر کی اطراف میں ابوالحسن کی فوج شوخی سے پیش آتی ہے اس کی تنبیہ کے لیے امراء مامور ہوئے۔ دونوں فوجوں میں مقابلہ و مقاتلہ کا مصافحہ و معانقہ ہوا۔ قلعہ کے اوپر سے بھی گولے اور بان برسنے شروع ہوئے۔ خواجہ ابوالمکارم شاہ عالم کے لشکر میں زخمی ہوا۔ دونوں طرف کے آدمی مارے گئے۔ بادشاہی لشکر نے بہادری کر کے دکنیوں کو بھگا دیا۔ جب فیروز جنگ آ گیا تو مورچالوں اور دمدموں اور تقسیم اخراج کا اور مصالح کی گرد آوری کا انتظام خوب ہو گیا۔ قلیج خاں بہادر پدر فیروز جنگ کے دائیں ہاتھ میں گولہ لگا۔ دو تین روز بعد اس کا انتقال ہوا۔

## شہزادہ محمد اعظم کا مقید ہونا:

بیجاپور کے محاصرہ میں شاہ عالم سے بادشاہ بدگمان ہوا تھا اب گول کنڈہ کے محاصرہ میں شاہ عالم سے جانب راست کا تعلق تھا۔ ابوالحسن محبت آمیز خفت انگیز پیغام اور تحفے اور ہدیے اس کے پاس بھیجتا کہ وہ کسی طرح سے بادشاہ سے اس کی عفو تقصیرات کرا دے۔ شاہ عالم یہ جانتا تھا کہ دونوں صورتوں صلح و جنگ میں میرے استصواب سے انفصال ہو اور بحد مقدور میں ابوالحسن کو اپنا مرہون احسان کروں۔ فتنہ جُو اور واقعہ طلب آدمیوں نے اس پیام سے اطلاع پا کر بادشاہ کے کان میں اس کو بہت آب و تاب سے پہنچایا اور شاہ عالم اپنی بیوی نور النسا بیگم پر بسبب اس کی حسن و صورت و لیاقت کے فریفتہ تھا جس سے اس کی سوکنیں جلتی تھیں۔ اُنھوں نے اس کی نسبت بادشاہ سے کہہ دیا کہ وہ ابوالحسن اور شاہ عالم کے درمیان پیغام و سلام کا واسطہ ہے اور لباس بدل کر قلعہ گولکنڈہ میں عہد پیمان کے لیے جاتی ہے۔ یہ ٹھہرا ہے کہ ابوالحسن کے بارہ میں بادشاہ زادہ کی التماس پر بادشاہ صلح کو منظور نہ کرے تو ابوالحسن کی رفاقت شہزادہ کرے۔ اعظم شاہ کے بعض ہمدموں نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ شاہ عالم قلعہ کے جانے کے فکر میں ہے۔ رفتہ رفتہ قلعہ گولکنڈہ میں بوساطت خفیہ نویس مورچال کے جو نوشتجا سمجھے جاتے تھے وہ فیروز جنگ کے ہاتھ میں پڑے۔ ان امارات بے اخلاصی نے



اثبات مدعا پر گواہی دی۔

## خان کا بادشاہ کو حقیقت حال سے باخبر کرنا:

خان ایک رات کو اپنے مرحلہ سے حضور میں آیا۔ اُس نے ان نوشتوں کو بادشاہ کو دکھلایا۔ بادشاہ نے حیات خاں و خواجہ ابوالمکارم سے جو شاہ عالم کے بڑے مقرب نوکر تھے اصل حال پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ شہزادہ کا ارادہ کوئی فاسد نہیں ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کی التماس سے ابوالحسن کا قصور معاف یا اس کی سعی سے قلعہ فتح کیا جائے حیات خاں نے بہت دلائل سے بادشاہ زادہ کی بے تقصیری ظاہر کی مگر بادشاہ کے دل سے سوءِ ظن اس کی طرف سے دور نہیں ہوا۔ 18 ربیع الثانی 1097ھ کو شاہ عالم اور اُس کے بیٹے محمد عظیم کو ایک مکان میں بلا کر مقید کیا۔ ہتھیار لے لیے اور سارے کارخانے شہزادہ محمد معظم کے سرکار میں ضبط ہو گئے۔ اُس کا منصب چھن گیا، اس کی جاگیر اور جاگیرداروں کو دی گئی۔ نور النساء بیگم مقید ہوئی کہتے ہیں کہ جب بادشاہ نے یہ کلام کیا تو محل میں کہا کہ میں چالیس برس کی محنت کو خاک میں ملاتا ہوں۔ اب شہزادہ کی قید سے خلاصی کا حال آئندہ لکھا جائے گا۔

## قلعہ گولکنڈہ کا محاصرہ:

محاصرہ گولکنڈہ میں ہر روز اور ہر ہفتہ میں مورچال بڑھتے جاتے تھے۔ ایک دن لشکر شاہی سے شیخ نظام و مصطفیٰ خاں لاری عرف عبدالرزاق بڑی شوخی سے پیش آئے اور عجب زد و خورد ہوئی اور کشور سنگھ ہاڑہ کے زخم کاری لگا اور گھوڑے سے گرا اور راجپوتوں کی ایک جماعت قتل ہوئی اور چند نامور کئی بھی قتل و زخمی ہوئے اور اس قدر دکنیوں نے لشکر شاہی پر ہجوم کیا کہ اُس کو اپنے مردوں کی لاشوں کو نہ اُٹھانے دیا۔ مگر آخر کو لشکر شاہی کی کوشش سے دکنی فرار ہو گئے۔ شیخ منہاج اور شیخ نظام اور اکثر ملازم ابوالحسن کے بادشاہ کے پاس چلے آئے اور ان کو عمدہ خطاب اور منصب مل گئے۔ محمد ابراہیم کہ شہزادہ سے آ کر ملا تھا اس کو مہابت خاں کا خطاب اور ہفت ہزاری شش ہزار سوار کا منصب ملا۔ وہ سب سے زیادہ قلعہ کی فتح میں کوشش کرتا تھا۔ شیخ نظام کو تقرب خاں کا خطاب اور شش ہزاری پنج ہزار سوار کا منصب ملا۔ ابوالحسن کا اول سے آخر تک خیر خواہ اور ہمراہ مصطفیٰ خاں لاری عرف عبدالرزاق رہا۔ محاصرہ کا امتداد ہوا۔ قلعہ میں بہت ساذخیرہ و باروت و اسباب توپ خانہ تھا۔ شبانہ روز برابر قلعہ کے درو دیوار اور برج و بارہ سے گولہ توپ و گولہ تفنگ و بان و حقہ آتشبار برس رہا تھا۔

بہت آتشباری اور دھوئیں کے اُٹھنے سے رات دن میں فرق نہیں معلوم ہوتا تھا اور بادشاہی لشکر کے نامی آدمی زخمی اور قتل ہوئے۔ فیروز جنگ اور صف شکن خاں وعزت خاں ومہابت خاں سب سے زیادہ جانفشانی کرتے تھے۔ مورچال کو خندق کے کنارہ تک پہنچایا۔ یہ کام ایک سال میں ہونا مشکل تھا۔ اُنھوں نے ایک ماہ چند روز میں کر دیا اور خندق کے پُر کرنے کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ اول خود عالمگیر نے وضو کر کے کیسہ کرپاس کو خاک کے پُر کرنے کے لیے اپنے ہاتھ سے سیا۔ بڑے بڑے اونچے دمدمے بنائے گئے اور ان پر بڑی بڑی توپیں قلعہ کے محاذی چڑھائی گئیں۔ جنھوں نے حصار کے ارکان کو بلا دیا۔ لیکن غلہ کی گرانی اور کمیابی اس مرتبہ پر ہوئی کہ اکثر صاحب ثروتوں کے حوصلے بگڑ گئے اور جو بیچارے بے بضاعتوں پر گزرا وہ بیان نہیں ہوسکتا۔ اس سال کی ابتدا میں گلزار دکن میں بارانی کی کمی کے سبب سے خوشہ جوار وباجرہ کہ خریف کی عمدہ جنس ہے اور اس ملک کے غربا کی غذا کا مدار ان ہی پر ہے ابھی اطفال نبات کے گلو سے نکلے نہ تھے کہ خشک ہو گئے۔ اور فوج کشی اور کمی باران کے سبب سے شالی کی کشت وکار نہ ہوئی جس پر حیدر آباد کے آدمیوں کی زیست کا مدار ہے۔ دوم یہ کہ دکنیوں اور سنبھا کی فوج جو حیدر آباد کی مدد کے لیے اطراف لشکر میں تاخت کرتی تھی وہ رسد غلہ کے پہنچنے کی مانع ہوئی اور وبا کا اثر بھی بندگانِ خدا کے ہلاک کرنے میں معاون ہوا۔ ان حوادث سے ایک عالم تلف ہوا۔ بہت سے گرسنگی وبے برگی کی تاب نہ لاکر ابوالحسن کے پاس چلے گئے۔ بعض نے خفیہ نفاق کر کے محصوروں کی معاونت کی۔ جب ایام محاصرہ پر امتداد ہوا تو بادشاہ زادہ محمد اعظم کو جو شاہ عالم کے نفاق کے سبب سے اُجین اور اکبر آباد کے انتظام کے لیے بھیج دیا گیا تھا وہ برہان پور میں پہنچا تھا کہ بادشاہ نے اُسے بلا لیا۔ محمد اعظم کے آنے کے بعد گرانی غلہ زیادہ ہوئی تو میرزا یا علی رسد غلہ کا داروغہ مقرر ہوا اُس نے یہ سمجھ کر کہ مجھ سے اس کا اہتمام نہ ہوگا انکار کیا اس پر شہزادہ محمد اعظم نے کہا کہ اس پاجی کا کیا یارا ہے کہ ولی نعمت کے حکم سے انکار کرے۔ اس کو بادشاہ نے دیوان سے خارج کر دیا۔ عبدالکریم کو یہ کام سپرد ہوا اب گرانی کی صعوبات یہ تھیں کہ بادو باران وپانی کی طغیانی کے سبب مزید مصائب کا اضافہ ہوا۔



# اکتیسویں سالِ جلوس کے حالات وواقعات 1098ھ

## قلعہ گولکنڈہ کی فتح:

اواخر ماہ ذیقعدہ شروع سال سی ویکم 1098ھ کو روح اللہ خاں نے رنمست خاں افغان پنی کے وساطت سے عبداللہ خاں سے پیغام سلام شروع کیے۔ ابوالحسن کا بڑا معتبر نوکر عبداللہ خاں تھا اور اس دروازہ پر صاحب اختیار تھا جس کو کھڑکی کہتے ہیں۔ ایک پہر رات باقی تھی کہ روح اللہ خاں، مختار خاں و رنمست خاں وصف شکن خاں وخواجہ مکارم زینوں پر دمدمہ کے اوپر سے اور ان راہوں سے جو توپوں کی ضرب سے شکستہ ہو گئیں تھیں عبداللہ خاں پنی کے اشارہ سے حصار میں داخل ہوئے۔ بادشاہ زادہ محمد اعظم اپنی فوج کے ساتھ ہاتھی پر سوار دروازہ کی طرف آکر فتح الباب کا منتظر رہا۔ ان لوگوں نے قلعہ کے اندر جاکر دروازہ کھولا۔ قلعہ کے مفتوح ہونے کا آوازہ بلند ہوا۔ عبدالرزاق لاری نے حق نمک ادا کیا۔ تھوڑے ہی آدمیوں سے بادشاہی لشکر سے خوب لڑا اور زخموں سے چور چور ہوا۔ موت نہ آئی تھی کہ اُس کو حسین بیگ کے گھر میں لوگوں نے پہنچا دیا۔

## قلعہ گولکنڈہ کی تسخیر کے آثار اور ابوالحسن کے حوصلوں کی پختگی:

جب ابوالحسن کو اس کی خبر ہوئی اور اندر اور باہر سے جزع وفزع کی آواز بلند ہوئی تو ابوالحسن نے خدمۂ محل کی تسلی میں کوشش کی اور ان سے رخصت ہوکر اپنے مکان خاص میں آیا اور مسند پر مہمانہائے ناخواندہ کے انتظار میں بیٹھا۔ کھانے کا وقت اس کا آگیا تھا اس لیے اُس نے بکاول پر تاکید کی۔ روح اللہ خاں وبختیار خاں اور نامبردہ آئے تو زبانی سلام علیک میں سبقت کی۔ وقار سلطنت کو ہاتھ سے نہیں دیا سب کے سلام کا جواب خودداری اور تعظیم کے ساتھ دیا۔ اور ہر ایک سے گرم جوشی وفصاحت کلام سے متکلم ہوا۔ عقلاء تجربہ کار نے کہا ہے کہ جب برگشتہ اختر صاحب زرتوں کو خیل حوادث سے لیل ونہار سروکار پیکار رونما ہوتا ہے تو وہ حوصلۂ برداری کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ رضا وتسلیم کو اختیار کرتے ہیں۔ صبح تک باہم صحبت بے نفاق رہی۔ بکاول نے دسترخوان بچھایا۔ اُس نے امراء کو دعوت دی۔ ایک دو اُس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔ روح اللہ خاں نے عرض کیا، مجھے تعجب ہے کہ آپ سے اس تشویش میں کھانا کس طرح کھایا جاتا ہے۔ ابوالحسن نے جواب دیا کہ تم نے جو بات کہی وہ جمہور کا طریقہ ہے لیکن میرا اعتقاد اس خدا سے یہ ہے کہ جس نے

تجھے اور شاہ و گدا کو پیدا کیا ہے کہ وہ کسی وقت و حالت میں اپنی نظر لطف کو بندہ سے باز نہیں رکھتا ہے اور رزق مقسوم اس کو پہنچاتا ہے اگر چہ میرے بزرگوں کے جد پدری مادری نے ہمیشہ رفاہ اور آبرو کے ساتھ زندگی بسر کی ہے مگر کچھ دنوں مصلحت پروردگار کا اقتضاء یہ تھا کہ پندرہ سولہ برس تک میں فقیری کے لباس میں رہا پھر خدا نے مجھ عاجز پر وہ فضل کیا کہ جس کا مجھے یا دوسروں کو سان و گمان بھی نہ تھا۔ ایک ساعت واحد میں میرے لیے بادشاہی کا سامان تیار کر دیا۔ الحمد للہ کہ میرے دل میں کوئی ہوس اور آرزو باقی نہیں۔ لاکھوں روپے بخشے اور کروڑوں خرچ کیے۔ اب سلطنت میں بعض اعمال ناشائستہ مجھ سے ایسے سرزد ہوئے کہ اس کے مکافات میں خدا نے نظر لطف کو مجھ سے اُٹھالیا پھر بھی میں شکر کرتا ہوں کہ چند سال کی زینت کے لیے عالمگیر دین دار کے ہاتھ میں میرے اختیار کی لگام دی ہے۔ پھر وہ مروارید کی مالائیں گردن میں ڈال کر امراء کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا۔ شہزادہ محمد اعظم دروازہ پر ایک چھوٹے خیمے میں اُترا ہوا تھا اس کے پاس ابوالحسن گیا اور خوشی سے مروارید کی مالہ کہ اس کی گردن میں تھی اُتار کر نذر دی۔ شہزادہ نے قبول کی اور پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر اس کو تسلی دی اور اُس کو بادشاہ کی خدمت میں لایا۔ بادشاہ نے بھی اس کی عزت کی اور دولت آباد میں بھیج دیا اور اس کے احوال ضروری کے لائق خوراک و پوشاک و خوشبوئیں مقرر کر دیں کہ وہ فراغ بالی سے اپنی زندگی بسر کرے۔ اس کے بعد ابوالحسن اور اس کے امیروں کے مال کے ضبط میں متصدیان شاہی مشغول ہوئے۔ عبدالرزاق بالکل بے ہوش تھا کہ اس کو روح اللہ خاں کے پاس لائے۔ جب صف شکن خاں کی نظر اس پر پڑی تو اُس نے کہا کہ یہ وہی لاری ناپاک بے ادب ہے اس کا سر کاٹ کے دروازے پر لٹکانا چاہیے۔ روح اللہ خاں نے کہا کہ مردہ کا سر جس کی امید حیات اصلا نہیں ہے بے حکم کاٹنا مروت سے دور ہے۔ اس کی حقیقت بادشاہ سے عرض کی گئی۔ بادشاہ نے اس کے علاج کے لیے فرنگی اور ہندوستانی جراح مقرر کیے اور بادشاہ نے روح اللہ خاں سے کہا کہ اگر ابوالحسن کے پاس کوئی دوسرا نمک حلال نوکر عبدالرزاق جیسا ہوتا تو قلعہ کی فتح میں بڑا عرصہ لگتا۔ جب کچھ عبدالرزاق میں جان آئی تو بادشاہ نے اُس کو کہلا بھجوایا کہ میں نے تمھاری ساری تقصیرات معاف کیں اور پسر کلاں عبدالقادر کو اور بیٹوں کو جو لائق نوکری ہوں بھیج دو کہ منصب سے سرفراز ہوں اور باپ کی طرف سے تقصیرات کی تسلیمات بجالائیں۔ جب یہ پیغام اس بہادر نمک حلال کے پاس پہنچا گو زبان میں لکنت تھی اس حال میں بھی اُس نے جواب دیا کہ میں قدر دانی کے آداب و شکر کی



تقدیم کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میری سخت جان ابھی تک نہیں نکلی ہے اس حال میں حیات کی امید رکھنا خیال محال ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندگی عطا کی تو بھی مراسم نوکری کی تقدیم مجھ سے مشکل ہے اور اگر نوکری بھی کر سکوں تو جس شخص کے گوشت و پوست نے ابوالحسن کے نمک سے پرورش پائی ہو وہ عالمگیری کی نوکری نہیں کر سکتا۔ عالمگیر نے یہ سن کر فرمایا کہ جب وہ اچھا ہو جائے تو اس کا حال عرض کیا جائے۔ جب وہ اچھا ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے نوکری کے لیے کہا، انکار کیا۔ بادشاہ نے اس کو اور اس کے بیٹے کو قید کرنے کا حکم دیا تو نوکری قبول کی۔

## گولکنڈہ قلعہ کی فتح پر ابوالحسن کے مال کی ضبطی:

ابوالحسن کا جو مال ضبط ہوا اس کی تفصیل یہ ہے 68 لاکھ 51 ہزار ہون اور 2 کروڑ 53 ہزار روپیہ کل تخمیناً چھ کروڑ اسی لاکھ دس ہزار روپیہ اور اس کے سوا جواہر و مرصع آلات و ظروف طلا و نقرہ۔ جمع اس کے ملک کی ایک ارب 15 کروڑ تیرہ لاکھ دام دفتر میں لکھے تھے۔ تاریخ فتح عبدالکریم نے (فتح قلعہ گولکنڈہ مبارک باد) کہی۔ بادشاہ کو پسند آئی۔

## ولایت سکھر (سکر) کی فتح:

جب بادشاہ نے حیدر آباد کی ولایت وسیع کو ضبط کر لیا اور اس کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا اور اطراف و جوانب میں ناظم و ضابط بھیج دیے، حیدر آباد کے نوکر تسلیم بجالائے اور ان کو بقدر حالت سرفراز کیا تو ولایت سکھر کی تسخیر کا قصد کیا جو بیجاپور اور حیدر آباد کے درمیان واقع ہے۔ وہاں پیدیا پر یہ نائک قوم دھیڈہ کئی پشتوں سے حکومت رکھتا تھا اور بارہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ کا سردار تھا۔ بڑے بڑے مضبوط قلعے اس کے پاس تھے۔ اس کا مسکن حصانت میں بڑا مشہور تھا۔ بیجاپور اور حیدر آباد کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رکھتا تھا۔ کوئی مسلمان اس کا استیصال نہیں کر سکا بلکہ مسلمانوں نے اس کو اپنا معاون اور روز بد میں کام آنے والا جانا۔ جب بیجاپور کا محاصرہ ہو رہا تھا تو رسد کے مارنے کے لیے چھ ہزار جنگی پیادوں کا لشکر بھیجا تھا جس کو فیروز جنگ نے قتل اور اسیر کیا تھا اور جب حیدر آباد کا محاصرہ ہوا تو پھر اُس نے مکرر وہی حرکت کی جو پہلے کر چکا تھا۔ غرض بارہ ہزار سپاہ وہ بادشاہ کی رسد کے روکنے کے لیے بھیج چکا تھا تو بادشاہ نے ایک لشکر بسر کردگی خاں مراد خاں خلف روح اللہ خاں تعین کیا کہ اُس کے ملک کو تاخت و تاراج و خراب کرے۔ خانہ زاد خاں اس کے ملک میں آیا اور لشکر کے اطراف کے معموروں کو ویران کیا۔ اور قلعہ گولکنڈہ کی تسخیر کی خبر پھیلی تو وہ خواب پندار

سے بیدار ہوا اور اُس نے کہا کہ ملک مالک الملک کو سپرد کرتا ہوں اور بادشاہ سلاطین پناہ کی اطاعت کرتا ہوں۔ میری عزت میں فرق نہ آئے اور میری جان بچ جائے۔ خان مذکور نے بادشاہ کے حکم سے اس کے خان و مان کی حفاظت کی اور پرکاہ اس کا ضائع نہ ہونے دیا۔ وہ قلعہ سے باہر خاں سے ملنے آیا۔ دوم صفر 1099ھ کو اولیائے اسلام کو قلعہ سپرد کیا۔ خان زادہ خاں نے اس دیار میں جس میں کسی نے اذان کی آواز نہیں سنی تھی بانگ صلوٰۃ اور اذان کو بلند کیا اور قلعہ کے پہاڑ پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور بادشاہ کے حکم سے یہاں کی قلعہ داری ایک بندۂ شاہی کو سپرد کی اور پریہ کو ساتھ لے کر حضور میں آیا۔ 2/ربیع الاول 1099ھ کو پریہ بادشاہ کا قدم بوس ہوا اور بہ تقاضاء مصلحت اس کو پنج ہزاری چار ہزار کا منصب ملا تھوڑے دنوں کے بعد وہ مر گیا۔ بڑا بدصورت تھا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹوں اور اقرباء کو مناسب مناصب پر مقرر کیا اور سکھر کا نام نصرت آباد رکھا اور اس کو ممالک محروسہ میں داخل کیا۔

## بادشاہ کا دارالجہاد حیدرآباد سے دارالظفر بیجاپور کو جانا:

باوجودیکہ حیدرآباد کی آب و ہوا بادشاہ کے مزاج کے ناموافق تھی مگر بادشاہ وہاں گیا جہاں جہاں بانی کا نتیجہ پیدا ہوتا تھا اس کو منظور تھا کہ سنبھا کو سزا دے۔ سکندر اور ابوالحسن کے ساتھ وہ موافقت رکھتا تھا۔ ماہ ربیع الاول 31 جلوس کو بیجاپور کی طرف چلا۔ خان بہادر فیروز جنگ کو 25 ہزار سواروں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ مسعود حبشی سے قلعہ ادونی کو تسخیر کرے۔ یہ حبشی سکندر عادل شاہ کے باپ کا غلام تھا۔ جب عادل شاہی دولت میں خلل پڑا تو اُس نے اُس کے صاحبزادہ کے ساتھ کافر نعمتی کو برائے نام اس کو حاکم بنائے رکھا۔ اور عمدہ خزائن و دفائن واقتعہ گزیدہ و جواہر نفیسہ خود قلعۂ مذکور میں لے جا کر قلعہ بند ہوا۔ بادشاہ نے شہزادہ محمد اعظم کو سنبھا کے استیصال کے لیے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور خود بادشاہ 14/ربیع الآخر کو ظفرآباد بیدر میں آیا۔ ابوالحسن جس نے پندرہ برس کی حکومت میں کبھی سفر نہ کیا تھا اس کو ہر روز سواری کرنا دشوار تھی وہ اس عرصہ ایک کروہ مسافت طے کر کے محمد نگر میں آیا تھا۔ اُس نے گوشہ نشینی کی التماس کی۔ حکم ہوا کہ خان بہادر خاں اس کو دولت آباد میں پہنچا دے اور کار پرداز اس کے خورد و خواب کا اسباب دُنیا جو ناز پروردوں کے لیے مقرر کیا۔
کے لیے ضروری ہے مہیا کر دیں اور پچاس ہزار روپیہ سالانہ ان ضروری اسباب کے لیے مقرر کیا۔
سوم جمادی الاولیٰ کو بادشاہ گلبرگہ میں آیا سات روز قیام کیا اور 22/ماہ مذکور کو بادشاہ بیجاپور میں آیا



ہر صنف کے مساکین اور فقراء و گوشہ نشین جو شہر اور اُس کے نواحی کی برہم زدگی سے نہایت محتاج ہو گئے وہ اس کم بخت حالت سے نکلے اور دل خواہ جمعیت ان کو حاصل ہوئی۔ بادشاہ نے بہت سے خستہ دلوں کو آسودہ کیا۔

## نعمت خاں عالی کا وقائع و خافی خاں:

نعمت خاں عرف میرزا محمد جس کا آخر کو خطاب دانشمند خاں ہوا وہ اس عہد عالمگیری کے سخندوں میں سے ایک تھا۔ نظم و نثر و اکثر علوم عقلی اور نقلی سے بہرۂ تام رکھتا تھا۔ اُس نے محاصرہ حیدرآباد کا حال لکھا ہے جس کا نام وقائع نعمت خاں عالی مشہور ہے۔ شوخی طبع کے سبب سے اس کا کلام ہجو و ملیح و بذلہ گوئی سے خالی نہیں۔ ضلع جگت پھبتی پھکڑ کا اس میں بڑا مزہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب عالمگیر کو اس کی خبر ہوئی کہ اس طرح کے وقائع روزانہ نعمت خاں لکھتا ہے تو اس کے خیمے کو گھیر لیا اور ان صندوقوں کو بادشاہ نے پھینکوا دیا جن میں یہ وقائع تھے۔ چند وقائع جو یاران جلسہ نقل کر کے لے گئے تھے وہ باقی رہے۔

## اس لڑائی پر خافی خان کا تبصرہ:

خافی خاں نے بھی اس لڑائی کو بڑی آب و تاب سے لکھا ہے اور نعمت خاں عالی کے وقائع کی عبارتوں کو بہت نقل کیا ہے جس سے وہ نعمت خاں کا بھائی بنا ہے۔ گو اس کا بیان نعمت خاں جیسا فحش نہیں ہے مگر پھر بھی پایۂ تاریخی سے ساقط ہے۔ یہ دونوں ابوالحسن کی قابلیتوں اور لیاقتوں کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ کہیں لکھا ہے کہ ابوالحسن تانا شاہ نے بادشاہ سے کہلا بھجوایا کہ پانچ چھ لاکھ تھیلے زر کے مجھ سے لے لیجئے اور فوج کو بھوکا نہ مرنے دیجئے۔ بادشاہ نے اس کے جواب میں کلمات ناصواب کہے۔ کہیں لکھا ہے کہ قاضی شیخ الاسلام سے بادشاہ نے حیدرآباد اور بیجاپور کی مہم کے جواز کا استفسار کیا تو اُس نے خلاف مرضی جواب دیا اس لیے وہ حج کو جس کا مدت سے اس کا ارادہ تھا چلا گیا۔ عبداللہ اس خدمت پر مقرر ہوا اُس نے عرض کیا کہ ابوالحسن مسلمان ہے اور حکم کی اطاعت کرتا ہے۔ محاصرہ اور جنگ کے سبب دونوں طرف مسلمانوں کی ایک جماعت قتل ہوتی ہے اگر اس کے گناہ اعمال پر قلم عفو کھینچی جائے۔ تو بحکم الصلح خیر، قتال و جدال موقوف ہو جائے۔ شریعت کے ان مسلمانوں کے حال پر ترحم بے جا نہیں ہوگا۔ اس بے جا عرض کے جواب میں اُس کو حکم دیا کہ دربار میں پھر سے کو نہ آئے۔ خافی خاں و نعمت خاں دونوں سخت شیعہ ہیں مذہب اُن کو سنت جماعتوں

کے کام کے بُرے رخ کو دکھاتا ہے اور اچھے رخ کو چھپاتا ہے اس لیے اگر اہل سنت کا وہ کوئی بھلا کام بھی لکھتے ہیں تو اس میں ایک رخنہ نکال دیتے ہیں۔ خافی خاں نے قسم کھائی ہے کہ عالمگیر کا کوئی کام ایسا نہ لکھے جس میں تزویر و مکر و فریب نہ ہو کوئی اہلکار شاہی اس کا ہم مذہب ہوتا ہے تو اس کی ستائش کا طومار باندھتا ہے۔ آگے ہم مرہٹوں اور بادشاہ کے معاملات اور بعض اور مقدمات کو انگریزی تاریخوں سے نقل کرتے ہیں جس سے بالا جمال حال معلوم ہو جائے گا۔ پھر اس کی تفصیل فارسی تاریخوں سے کرتے ہیں۔

## ان فتوحات کا اثر اور دکن کی بے انتظامی:

ان فتوحات سے اورنگ زیب کا گل مراد شگفتہ ہوا مگر اس کے مرتے ہی پژمردہ ہو گیا۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کو یوں خاک میں ملانا اور اس کو ممالک محروسہ میں شامل کرنا عقل دور اندیش کا کام نہ تھا کہ ان سلطنتوں کے سبب سے دکن میں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی اور ان کے سبب سے امن امان اور خاصہ انتظام رہتا تھا۔ مرہٹوں پر اسلام کا رعب داب تھا۔ جب وہ برباد ہو گئیں تو اس کے متعلقین خواہ خواص خواہ عوام پراگندہ اور منتشر ہو گئے۔ پٹھانوں اور بیگانہ ملکوں کی سپاہ نے تو بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور جو افسروں میں سے اپنے آقاؤں سے بے وفا بن کر یا بیکار ہو کر بادشاہ کی خدمت اور ملازمت میں آئے اُن کے دل بڑھانے اور درجے چڑھانے کے لیے بادشاہ کو اپنے موروثی کار پرداز موقوف کرنے پڑے اور باقی سپاہ اور افسر یا تو سنبھاجی سے جا کر مل گئے یا بجائے خود قزاقی اور راہزنی کا پیشہ اختیار کیا۔ اسی طرح فساد اور نزاعوں کا دکن گھر بن گیا۔ دور دور کے زمیندار اپنی خود مختاری کے لیے موقع تکتے رہتے اور مرہٹے جو جو لڑائیاں اور قزاقیاں کرتے اُن میں ان کے رفیق بننے کو تیار رہتے کیونکہ وہ مرہٹوں ہی کو اپنے ان افعال کا حامی اور مددگار جانتے تھے۔ اُن ہی کی ذات کو سرکشی کا بانی سمجھتے تھے۔ اب یہ کیفیت تو دور کے زمینداروں کی تھی اور جو زمیندار کہ زیر طناب ہی بستے تھے وہ بادشاہ کی حکومت سے ناراض تھے۔ اور بادشاہ کے تعصب مذہبی سے ہندوؤں میں بھی ایک جوش مذہبی پیدا کر دیا۔ اِن وجوہ سے دکن کی فتح کا سہرہ بادشاہ کے سر پر چڑھا تھا کناروں کا ہار اُس کے گلے میں پڑا تھا جس نے آخر اپنے زخموں سے گور میں اس کو پہنچایا۔

## فتوحات دکن سے جو فائدے بادشاہ کو ہوئے:

حال میں جو فتوحات نصیب ہوئیں اُن سے بادشاہ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ 1688ء میں



بیجاپور اور گولکنڈہ کی ساری قلمرو بلکہ اُن ریاستوں پر بھی جو جنوب میں اُنہوں نے فتح کیں قبضہ کیا اور ساہوجی کی جاگیر واقع میسور کو بھی دبا لیا اور دن کاجی کے علاقہ کو تنجور تک محدود رکھا۔ اور سیواجی نے جو اپنے آخر وقت میں ملک فتح کیے تھے ان میں سے سب مرہٹوں کو مجبور کر کے نکال دیا۔ وہ اپنے پہاڑی قلعوں میں جا بیٹھے۔ اگرچہ بادشاہ نے سپاہیانہ اس ملک فتح کو فتح کر لیا مگر اس کے بندوبست اور انتظام کا نقشہ خوب نہ جما۔ چنانچہ اضلاع میں محاصل کا ٹھیکہ دیس مکھیوں اور زمینداروں کو دیا جاتا اور اُن کی حکومت افسران جنگی کے سپرد ہوتی اور ان کو چوتھ محاصل خرچ تحصیل کے لیے دی جاتی۔ جو روپیہ وصول ہوتا تھا اُس میں سے یہ افسر اپنی فوج کی تنخواہ منہا کر کے باقی روپیہ بادشاہ کے پاس بھیجتے تھے اور اگر یہ اضلاع بعض اور افسروں کی تنخواہ میں کسی معیاد مقررہ تک جاگیر میں دے دیے جاتے تو وہ روپیہ بھی بادشاہ کے پاس نہ بھیجا جاتا۔ یہ افسر لے لیتے اور اکثر یہی ہوتا۔ سیواجی کے کپوت سنبھاجی اپنے محلوں میں پڑے مستیاں کرتے رہے۔ اور اورنگ زیب کی ان فتوحات کو دیکھا کہ مرہٹے تو اُس کی کاہلی اور سستی کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ اُس کے وزیر پنڈت کوشانے اس پر سحر کر دیا تھا مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ مغربی ساحل کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حسد اور سازشوں اور فسادوں سے نہایت عاجز اور پریشان تھا۔ عیاشی اور مے نوشی کی کثرت سے الا ماشاء اللہ جسمانی ضعیف ہو گئے تھے۔ ایک نامرد اور بیہودہ وزیر کے مشوروں کا ایسا غلام بن رہا تھا کہ اُس کی اور اُس کی تمام قوم کی چستی اور چالاکی تیزی پھرتی یہ سب ٹھنڈی ہو گئی تھیں۔ اگر ایسے وقت میں سیواجی زندہ ہوتا تو وہ دس بارہ گھنٹے میں سارے دکن کو مغلوں کے مقابل میں کھڑا کر دیتا۔ کیا وہ بیجاپور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کے ساتھ نہ ہوتا کیا وہ انگریزوں اور پرتگیزوں سے مدد نہ لیتا۔ وہ سیدی کو اپنا رفیق نہ بناتا۔ کیا وہ میسور کے ہندو راجہ جگ دیو جس کا آج کل اقبال چمکنے کو تھا اس کام میں شریک نہ کرتا کیا وہ اصلی آزاد باشندوں کو لڑائی کے لیے نہ کھڑا کرتا۔ یہ سب وہ ضرور کرتا مگر سنبھاجی نالائق کیا کرتا اُس کے تو خیال میں یہ ایک بات بھی نہ آئی اُس نے دکن کی سلطنت گھر کی آزادی جان بوجھ کر گنوائی۔ شہزادہ اکبر اس کے گھر آتے اور بار بار اپنے باپ کے مغلوب کرنے کی تدبیریں بتلاتے۔ اور اس کے ساتھ سنبھاجی وہ طرز و طریقہ برتتے کہ جس کے سبب وہ شہزادہ اسے چھوڑ کر 1688ء میں ایران کو جائے اس سے زیادہ کیا نالائقی اور کاہلی سنبھاجی کی ہو سکتی ہے (کہتے ہیں یہ شہزادہ ایران میں 1706ء میں مر گیا، شاہ ایران نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی)

## سیوا.جی کے بعد اس کی سلطنت کا انتشار و بدحالی:

سیوا.جی نے جو جنگی اور ملکی انتظاموں کی کل بنائی تھی اب اُس کے سب پرزے ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گئے تھے۔ ایک قلعوں کا پرزہ باقی تھا اور وہ بیکار نہ ہوا تھا۔ مرہٹوں کے پاس جو میدانی ملک تھا اُس پر بادشاہ کا قبضہ ہو گیا تھا اور قلعوں پر محاصرے پڑے تھے۔ اور بعض اُن میں سے چھن بھی گئے تھے۔ اگر سب قلعے چھن جاتے تو مرہٹوں کی سلطنت کا نام بھی نہیں رہتا۔ اُن سب کے نہ چھننے کا یہ سبب تھا کہ باوجود سنبھا.جی کی کاہلی اور سستی کے بعض اُس کے سردار ہاتھ پیر ہلائے جاتے تھے۔ اور بادشاہی لشکر کے مقابلے میں تلوار چلائی جاتی تھی۔

## سنبھا.جی کی نااہلی کا بیان:

یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ اس اولوالعزم اور اکھڑ قوم مرہٹوں نے اپنی بہبود اور فلاح کے لیے سنبھا.جی کو باوجود ان حرکات اور سکنات کے مار کیوں نہ ڈالا۔ اور ایک آدمی کے نہ مارنے سے اپنی قومی ترقی کو کیوں روکا مگر جو کام ان کو خود کرنا چاہیے تھا وہ مرہٹوں کی خوش نصیبی سے بادشاہ کے ہاتھ سے ہوا اور یہ راجہ کہ مرہٹوں کے دیوتا کا پُتر کہلاتا تھا مسلمان بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تو ہندوؤں کا تعصب اور جوش مذہبی بڑے جوش میں آیا اور اُس نے مسلمانوں کو مزہ چکھایا۔ اب اُس کے مارے جانے کی کیفیت یہ ہے کہ شیخ نظام حیدر آبادی مخاطب بہ مقرب خاں بادشاہ کا سردار مغربی بالا گھاٹ پر کولاپور میں رہتا تھا وہ نہایت دلاور اور چست و چالاک اور فنون سپہ گری اور جگر داری میں ماہر تھا اُس نے سنبھا.جی کا عشرت کدہ سنگ میشور کو تحقیق کیا اور ساری اُس کی پیچ دار کوہستانی راہوں سے آگاہ ہوا اور دفعتہً جانباز سپاہیوں کا گروہ لے کر چپ چاپ سنگمیز کے باغ میں کہ پچاس کوس اُس کے دارالقرار سے تھا وہ پہنچا۔ یہاں راجہ صاحب مع اپنے مصاحبوں کے باغ کی گلگشت فرما رہے تھے اور شراب کے نشہ میں چور بیٹھے تھے۔ جب ملازموں نے دیکھا کہ یہ آفت سر پر آ گئی تو راجہ صاحب کے ہرکاروں نے عرض کیا۔ وہ نشہ کے عالم میں مست تھا ایسی کب سنتا تھا اُلٹا ہرکاروں ہی کو للکارا۔ اور اس گستاخی میں اُن کی زبان نکلوائی۔ سر کو تن سے جدا کیا۔ کلوشا پنڈت لڑنے گئے۔ جاتے ہی تیر لگا۔ زخمی ہو کر پکڑے آئے۔ غرض مقرب خاں راجہ اور منتری دونوں کو اونٹوں کی پیٹھ پر کس کر گاجے باجے سے بادشاہی لشکر میں لایا۔ چاروں طرف تماشائیوں کا ازدحام تھا اور لعنت ملامت کا غل شور تھا۔ بادشاہ کے سامنے راجہ آیا اور قید خانہ میں بھجوایا گیا۔ بادشاہ اس کو



جب تک زندہ رکھنا چاہتا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے تمام کوہستانی قلعوں پر قبضہ ہو جائے۔ مگر جب اُس کو بادشاہ نے مسلمان ہونے کا پیغام بھیجا تو سنبھا.جی بھی آخر سیوا.جی کا بیٹا تھا۔ باپ کے قدیمی دشمن کے ہاتھ سے یہ نوبت ذلت اور خواری کی جب پہنچی جس سے مرنا بہتر ہے تو وہ جوش میں بھر آیا اور یہ جواب دلیرانہ دیا کہ بادشاہ سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنی بیٹی بیاہ دے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اُسی پر بس نہیں کی بلکہ دو چار صلوٰتیں خدا اور رسول کو سنا دیں۔ یہ جواب تلخ جب بادشاہ کے کانوں میں پہنچا تو اُس نے مصلحت ملکی سلام بھیجا اور حرارت اسلامی میں آ کر سنبھا.جی کو ایسی بُری گت سے مارا کہ اول اس کی زبان کٹوائی۔ پھر اُس کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروائیں اور گردن اڑوائی۔

## سنبھا.جی کے قتل پر ہندوؤں کا جوش مذہبی:

کلوشا.جی کا بھی کام تمام کیا۔ اگرچہ مرہٹوں کا دل سنبھا.جی سے نفرت کرنے لگا تھا مگر اپنے دیوتا کے بیٹے کا اس بری گت سے مارا جانا وہ دیکھ نہ سکے اور اُن کے غیظ و غضب اور غیرت و حمیت کے جوش کی کوئی حد باقی نہیں رہی۔ غرض اس جان کے جانے سے ان کے عزم مردہ میں جان پھر آئی۔ اور جوش و خروش اور مذہبی ولولے ان کے دلوں میں ایسے پیدا ہوئے کہ پہلے کبھی نہیں پیدا ہوئے تھے۔ مگر اب ان میں جان باقی نہیں رہی تھی۔ سپاہ کا انتظام بگڑ گیا تھا۔ وہ فقط لوٹنا جانتے تھے۔ قواعد سے ناآشنا ہو گئے تھے۔ میدانی ملک سارا چھن گیا تھا۔ قلعے جو باقی تھے وہ سامان قلعہ داری سے خالی تھے نہ باروت نہ گولہ نہ غلہ نہ گھاس۔ قلعہ دار نالائق۔ سوائے اس کے بادشاہ کی شجاعت اور اس کی کثرت سپاہ اور تدابیر اور عقل کی شہرت نے ان کے دل میں ایسی ہیبت بٹھا دی تھی کہ مغلوں کی فوج کے سامنے میدان جنگ میں آنے سے بدن لرزتا تھا۔ سنبھا.جی کی وفات کے بعد بڑے بڑے افسر رائے گڑھ میں جمع ہوئے۔ ان میں سنبھا.جی کی بی بی جیسو بائی اور اس کا بھائی راجہ رام جو نظم قیدی بھائی کی مخالفت سے ہوا تھا موجود تھے۔ سب نے بالاتفاق سنبھا.جی کے پسر شیر خوار سیوا.جی کو راج گدی پر بٹھایا اور راجہ رام کو اس کا نائب بنایا۔ اب مرہٹوں نے اپنے سب کارخانوں کو درست کرنا شروع کیا۔ قلعوں میں کھانے پینے کے ذخیرے بھرے۔ قلعہ دار لائق مقرر کیے۔ جو راہوجی کا انتظام تھا سپاہ میں پھر جاری ہوا۔ اگرچہ اس وقت خزانہ کا حال ایسا ابتر تھا کہ لٹیری سپاہ کو تنخواہ دار سپاہ بنانا مشکل تھا۔ رفتہ رفتہ ایسی تدبیریں کی گئیں کہ یہ مشکل رفع ہو گئی۔ ایک افسر نے

سلحداروں کو سارے ملک میں پھیلا دیا اور پھر ایسا انتظام کردیا کہ جس وقت ضرورت ہو جمع ہو جائیں۔ غرض ایک عزت قومی وقبائلی غیرت کا جوش جو بعض افسروں میں پیدا ہوا تھا وہ وبا کی طرح سارے ان کے پیروؤں میں پھیل گیا۔

## رائے گڑھ کا فتح ہونا:

سنبھاجی کی بی بی اور بیٹے نے رائے گڑھ میں اقامت اختیار کی اور اس کو خوب مستحکم کیا اور غلہ وکاہ اور سامان جمع کیا۔ اعتقاد خاں نے جس کا اب لقب ذوالفقار خاں ہو گیا تھا اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایک ملولی سردار نے اس کو قلعہ کی راہ ایسی بتلا دی کہ قلعہ فتح ہو گیا اور 15 رمحرم 1100ھ کو شیر خوار راجہ پکڑا گیا اور ماں بھی اس کے ساتھ گرفتار ہو گئی مگر اس گرفتاری سے کچھ مرہٹوں کے دل افسردہ نہ ہوئے۔ ان قیدیوں کی بادشاہ کے بیٹے نے بڑی خاطر کی اور سوائے اس کے کوئی اور ان پر قید نہ رکھی کہ وہ مرہٹوں سے نہ ملنے پاویں۔ قلعے پنالہ اور میرج بھی ذوالفقار خاں نے فتح کر لیے۔

## راجہ رام کا بھاگنا اور دیگر معاملات:

اب راجہ رام پہلے ہی سے چاروں طرف ایسے مقامات مستحکم اور استوار کی تلاش میں پڑا پھرتا تھا کہ جہاں سے دشمنوں کا مقابلہ ہو سکے۔ اس نے کیا کیا کہ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہے کہ کرناٹکی پائیں گھاٹ میں چلا جائے۔ چنانچہ اس نے مہاراشٹر میں جو اضلاع اب تک باقی تھے ان میں دورہ کیا اور وہاں کے حاکموں کی تسلی اور تشفی کی اور ملک کی حفاظت اور حراست کا اچھی طرح انتظام کیا اور کنارہ کنارہ بھاگ کر اور دشمنوں سے تعاقب سے نہایت چالاکی سے جان بچا کر جنجی میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک گروہ جواں مرد صاحب ہمت اولوالعزم مرہٹوں کا بھی تھا۔ یہاں داخل ہوتے ہی موافق دستور اور رسم کے راج گدی پر بیٹھا اور امراء کا دربار مقرر کیا اور جاہ اور منصب اور جاگیر امیروں کو عطا کیے۔ اور جاگیروں کے بانٹنے میں یہاں تک لاپروائی اختیار کی کہ جو بادشاہی ملک کبھی مرہٹوں کے ہاتھ نہیں آئے تھے وہ بھی تقسیم کر دیے۔ یہ اس کے نصیبوں کی یاوری تھی کہ اس کو ایک صلاح کار اور خیر خواہ پنڈت پہلا دہا تھ لگ گیا۔ اُس کی بڑی لیاقت یہ تھی کہ وہ ان کاموں کو اختیار کرتا تھا کہ جن کے انصرام کرنے میں سارے دیگر افسر دل و جان سے متفق ہو کر مصروف ہو جاتے تھے۔



## سیواجی مرہٹوں کا عظیم قائد:

سچ یہ ہے کہ اگر سیواجی نہ پیدا ہوتا تو مرہٹوں کا نام بھی کبھی تاریخ میں نہ سنا جاتا۔ اُس نے ملت میں ایک ایسا جوش پیدا کر دیا کہ گویا ساری اپنی قوم کو از سر نو ایک ہی طبیعت کا بنا دیا۔ فقط اس بات کی ضرورت تھی کہ خاص آدمی ایسے پیدا ہوں کہ اس نئی طبیعت سے کام لیں۔ ان کا اخلاق اور عادات اور لڑائی کا طور طریق ایسا ہو گیا تھا کہ وہ اپنی مصلحت کے کاموں میں متفق اور متحد ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اُس وقت اپنی مصلحت اس میں دیکھی کہ اپنے زبردست دشمن کے سامنے کان نہ ہلائیں۔ اور سامان بھی اپنے پاس ایسے نہ رکھیں کہ جس سے دشمن کا دل ان پر حملہ کرنے کے لیے چاہے۔ اور تاک میں بیٹھے رہے کہ جب کوئی موقع ہاتھ آئے تو دشمنوں پر حملہ کرنے میں بھی نہ چوکیں۔ جن سرداروں کے پاس ریاستیں تھیں اُن سب نے ظاہر میں بادشاہ کی اطاعت اختیار کر لی۔ اور اس پر یہ اور طرہ تھا کہ وہ خدمت گزاری اور جاں نثاری کے اظہار میں اور سب لوگوں سے سبقت لے گئے تھے۔ مگر در پردہ باغیوں سے ملے ہوئے تھے اور اُن سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ ان کی لوٹ مار کی مہموں میں اپنے نوکروں کو ان کے ساتھ شامل ہونے دیتے تھے۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گروہ کے گروہ ان میں داخل ہونے کے لیے بھیج دیتے تھے۔ غرض ان کے اس نفاق اور جاسوسانہ حکمتوں نے جو نقصان دشمنوں کو پہنچایا وہ علانیہ دشمنی سے نہ پہنچ سکتا تھا۔ جب یہاں کے سپاہیوں نے دیکھا نہ کوئی خزانہ ایسا معمور ہے کہ جس سے ان کو تنخواہ باقاعدہ ملے، نہ کوئی حکومت ایسی ہے کہ جس کا کچھ اثر ہو تو انھوں نے اپنی نفع رسانی کے لیے راہ اور ہی نکالی۔ لوٹنا، کھسوٹنا، قزاقی، راہزنی ابتدا ہی سے اس قوم کو پسند تھی۔ ان کے یہاں فتح کے یہی معنے تھے کہ دشمن کو لوٹ لیا۔ سیواجی کی ابتدائی قزاقی سے آخر اس قوم کے عروج تک اس کا یہی وتیرہ اور پیشہ رہا۔ اس [illegible] کے ہر متنفس کو اپنی لوٹ کا لالچ ایسا تھا کہ وہ جب کسی اپنی مطلب براری کے لیے متفق ہوتے تھے تو گورنمنٹ کی طرف سے ایک ادنیٰ تحریک اور ترغیب پر وہ ایک سپاہ جرار اور باقواعد [illegible] سے زیادہ خوفناک اور پرخطر ہو جاتے تھے۔

## [illegible] کا محاصرہ کا بیان:

جب اورنگ زیب ان چوٹوں اور پنڈاروں کو ان کے کوہستانی وطن میں تلاش کر رہا تھا تو وہ [illegible] کو مجتمع نہ ہونے دیتا تھا اس لیے اپنے سردار ذوالفقار خاں کو اس قلعہ کے فتح کرنے کے

لیے بھیجا کہ نام ونشان مرہٹوں کا باقی نہ رہے۔ مگر جب وہ 1691ء میں اس قلعہ کے پاس پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ یہ قلعہ ایسا مستحکم ہے کہ اس کا فتح کرنا تو درکنار اس کا محاصرہ بھی نہیں ہوسکتا اس لیے بادشاہ سے کمک مانگی اور اضلاع سیراب اور شاداب ترچناپلی اور تنجور کی طرف اسباب ضروری کے بہم پہنچانے کے لیے چلا گیا۔ اس کمک کا مانگنا آسان تھا۔ مگر ملنا مشکل تھا۔ اب مرہٹوں نے ایک طوفان برپا کردیا۔ اب انھوں نے جو طور یا دستور اپنی لڑائی کا اور دشمنوں سے مقابلہ کا نکالا وہ سیواجی کے طریقہ سے بھی زیادہ کامیابی کا سبب ہوا۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے مرزا کام بخش کو قلعہ واکن کھیڑہ کی فتح کے لیے بھیجا تھا۔ یہ قلعہ بیجاپور کے پاس ہے۔ اس میں کوئی سرداران لٹیرے مرہٹوں میں سے تھا۔ وہ ایسا مضبوط قلعہ تھا کہ مرزا کام بخش کی سعی اور محنت سے کچھ کام نہ نکلا تو اب بادشاہی فوج کی چاروں طرف ضرورت یوں پڑی کہ مرہٹے میدان میں لڑنے بھڑنے کے لیے پھر تیار ہوئے۔ جب راجہ رام جنجی میں راجہ ہوا تو اُس نے ستناجی گھور پوری اور دھناجی دو چالاک سرداروں کو تفریح طبع کے لیے اپنے ملک میں بھیجا تھا کہ اثناء راہ میں ان سے بیجاپور کی فوج ملی۔ یہ فوج ریاست کے برباد ہونے سے معزول ہوگئی تھی۔ اُس کے گروہ کے گروہ ملک کو لوٹتے پھرتے تھے۔ جب انھوں نے ان نامور دلاور سرداروں کو دیکھا تو تمام دیہات سے نکلے اور ان کے نشانوں کے نیچے بے شمار جمع ہوگئے۔

## مرہٹوں اور مغلوں کی فوجوں کا طرز و انداز:

مرہٹوں کا جو رہا سہا ملک تھا اس کے انتظام کے واسطے رامچند رپنتھ کو راجہ رام نے مقرر کیا تھا اس نے بھی 1692ء میں لوٹ مار کی ترغیب و تحریص سے ایک لشکر کا لشکر اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرلیا اور یہ اُس نے تدبیر اور تجویز کی کہ جو سپاہیوں میں سرگروہ تھے ان کو یہ اختیار دیا کہ جو ملک مرہٹوں کی سلطنت سے خارج ہیں ان سے چوتھ وصول کریں اور سوا اس کے اور حقوق مرہٹوں کے جتلاتے رہیں۔ اور جو ملک اس چوتھ کو نہ ادا کریں ان کو خوب لوٹیں اور ماریں اور اِن محاصل سے فوج کی تنخواہ ادا کریں اور جو لوٹ ہاتھ لگے وہ لوٹنے والوں کے پاس رہے۔ سوائے اس کے ہر سرگروہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے فائدہ کے واسطے ایک اور خراج دانہ گھاس کے نام سے وصول کیا کریں۔ یہ ترغیبات ایسی تھیں کہ جتنے مرہٹے سوار تھے وہ سب کے سب باہر نکل پڑے۔ ان لوٹنے والوں گروہوں کے مختلف سرگروہ مشہور اور نامور ہوئے۔ کبھی وہ علیحدہ علیحدہ ملکوں پر ہاتھ پھینکتے



تھے اور بادشاہی رعایا کے مال اور دولت سے اپنے دامن پُر کرتے تھے کبھی سب شریک ہوکر صلاح اور مشورہ کرتے۔ پھر یورش اور غارت گری پر قدم بڑھاتے۔ سنتاجی اور دھناجی بڑی سپاہ رکھتے تھے اور ان لٹیروں میں بڑے نامور ہوئے۔ غرض سارا دکن اس لوٹ مار سے برباد اور تباہ ہوگیا۔

## زمانے کے عجیب وغریب انقلابات:

ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ بادشاہ کے لشکر کی کیا شان وشوکت تھی۔ اس شان اور شوکت کے سبب سے فوج کا بھی رنگ ڈھنگ عجیب وغریب ہوگیا تھا۔ اکبر کے شائستہ اور نرم قوانین نے اور ملک میں مدت کے امن چین نے اور ہندو مسلمانوں کے میل جول نے مغلوں کی سپاہ کو نرم اور آرام طلب بنادیا۔ زمانہ میں انقلاب ضرور ہے ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے ادنیٰ بنتے رہتے ہیں جب مغلوں اور دحشیوں کو حوصلہ ہوتا ہے تو بڑے بہادر بن جاتے ہیں اور جو چاہتے ہیں سو کر ڈالتے ہیں۔ جب اُن کو فراغت اور عشرت نصیب ہوتی ہے تو کاہل اور آرام طلب ہوجاتے ہیں پھر ان کی جان کے لیے ویسے ہی دشمن کھڑے ہوجاتے ہیں جیسے وہ خود اوروں کے لیے ہوئے تھے۔ اب مسلمانوں میں سے فن سپہ گری مٹ گیا تھا فوج میں نہ شان تیموری اور نہ بابری کا کوئی نشان باقی رہا تھا۔ کیا وہ سواروں کے بگٹٹ ایلغار ہوتے تھے یا اب رسالدار جو اپنا رسالہ لے کر چلتا تو یہ معلوم ہوتا کہ کسی برات کو دولھا ساتھ لیے جاتا ہے۔ اگر اس کے سرداروں کے گھوڑوں کو دیکھو تو چاندی سونے کے بھاری بھاری ساز کسی پر جڑاؤ زین دھرا، کسی پر چار جامہ کسا، قجریاں اور پاکرین پٹھوں پر پڑیں۔ جن میں قاقم اور سمور کی جھالر۔ کلابتوں کے پھندنے، دم اور ایال تمام رنگین گلے میں سراگاؤ کی جوہریاں لٹکیں۔ سر پر کلغیاں دھریں۔ اور پاؤں میں جھانجھن پڑے۔ ریشمی باگ ڈوریں سائیس ہاتھ میں لیے۔ یہ تو گھوڑوں کی کیفیت تھی۔ اب ان گھوڑوں کے سواروں کا حال یہ تھا کہ ان کے بدن پر ریشم اور پشم کے دگلے روئی کے گالوں سے بھرے اور اُن پر زرہ بکتر پہنے چار آئینہ لگائے۔ غرض نہ یہ سوار نہ یہ گھوڑے لڑائی کے کام کے ہوتے تھے۔ موٹے تازے خوب ہوتے تھے مگر دشمنوں پر حملہ کرنے اور مہینوں کے سفر کرنے میں اُن کا دم آخر ہوجاتا تھا۔ یہ تکلفات بیجا کی دبا گو ساری سپاہ میں پھیلی ہوئی تھی مگر ایک آفت اور سب سے زیادہ یہ تھی کہ انتظام سپاہ میں کوئی نظم و آئین نہ تھا۔ باوجودیکہ عالمگیر خود ذرا ذرا کام دیکھتا اور سب کارخانوں کی تفتیش کرتا۔ مگر منصب داروں نے اس سے یہ دغا کی کہ آدھی سپاہ تو سپاہ رکھی اور باقی آخور کی بھرتی اپنے خدمت گاروں اور

چوڑھے چماروں سے پوری کی۔ جن کی بُری صحبت سے بھلے مانسوں کا ستیاناس ہوگیا۔ غرض فوج نہ اوروں کی نگہبانی کرتی اور نہ اپنا پہرہ چوکی دیتی۔ اپنے اور اپنے گھوڑوں کی کنگھی چوٹی میں اپنا وقت ضائع کرتی۔ ایک فرانسیسی اس فوج کا بیان لکھتا ہے کہ اپنا فوج کی تنخواہیں بڑی بڑی ہیں۔ مگر کچھ کام کاج نہیں نہ پہرہ کوئی دیتا ہے نہ چوکی۔ نہ دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ غرض یہ سب تحریریں مورخوں کی مبالغہ آمیز ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس بادشاہ کے عہد میں وہ چستی اور چالاکی باقی نہ رہی جو بابر اور اکبر کے عہد میں تھی۔ عیش دوست اور آرام طلب سب سردار ہو گئے۔ قاعدہ ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ افسروں کے ساتھ سپاہی بھی آرام جو ہو گئے۔ اب ان کے سامنے دشمن (مرہٹے) آئے تو وہ جنھوں نے کبھی عیش کی صورت بھی نہ دیکھی تھی فقط ایک انگرکھا جانگیا پہنتے۔ ایک پیچ پگڑی باندھتے کمر کسی ہاتھ میں تلوار بھالا لیے گھوڑوں پر سوار بیس کوس ہوا کھانے جائیں اور ضرورت پیش آئے تو سو کوس اُڑ جائیں اور باجرہ پیاز خوشی خوشی کھائیں خیمہ لگائیں نہ بچھونا بچھائیں۔ زمین پر لیٹ جائیں۔ گھوڑے کے باندھنے کی کھونٹی بازو کو بنائیں۔

## مرہٹوں کا لڑائی کا طریقہ:

ان کا طریقہ لڑنے کا یہ تھا کہ بادشاہی فوج کے بھاری حملوں کے سامنے ان کے پر نہ جمتے تھے اور ایک ایک ہو کر تتر بتر ہو جاتے۔ اور قریب کے پہاڑوں میں یا اِدھر اُدھر گڑھوں میں گھس بیٹھتے تھے اور جب مخالف اپنی صف بندی کو چھوڑ کر ان کے پیچھے جاتے تو اکیلے دوکیلے کو دھر لیتے یا کسی کو بچہ کی اوٹ آڑ میں یا کسی ایسے مقام میں جہاں چھوٹے چھوٹے گروہوں سے ان پر حملہ کرنا جان جوکھوں سے خالی نہ ہوتا چھپ کر اکٹھے ہوتے تھے۔ اور جب کہ تعاقب کرنے والے دل شکستہ ہو کر اپنے ہارے تھکے گھوڑوں کو لے کر واپس لوٹتے تھے تو آناً فاناً وہ اِدھر اُدھر سے اکٹھے ہو کر اُن پر گریت۔ اور اگر ان کی صفیں ٹوٹی ہوئی دیکھتے تھے تو بے ساختہ حملہ کرتے تھے۔ غرض اُن کا یہ کام تھا کہ دشمن کی پشت اور بازوؤں پر متفق ہو کر جھومتے پھرتے تھے۔ گاہ گاہ ایک ایک کر کے تعاقب کرنے والوں میں گرتے تھے۔ غرض ان کی یہ ہوتی تھی کہ دشمن کے قول پر توڑہ دار بندوقیں ماریں یا متفرق سپاہیوں کو بھالے کی انی پر رکھ کر ہلاک کریں۔ رسدوں کے لوٹنے اور بار برداریوں کے تباہ کرنے کا ان کو بڑا شوق تھا۔ وہ بادشاہی فوج کی رسد کی خبر رکھا کرتے تھے اور اُن کے لوٹنے میں آنکھوں میں نمو کرتے تھے۔ بادشاہی سپاہ کو خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ وہ یہاں چھپے ہوئے ان کی



رسدوں کی تاک میں بیٹھے ہیں۔ دفعتہً وہ رسد پر گرے اور سارے بیل اونٹ جو خوب حراست سے آتے تھے پکڑ کر لے گئے اور اگر خزانہ شاہی کا پتا لگا تو پھر جمگھٹ کے جمگھٹ اکٹھے ہوتے اور خوب داؤں گھات لگاتے اور جان توڑ کر اُس پر لڑتے تھے۔ مغلوں کی سپاہ منزل بمنزل چلتی تھی۔ تو وہ ان کے خطوں کی ڈاک اور کبھی کبھی پانی کی رسد کو بند کر دیتے تھے اور جب مغل لاچار ہو کر ان کی اطاعت اختیار کرتے تھے تو سواروں کے گھوڑے اور بھاری بھاری چیزیں چھینتے اور سرداروں سے بہت سا روپیہ لے کر قید سے رہا کیا کرتے۔ ہندوستان سے بادشاہ کے پاس سپاہ کی تازی کمک اور خزانہ آیا کرتا تھا اس لیے سنتاجی اور دھناجی بادشاہی فوج اور ہندوستان کے درمیان میں 1693ء میں آن پڑے۔ کئی دفعہ اُنہوں نے بادشاہی سپاہ کو شکست دے کر خزانہ چھین لیا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ مغل ان مرہٹوں کی کچھ اصل نہ سمجھتے تھے یا اب ان سے خائف رہنے لگے۔

## جنجی کا محاصرہ اور مرزا کام بخش:

واکن کھیڑا ایک قلعہ بیجاپور کے پاس تھا۔ اُس کے محاصرہ میں مرزا کام بخش بادشاہ کا بیٹا اور بخشی الملک بہرہ مند خاں دونوں مدت سے مصروف تھے۔ مگر کوئی نتیجہ ان کی کوشش کا نمایاں نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے بخشی الملک روح اللہ خاں کو وہاں بھیج دیا۔ اور شہزادہ کو حکم دیا کہ وہ جمدۃ الملک اسد خاں کے پاس جائے جو ایک اور قلعہ کی تسخیر میں سرحد کرناٹک پر مصروف تھا۔ جب وہ یہاں آیا تو بادشاہ نے حکم اپنی عادت کے موافق دیا کہ وہ اور جمدۃ الملک دونوں جنجی جا کر ذوالفقار خاں کی کمک کریں۔ وہاں دشمنوں کی کثرت اور سامان رسد اور آذوقہ کی قلت سے بادشاہی فوج پر بُری بن رہی ہے۔ اب یہ شہزادہ منزل بمنزل جنجی کی طرف چلا۔ بہرہ مند خاں نے جب اس شہزادہ کی خودسری دیکھی تو چرب نرم باتیں بنا کر اُس سے اجازت حاصل کی اور بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ جمدۃ الملک پیرانہ سالی میں شہزادہ کی رفاقت سے گھوڑے پر سوار ہونے سے رنجیدہ تھا۔ غرض راہ میں رنجش کا آغاز ہوا۔ اب بعض مورخ لکھتے ہیں کہ ذوالفقار کو اس قدر اس مہم میں کام بخش کا مقرر ہونا ناگوار ہوا کہ اس نے دشمنوں کی خبریں پہنچا کر محاصرہ کے کام کو ایسا دشوار کر دیا کہ تین برس تک آئندہ کچھ کام نہ ہوسکا اور محصورین بخوبی مقابلہ کرتے رہے (جمدۃ الملک ذوالفقار خاں کا باپ تھا) جنجی کے محاصرہ پر پانچ برس گزر گئے اور وہ فتح نہ ہوا۔ بلکہ ایک آفت عظیم اس کی دیواروں کے نیچے بادشاہی لشکر کے سر پر یہ آئی کہ سنتاجی گھور دپوری جو ایک عالی حوصلہ اور اولوالعزم مرہٹوں کا سردار دکن میں تھا

1696ء میں وہ جنجی کا محاصرہ اُٹھانے کے واسطے چلا۔ اور ایک مرہٹوں کا سردار دھنا جی تھا وہ بھی آفت روزگار تھا اور دور دور کی باتیں سوچتا تھا۔ بادشاہی لشکر جو محاصرہ کے ارادہ سے متفرق مقامات پر پڑا تھا بے خبر آ کر اُن پر حملہ آور ہوا اور ان کو نقصان عظیم پہنچایا۔ سنتا جی نے یہ ایک فتح راہ میں پائی کہ ضلع کورباک میں علی مرادن خاں کہ حاکم تھا اس پر اُس نے حملہ کیا اور تمام خیموں اور اسباب کو چھین لیا۔ اور پھر اس حاکم کو بھی گرفتار کر لیا۔

## سنتا جی اور شہزادہ کام بخش کی مشترکہ سازش اور اس کا افشاء ہونا:

فتوحات حاصل کرتا ہوا اب وہ محاصرین کے قریب گیا اور یہ سپاہیانہ پیچ کھیلا کہ مرزا کام بخش کو خفیہ پیغام بھیجا کہ اب بادشاہ مر گیا ہے۔ آپ کی تخت نشینی کے واسطے ہر طرح کی کوشش اور سعی کرنے کے لیے موجود ہوں۔ یوں ان دونوں میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ ذوالفقار خاں چاروں طرف کان لگائے رکھتا تھا اُس نے ایک ہزار روپیہ جاسوسوں کو دے کر سارا حال اس سازش کا دریافت کر لیا اور بادشاہ کو لکھ کر بالکل اُس کے انتظام کا اختیار حاصل کر لیا اور مرزا کام بخش کے خیمے پر خفیہ پہرہ بٹھا دیا۔ مگر جب جاسوسوں کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ آج کی رات کو شہزادہ دشمنوں سے مل جائے گا تو سب امراء میں باہم مشورہ ہو کر یہ امر قرار پایا کہ علانیہ شہزادہ کے خیمے کے گرد چوکیداری اور پہرے بٹھا دیئے جائیں۔ غرض اس کو بالکل قید کر لیا۔ اور قلعہ کے گرد سے تمام تھانہ داروں کو بلا لیا۔ جب دشمنوں کو بادشاہی لشکر میں نااتفاقی کی خبر پہنچی تو اس حال میں انھوں نے شاداں و فرحاں نازاں نازاں بیس ہزار سواروں سے بادشاہی لشکر پر حملہ کیا۔ اس وقت کیا بُرا حال بادشاہی لشکر کا تھا۔ جمدۃ الملک تو لشکر گاہ میں فقط مرزا کام بخش کی حراست کر رہا تھا۔ ذوالفقار خاں باہر اپنے مورچوں کو بنا رہا تھا اور بھاری توپوں کو جب ساتھ نہ لے سکا تو ان میں میخیں ٹھوک کر بیکار کر گیا۔ اور دوسری جگہ جا کر مورچے جمائے اور اُن گردن کے خندقیں کھودیں۔ یوں کیا محاصرین تھے یا محصورین بن گئے۔ اگرچہ ذوالفقار خاں میدان میں نکلا اور دو ہزار آدمیوں سے ایسا مقابلہ کیا کہ دشمنوں کو شکست دی اور بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ مگر بعد چند لڑائیوں کے اس بات پر صلح ہوئی کہ وہ بیس میل کے قریب وندیاویش میں جا کر مقیم ہوا اور وہاں بادشاہی حکم کا منتظر رہے۔ بادشاہ کا یہ حکم آیا کہ جمدۃ الملک اور شہزادہ چلے آئیں۔ ذوالفقار خاں وہاں رہے اور اسی کو بالکل اختیار اس مہم کار ہے۔ اب ذوالفقار خاں نے پھر محاصرہ نہ کیا بلکہ وہ جنوب کی طرف چلا گیا۔ بعض مورخ اس حرکت کو اس پر حمل کرتے ہیں کہ وہ دشمنوں سے سازش رکھتا تھا اور دیدہ و دانستہ لڑائی کو طول دیتا تھا اور اس میں اُس کا مقصود یہ تھا کہ سپاہ عظیم کی سپہ سالاری اور مدار المہامی بادشاہ کے مرتے دم تک حاصل رہے کہ نیا بادشاہ اُس کو سمجھے۔ بادشاہ اب چند روز کا مہمان معلوم ہوتا تھا (سب سازشوں کا حال جو لکھا گیا ہے وہ فقط مورخوں کے خیالات اور قیاسات ہیں قابل اعتبار نہیں) اب اس فرصت دینے کا نتیجہ یہ تھا کہ قاسم خاں جو ایک ممتاز افسر بادشاہ کا تھا۔ جب وہ سنتا جی کے روکنے کے لیے ایک بڑا حصہ سپاہ کا لایا تو اس نے بیجل ورک واقع میسور میں بھاری شکستیں پائیں۔ اور جب وہ مجبور ہو کر ایک قصبہ کی طرف بھاگا تو وہاں کے باشندوں نے اُسے پناہ نہ دی۔ غرض ایک قلعہ میں وہ محصور ہوا۔ اور یہاں تک اُس کا حال تنگ ہوا کہ زہر کھا کر اس دنیا کی ندامت سے چھوٹا اور ساری سپاہ نے جو ایک چوتھائی سے بھی کم باقی رہی تھی اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ کیا۔ دشمنوں نے اُن کو روٹی اور پانی دیا۔ پھر ایک اور فوج شاہی کو سنتا جی نے شکست دی۔ اگرچہ ذوالفقار خاں اپنی حکمتیں کیا کیا کرتا مگر اورنگ زیب جیسے عاقل بادشاہ کے سامنے ان حکمتوں کا مدت تک چلنا دشوار تھا۔ اب اس نے سوچا کہ اگر جنجی نہ فتح ہوگی تو بڑی ندامت سے بادشاہ کے پاس جانا پڑے گا۔ اس لیے اُس نے شعبان 1108ھ میں جنجی پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔



مگر پھر بھی راجہ رام کو مع اہل و عیال خیر و عافیت سے نکلنے دیا۔ وہ چار رانیاں اور تین بیٹے اور دو لڑکیاں اور اپنے دوست آشناؤں کو کشتی میں بٹھا کر لے گیا۔ اس فتح پر عالمگیر نے حیدر علی خاں بخشی کو لکھا کہ جنجی فتح شدہ و رانائے حربی گریخت گرفتنش چنداں کار نہ بود اما از اغماض کہنہ عملان از دست رفت۔ اس فتح سے سوا اور قلعے جو عبارت ملک کرناٹک سے ہے اور کئی بنادر فرنگ ممالک محروسہ میں بڑھے۔

## مرہٹوں کی آپس کی نااتفاقی:

اس کے قلعے کے چھن جانے کے علاوہ دو اور باتیں ایسی پیش آئیں کہ پیش قدمی کی وہ مانع ہوئیں یعنی سنتا جی اور راجہ رام اور اُس کے نائب دھنا جی جھگڑے اور تنازعے شروع ہوئے اور انجام اُس کا یہ ہوا کہ سنتا جی جس نے سات برس سے مغلوں کو ڈرا رکھا تھا اور کیسے بڑے بڑے کام کیے تھے کسی نے اس کو مار ڈالا۔ راجہ رام تو اس کے کمالات اور کامیابیوں کو دیکھ کر جیتا تھا اور فوج اس سبب سے ناراض تھی کہ وہ اُن کی آزادی کا مانع تھا اور آئین قوانین کا پابند ان کو کرتا تھا۔ اس بات پر اس کے

تمام خاندان نے راجہ رام کی نوکری چھوڑ دی اور بطور خود مسلمانوں سے لڑنا شروع کیا۔ دوم یہ کہ بادشاہ نے سپاہ کا ایسا انتظام کیا کہ اگر وہ پہلے سے کرتا تو ان پنڈاریوں کے ہاتھوں سے یہ تکلیفیں نہ اٹھاتا۔ یعنی اس نے سپاہ دو قسم کی مقرر کی۔ ایک فوج رواں، اس کا کام یہ تھا کہ جہاں مرہٹے کھلے میدانوں میں آ گئیں تو اُن سے لڑنے جائیں۔ اس فوج کا سپہ سالار ذوالفقار خاں کو مقرر کیا۔ دوسری فوج محاصرہ اس کا کام یہ کہ وہ قلعوں کو محاصرہ کر کے فتح کرے۔ اس سپاہ کی افسری خود بادشاہ نے اختیار کی۔ گو ساری فوج یوں کام میں لگی اور بادشاہ نے پیرانہ سالی میں جفاکشی اور محنت کا بوجھ لیا مگر اب فساد کا دریا ایسی طغیانی پر پہنچ گیا تھا کہ صرف جنگی انتظاموں کے ذریعہ سے روک تھام اُس کی ممکن نہ تھی۔ اگرچہ ذوالفقار نے راجہ رام کو بھگا کر اور بعد اس کے مرہٹوں کو شکستوں پر شکستیں دے کر سرداروں کو دلیری اور دلاوری پر آمادہ کیا۔ مگر آخرکار اُس نے اپنا مآل پہلے حال سے بھی بدتر سمجھا اور وہ سمجھ گیا کہ مرہٹوں کو شکست کا صدمہ پہنچانا دریا پر لاٹھیوں کا مارنا ہے۔ یعنی جیسا لاٹھی کا اثر پانی پر نہیں ہوتا ہے ایسے ہی مرہٹوں پر اس کی شکست کا اثر بے اثر ہے۔

## مرہٹوں کی فوج کا جمع ہونا اور بکھرنا:

مرہٹوں کی فوجیں شکست کھا کر ایک دن منتشر ہوتی ہیں اور دوسرے روز پھر ویسی ہی جمع ہو جاتی ہیں اور بادشاہی فوج کی یہ صورت تھی کہ شکست کی صورت میں نقصان اور ندامت اور فتح کی حالت میں خزانہ خرچ ہونا محاصل ملک میں فرق آتا۔ یہ کیفیت تو ذوالفقار خاں کی سپاہ کی تھی اور جس سپاہ کو لے کر بادشاہ خود لڑائی میں مصروف ہوا تھا البتہ اُسے فائدوں کی زیادہ توقع تھی۔ بادشاہ اپنی اقامت گاہ سے روانہ ہوا۔ امراء کو افسوس تھا کہ وہ اس بڑھاپے میں ایسے سخت کاموں کے واسطے جاتا ہے۔ اور جو مکان انھوں نے اس کی آسائش اور آرام کے واسطے بنایا ہے اور ایک شہر کی بنیاد ڈالی ہے اُسے چھوڑتا ہے۔ غرض یہ بادشاہ والا ہمت چند قلعوں کو فتح کر کے ستارہ کے روبرو کھڑا ہوا جس کو راجہ رام نے اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور ایسے وقت میں ایسی حکمت سے بہت جلد اس کو فتح کیا کہ محصور اُس کے مقابلہ کے لیے باسامان تیار نہ تھے مگر اس پر بھی محصورین نے مقابلہ کیا۔ اور وہ کئی مہینوں کی جدوجہد کے بعد میں 1700ء فتح ہوا۔

## راجہ رام کا حال:

راجہ رام جنجی سے بھاگ کر دکن میں آیا۔ اور ایک ایسی سپاہ کثیر جمع کی کہ پہلے کسی مرہٹے سردار



کے پاس نہ جمع ہوئی تھی اور اس سپاہ کے ذریعہ سے چوتھ لینے کا بھی خوب انتظام کیا۔ جہاں سے وہ وصول ہوتی تو تمسک اور اقرار نامے لکھاتا۔ یہ تحریریں آئندہ زمانہ میں بہت کام آئیں۔ مگر جب وہ دریائے نربدا کے پاس سے گزرتا تھا تو ذوالفقار خاں نے اس کو ایک سخت شکست دی اور اور اُس کے تعاقب میں بڑھ کر ایسا حیران اور دق کیا کہ وہ بیمار ہو گیا اور ایک مہینہ کے اندر 1700ء میں مر گیا۔ راجہ رام نے اپنے خاندان کے نام کو رکھ لیا۔ سنتاجی کے مارنے کا الزام اُس کے ذمے لگاتے ہیں مگر ثابت نہیں ہوتا۔ اُس کے مرنے سے گو مغلوں کو بڑی خوشی ہوئی مگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اس کی جگہ سیواجی اس کا بیٹا گدی پر بیٹھا اور تارا بائی اس کی نائب مقرر ہوئی۔ یہ عورت بھی ہمت اور شجاعت اور لیاقت اور قوت میں جواں مردوں سے کم نہ تھی۔ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں دشمنوں کے تعاقب سے بچتی پڑی پھری اور دشمنوں کو خوب گھٹاتی رہی اور دوستوں کی ہمت بڑھاتی رہی۔

## قلعوں کی فتوحات کے لیے بادشاہ کا جانا:

قلعوں کی فتوحات کا حال بادشاہ کا نہایت طول طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ چار سال سے برہم پوری جس کا نام اسلام پوری رکھا تھا قیام پذیر تھا۔ وہاں سے قلعوں کی فتح کے لیے روانہ ہوا۔ جس ترتیب سے ان کو فتح کیا اسی ترتیب سے ہم نے نام لکھے ہیں۔ برلیپ گڑھ ست گڑھ، ستارا، پرلی، بھوسان گڑھ، کھیلنا، بہادر گڑھ، راج گڑھ، داکن کیرا۔ ان میں سے بعض قلعوں کے محاصرے مدت دراز تک رہے اور بہت خونریزیاں ہوئیں اور ان کی فتح میں رنگا رنگ کی تدبیریں اور انواع اقسام کی تجویزیں کام آئیں۔ "قلعہ کھلنا" کی فتح میں بادشاہ جان پر کھیل گیا اور جو مصائب اس نے اس قلعہ کی فتح میں اُٹھائے وہ بادشاہ کے رقعہ سے جو اس نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے معلوم ہوتے ہیں۔ تفصیل مصائب سفر علیل کھیلنا۔ از وکیل و اظہار جواسیس شنیدہ باشند کہ حالت ویرانی و محنت ناشنیدنی بر اسلامیان گذشت۔ ان قلعوں کی فتوحات کا تفصیل وار بیان نہایت دشوار اور مشکل ہے۔ ان سب فتوحات کا انجام یہ تھا کہ بادشاہ ادھر قلعے فتح کرتا ادھر دشمن پھر لے لیتے۔

اوپر جو مضامین لکھے ہیں انگریزی کتابوں سے لکھے ہیں ان ہی مضامین کو ہم فارسی تاریخوں سے لکھتے ہیں۔ مقابلہ کر کے دونوں بیانوں کا فرق طلبہ جان لیں۔

# بتیسویں سالِ جلوس کے حالات وواقعات

## 1099ھ 1100ھ

### بلگاؤں کی فتح:

جب شہزادہ محمد اعظم سنبھا کی تنبیہ کے لیے رخصت ہوا تو قلعہ بلگاؤں (بلگاؤں۔تلگاؤں۔ بلگانور) کی فتح پر وہ متوجہ ہوا۔ ولایت بیجاپور کے توابع کے مضبوط قلعوں میں سے یہ ایک قلعہ تھا۔ تھوڑے دنوں میں مورچالوں کے لگانے اور توپ خانوں کے چلانے نے محصورین کو تنگ کیا۔ یہاں بیجاپور کی طرف سے جو حاکم مقرر تھا چندروز ہوئے تھے ایک طفل خردسال کو اپنا سردار محصورین نے بنالیا تھا۔ محصورین نے چندروز ہاتھ پاؤں مارے۔ جب اپنی کوشش کو ناکافی دیکھا تو امان چاہی اور قلعہ مع مضافات کے فتح ہوا اس کا نام اعظم نگر رکھا گیا۔ برسات کے آجانے سے شہزادہ نے یہیں چھاؤنی ڈالی۔ طفل مذکور کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اُس نے اس کو منصب عطا کیا۔

### قلعہ ادونی کی فتح:

خان فیروز جنگ قلعہ ادونی کے پاس پہنچا۔ اول یہاں کے حاکم مسعود کو جو بیجاپور کا ایک کہن سال حبشی تھا اطاعت کے لیے پیغام بھیجا گیا۔ اس بڈھے نے اس امر کو قبول نہیں کیا تو فیروز جنگ نے اس ولایت کی تاخت وتاراج شروع کی۔ مورچالوں کو بڑھایا سرنگیں لگائیں۔ قلعہ سے جو جماعت شوخی کر کے باہر آئی اسے قتل ودستگیر کیا۔ بہت کوشش وکشش اور نبردہائے نمایاں اور یورش ہائے بہادرانہ ظہور میں آئیں تو مسعود نے اپنے فرزندوں کو بادشاہ کے پاس بھیجا۔ بادشاہ نے ہر ایک کو لائق منصب دیا اور خود اس سبب سے نہیں آیا کہ برص سے اُس کا چہرہ سفید تھا اُس کا سالانہ مقرر کیا۔ قلعہ ادونی کا نام امتیاز گڑھ رکھا گیا فتح کی تاریخ یہ ہوئی ع ادونی نمود پادشاہ دین پناہ۔ خان فیروز جنگ یہاں بندوبست کر کے پنجم صفر کو بادشاہ کی خدمت میں آیا۔

خان فیروز جنگ چندروز بادشاہ کی خدمت میں رہا۔ بادشا[illegible] کو سنبھا کے استیصال کے لیے روانہ کیا اور خود اس کو حوصلہ دینے کے لیے سفر کا ارادہ کر[illegible]



### وبا کا آنا اور بادشاہ کا سنبھا کے ملک کی تسخیر کے لیے جانا:

محرم کے مہینے میں ایک آفت کیا قیامت برپا ہوئی کہ طاعون دانہ شروع ہوئی۔ عناب کیبرابر دانہ نعل یا بن گوش یا کش ران میں نمودار ہوتا اور آنکھوں میں سرخی حرارت دکھائی دیتی تو اُس کے وارثوں کو کفن ودفن کا فکر واجب ہوتا۔ اس سبب سے شادی کی رسم اُٹھی۔ زمانہ سوگ میں بیٹھا۔ دبا یہ چاہتی تھی کہ میں آدمی کا بیج نہ چھوڑوں اور صرصر فنا ارادہ کرتی تھی کہ کسی کے نخل حیات کو کھڑا نہ رہنے دوں۔ اطبا کی تدبیر کا اثر کچھ نہ ہوتا۔ جس کو یہ مرض ہوتا اکثر دو تین روز میں مرجاتا۔ بہت کم دوروز جیتے۔ جو لوگ زندہ تھے وہ بھی اپنے تئیں مردہ سمجھتے تھے۔ ایک دوسرے کے حال پر توجہ نہیں کرتا۔ نفسا نفسی کی آواز ہر طرف بلند تھی۔ نیم جانوں نے دنیا کے کاروبار سے ہاتھ اُٹھایا تھا۔ مرنے کے منتظر تھے۔ اورنگ آبادی محل ومحمدی راج پسر مہاراجہ جسونت سنگھ جس نے محل میں پرورش پائی تھی اور تیرہ برس کی عمر تھی اور فاضل خاں حیدرا اور بڑے بڑے رئیس آدمی مرگئے اور ادنیٰ متوسط ہندو مسلمان ایک لاکھ کے قریب مرے۔ بعض کو دماغ کا مرض ایسا ہوا کہ چشم وگوش وزبان کام سے گئے۔ فیروز جنگ کی آنکھوں میں مرض شروع ہوا۔ دو مہینے تک اس وبا کا زور رہا قیامت بود یا شور وبا بود۔ اس وبا کی تاریخ ہے۔ 1101ھ اس میں نکلتے ہیں۔

### سنبھاجی کا گرفتار اور قتل ہونا:

شہزادہ محمد اعظم بہادر گڑھ وگلشن آباد کی طرف اور فیروز جنگ راج گڑھ وغیرہ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے مقرب خاں عرف شیخ نظام حیدرآبادی کو سنبھا کی تنبیہ کے لیے بھیجا تھا۔ ان تمام سے ہر ایک اپنے جوہر تردد کے ظاہر کرنے سے خدمات امورہ میں تقدیم کرتا تھا۔ دکن میں مقرب خاں فنون سپہ گری اور کارطلبی میں مبارز پیشوں میں مشہور تھا۔ وہ قلعہ پرنالہ کی تسخیر کے لیے کولاپور کے نزدیک گیا تھا۔ اس نے جاسوسوں کو بھیجا کہ وہ سنبھا کی خبر لائیں۔ وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ تکلیف رسانی میں مشہور تھا۔ اتفاقات کی بات ہے کہ اس نے اپنے اصل مقام راہیری میں تو رہنا چھوڑ دیا تھا۔ کھیلنا میں رہتا تھا۔ یہاں اس نے ذخائر جمع کر لیے تھے اور اطراف کا بندوبست کرلیا تھا اس کو افواج بادشاہی کا خوف کچھ نہ تھا۔ وہ خاطر جمعی سے دریائے بان گنگا پر نہانے گیا تھا یہ دریا وسرحد پرگنہ سنگمیز کے نزدیک ایک منزل پر دریائے شور پر تھا۔ سنبھا دشوار گزار رروں میں آیا۔ جن میں اس کے وزیر کب کلس (کلوشا) نے بڑی بڑی عمارتیں بنائی تھیں۔ ان میں نقش ونگار بنائے

تھے اور اشجار ثمر دار اور لالہ زار لگائے تھے۔ یہاں کب کلس وعیال اور بیٹا ساہو اور ہوا خواہوں کی جماعت اور دو تین ہزار سوار اُس کے ساتھ تھے۔ یہاں سے فارغ ہو کر اُس نے قلب مکان پُر تعب سراپا نشیب وفراز راہوں پر اور تراکم اشجار خاردار پر نظر کر کے توقف کیا۔ وہ اپنے باپ کے طریقہ کے خلاف شراب پیتا تھا اور مہ جبینوں کے ساتھ مزے اڑاتا تھا۔ عیش وعشرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ تیز پا ہرکاروں نے مقرب خاں کو خبر دی کہ وہ اس طرح غفلت اور لہو ولعب میں پڑا ہے۔ مقرب خاں نے نہ اپنی جان کا اندیشہ کیا اور نہ قلب مکان کا خوف۔ وہ اپنی بنگاہ کولاپور سے سنبھا کے مکان تک جو 45 کروہ تھا دو ہزار سوار اور ایک ہزار پیادے لے کر روانہ ہوا۔ باوجودیکہ ہمراہیوں نے منع کیا کہ راہ بڑی قلب ہے اور راہ کے مابین چند کتل اونچے ہیں۔ جیسے انبا گھاٹ وغیرہ اور دریائے قلب ایسے واقع ہیں کہ اگر تیس چالیس پیادے بن ہتھیاروں کے سر راہ کو گھیر کر ہو بیٹھیں اور پتھر پھینکیں تو فوج کلاں کا عبور خیال محال ہے مگر مقرب خاں کو جہاد کا خیال تھا کہ اگر میں اس کافر پر غالب ہوا تو غازیوں کے جرگہ میں داخل ہوں گا اور اگر مارا گیا تو درجہ شہادت ملا۔ وہ سوار ہوا ایلغار کر کے مسافت دشوار گزار کو طے کرتا جہاں کوئی مکان قلب آتا اول خود پیادہ ہوتا پھر اس کے ہمراہی رفاقت کرتے اور بجلی کی طرح ان پُر اشجار تنگناؤں سے گزر جاتے۔ اس طرح سنبھا کے نزدیک وہ پہنچا۔ جب کے ہرکاروں نے فوج بادشاہی کے آنے سے اطلاع دی جس کو مرہٹوں کی اصطلاح میں فوج یا لشکر مغل کہتے ہیں تو اس بدمست نے اس گمان سے کہ اس مکان میں اُفواج مغل کا تو ہم محض تصور باطل ہے۔ نشے میں اُس نے حکم دیا کہ ان ہرکاروں کی زبانیں کاٹ لی جائیں۔ اور اصلا سوار ہونے اور مورچال باندھنے کا فکر نہ کیا۔

## مقرب خاں کا لشکر کے ساتھ سنبھا کے سر پر پہنچنا اور سنبھا کے ہوش اڑنا:

مقرب خاں اپنے بیٹے اور برادر زادوں اور دس بارہ خویشوں اور دو تین سو سواروں کو لے کر سنبھا کے سر پر جا چڑھا تو وہ بے خود سرمست ایک فوج کو ہمراہ لے کر لڑنے کھڑا ہوا۔ اس کی سپاہ کے بہت آدمی کمر باندھنے اور ہتھیار لگانے کا بہانہ بنا کے روپوش ہو گئے۔ اس کا وزیر کلوشا جو اس کا ہمدم وندیم و فدوی تھا سنبھا کو اپنی پشت پر رکھ کر نامی مرہٹوں کی ایک ایک جماعت لے کر مقابلہ میں آیا۔ دارو گیر کے شروع میں ایک تیر اس وزیر کے بازو میں لگا اور وہ گھوڑے سے گرا تو اس نے فریاد کی کہ میں رہا۔ سنبھا نے کہ فرار کی فکر میں تھا گھوڑے سے کود کر کہا کلوشا جی میں بھی رہا۔ پانچ چار مرہٹے مارے گئے



ہوں گے کہ سب فرار ہو گئے۔ سنبھا ایک بت خانہ کی پناہ میں گیا شلوکا کی حویلی میں گھسا اور وہاں پوشیدہ ہو رہا۔ بادشاہی لشکر نے اُس کا سراغ لگایا۔ اس نے لاحاصل ہاتھ پاؤں مارے۔ وہ مع عیال اور پسر خردسال ہفت ہشت سالہ ساہو نام اور دو اس کی بیویاں اور اس کے ہمدم صاحب مدار گرفتار ہوئے۔ اس کا چھوٹا بھائی راجہ رام نام کہ ایک قلعہ میں مقید تھا بچ رہا ان سب کو دست بستہ مو کشاں مقرب خاں کی سواری کے نیچے لائے۔ سنبھا نے داڑھی مُنڈا کے خاکستر منہ پر ملی تھی اور تغیر لباس کیا تھا لیکن اس کا نی ہے کہ مروارید کی مالا اس کے رخت کے نیچے سے نکلی اور اس کی سواری کے گھوڑے کے پاؤں میں طلائی جھانجھن تھے وہ پہچانا گیا۔ اس کو مقرب خاں نے اپنے ہاتھی پر ردیف بنایا اور بعض کو طوق و زنجیر پہنا کے ہاتھی پر بٹھایا اور ایک جماعت کو گھوڑے پر سوار کیا اور فتح کا نقارہ بجاتا ہوا اپنی بنگاہ کولاپور میں آیا۔ حقیقت حال کو بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ پہلے سے یہ حال سن چکا تھا۔ یہ مژدۂ روح پرور ایک عالم کی فرحت وشادی کا سبب ہوا۔ بادشاہ اکلوج میں تھا کہ یہ قیدی اس کے پاس آئے۔ لاکھوں آدمی برائے اِن بدبختوں کے واسطے ایران کے دستور پر تختہ کلاہ کیا اور ان کو وہ لباس جس پر ہنسی آتی ہے پہنایا۔ طرح طرح کے شکنجۂ عذاب میں ان کو کھچوایا۔ خواری کے ساتھ اونٹوں پر سوار کر کے ڈھول اور نفیریاں بجاتے ہوئے اور انبوہ خلائق میں تشہیر کرتے ہوئے لائے۔

## مقرب خان کی آمد:

مقرب خاں کے آنے میں چار پانچ روز لگے۔ اس خوش وقتی میں لاکھوں ہندو مسلمان ایسے تھے کہ ان کو خوشی کے مارے نیند نہیں آئی۔ جس قریہ گاؤں میں یہ خبر پہنچی وہاں سے خوشی خوشی سیر وتماشے کے لیے لوگ دوڑے آئے۔ کئی دن تک دنیا والوں کے لیے دن عید رات شب برات تھی۔ غرض جس دن یہ قیدی بادشاہ کے تخت کے نیچے آئے تو بادشاہ نے تخت سے اُتر کر دو رکعت شکرانہ ادا کیا۔ کب کلس نے جو خود مقید تھا اور ہندی شعر خوب کہتا تھا۔ چشم وزبان سے سنبھا کی طرف مخاطب ہو کر یہ شعر ہندی کہا جس کا مضمون یہ تھا کہ اے راجہ تجھے دیکھ کر عالمگیر میں باوجود اس فر وحشمت کے تخت نشینی کی طاقت نہ رہی اور بے اختیار ہو کر تیری تعظیم کے لیے تخت سے اُٹھ کر نیچے اترا۔ اس کو زنداں خانہ میں بھیجا۔ اگرچہ بعض ہوا خواہان کی مصلحت یہ تھی کہ ان تیرہ بختوں کو جان کی امان دے کر قلعوں کی کنجیاں سنبھا کے نوکروں سے طلب کر کے جا بجا اپنے قلعہ داروں کو متعین کریں اور سنبھا کو قلعہ میں دائم الحبس کریں۔ مگر یہ قیدی جانتے تھے کہ آخر کار ان کا سر دار پر چڑھے گا۔ اگر خواری وذلت کے ساتھ محبوس و

مایوس ومحروم لذت زندگانی سے رہے تو ہر روز ان کے واسطے ایک مرگ تازہ ہوگیا۔ دونوں راجہ اور وزیر بادشاہ کو ناشائستہ باتیں کہتے۔ خدا کو منظور یہ تھا کہ رشتۂ فساد کندہ نہ ہو۔ اور بادشاہ کی باقی عمر عزیز اس مہم اور قلعہ گیری میں ختم ہو۔ اس لیے بادشاہ نے یہ چاہا کہ ان کے نخل حیات کو قطع کیجئے۔ قلعے آخر کار کوشش سے فتح ہو جائیں گے اس لیے وہ امان دینے پر اور قلعوں کے لینے پر راضی نہیں ہوا۔ حکم دیا کہ دونوں سنبھا اور کلس (کلوشا) کی زبانیں نکالیں کہ وہ منہ سے نا سزا باتیں نہ کہہ سکیں۔ پھر ان کی آنکھیں نکالیں اور دس گیارہ قیدیوں کو عقوبت سے مارا۔ سنبھا اور کب کلس کے کلوں کے پوست کو گھاس سے بھرا اور اُن کی تشہیر ڈھول اور نفیر کے ساتھ دکن کے تمام مشہور بلاد میں کرائی۔ سنبھا کے مارے جانے کی تاریخ کا فر بچہ جہنمی رفت ہوئی۔ مآثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ سنبھا جی کے گرفتار ہونے کی بشارت بادشاہ کو سید بدیع اللہ سجادہ نشین گلبرگہ نے پہلے سے دی تھی۔ گو وہ بظاہر ممنوعات سے معلوم ہوتی تھی۔

## سنبھا جی کی بدچلنی و بدکرداری:

جب سیوا جی نے قلعہ راہیری بنایا وہاں آواخر تابستان میں پانی بہت کمیاب ہوا جاتا تھا تو سیوا جی نے اپنے مکان کے نشیمن کے پاس سنگ خارا میں کھدوا کے ایک باولی بنوائی تھی اور وہاں بیٹھنے کے لیے اپنا ایک تکیہ گاہ بنایا تھا وہاں وہ بیٹھتا۔ اور ساہوکاروں اور غریبوں کی عورتیں جب پانی بھرنے آتیں تو ان کی عورتوں کو فصل کا میوہ تقسیم کرتا اور عورتوں سے اس طرح باتیں کرتا کہ جیسے کوئی ماں بہنوں سے کرتا۔ اس کے خلاف سنبھا جی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب عورت پانی سے مٹکا بھر کے سر پر رکھ کے چڑھتی اور اس کے چبوترہ کے پاس آتی تو وہ اُس کی چھاتی پکڑ لیتا اور ایک گھڑی دو گھڑی اُسے حیران کرتا۔ وہ عورت عاجز ہو کر مٹکے کو سر سے پھینکتی اور گالیاں دیتی ہوئی اس کے ہاتھ سے نجات پاتی۔ باپ کے زمانہ میں جو رعایا آباد ہوئی تھی ناچار وہ فرنگیوں کی عملداری میں جا بسے۔

## راجہ رام کا راہیری سے بھاگنا

سنبھا جی کا چھوٹا بھائی راجہ رام مقید تھا۔ جب سنبھا جی مارا گیا تو مرہٹوں نے راجہ رام کو اپنا سردار بنایا۔ پہلے اس سے کہ ذوالفقار نے راہیری کا محاصرہ کر کے محصوروں کو تنگ کیا ہو وہ جوگیوں کے لباس میں کہ کوئی پہچانے نہیں قلعہ سے بھاگ گیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر مخبروں نے دی تو عبداللہ خاں کو حکم ہوا کہ وہ اس گمراہ کو گرفتار کرے۔ اس کو جاسوسوں نے یہ خبر تحقیق پہنچائی کہ مدتوں تک تو راجہ رام گمنامی میں رہا۔ اب اُس نے تین سو سردار جمع کیے اور رانی بدہنور کی زمینداری کے علاقہ میں آیا ہے۔ خاں



مذکور نے قلاع کے جھگڑے کو اور وقت پر موقوف رکھ کر اپنے بڑے بیٹے حسن علی کو اس طرف روانہ کیا اور خود تین رات دن ایلغار کر کے زمینداری کی حد میں متصل سبحان گڑھ وجرا کے گیا جو دریائے تم بھدرہ کے کنارہ پر اس کے علاقہ میں واقع ہے یہاں اُس نے جنگ کی اور سرداروں ہندو راؤ و ملکوجی برادر سنبھا جی اور بھرجی و نانیا گھوڑ پڑہ کو قریب سو آدمیوں کے گرفتار کیا اور راجہ رام ہتھیار کیا بلکہ چیرہ و جامہ و جوتیاں چھوڑ کر بھاگا اور ایسا بھاگا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اگرچہ اس بہادر نے یہ کار نمایاں کیا مگر اس پر یہ شبہ ہوا کہ اس نے راجہ رام کی گرفتاری میں اغماض کیا اور رانی کی نسبت یہ شک تھا کہ اُس کو چھپا کر چھوڑ دیا۔ قیدی ارک بیجاپور میں مقید ہوئے اور جان نثار خاں نے رانی کو تنگ کر کے اس سے پیشکش جرمانہ میں لیا۔ عجب یہ ہے کہ ہندو راؤ و بھرجی اور چند اور سردار بھاگ گئے اور باقی اسی آدمی قتل کیے گئے۔

# تینتیسویں سالِ جلوس کے واقعات وسوانح

## 1100ھ

### قلعہ راہیری کی فتح سنبھا کے بیٹے کی مدارات:

2رشوال 1101ھ کو بادشاہ نے بخشی الملک روح اللہ خاں کو مرہٹوں کے قلعہ رانجور کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ 15رمحرم 1102ھ کو اعتقاد خاں نے قلعہ راہیری فتح کرلیا اور سنبھا اور راجہ رام کی تمام ماؤں، خونی رشتوں یعنی عورتوں، بیٹوں اور بیٹیوں کو قید کرلیا۔ جس پر شادیانہء فتح بلند ہوا۔ عبدالرحیم خاں مامور ہوا کہ وہ قلعہ راہیری میں ضبط اموال کرے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مادر سنبھا زن سیوا اور ان کے متعلقین کے لیے گلال باری میں خیمے بقدر گنجائش لگائے جائیں اور ان کو اعزاز واحترام سے ان میں اُتاریں۔ ہر ایک کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ بڑے بیٹے ساہو نو سالہ کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار اور راجگی کا خطاب وخلعت وغیرہ عنایت کیا اور اس کے چھوٹے بھائیوں مدن سنگھ اور اودھو سنگھ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ماں اور دادی کے پاس رہیں۔ ان کی ہر ایک سرکار کے واسطے ایک متصدی مقرر کیا۔ اس سے مار کشتن و بچہ و مارنگاہداشتن و آتش افروختن و اخگر گذاشتن کا نتیجہ بادشاہ کے مرنے کے بعد ظاہر ہوا۔ جس کا بیان آگے ہوگا۔

### راپچور کی فتح:

2شوال 1101ھ کو بخشی الملک روح اللہ خاں دشمنوں سے قلعہ راپچور کی فتح کے لیے مقرر ہوا تھا۔ اس نے 26رصفر 1102ھ کو اس قلعہ کو فتح کرلیا فیروز نگر بھی اُس کا نام تھا۔

### ایک آدمی بادشاہ کے پاس مرید ہونے کے لیے آیا:

ایک دن دیوان عدالت العالیہ صلابت خاں میر توزک نے اول ہی دفعہ ایک شخص کو بادشاہ کو دکھایا کہ وہ بنگالہ سے اس سے مرید ہونے کے لیے آیا ہے۔ بادشاہ نے جیب خاص سے ایک سو روپے اور چرن طلاء ونقرہ خان مذکور کو دیے کہ اس شخص کو دے دے۔ اور کہہ دیا کہ ہم سے جس فیض کا تصور ہوسکتا ہے وہ یہی ہے۔ جب خان نے اس شخص کو یہ چیزیں دیں تو اس نے ان کو اطراف میں پھینک دیا



اور خود دریا میں جا گرا۔ خان نے فریاد کر کے اس ڈوبتے کو نکلوایا۔ بادشاہ نے تعجب باطنی سے مرشد خاں سے فرمایا کہ ایک شخص بنگالہ سے آیا ہے اس کے دل میں یہ خیال باطل سمایا ہے کہ ہمارا مرید ہو:

ٹوپے لیندی باورہ دیندی کہرے نج
چوہا کمندن باولی تو گل باندھے جج

اس ہندی فقرہ کے الفاظ مشکوک ہیں۔ تذکرہ چغتائیہ میں لکھا ہے کہ ایں ہر دو فقرہ ہندیات گوہر بار آوردند ہر کہ می فہمد بر کمالات صورت ومعنی آن خداوند شیفتہ ووالہ می گردد۔

### عالمگیر کے دیانت دار اور بلند مرتبت ملازم:

سعادت خاں عرف محمد مراد حاجب حیدر آباد اگرچہ بادشاہ کے خانہ زادوں وعقیدت مندوں اور جان نثار فدویوں میں تھا لیکن ایام حجابت میں وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ ابوالحسن کی تقصیرات میں اس کے حال پر ترحم کرے۔ بعض مقدمات میں وہ آتش افروزی زیادہ نہیں چاہتا تھا اور بادشاہ کی مرضی کے خلاف اس نے دو تین مقدموں کو مخفی کیا۔ ایک ان مقدموں میں سے یہ تھا کہ ابوالحسن نے جو سنبھا کو روپیہ دیا تھا اس کی اطلاع بادشاہ کو نہیں دی۔ اور ایسے ہی اور دو تین مقدمے تھے جن کے سبب سے گولکنڈہ کی فتح کے بعد اس کا منصب کم کیا گیا اور اسی ہزار روپیہ جو ایام حجابت میں اس کو دیا گیا وہ باز یافت ہوا۔ نو عدد خوانچے جن میں دس لاکھ روپیہ کا جواہر تھا اور جن کو اس نے اپنی حسن تدبیر سے ابوالحسن سے لیا تھا بعض ہمدموں نے سمجھایا کہ اس کے جواہر کو کم قیمت جواہر سے بدل لو مگر اس نے بغیر کسی خیانت کے بادشاہی خزانچیوں کے حوالہ ان خوانچوں کو کیا تو جواہر خانے کے متصدیوں نے عرض کیا کہ نو عدد خوانچہ جواہر جن کے اوپر موم کی مُہر کا نقش نہیں ہے اور نہ ابوالحسن کے متصدیوں کی سیاہ مہری ہے وہ ہمارے سپرد کیے گئے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس مہم میں ہم کو اس کی دیانت پر پورا اعتبار ہے۔ وہ واقعی ہمارا خانہ زاد ہے۔ ہماری گودیوں اور کندھوں کا کھیلا ہوا ہے۔ چونکہ چند کام ہماری مرضی کے خلاف کیے تھے چشم نمائی ضروری تھی۔ اس کو پھر بحال کر دیا اور مرشد علی خاں کا خطاب دیا۔ جو اُس کے باپ کا خطاب تھا تو اُس نے عرض کیا کہ میں اپنے تئیں باپ کے خطاب کے قابل نہیں جانتا خانہ زاد کا خطاب عطا ہو۔ بادشاہ نے مسکرا کر یہی خطاب اس کو دے دیا۔

### دیانت وایمانت انسانیت کا جوہر اور خلاصہ ہے:

دیانت کا حال اس زمانہ میں یہ تھا کہ بہت سے متصدی پیشہ صاحب غرض نفس پروری کر کے

کسی کو متدین نہیں جانتے۔ دیانت، امانت داری کو فعل لغو سمجھتے ہیں لیکن عاقل صلاح شعار عاقبت اندیش پر ظاہر ہے کہ آسمان کے نیچے انسان کے واسطے کوئی محمود خصلت بہتر امانت و دیانت سے نہیں ہے۔ برکت عزت آبرو ترقی پائیداری دولت وخلاصی باز خواست دارین اور عاقبت بخیری اپنی اور اولاد کی دیانت و کم آزاری خلق اللہ میں ہے۔ بشرطیکہ یہ امانت داری خدا کی رضا کے لیے ہو۔ جس میں خلق اللہ کو مضرت وایذا نہ پہنچنے کا قصد ہو اور آبادکاری ملک پر نظر ہو نہ خوشنودی مخلوق کے لیے خلق اللہ کی گردن مارے۔ جو جماعت کہ اپنی نفس پروری اور امیر و وزیر کی خوشنودی کے لیے رعایا پر ظلم و تعدی کرتے ہیں خدا تعالیٰ اسی مخلوق کو ان کی ہلاکت کے واسطے مقرر کرتا ہے۔ اس بادشاہ کے عہد میں بعض عمدہ ملازم دیانت میں مشہور ہیں۔ عاقل خاں خافی کے بعد امانت خاں ہے باوجودیکہ وہ روزگار کا کاروبار کرتا ہے مگر فقیر وضع زیست کرتا ہے۔ وہ زیردستوں کی تالیف قلوب کرتا مستمندوں کے حال پر رعایت کرنے کو بادشاہ کے لیے مال جمع کرنے پر ترجیح دیتا تھا۔ ایام دیوانی دکن میں اورنگ آباد خاندیس وغیرہ کی رعایا مالگوار پر اس نے بڑا احسان کیا کہ بارہ لاکھ روپے کہ بابت باقی سنوات کے رعایائے سقیم حال سے سرکار طلب کرتی تھی اور ہر سال منصب دار اہل دیوان کے احدی مقرر ہو کر اُن کے وصول کرنے کے لیے جاتے تھے اور کوئی دام و درم نہیں وصول کرتے تھے اور اپنی مٹھی گرم کر کے چلے آتے تھے اور طومار بندار دفتر میں داخل کرتے تھے اور ایسے ہی نادار زمینداروں کے ذمے پیش کش کا جو روپیہ ہوتا تھا اور اہلکار اس سے متمتع ہوتے تھے یک قلم صاف کر دیا۔ ایک دن بادشاہ نے جب امانت خاں کی دیانت و امانت کی تعریف کی تو امانت خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میرے برابر خائن دوسرا نہ ہوگا کہ ہر سال اپنے ولی نعمت کے کئی لاکھ روپیہ رعایا و عمال کو کہ باقی دار ہوتے ہیں معاف کر دیتا ہوں میں بادشاہ سے امید عفو رکھتا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے معاف کیا اور ہم جانتے ہیں کہ تو دنیا و آخرت کا خزانہ ہمارے لیے جمع کرتا ہے۔ امانت خاں مختلف دستاویزوں پر ہنود کو معافی جزیہ کے پروانے لکھ دیتا تھا اور بادشاہ اجرائے جزیہ میں نہایت تقید کرتا تھا۔ رشید خاں دیوان خالصہ نے یہ پروانے بادشاہ کو دکھائے اور عرض کیا کہ نصف سے زیادہ ہنود کو امانت خاں نے جزیہ کی عدم مزاحمت کی سند حضور کی مرضی کے خلاف دے دی ہے تو بادشاہ نے امانت خاں سے فرمایا کہ مقدمات ملکی اور مالی میں معافی کے تم مختار ہو مگر جزیہ کی برہم ہزار دشواری سے کفار پر جاری کیا ہے اس کے معاف کرنے سے بدعت اور بندوبست جزیہ کی



خوردگی پیدا ہوگی۔

## امانت خاں کی جزیے کی معافی سے دستبردار:

امانت خاں نے جزیہ معاف کرنے سے دست کشی کی اور ساری عمر سوا غریبانہ رخت اور موٹے کپڑے کے پیجامے کے نہ پہنا۔ لونڈی کبھی نہیں رکھی۔ چار نسل تک بلا فصل اس کے خاندان میں دیوانی دکن رہی۔ مرزا علی کی دیانت اس مرتبہ پر تھی کہ بادشاہ اس کو پیاپے اضافہ اور خطاب عنایت کرتا تھا مگر وہ انکار کرتا تھا۔ بادشاہ سے عرض کرنے میں وہ گستاخ تھا۔ ایک امرد کو منصب کے لیے کھڑا کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کم عمر ہے تو اس نے عرض کیا کہ جاگیر پانے تک وہ بندہائے بادشاہی میں ریش سفید ہو جائے گا۔ بادشاہ نے ایک دفعہ اس کو میوہ بھیجا۔ دوسرے روز جو وہ آیا تو اس میوہ کے عطا کی تسلیمات بجالانی بھول گیا۔ بادشاہ نے اس میوہ کا مزہ اُس سے پوچھا تو وہ پائین میں گیا۔ چار تسلیم مقرری اور چار تسلیم بجالایا اور عرض کیا کہ یہ تسلیمات سجدۂ سہو ہے۔ ایک خدمہ شرعی میں کہہ دیا کہ تورانی کی شہادت اعتبار کے قابل نہیں ہے تو بادشاہ نے فرمایا کہ تو نے پاس ادب نہیں کیا کہ ہم بھی تورانی ہیں۔

## قاضی القضات کا کردار:

شیخ الاسلام پسر قاضی عبدالوہاب قاضی القضات تھے۔ جھوٹی شہادتوں کا بڑا رواج تھا۔ وہ گواہوں کے گزرنے کے بعد بہت کمتر اثبات حق کرتا اور تا مقدور اس میں کوشش کرتا کہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں صلح کر لیں۔

اعتماد خاں عرف ملا طاہر دیوان احمد آباد تھا۔ اس کا حقیقی بھائی آقا محمد زماں جو تجارت کرتا تھا محمد خاں کے گھر میں اُترا۔ اُس نے بھائی سے مال کی بابت دو سو روپے طلب کیے اور چاہا کہ خود ادا کرے مگر بھائی نے یہ روپیہ دے دیا اور ناراض ہو کر بھائی کے گھر سے احمد آباد چلا گیا۔ اور کبھی بھائی کی صورت نہ دیکھی۔ اور بھی بہت سے ملازم دیانت دار تھے اگر سب کا حال لکھا جائے تو پھر تاریخ کے لیے جگہ باقی نہ رہے۔

## آزمی سنسی کا احوال:

آغر خاں کابل سے بادشاہ کے پاس آتا تھا۔ اکبر آباد کے نزدیک جاٹوں نے ایک قلعہ کو خوا

اور اس کو اور اس کی عورتوں کو اسیر کر کے لے گئے۔ آغر خاں کو جب اس کی خبر ہوئی تو ان کی گڑھی کے نزدیک پہنچا اور آدمیوں کو چھڑایا اور گڑھی کی تسخیر میں مصروف ہوا کہ بندوق کی گولی سے وہ اور اس کا داماد دونوں قتل ہوئے۔ خان جہاں بہادر کوکلتاش گڑھی سنسی کے مامار کرنے کے لیے مقرر ہوا تھا مگر اس کی سعی ناکام رہی۔ بادشاہ نے شہزادہ محمد بیدار بخت کو اس گڑھی پر بھیجا جس نے حسب مدعا کام کیا۔



## چونتیسویں سالِ جلوس کا احوال 1101ھ

اس سال 19 رصفر 1102ھ کو جمدۃ الملک اسد خاں کو دریائے کشنا کے پار بھیجا گیا۔

## پینتیسویں سالِ جلوس کے واقعات 1102ھ

9 ررمضان 1102ھ کو بادشاہ زادہ محمد کام بخش کو ولایت جنجی کے مفاسد کی اصلاح اور غنیم کے استیصال کے لیے بھیجا۔ بخشی الملک بہرہ مند خاں اور بڑے بڑے امیر شہزادہ کے ساتھ بھیجے گئے۔

### شہزادہ محمد معظم کی رہائی

جب بادشاہ زادہ محمد معظم مقید ہوا تو عتاب شاہی ایسا تھا کہ اس کو حکم تھا کہ وہ حجامت و اصلاح نہ بنوائے۔ ناظر خدمت خاں کی سفارش سے اُس کو ایک مدت کے بعد اصلاح بنوانے کی اجازت ہوئی تو بادشاہ کا غضب بتدریج کم ہوتا گیا۔

سردار خاں محافظ کو بادشاہ ادعیہ ماثور دیتا اور کہتا کہ ان کو اُس یوسف زندانی کے پاس پہنچا دے اور کہہ دے کہ وہ ان کے ورد سے شغل رکھے کہ ہمارا دل اس کی اخلاص پر متوجہ ہو۔ اس میں ایک بڑا نادر لطیفہ ہے کہ خان مذکور نے کہا کہ حضور کے اختیار میں چھوڑنا ہے پھر کیوں دعائیں پڑھواتے ہیں۔ اس کا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ ہاں، لیکن حضرت مالک الملک نے اپنی حکمت سے ہم کو رُبع مسکون کا فرمان فرما کیا ہے۔ جس جگہ مظلوم پر کوئی ظالم ظلم کرتا ہے تو وہ امیدوار ہوتا ہے کہ اس ظلم کی فریاد ہم سے کرے اور اپنی داد پائے۔ بعض عوارض دنیاوی کے سبب سے اس شہزادہ پر ہم سے ظلم ہوا ہے اور ابھی وقت نہیں آیا کہ اُس کو اخلاص کریں اس کا مفر سوائے درگاہ داور نہیں ہے اس لیے اس کو امیدوار رکھنا چاہیے کہ وہ ہم سے قطع امید نہ کرے اور خدا کے آگے نالش نہ کرے اور اگر وہ نالش کرے تو ہمارے بچنے کی کون سی جگہ ہے؟

خافی خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے خواجہ سرائے محرم کے ہاتھ ایک قلمدان مع ساز اور قلم تراش بھیجا۔ صاحب عزت قیدیوں کے پاس کارد اور حربہ خورد و کلاں بھیجنا منع ہے۔ خواجہ سرا سے بادشاہ نے کہہ دیا ہے کہ اگر شہزادہ اس قلم تراش کے رکھنے میں تامل کرے تو اُس سے کہہ دینا کہ وہ عمداً بھیجا

گیا ہے اور اگر اس کو وہ بلامضائقہ رکھ لے تو اس کا حال ہم سے کہہ دینا۔ بادشاہ زادہ نے قلمدان میں جب قلم تراش دیکھا تو کہا کہ یہ غلطی سے آیا ہے۔ خواجہ سرا نے کہا کہ عمداً بھیجا گیا ہے تو اس نے تسلیمات بجالا کر اس کو رکھ لیا۔ بادشاہ سے یہ حال عرض کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہم اپنے فرزندوں کی غیرت جانتے ہیں۔ چند روز گزرے تھے کہ بادشاہ نے ایک حدیث اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ حفظ کلام اللہ کو ہر چند وہ سزاوار حبس ہو محبوس ابدی نہیں کر سکتے۔ شہزادہ کو ہزار سے زیادہ حدیثیں حافظ تھیں۔ اس نے جواب میں لکھا کہ اگرچہ حدیث میں حافظ قرآن کا حبس ابدی کرنا نہیں آیا مگر باپ بیٹے کو باوجود احترام حافظ کلام اللہ حبس ابدی کر سکتا ہے۔ بادشاہ اس جواب سے بڑا خوش ہوا حبس میں تخفیف ہوئی اور پھر رہائی ہو گئی۔

## ابوالخیر خاں اور قلعہ راج گڑھ کے حالات:

ان دنوں بادشاہ کے پاس خبر آئی کہ قلعہ راج گڑھ جو سنبھا و سیوا کا حاکم نشین تھا اور بادشاہ کے ہاتھ بہت محنت سے ہاتھ آیا تھا۔ ابوالخیر وہاں بادشاہ کی طرف سے قلعہ دار تھا۔ سنبھا کے مقید ہونے کی خبر سے پہلے مرہٹوں نے اپنے غلبہ اور تسلط کے اظہار کے لیے ابوالخیر خاں سے کہا کہ قلعہ خالی کر دو۔ اس قلعہ دار نے جان و مال و عیال کی امان کا قول لیا اور رات کو دو تین زنار سواریوں کو دو تین ڈولیوں میں بٹھا دیا اور باقی مستورات کو پیادہ پا ساتھ لیا اور اسباب کے چند پٹارے و صندوق د زر نقد و زیور وغیرہ ہمراہ لے کر قلعہ سے نکلا۔ مرہٹوں نے باوجود قول امان سارا اس کا اسباب لوٹ لیا اور بڑی بے عزتی سے ابوالخیر خاں اور اس کے ناموس کو چھوڑ دیا۔ وہ فیروز جنگ کے لشکر میں چلا آیا۔ بادشاہ نے اُس کو منصب و جاگیر سے معزول کیا اور بندر سورت میں حج کے لیے بھجوایا۔ مگر ایک پیر کی سفارش سے وہ پھر اپنے منصب پر بحال ہو گیا۔

## احکام شاہی

ان دنوں میں سال حال کے آخر تک کل بلاد میں جا بجا نرخی مقرر تھے۔ علماء و فضلاء نے بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ تعین نرخ خلاف شرع ہے۔ ہر فروشندہ کو اپنے مال کا اختیار ہے کہ جس نرخ و قیمت پر چاہے بیچے۔ اس لیے بادشاہ نے حکم دیا کہ کل بلاد میں سے نرخی موقوف کیے جائیں اور کسی کو نرخ کی خدمت نہ دی جائے ایک اور حکم یہ ہوا کہ بندہائے بادشاہی کے منصب کی یادداشت مرتب ہونے کے بعد منصب داروں کے پاس رہتی ہے وہ بخشیوں کے دفتر میں رہے اور



سررشتہ چہرہ کے دفتر کا جو جدا ہے وہ اس یادداشت میں لکھا جائے۔ محاسبہ جاگیرداری کی طرف رجوع کرے اکثر طلب سرکار منصب داروں پر نکلتی اور اس سبب سے رجوع محاسبہ کے لیے سزاول تعین ہوتے اور منصب دار روپیہ خرچ کر کے رجوع محاسبہ کی راہ سے کار کا دفعیہ کرنے پائے۔ باقی کی قلت اور منصب داروں کی کثرت سے خصوص بے شمار مرہٹوں اور دکنیوں کے عمدہ منصبوں پر مقرر ہونے سے خانہ زادوں کو اکثر چار پانچ سال جاگیر میسر نہیں ہوتی تھی۔ جب موسوی خاں دیوان تن ہوا تو یہ مقرر ہوا کہ نو ملازم منصب داروں سے مچلکا لیا جائے کہ یادداشت کی تیاری کے بعد جاگیر پانے تک وہ ایام مابین کی طلب کا دعویٰ نہ کریں۔ جب جاگیر مل جائے اور اس میں کوئی تغیر ہو تو اس تاریخ تک کہ پھر جاگیر تنخواہ ملے ایام مابین محاسبی میں محسوب ہوں۔ پہلے جو شخص ملازم ہوتا تھا وہ تعینات کیا جاتا تھا۔ اب موسوی خاں نے یہ مقرر کیا کہ جب تک وہ جاگیر نہ پائے کہیں تعینات نہ کیا جائے۔ مگر وہ اپنے اختیار سے کہیں تعینات ہو جائے۔

# چھتیسویں سالِ جلوس کے حالات وواقعات

## 1103ھ

**ھ اور الف کا املاء:**

اس سال کے اواسط یا اوائل میں بادشاہ گورگانوں وشکار پور سے کوچ کر کے ظفر آباد بیدر میں آیا۔ کچھ دنوں ٹھہر کر گلکہ میں کہ توابع بیجاپور سے ہے۔ اور ایک روز کی اُس سے مسافت رکھتا تھا کوچ اور چھاؤنی کا حکم دیا۔

فضائل خاں نے جو دار الانشاء کی خدمت پر مامور تھا بادشاہ سے عرض کیا کہ بعض بلاد معموری وقلعہ جیسے کہ مالوہ وبنگالہ وبگلانہ پرنالہ ہیں۔ ان کے آخر میں بموجب رسم خط وزبان ہندی کے بجائے ھ اور الف کا املا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو پسند کیا اور حکم دیا کہ بجائے ہ کے الف لکھا جایا کرے۔

**راجہ رام:**

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سنبھا کے بھائی راجہ رام کو بعض قصبوں کے سرداروں نے بھائی اور باپ کی جگہ راجہ بنایا ہے اور اس کے لیے بہت لشکر فراہم کیا ہے اور اس کو قلعہ سے نکالا ہے اور اُس نے فوج کی استمالت کر کے عمدہ فوجیں بھائی اور باپ کی طرح جابجا نامی نوکروں کے ساتھ تاخت و تاراج کے لیے بھیجی ہیں۔

**پرتگیزوں کا حال:**

شاہ جہاں کے عہد سلطنت میں نصاریٰ کا حال بیان ہو چکا ہے کہ سمندر کے کنارہ پر بنادر ہند میں رہتے تھے۔ بادشاہ پرتگال کے منصوبوں نے اکثر پاس کے بنادر و بلاد و کنار دریائے اشور پر پہاڑوں اور قلب مکان کی پناہ میں قلعے بنائے ہیں اور دیہات آباد کیے ہیں۔ اکثر امور میں اپنی آباد کی ہوئی رعایا کے ساتھ کمال رعیت پروری کرتے ہیں۔ کوئی تکالیف شاقہ نہیں پہنچاتے۔ اور مسلمانوں کے واسطے ایک جداپورہ آباد کیا ہے اور ایک مسلمان کو اس میں قاضی مقرر کیا ہے۔



معاملات جزئی اور نکاح کی تنقیح اس کے حوالہ کیے ہیں لیکن وہاں رواج بانگ وصلوٰۃ کی اصلا نہیں۔ اگر کوئی نامراد مسافران کے تعلقہ میں وارد ہوتا ہے اگرچہ اُس کو ضرر نہیں پہنچاتے لیکن وہ نماز بلا تشویش نہیں پڑھ سکتا۔ دریا میں برخلاف انگریزوں کے جہازوں پر دست تعدی نہیں دراز کرتے مگر اس جہاز پر جس کا قول موافق اور دستور مقرری کے حاصل نہ ہوا ہو۔ یا عرب ومسقط کا جہاز ہو کہ ان دونوں فرقوں سے ان کو قدیم عداوت ہے اور قابو پا کر ایک دوسرے کے جہاز پر تاخت کرتے ہیں۔ بانڈر ودرست کا کوئی جہاز معیوب تباہ ہو کر ان کے ہاتھ میں آیا ہو تو اُس کو وہ اپنا شکار سمجھتے ہیں۔

**ایک عجیب وغریب رواج کا تذکرہ:**

وہاں کے امراء کا ظلم یہ ہے کہ ان کے تعلقہ کی رعایا میں کوئی مرجائے اور اس کا کوئی فرزند بالغ ہو اور پسر کلاں نہ ہو اُس کے اطفال کو اپنے بادشاہ کے سرکار کا بیت المال جان کر اپنے کلیسا کے معبدخانہ میں لے جاتے ہیں پادری ان کا اس کو احکام مذہبی عیسائی سکھاتا ہے خواہ وہ سید مسلمان کا یا برہمن کا لڑکا ہو اس کو اپنے مذہب میں لاتے ہیں اور غلاموں کی اُس سے خدمت لیتے ہیں۔ کوکن عادل شاہی میں دریا کے متصل ان کا قلعہ معمورہ گوہ مشہور ہے وہ پرتگیزوں کا حاکم نشین ہے اور پرتگال کی طرف سے مستقل کپتان وہاں رہتا ہے اور بنادر اور دیہات سیر حاصل آباد کیے ہیں سوا ان کے چودہ پندرہ کوس سورت سے مائل جنوبی طرف سرحد بمبئی تک تعلقہ انگریز و سرحد حبشیوں کی ہے جس کو کوکن نظام شاہی لکھتے ہیں۔ پرگنات بگلانہ کے عقب کے پہاڑوں کی پناہ میں اور گلشن آباد کے جبال و شوار گزار کے جوار میں آٹھ ساتھ قلعے چھوٹے بڑے بنائے ہیں۔ ان میں سے دو قلعوں کا نام دمن اور بسی ہے جن کو سلطان بہادر گجرات کے قول اور اذن کے بہانہ سے بنایا ہے اور ان کو کمال مستحکم کیا ہے اور اس میں دیہات آباد کیے ہیں۔ اگرچہ یہ ملک جو اُن کے تصرف میں ہے چالیس پچاس کوس طول میں ہے مگر عرض میں ڈیڑھ کروہ سے زیادہ نہیں وہ پہاڑ کی ترائی میں جنس اعلیٰ جیسا کہ گنا اور اناس وبرنج کی کاشت کرتے ہیں اور ان کی زمین میں اشجار نارجیل وفوفل بہت ہیں اور بہت محصول کا روپیہ حاصل کرتے ہیں اور ایک سکہ فرنگ قیمتی نو آنہ کا ان میں مروج ہے۔ اور سوا اس کے سکہ کے جس کو اشرفی کہتے ہیں ایک اور تانبے کا سکہ ہے جس کو بزرگ کہتے ہیں۔ ایک فلوس کے چار بزرگ ہوتے ہیں۔ اضلاع دکن میں بادشاہ کا حکم ان کے ملک میں چلا نہیں اور لڑکی کی شادی کرنے کے وقت دیہات کو اس کے جہیز میں دے دیتے ہیں۔ گھر کے اندر باہر کا کل اختیار

بیوی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بیویاں شوہر پر تسلط رکھتی ہیں۔ ان کے مذہب میں ایک بیوی کے سوا دوسری بیوی کرنی جائز نہیں۔ پرتگیزوں کا سب سے بڑا کپتان گووہ میں رہتا ہے اور سب کپتان اس کے محکوم ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ کو پرتگیزوں کی زشتی اعمال پر اطلاع ہوئی تو ابتداء میں معتبر خاں فوجدار گلشن آباد کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ اور فوجداروں وحبشیوں کی مدد لے کر اس ضلع کے جہال سے اس طائفہ کے استیصال اور خراج میں کوشش کرے۔ معتبر خاں اوروں کی کمک ومدد کا محتاج نہ ہوا کیونکہ وہ جمعیت زیادہ رکھتا تھا۔ قلعہ گیری کا سامان جمع کر کے پرتگیزوں کے دیہات پر تاخت و تاراج شروع کی اور ایک دو چھوٹے قلعوں پر کہ مصالح جنگ نہیں رکھتے تھے تاخت ویورش کی۔ جنگ میدان کے میں یہ جماعت عاجز ہے اور بندوق اور شمشیر کو جو سینچہ کی صورت رکھتی ہے اور یہ لوگ مزید ہتھیار نہیں رکھتے۔ اور ان کے پاس گھوڑے نہیں ہوتے ہیں۔ وہ پہلے حملہ میں بھاگ گئے اور بہت سے پرتگیز قلعہ دمن اور بسی میں چلے گئے۔ اور ایک جماعت فرنگیوں کی مع زن وفرزند اسیر ہوئے۔ دو قلعے چھوڑ کر وہ بھاگے وہ معتبر خاں کے قبضہ میں آئے۔ اور اس قوم میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور قلعہ دمن اور بسی میں آ کر ان کے برج دوبارہ کو مستحکم کرنے لگے۔ کوکن عادل شاہی کے تعلقہ کے کپتان گووہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ وہ بجائے صوبہ دار کل اور نائب مستقل پرتگال کا ہے۔ یہ جماعت اپنے تئیں دریا کا صاحب اختیار جانتی ہے اور روئے دریا پر جنگ جہاز میں جیسا وہ تردد کرتے ہیں ایسا کسی اور قوم سے نہیں ہوسکتا۔ اس نے عرضداشت کمال تضرع اور عجز کے ساتھ بادشاہ کی اور مقربان حضور کی خدمت میں بھیجے جس میں مندرج تھا کہ ہم تمھاری طرف سے بے تنخواہ کے نوکر ہیں جو روئے دریا کے مفسدوں کے شر کو دور کرتے رہتے ہیں۔ فرمانروایان سلف نے ہمارے بزرگوں کو زمین کا ایک پارچہ ناکارہ کنار دریا پر دیا تھا اس کو آباد کر کے آپ کی خدمت بجالاتے ہیں۔ اگر ہمارا رہنا حضور کی مرضی کے خلاف ہو تو ہم خانہ بدوش ہیں اور ہمارا اصلی گھر اور مکان روئے دریا ہے۔ جہازوں میں سوار ہو کر محافظت دریا میں مشغول ہوں گے۔ ہمارے بادشاہ کا حکم ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ سے مقابلہ و پرخاش نہ کرنا۔ انھوں نے بادشاہ کے حواشی و صاحب مداروں کے لیے تحفے وہدیے بھی بھیجے تھے۔ مقربان شاہی نے بادشاہ کی خاطر نشان کیا کہ جب تک خشکی کے بندوبست سے اور مرہٹوں کے قلع قمع سے بالکل خاطر جمع نہ ہو پرتگیزوں سے بگاڑ کر زنبور خانہ دریا کو شورش میں نہیں لانا چاہیے۔ اس لیے بادشاہ نے پرتگیزوں کی تقصیر معاف



کر دی اور اسیران فرنگ کے چھوڑنے کا حکم معتبر خاں کو بھیج دیا۔

## جنجی کی سرکشی:

مرزبانان جنجی وجنجاور توابع جنجاور توابع بیجاپور مشہور سرکش تھے۔ اور خزانہ اُن کا معمور تھا۔ وہ سنجا مقتول کے منصوبوں میں سے تھے اور قدیم سے رام راجائے بیجانگر کے ملک میں سے وہ کہے جاتے تھے اور ہمیشہ بیجاپور کے فرمانروایوں کی مخالفت کرتے تھے۔ دو تین مضبوط قلعے باہم پیوستہ اُن کے پاس تھے وہ زیادہ شوخی کرتے تھے۔ شہزادہ کام بخش ان کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا۔ عمدۃ الملک اسد اللہ خاں اتالیق اور اعتقاد خاں جس کو خطاب ذوالفقار خاں نصرت جنگ کا ملا تھا ہراول مقرر ہوا اور عبدالرزاق خاں لاری کوکن عادل شاہی کا فوجدار مقرر ہوا۔

## خربوزہ پر محصول:

ابتدا سے کہ تیموریہ کے تصرف میں ملک دکن آیا خربوزہ گرما کا محصول معاف تھا۔ دریا کے کناروں ریتی میں غریب غربا خربوز بوتے ہیں ان کے محصول سے عمال بادشاہی اور جاگیرداروں کے تصرف میں کوئی دام و درم نہیں آتا تھا اور سررشتہ زمینداری اور تنخواہ اہل دیوان میں وہ داخل نہ تھا ان دنوں میں محرم خاں عرف خواجہ یاقوت کل باغات شاہی کا داروغہ مقرر ہوا اور اس کو معلوم ہوا کہ دریا کے کناروں پر (خربوزوں) کا کچھ بندوبست نہیں ہے۔ اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ خربوزوں کا محصول نہیں لیا جاتا اس سبب سے بہت روپیہ رائیگاں جاتا ہے۔ بادشاہ نے اہل دیوان کو حکم دے دیا کہ اس کا بندوبست کیا جائے۔ خربوزہ کا محصول از روئے جریب مقرر ہوا۔ پہلے بادشاہی باغوں کے دروازے کھلے رہتے تھے خلقت اُس سے متمتع ہوتی تھی۔ مگر محرم خاں نے حکم دیا کہ سب باغات کے دروازے مقفل رہیں اور خاص حالتوں میں وہ کھولے جائیں۔

## ابوالحسن کی چار لڑکیاں:

ابوالحسن کی چار لڑکیاں غیر شادی شدہ تھیں۔ بڑی لڑکی نے شادی سے انکار کیا اور یہ درخواست کی کہ میں بادشاہ کے ہاتھوں پر وضو میں پانی ڈالنے پر مقرر ہو جاؤں مجھے اس پر فخر ہے۔ ورنہ باقی لذات دنیا سے مجھے اجتناب ہے۔ بادشاہ نے اس کا یومیہ مقرر کر دیا اور اس کو باپ پاس رہنے دیا اور ایک بہن کی شادی سکندر بیجاپور سے کر کے اس کو جس میں اس کا ہمدم بنایا اور تیسری لڑکی کا عنایت خاں

پسر اسد خاں سے عقد باندھا اور چوتھی لڑکی کو نقشبندیہ خاندان میں بیاہ دیا جس کو ابوالحسن نے پسند نہیں کیا۔

## روح اللہ خاں کی وفات:

روح اللہ خاں میر بخشی کہ امرائے موروثی میں تھا اور بادشاہ کے مزاج سے آشنا تھا اور خلق کی برآمد کار میں کوشش کرتا تھا وہ مر گیا۔ تاریخ وفات اس کی (روح درتن ملک نہ ماند) ہوئی۔ بادشاہ اس کی عیادت کو گیا اور اس کی مغفرت کے لیے دعا پڑھی۔ اس نے یہ شعر پڑھا

چہ نباز رفتہ باشدز جہاں نیازمندے
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشے

محمد باقر حاکم بندر سورت کو کسی قصور کے سبب سے سورت سے تبدیل کیا گیا۔

## سید سعد اللہ کی سفارش:

فضیلت پناہ سید سعد اللہ نے جو بڑا عالم متبحر تھا اور اس کی تحریر بادشاہ پر پورا اثر کرتی تھی اور بادشاہ اپنے دستخط خاص سے اس کو خطوط لکھا کرتا تھا۔ وہ ارباب حاجت کی سفارش میں زیادہ جرأت کرتا تھا۔ اس نے محمد باقر اور ایک اور حکیم کی سفارش کی۔ بادشاہ نے دونوں کے قصور معاف کر دیے مگر سید صاحب کو لکھ کر بھجوا دیا کہ آپ فقیر اور فاضل ہیں علماء و فقرا کے باب میں لکھا کیجیے لیکن ایسے آدمیوں کے بارے میں جو ظلم کا پیشہ اختیار کرتے ہیں کچھ نہ لکھا کیجیے اس لیے کہ نص کلام اللہ ہے کہ ظالم کی اعانت کرنی ظلم میں شریک ہونا ہے۔

## نئے نوکروں کا رکھنا:

مہم دکن کو بڑا امتداد ہوا۔ تیموریہ خزانہ اندوختہ خالی ہوا یا اسباب باقی کی قلت اور ارباب طلب کی کثرت حد سے گزری۔ روح اللہ خاں کو نئے ملازموں کی مثل پیش کرنے کا شوق تھا۔ بادشاہ نے ایک دفعہ بے دماغی سے اس سے کہا کہ ہم نے بار بار کہا ہے کہ نوکر ہم کو درکار نہیں تو کس واسطے آدمیوں کو جواب نہیں دیتا۔ روح اللہ خاں نے جواب عرض کیا کہ ہندوستان کی دولت سلطنت خداداد وقت اقلیم کی سلاطین کا ملجا ہے۔ ہم خانہ زادوں کی زبان سے ارباب حاجت کے لیے کلمہ یاس کا نکلنا پاس ادب سے دور ہے۔ عرض کرنا ہم پر واجب ہے۔ قبول کرنے کا اختیار ولی نعمت کو ہے۔ ان ہی دنوں میں مخلص خاں



بخشی ہوا وہ چاہتا تھا۔ کہ میں روح اللہ سے بھی زیادہ خلق پر در فیض کھولوں۔ وہ نئے ملازم رکھنے پر زیادہ جرأت کرتا تھا۔ بادشاہ ان بخشیوں پر بہت خفا ہوا کہ ہم نے بار بار حکم دیا کہ ہم کو نوکر درکار نہیں پھر تم کیوں نوکر رکھتے ہو اور اس کی قباحت کو نہیں سمجھتے۔ دونوں بخشی خفا ہو کر گھر جا بیٹھے اور پیش کاروں سے کہہ دیا کہ آدمیوں کو جواب دے دو۔ نئے ملازموں کو سند و اسناد جاری نہ کرو۔ پس ارباب حاجب کے لیے دروازہ بند ہوا۔ ایک جماعت برسوں سے پادوری کر رہی تھی۔ مایوس ہو کر فکر فاسد کرنے لگی۔ خیمہ خیمہ پر پڑی پھرتی تھی۔

## قلعہ پرنالہ کا ہاتھ سے جانا:

ہرکاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ رام نے جا بجا ملک کی تاخت کے لیے اور قلعوں کی تسخیر کے واسطے جو بادشاہ کے قبضہ میں آئے فوجیں بھیجی ہیں چنانچہ توابع بیجاپور میں، بہت بڑا مضبوط قلعہ پرنالہ تھوڑے تردد سے راجہ رام کے منصوبوں کے تصرف میں آ گیا۔ قلعہ دار بادشاہی نے اس وقت کہ کار ہاتھ سے جا چکا تھا خبر پا کر لاحاصل دست بازی کی اور زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر بہت افسردہ ہوا اور اس نے کہا کہ پرنالہ نہ رفت بیجاپور رفت۔ بہرہ مند خاں کو بھیجنا چاہا تھا کہ سنا شہزادہ معز الدین پرنالہ کا محاصرہ کر رہا ہے۔ اس نے مصلحت یہ جانا کہ بادشاہ خود بیرم پوری جا کر انتظام کرے۔

# سینتیسویں سالِ جلوس کے حالات وواقعات

## 1104ھ

### مرہٹوں کی بادشاہی لشکر پر فتوحات:

بادشاہ کے حکم کے موافق فیروز جنگ نے بہادر گڑھ میں چھاؤنی ڈالی تھی۔ اُس کے نام حکم گیا کہ خود جریدہ جا کر مخالفوں کی تنبیہ کرے اور اس ضلع کے قلعوں کو تسخیر کرے۔ سنبھا کے مقتول ہونے کے بعد راجہ رام کی طرف سے ملک قدیم وجدید کی تاخت وتاراج کے لیے مرہٹوں کے نامی سردار بھیل گئے تھے۔ اور افواج بادشاہی کے اطراف میں شوخی ودست اندازی حد سے زیادہ شروع کی جس کی تفصیل میں قلم رنجہ کرنا سررشتہ سخن سے دور پڑتا ہے۔ ان سب سرداروں میں دو سردار سنتا گھور پور اور دہنا جادو بڑے بیڈھب تھے۔ پندرہ بیس ہزار سوار جنگی ان کے پاس موجود تھے اور مرہٹے صاحب فوج ان کی اطاعت ورفاقت کے لیے موجود تھے۔ بادشاہی فوج کے سرداروں کو ان سے زخم عظیم پہنچا۔ سنتاجی نے مشہور معموروں کی تاراج میں اور عمدہ امراء سر فوج شاہی کے مقابلہ میں ایسی شہرت پائی تھی کہ جس سے کسی کا اس سے مقابلہ ومقاتلہ ہوتا اس کو سوا اس کے چارہ نہ تھا کہ قتل ہو یا زخمی ہو کر اسیر ہو۔ یا ہزیمت پا کر فوج وبھیر کو غارت غارت کر کے جان بچانے کو دوبارہ زندگی جانے۔ جس طرف وہ پیکار کے لیے جاتا لشکر شاہی لڑنے لگتا اور کوئی ذی وقار امیر بادشاہی اس کے مقابل میں کمر نہ باندھتا۔ چنانچہ اسماعیل خاں یکہ تاز جو دکن کے مشہور سرداروں میں تھا اس کے مقابلہ میں اول ہی حملے میں اپنی جگہ سے ہل گیا اور تمام فوج اس کی غارت ہوئی اور زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ بہت روپیہ دے کر چھوٹا۔ اسی دستور پر رُستم خاں عرف شرزہ خاں ضلع ستارہ میں اس سے لڑا۔ ساری بھیر اور جو کچھ پاس تھا برباد گیا گرفتار ہوا۔ بہت روپیہ دے کر نجات پائی۔ ایسے ہی علی مردان خاں عرف حسین بیگ حیدر آبادی شش ہزاری نے سنتا سے کارزار کر کے بھیر اور فوج کو برباد کیا وہ خود زخمی ہوا اور ایک جماعت اس کے ساتھ زخمی ہو کر گرفتار ہوئی۔ دو لاکھ روپیہ دے کر اور اس کے ہمراہی اور روپیہ دے کر رہا ہوئے۔ سرحد کرناٹک پر سنتاجی سے جاں نثار خان اور تہور خاں سے لڑائی ہوئی جو مرہٹوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ فوج بادشاہ کو بڑی ہزیمت ہوئی۔ تمام فوج



اور توپ خانہ اور بھیر غارت ہو گیا۔ جان نثار خاں زخمی ہو کر بہت کوشش کر کے جان کو سلامت لے گیا۔ تہور خاں مردوں اور زخمیوں میں پڑا۔ دوبارہ عمر پانے کو غنیمت سمجھا اور ایسے بڑے بڑے آدمیوں کو جو لڑائی میں شریک تھے صدمہ پہنچا۔ بہت سے مقید ہوئے۔ بعض نے حیلوں سے جان بچائی۔ جب بادشاہ کو یہ خبریں ہوئیں تو وہ دل میں بڑا رنجیدہ ہوا۔ مگر بظاہر یہ کہا، بندہ کا اختیار نہیں ہے۔ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ مراد خاں نے خان جہاں سے بادشاہ کے اس مقولہ کو عرض کیا تو اس نے کہا کہ یہ خبر ہے عالم بالا میں عرض مکرر نہیں ہوتی کہ دیویں لیویں جس کسی کو روز ازل میں دے دیا دے دیا۔

### قلعہ جنجی کی مہم اور شہزادہ کام بخش کا اس میں مبتلا ہونا:

جمدۃ الملک قلعہ نندیال کو فتح کر کے کھریہ میں آیا تھا جو سرحد کرناٹک حیدر آباد پر ہے یہیں چھاؤنی ڈالی تھی، شہزادہ کام بخش کو بادشاہ نے قلعہ واکن کھیرہ کی فتح کے لیے بھیجا تھا اور اس مہم کے انصرام کے لیے بخشی الملک بہرہ مند خاں کو اس کا شریک کیا تھا۔ جب اس خدمت پر بخشی الملک روح اللہ خاں مامور ہوا تو بادشاہ کے حکم سے وہ جمدۃ الملک کی کمک کے لیے مقرر ہوا۔ جب وہ کریہ آیا تو بادشاہ کا حکم آیا کہ وہ جمدۃ الملک کے ہمراہ ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی کمک کو جائے۔ وہ قلعہ جنجی کا محاصرہ کر رہا تھا۔ غنیم کے ہجوم سے اور رسد کے نہ پہنچنے سے اس پر کار دشوار ہو رہا تھا۔ بادشاہ زادہ جوانی کی قوت رکھتا تھا۔ خوشامد دوستی کے فریب میں آیا ہوا تھا۔ صاحب تجربہ آزمودہ کاروں کی باتوں پر توجہ نہیں کرتا۔ آخر مسافت بعید منزل بمنزل قطع کرتا تھا اور اس ضمن میں سیر وشکار بھی ہوتا جاتا تھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اول سے آخر تک راہ چلتا تھا۔ جمدۃ الملک بڈھا تھا۔ وہ ادب کی رعایت کر کے گھوڑے پر شہزادہ کے ساتھ جاتا تھا۔ مگر گھوڑے پر سوار ہونے سے وہ ناخوش اور آزردہ خاطر ہوتا تھا۔ زمین الفت میں غوہ شکوہ کیا ندر دانہ کلفت ہوتا ہے اس سے مخالفت پیدا ہوئی اور بد اندیشوں نے اس ناخوشنودی کو اور بڑھا دیا۔ بہرہ مند خاں نے شہزادہ سے ایسی چکنی چپڑی باتیں کہیں کہ اُس نے بادشاہ کے پاس جانے کی اس کو اجازت دے دی۔ جنجی میں لشکر آیا۔ خان نصرت جنگ نے استقبال کیا اور ملازمت حاصل کی۔ دیوان خانہ میں بادشاہ زادہ بیٹھا جمدۃ الملک اور نصرت جنگ سرافراز خاں نے بیٹھنے کی اجازت پائی۔ سید لشکر خاں پسر سید خان جہاں خاں بارہہ جو نصرت جنگ کی ہم چشمی کا متوقع تھا اُس کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہوئی تو وہ دیوان سے رنجیدہ ہو کر چلا گیا۔ اس

مقدمہ کو آدمیوں نے پدر و پسر کی سعایت کے لیے بادشاہ زادہ کے ساتھ مقدمہ مرتب کیا اور اُن کو یہ سمجھا دیا کہ بادشاہ زادہ تمھارے حال پر متوجہ نہیں ہوا۔

## راجہ رام اور شہزادے کے مابین خفیہ مراسلت:

اس اثناء میں شہزادہ اور راجہ رام کے درمیان مراسلت خفیہ ہونے لگی۔ نصرت جنگ ہر بات سے آگاہ رہتا تھا۔ وہ قلعہ کے اندر ہزار روپیہ روز جاسوسوں کو دیتا تھا۔ اس راز و نیاز کی باتوں پر حقیقی اطلاع اُس کو ہوئی تو باپ بیٹوں نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بادشاہ کی اجازت سے وہ مجاز ہوئے کہ راؤ دلپت بوندیلہ کو شہزادہ کے دولت خانہ پر شب و روز حلقہ در بنایا۔ جمدۃ الملک کی بے اجازت سواری اور دیوان اور مرد بیگانہ کی آمد و شد نہ ہوتی۔ اب آزردگی برملا ہوئی۔ قلعہ کے جاسوسوں سے یہ امر محقق ہو گیا کہ شہزادہ اس سبب سے کہ جمدۃ الملک اور نصرت جنگ سے موافقت نہیں رکھتا وہ اپنے لوگوں کے ساتھ اندھیری رات میں قلعۂ جنجی کے اندر جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پدر اور پسر نے روسائے لشکر سے مشورہ کیا سب نے متفق ہو کر چوکی اور دار و گیر کو بادشاہ زادہ کے دروازہ پر زیادہ کیا اور ایک دوسرے کی مشورت سے دور قلعہ کے تھانہ داروں کو طلب کیا۔ یوں دفعتہً واحدۃً جو دور قلعہ سے سپاہ اُٹھی غنیم مطلع ہوا۔ وہ اپنی توزک جمعیت کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ لڑائی ہوئی۔ جمدۃ الملک کو بادشاہ زادہ کی بنگاہ کی محافظت میں اور نصرت جنگ کو مور چالوں میں کلاں توپوں کے اور قلعہ گیری کے مصالح اُٹھانے میں ایسی فکر پیش آئی کہ وہ تھانہ داروں کی کمک نہ کر سکے۔ ہر ایک نے اپنے لیے آپ تدبیر کی۔ اسمٰعیل خاں نے لکھا ہے کہ ایک عمدہ سردار تھا اور عقب میں اس کا تھانہ تھا۔ جنگ میں استقامت کی۔ سنتا نے اُسے شکست دے کر مقید کر لیا اور نصرت جنگ نے مور چال اُٹھانے میں جلدی کی۔ بڑی بڑی توپوں میں میخیں ٹھونک کر اُن کو بیکار کر دیا اور باقی سب اسباب کو بنگاہ میں پہنچا دیا۔ اس ضمن میں غنیم نے اطراف سے خاطر جمع کر کے فرحاں و شاداں و نازاں و تازاں ایک لاکھ پیادہ و سوار لے کر نصرت جنگ کو گھیر لیا۔ مرہٹوں نے بڑی شوخی کی۔ مسلمانوں کی موت آئی مگر خان بہادر دو ہزار سواروں سے ایسا لڑا کہ دشمنوں کو بھگا دیا اور ایک ہزار آدمی اُن کے مار ڈالے۔ خود ہاتھی پر سوار ہو کے حصار کے دروازے پر گیا۔ اہل حصار نے دروازہ بند کر لیا۔ بادشاہی لشکر کو ایک ہزار گھوڑیاں جن کے سوار قلعہ میں جا چھپے اور چار سو گھوڑے اور چار فیل ہاتھ لگے۔ بادشاہی آدمی بھی غنیم کے آدمیوں کے برابر مارے گئے۔ اور کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو زخمی نہ ہوا



ہو۔ آخر روز میں خان بہادر اپنے بنگاہ میں پہنچا اور جمدۃ الملک سے ملا۔ دونوں باپ بیٹے شہزادہ کے دولت خانہ میں گستاخانہ گئے۔ اور اس کو اپنے اختیار میں کر لیا۔ غلہ مفقود الاثر تھا۔ سپاہ میں استقامت کی توانائی نہ تھی۔ دشمنوں سے یک گونہ صلح کر کے کوچ کیا اور ملک بادشاہی میں آ گئے۔ اس اثنا میں بادشاہ کا حکم آیا کہ شہزادہ کو محرم خاں کے ساتھ ہمارے پاس بھیج دو۔ چار مہینے بعد قلعہ فتح ہوا اور اُس کا حال آئندہ آئے گا۔ 20 رشوال کو جنجی سے کام بخش بادشاہ کے پاس آیا۔

## شہزادہ محمد اعظم:

شہزادہ محمد اعظم شاہ کو مرضِ استسقاء ہوا۔ اس مرض میں شدت کی پیاس لگتی ہے اور پانی پینے سے بھی پیاس کی شدت میں نہ کمی آتی ہے اور نہ پیاس کی خاطر خواہ تسکین ہوتی ہے بادشاہ نے شیشہ کی پالکی بھیجی۔ وہ ربیع الاول 1105ھ کو بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ علاج سے اس مہلک مرض سے اُس نے شفا پائی۔ بعض نے لکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خواب میں آکر اسے اچھا کر دیا۔

سادات بارہہ نے تمرد کی روشِ اختیار کی بادشاہ نے اُن کو سزا دے کر ٹھیک بنایا۔

# اڑتیسویں سال جلوس کے حالات وواقعات

## 1105ھ

امیر الامراء شائستہ خاں ناظم اکبر آباد کا انتقال ہوا اور وہ محاسن اخلاق میں شہرۂ آفاق تھا اُس نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بہت پل بنائے اور سرائیں تعمیر کرائیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ حضور میں اور تمام صوبہ جات میں سوا راجپوت کے کوئی اور ہندو ہتھیار نہ باندھے فیل و پالکی واسپ دعراقی دعرابی پر سوار نہ ہو۔

## سنامی جہاز گنج سوائی:

ایک بادشاہی جہاز کا نام گنج سوائی تھا کہ بندر سورت میں اُس سے بڑا کوئی جہاز اور نہ تھا۔ ہر سال وہ بیت اللہ کو جاتا تھا مکہ اور وجدہ میں ہندوستان کی اجناس بیچنے سے ڈھائی لاکھ روپیہ نقد زر سرخ وریال حاصل ہوئے تھے۔ وہ اس مال کو لینے بندر سورت کو آتا تھا۔ محمد ابراہیم ناخدا تھا جس نے آہنی چلکے بنا کے اپنے ساتھ لیے کہ دریا میں غنیم کو اور اس کے جہاز کو گرفتار کرے۔ اس جہاز میں اسی توپیں تھیں اور سوا اس کے چار سو صندوق اور آلات جنگ کے موجود تھے۔ بندر سورت سے آٹھ نوروز کی راہ پر جہاز تھا کہ مقابل میں ایک انگریزی جہاز نمودار ہوا۔ جو بادشاہی جہاز گنج سوائی کی نسبت بہت چھوٹا تھا اور تیسرے چوتھے حصہ کے برابر مصالح جنگ رکھتا تھا۔ جب ان میں گولہ رس فاصلہ رہا تو جہاز شاہی سے اول دفعہ ایک توپ غنیم کی طرف چھوڑی گئی۔ نصیبوں کی شامت سے یہ توپ پھٹ گئی اور اُس کے لوہے کے ٹکڑوں کے لگنے سے تین چار آدمی ضائع ہوئے اور اسی اثنا میں دشمن کے جہاز کا گولہ جہاز گونج سوائی کے چوب میان میں لگا جس کو دریا نوردوں کی اصطلاح میں ڈول جہاز کہتے ہیں اور جہاز کی سلامت روی کا مدار اسی پر ہے جس نے جہاز کو معیوب بنایا۔ انگریزی جہاز کے آدمیوں کو اس کی اطلاع ہوئی وہ دلیر ہو کر اپنے جہاز کو بادشاہی جہاز پاس لائے اور یورش کی اور جہاز کے اندر آ کر شمشیر سے لڑائی شروع ہوئی باوجود یکہ جنگ شمشیر میں نصرانی جرات نہیں رکھتے جب جہاز پر انگریزوں کے غلبہ کا اثر ہوا محمد ابراہیم ناخدا جو بجائے فوجدار جہاز ہوتا ہے جہاز کے خن کے تختوں کے نیچے چھپا اور ترکی کنیزیں کہ مکہ میں خرید کر کے اپنی سریت بنائی تھی



کہ ان کے سر پر چیرہ باندھ کر اور تلوار ہاتھ میں دے کر جنگ کی ترغیب دینے لگا کہ وہ نصرانیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں اور انگریز تمام جہاز پر متصرف ہوئے اور جہاز میں جو زر نقد سُرخ وسفید تھا اُس کو اور بہت قیدیوں کو اپنے ساتھ جہاز پر لے گئے تو اُن کا جہاز بڑا بھاری ہو گیا۔ بادشاہی جہاز کو خشکی کے کنارہ پر اپنے تعلقہ کے نزدیک لائے اور قریب ایک ہفتہ کے مال کی جستجو میں اور مردم جہاز کے برہنہ کرنے میں اور پیر و جوان کی مستورات کی بے ناموسی میں کوشش کی پھر جہاز اور مردم جہاز سے ہاتھ اُٹھایا بعض باغیرت عورتوں نے اپنی عصمت کا پاس کر کے اپنے تئیں سمندر میں ڈبویا اور بعض نے خنجر اور کارد سے اپنا کام تمام کیا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا اور بندر سورت کے سوانح نگار نے روپیہ سکہ انگریز کا کہ بمبئی میں اپنے بادشاہ کے نام کے بنائے تھے بادشاہ پاس بھیجا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ بندر سورت میں جو انگریزوں کے گماشتے تجارت کرتے ہیں اُن کو پکڑ لیں اور اعتماد خاں حدی سورت وسیدی یاقوت خاں کو لکھا کہ وہ بمبئی کی تسخیر کا فکر کریں۔ یہ فساد مدتوں تک رہا انگریزوں نے برج و بارہ کی تعمیر میں اور دشوار گزار راہوں کے بند کرنے میں پہلے سے زیادہ تردد کیا۔ اعتماد خاں محصدی بندر سورت قلعہ بمبئی کے استحکام اور بندوبست کو جانتا تھا کہ وہ علاج پذیر نہیں ہے اور کلہ پوشیوں کے ساتھ کاوش اور شورش میں سوا اس کے کہ بندر سورت کے محاصل میں خلل پیدا ہو کچھ اور نہیں رکھا ہے۔ وہ بادشاہی کفایت شعاروں میں تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ محصول بادشاہی کا ایک روپیہ تلف ہو۔ ہر چند اُس نے بظاہر انگریزی گماشتوں کو مقید کیا لیکن باطن میں وہ انگریزوں کی بدنامی کے دفع کی تدبیر کرتا تھا۔ جب انگریزی گماشتے مقید ہوئے تو روئے دریا یا کنارہ دریا پر کسی منصب دار بادشاہی کے آنے کی خبر سنتے تو وہ اُس کو اپنے گماشتوں کے عوض میں مقید کرتے۔ اس مقدمہ نے طول پکڑا تو جزیرہ بمبئی کا محصول دو تین لاکھ روپیہ سے زیادہ نہ تھا وہ نوفل اور نارجیل سے حاصل ہوتا تھا اور انگریزوں کا سرمایہ تجارت میں لاکھ روپیہ سے زائد نہ تھا۔ باقی دولت کا مدار راہ کعبۃ اللہ کے جہازوں کی دست اندازی پر تھا جو سال دو سال میں ہو جاتی تھی۔ وہ ان جہازات سے جو ہندوستان کی اجناس کو بندر مکہ وجدہ کو جاتے کچھ سروکار نہیں رکھتے لیکن وہ مراجعت کرتے تو اُن میں نقد زر سفید وسرخ وابراہیمی وریال ہوتے۔ اُن کی جاسوسی کر کے جس جہاز کو زیادہ مالیت کا جانتے اُس پر تاخت کرتے۔

# انتالیسویں سال جلوس کے واقعات وسوانح

## 1106ھ

20رشوال 1106ھ کو بادشاہ نے نورس پور اور افضل پور سے کوچ کیا اور 17رکو موضع برہمن پور میں دریائے بھمرا (بیما) کے کنارہ پر آیا اور اس ویرانے کو اپنے آنے سے آباد کیا اور اس کا نام اسلام پوری رکھا۔ امراء کو عمارات بنانے اور غربا کو چھپر چھاؤنی ڈالنے کا حکم دیا۔

### سنتاجی سے لڑائیاں:

اس سال کا بڑا سانحہ قاسم خاں وخانہ زاد خاں مخاطب بہ روح اللہ خاں نامی وصف شکن خاں اور امراء نامی کا سنتا گھورپرہ کے ہاتھ میں گرفتار ہونا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی بطریق اختصار یہ ہے۔ جب بادشاہ پاس سنتا کی تاخت وتاراج کی پیہم خبریں آئیں اور اس کا معلوم ہوا کہ اب سنتا اپنے گھر کو جاتا ہے اور اُس کو عبور لشکر سے اسّی کروہ پر ہوگا تو قاسم خاں کو جو ضلع وندیری کا فوجدار تھا اور کسی تقریب سے آدونی کے قریب آیا تھا حکم ہوا کہ اپنی جمعیت کے ساتھ وہ معبر سنتا پر جائے اور خانہ زاد خاں وصف شکن خاں وسید اصالت خاں ومحمد مراد خاں اور منصب داران خاص چلو کے اور خاص چوکی کے اور ایک جماعت کثیر ہفت چوکی وتوپ خانہ کی سنتا کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی۔ 2ر جمادی الآخر اس راہ پر کہ سنتا کا معبر تھا چھ کروہ کے فاصلہ پر لشکر آپس میں مل گئے۔ قاسم خاں کا اثاث البیت آدونی میں تھا۔ اس نے چاہا کہ میں خانہ زاد خاں اور اوروں کی ضیافت خاطر خواہ کروں بہت سا اپنا اسباب ظروف طلاء ونقرہ ومسی وچینی قلعہ سے نکال کر دوسرے روز اپنے پیش خانہ اور ایک امیر کو تین کروہ کے فاصلہ پر بھیجا۔ غنیم کو پیش خانہ آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی جمعیت کو تین توپ میں تقسیم کیا۔ ایک جوق کو پیش خانہ لوٹنے کے لیے بھیجا اور ایک گروہ کو لشکر شاہی کے مقابلہ کے لیے اور ایک جمعیت کو علیحدہ مرتب رکھا۔ چار گھڑی دن باقی تھا کہ جس جوق کو پیش خانہ لوٹنے کے لیے بھیجا اُس نے پیش خانہ کو خوب لوٹا اور بہت آدمیوں کو مارا اور خستہ کیا اور جب یہ خبر قاسم خاں نے سُنی تو اُس نے خانہ زاد خاں کو خواب سے بیدار نہ کیا اور خود بھی مقابلہ کو نہ دوڑا۔ ایک کروہ نہ گیا تھا کہ فوج غنیم مقابلہ کے لیے مستعد ہوئی جنگ شروع ہوئی خانہ زاد خاں خواب سے بیدار ہوا۔ اور اس



نے ... بھیر وبنگاہ واحمال واثقال وخیموں کو یہیں چھوڑ کے جلد دوڑا دشمن کی طرف کالیہ پیادے ... بہت تھے وہ نشانہ خوب لگاتے ہیں اور سواروں کی جمعیت بھی بے انتہا تھی۔ محاربہ عظیم ہوا۔ ... کے بہت آدمی کشتہ ہوئے۔ باوجود سپاہ اور سرداروں کی ثبات واستقامت کے اور دشمنوں ... نے اور زخمی کرنے کے دشمن کے قرار میں ذرا خلل نہ پڑا۔

### ... کی مسلمانوں کے لشکر پر یورش اور دیگر احوال:

سنتا نے جو ایک جوق کو علیحدہ رکھا تھا وہ شاہی بھیر پر جو پیچھے چھوڑ گئے تھے حملہ آور ہوا اور سارے ... کو لوٹ لیا اور سب آدمیوں کو مار ڈالا۔ جب یہ خوف کی خبر عین گرمی جدال وقتال میں خانہ زاد ... قاسم خاں کو پہنچی تو اُن کے ثبات میں تزلزل ہوا اور آپس میں مشورہ کیا کہ جہاں پیش خانہ گیا تھا ... ایک قلعہ ویربندی ہے اور اُس کے آگے تالاب ہے وہاں جانا چاہیے ایک کوس تک وہ لڑتے رہے۔ ... کے کنارہ پر پہنچے اُس وقت غنیم نے کچھ نہیں کیا اور ایک طرف اپنا ڈیرہ لگایا۔ بادشاہی آدمی جو ... تھے انہوں نے اور بادشاہی آدمیوں کے واسطے دروازہ بند کیا۔ خان مشارالیہ اور امراء نے جو ... ساتھ رکھتے تھے اُس کو آپس میں تقسیم کرکے کھایا اور تمام سپاہ کو سوائے تالاب کے پانی پینے کے ... کھانے کو نہ ملا۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کے لیے کاہ اور مردانہ کا نام بھی کوئی نہیں لے سکتا تھا۔ جب ... تو غنیم نے ان کا گرد وپیش گھیرا لشکریوں نے بھی کمر ہمت جان فدائی میں باندھی اور مقابل ... ہوئے۔ دشمن تین روز تک نمودار ہوا اور لڑا انہیں پھر اس کے پاس کئی ہزار پیادے چیل ارک ... گئے۔ چوتھے روز ابھی صبح کی سفیدی نمودار نہ ہوئی تھی کہ کالیہ پیادوں سے جو پہلے سے دوچند تھے ... شروع کی۔ توپ خانہ شاہی کا مصالحہ اکثر غارت ہو چکا تھا اور جو کچھ ساتھ تھا وہ خرچ ہو چکا تھا۔ ... لڑائی کا غل مچا آخر کو وہ عاجز ہوئے دشمن کی طرف سے اولوں کی طرح تفنگ کی گولیاں برستی ... بہت سے آدمی تلف ہوئے باقی آدمیوں کی چاروں طرف راہ بند دیکھی تو وہ ناکام قلعچہ میں داخل ... گئے۔

### ... لڑائی کے متعلق ثقہ راویوں کا بیان:

ثقات جو اس جنگ میں موجود تھے کہتے تھے کہ جنگ سپاہ کا سوم حصہ دونوں پیش خانہ اور راہ میں ... تالاب پر مرہٹوں نے مار ڈالا۔ قلعچہ کا غنیم نے چاروں طرف سے محاصرہ کیا اور اُس کی خاطر جمع ... کہ یہ سب بھوکے مر جائیں گے جس دن اس قلعچہ میں داخل ہوئے تو اس کے ذخیرے جوار اور

جو کی روٹی کل چھوٹے بڑوں کو ملی اور دواب کو پرانے چھپر کھانے کو ملے۔ دوسرے روز نہ آدمیوں کے لیے روٹی تھی نہ گھوڑوں کے لیے دانہ و چارہ۔ اس درد بے درماں سے جانیں جاتی تھیں۔ قاسم خاں بڑا تریاکی تھا اور اسی پر زندگی کا مدار تھا۔ تریاک کے نہ ملنے سے وہ ہلاک ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ زہر کھا کر مر گیا۔ غرض تیسرے روز وہ زندہ نہ تھا۔ دشمن اس سے اور زیادہ دلیر ہوا۔ اور محصورین بے دل اور بے جگر تر۔ بزدلوں اور جگر داروں نے ہر چند کہا کہ اس خرابی کے ساتھ بھوکے کب تک مریں گے ایک مرتبہ دشمنوں پر حملہ کر کے شہادت نصیب ہوں یا فتح نصیب دونوں صورتوں میں عذاب سے دُوری اور ثواب سے مقاربت ہوگی۔ یہ بڑوں نے قبول نہ کیا۔ اکثر آدمی بھوکے مر گئے۔ گھوڑے ایک دوسرے کی دم کو گھاس کی طرح کھاتے تھے۔ غنیم نے ایک برج کو بنیاد سے اُڑا دیا۔ اور اطراف میں آواز گیر و دار کو بلند کیا۔ خانہ زاد خاں ناچار ایک جوئی کی پناہ میں گیا اور آخر کار صلح یہ قرار پائی کہ قاسم خاں کے نقد و جنس و جواہر اور گھوڑے ہاتھی سنتا کو دیے جائیں اور بیس لاکھ روپیہ اور پسر بالکشن ونشی معتمد و صاحب مدار خانہ اُس کا اول ہو۔ اس پر عمل کیا گیا۔ سنتا نے کہلا بھجوایا کہ آدمی قلعچہ سے بے وسواس نکل آئیں اور دروازہ کے آگے دورات رہیں۔ جس شخص کے پاس جو کچھ ہوگا اُس کی مزاحمت نہیں کی جائے گی اور ہمارے لشکر سے جس چیز کو چاہیں خریدیں۔ قلعچہ سے تیرہ روز بعد لشکر شاہی باہر آیا۔ غنیم کے آدمی ایک طرف روٹی اور دوسری طرف پانی آدمیوں کو دیتے تھے۔ قلعچہ کے دروازہ پر دورات رہے۔ تیسرے روز خانہ زاد خاں مع رفقا کے غنیم سیہ رقہ لے کر بارگاہ والا کو روانہ ہوا۔ حمید الدین خاں بہادر حضور سے اور رستم دل حیدر آباد سے کمک کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ وہ ادونی کے متصل اُن سے ملے۔ انھوں نے لشکر کی خوراک و پوشاک و نقدی اور ضروری اشیاء سے امداد کی۔ رعد انداز خاں قلعہ دار نے زیادہ اپنی حالت سے امداد کی اور احتیاج سے زیادہ مایحتاج ہر ایک کے گھر سے اور اطراف و جوانب سے جمع ہوا۔

## ہمت خاں کا شکست پا کر مارا جانا:

غنیم اس غنیمت کو لے کر اپنے وطن کو جاتا تھا۔ اُس نے جانا کہ رستہ میں خان بہادر کا بھی جھگڑا چکاتے چلو۔ ہمت خاں کے ہمراہ ایک ہزار سوار تھے۔ وہ دشمن سے لڑنے گیا کہ ناگاہ بندوق کی گولی اُس کے جگر میں لگی اور اسی وقت مر گیا۔ فیل بان چاہتا تھا کہ ہاتھی کو لے جائے کہ باقی بیگ پسر سردار خاں آ گیا۔ اُس نے فیل بان سے کہا کہ خان زندہ ہے ہاتھی کو آگے چلا۔ غنیم کو میں ابھی مار کر بھگاتا ہوں۔ اُس نے خوب مقابلہ کیا مگر سپاہ بے سردار کب تک ٹھہر سکتی ہے۔ قلعچہ نزدیک تھا اُس میں وہ گیا



غنیم نے بیر کو لوٹ لیا اور قلعچہ کا چند روز محاصرہ کیا اور اس حرکت کو بے نفع دیکھ کر محاصرہ چھوڑ دیا۔ باقی ... زمت پا کر حضور میں آیا۔ حکم ہوا کہ خانہ زاد خاں صوبہ ظفر آباد کا انتظام کرے اور صف شکن خاں ... اری دہاموتی کا سید اصالت خاں رن تنبھور کے قلعہ کا اور محمد مراد خاں فوجداری دو حدو کودر کا باقی ... لشکر بادشاہی لشکر سے مل گیا۔

## شاہ عالم و محمد اعظم:

جن دنوں میں شاہ عالم مقید تھا تو محمد اعظم پر بادشاہ ایسی مہربانی کرتا کہ وہ اپنے تئیں ولی عہد ... سمجھتا۔ ان دنوں میں کہ مہین شہزادہ مطلق العنان ہوا۔ بادشاہ سابق سے زیادہ اُس کے حال پر ... ہوا تو وہ روز بروز محمد اعظم شاہ کے ملال خاطر کا سبب ہوتا گیا۔ نماز عید الضحیٰ میں بادشاہ نے محمد معظم کو ... طرف اور محمد اعظم کو بائیں طرف بٹھایا۔ اس لیے محمد اعظم پیچ و تاب میں آیا۔ بادشاہ نے محمد معظم کو ... ملقب بہ شاہ عالم تھا بہادر شاہ کا لقب دیا اور اکبر آباد کے بندوبست کے لیے بھیجا۔ پھر اُس کے دو ... بیٹوں معز الدین و محمد عظیم کو بھی بھیج دیا۔ صوبہ ملتان میں فرقہ بلچی جو لباس فقیری میں فساد کرتے تھے اور ... انھوں نے ایک آشوب اُٹھایا تھا شہزادہ ولی عہد کو کابل میں مامور کیا اور شہزادہ معز الدین کو صوبہ ملتان ... مقرر فرمایا۔

# چالیسویں سالِ جلوس کے حالات 1107ھ

بادشاہ شہزادہ محمد اعظم کو بیر گانوں کے انتظام کے لیے اور غنیم کی تنبیہ کے واسطے رخصت کیا۔ ظفر آباد کی مسجد میں نمازیوں کی ایک جماعت پر بجلی گری۔ سوائے تین چار آدمیوں کے سب نمازی مر گئے۔ امام کا رخت بدن بحال تھا لیکن جلنے کا اثر ظاہر نہ تھا۔ مگر اس میں جان نہ تھی۔

# اکتالیسویں سال جلوس کے واقعات 1108ھ

## آب بھنرہ (بھیمر) بیما کی طغیانی:

دریائے بھنرہ (بیما) کے کنارہ پر لشکر شاہی نے چھاؤنی ڈالی تھی۔ امراء نے بڑی بڑی عمارات بنالی تھیں۔ ایک عجیب حادثہ لشکریوں پر یہ گزرا کہ آدھی رات کو ایک عالم آسودہ اور بے خبر خواب میں تھا۔ دریا کا پانی طغیانی میں آیا اور صبح ہونے تک نصف بلکہ زیادہ لشکر کو پانی نے گھیر لیا۔ اندھیری رات، پانی کی طغیانی، بارش کی شدت اور کیچڑ کی زیادتی نے آدمیوں کو باہر جانے سے روکا۔ دس بارہ ہزار آدمی اور بادشاہ اور بادشاہ زادوں و امراء کے کارخانہ جات اور اسپ و گاؤ و شتر بے شمار اور خیمہ و اسباب بے حساب پانی میں ڈوب گئے اور بہت سی عمارتیں خراب ہوئیں۔ بعض عمارتیں تو ایسی بہہ گئیں کہ اُن کا نشان بھی باقی نہیں رہا تیزی سیل سے اکثر دیہات بیخ و بن سے اکھڑ گئے۔ روئے دریا پر انسان و حیوان چھپروں پر سوار رواں دواں بیچارہ وار محبوس زنداں چلے آتے تھے۔ اضداد متفق ہو گئے تھے کہ گربہ و موش و سگ و خرگوش ایک دوسرے کے نگران چلے جاتے تھے اور اپنی جانوں پر لرزاں دم نہیں مارتے تھے۔ جو صاحب دست گاہ تھے وہ کشتی پر سوار اُفتاں و خیزاں سلامتی کے کنارہ پر آتے اور غریب درختوں پر چڑھتے۔ اُن کے جان و مال کو مُردے نہلانے والوں نے لے جا کر دریا برد کیا۔ بادشاہ اور شہزادہ کام بخش کے خیمے پشتۂ کوہ پر تھے جس کا ارتفاع تیس چالیس گز کا تھا۔ تین روز کے اندر پانی اس سے چار گز نیچے تھا۔ بہت سی سواریاں تیار رہتی تھیں۔ بادشاہ خدا سے دعا مانگتا اور تعویذ اپنے ہاتھ سے لکھ کر پانی میں ڈالتا کہ پانی کم ہو۔ تیسری شب کو پانی کم ہوا اور خلائق نے زندان قید الماء اشد من قید الحدید (پانی کی قید لوہے کی قید سے سخت ہوتی ہے) رہائی پائی۔



## خاں جہاں بہادر ظفر جنگ کا مرنا:

خان جہاں بہادر ظفر جنگ کے آزار میں شدت ہوئی۔ جب بادشاہ شولا پور سے بنگاہ کو جاتا تھا تو 16 ر جمادی الاولیٰ کو اُس کے گھر گیا تو خان جہاں بادشاہ کے روبرو زار زار رویا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی معرکہ میں جان نثار ہوں اور حضرت کے کاموں میں آؤں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تمام عمر بندگی و اخلاص میں جان نثار کی ابھی تک اس کی آرزو باقی ہے۔ 19 ر کو وہ دنیا سے رخصت ہوا۔ اس امیر عالی شان کی محفل شان عالی رکھتی تھی جو وہ چاہتا تھا کہتا تھا کسی کو تسلیم کے سوا جواب نہ آتا تھا۔ اکثر اس کی مجلس میں نظم و نثر و شمشیر و جواہر و اسپ و فیل و ادویہ مشتہی (بھوک لگانے والی ادویات) کا ذکر رہتا تھا۔

20 ر جمادی الآخرہ کو شہزادہ کام بخش صوبہ برار کے انتظام سے خوش دل ہوا۔ بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ قلعہ جنجی پر لشکر شاہی نے تسلط و استیلاء پایا اور دشمنوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا اور راجہ رام یہاں کا راجہ محصور ہو کر ایسا خوف میں آیا کہ عیال اطفال و اموال و اثقال کو قلعہ میں چھوڑ سنتا کے پاس چلا گیا۔ 6 ر شعبان کو یہ قلعہ جس میں سات قلعے ہیں قہراً و جبراً مفتوح ہوا اور بادشاہی قبضہ میں آیا اور چار رانیاں اور تین بیٹے اور دو بیٹیاں راجہ رام کی اور اس کے متعلقوں و یاروں اور پیاروں کی مقید ہوئیں اور سو قلعے جو عبارت ملک کرناٹک سے ہے۔ اُن کے ہاتھ آئے بنادر فرنگ ممالک محروسہ کے ضمیمہ بنے۔ زمیندار جو پر شور و تسلط تھے انھوں نے اطاعت کی و پیش کش دی۔ یہ سارے کام عمدۃ الملک کے تھے جس کو اس مہم کا صلہ دیا گیا کہ قلعہ مفتوح کا نام نصرت گڑھ رکھا گیا۔

## سیدی یاقوت خاں کے قتل کا ارادہ:

خیریت خاں کو باری اور پائے قلعہ راہیری کا بندوبست سپرد تھا۔ وہ 39 جلوس میں مر گیا تو اس کے ضلع کے فوجدار عبدالرزاق خاں کی عرضداشت کے بموجب سیدی خیریت خاں کا اموال سیدی یاقوت کو سپرد ہوا تھا کہ خیریت خاں کے ذمہ جو طلب سپاہ ہے وہ ادا کردے۔ اس دستاویز پر سیدی یاقوت نے خیریت خاں کے تمام متروکہ نقد و جنس کو ضبط کیا اور اُس کے زن و خرد سال فرزندوں کو اپنے تعلقہ میں قلعہ جزیرہ میں لے گیا اور یومیہ بقدر کفاف ضروری بدستور محبوسان مقرر کردیا۔ اس سال میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ یاقوت خاں کے گھر میں بہت سی عورتیں رات کو ماہ

رمضان کے چاند کی مبارک باد دینے گئیں۔ زن خیریت خاں کے اشارہ سے ایک جوان امردنما نے مسلمین کو کن کی عورتوں کا لباس پہنا اور ایک جمدھر و گرز چوبی گھگرہ و ساڑھی کے نیچے پنہاں کیا اور عورتوں کے ہجوم میں گھر میں چلا گیا اور جائے ضرور میں جو سیدی یاقوت خاں کے لیے مخصوص تھا جا چھپا۔ سیدی رات کو تیسرے پہر کمر کھول کر جائے ضرور میں جایا کرتا تھا۔ جب وہ اس رات کو جائے ضرور میں جانے لگا تو ایک لونڈی چراغ کو لیے ہوئے آگے جاتی تھی۔ جونہی اس نے قدم اندر رکھا تو اس شخص کو اُس نے دیکھا۔ بے اختیار فریاد کی چراغ ہاتھ سے گر پڑا۔ اُس آدمی نے حبشی کے سر پر گرز چوبی سنگین مارا اور جمدھر مارنا چاہتا تھا کہ یاقوت خاں نے باوجودیکہ اس کی ازار کھلی ہوئی تھی اور سر سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا حریف کا ہاتھ مع جمدھر پکڑ لیا اور اُس کو زمین پر دے پٹخا۔ محل میں غل شور ہوا حبشی لونڈیاں لکڑیاں اور مشعل لے کر آئیں۔ اس شخص کو مارنا چاہتی تھیں لیکن یاقوت خاں نے اُن کو منع کیا اور اس شخص کو دم دلاسا دے کر اصل دریافت کر لیا کہ خیریت خاں کی زن کے اشارہ سے یہ کام کیا ہے۔ یاقوت خاں نے اس عورت کو مدت تک محبوس رکھا مگر کوئی گزند جانی نہیں پہنچایا اور اس کا یومیہ بڑھا دیا۔



# بتالیسویں سال جلوس کے واقعات وسوانح

## 1109ھ، 1110ھ

### خواجہ یاقوت مخاطب محرم خاں کے تیر لگنا:

خواجہ یاقوت محمد کام بخش کا ناظر و اتالیق تھا۔ راست اعتقادی اور دولت خواہی کے سبب شہزادہ سے کبھی حرف درشت و درست کہہ دیتا۔ بعض باریاب اوباش شہزادہ کی خدمت میں رہتے تھے۔ یہ باتیں تیر کی طرح اُن کے دل میں چبھتی تھیں۔ ناراستوں نے باطل دوستی سے چاہا کہ اپنے زیر پہلو نشین کو اُس کے سینہء اخلاص خزینہ میں بٹھائیں۔ 18 جمادی الآخرہ کو رات کے وقت محرم دولت خانہ شہزادہ سے اپنے گھر جاتا تھا کہ اثناء راہ میں کسی بداندیش نے اُس کے تیر لگایا اس کی جان باقی تھی کہ اُس نے اپنے ہاتھ کو سپر بنایا کہ پردۂ شکم تک تیر نے اثر نہیں کیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے کوتوال کو اس مقدمہ کی تحقیق کے لیے مقرر کیا۔ شہزادہ کے پانچ عمدہ سرداروں کے گرفتار ہونے کا بادشاہ نے حکم دیا۔ چار آدمی تو خوشی سے گرفتار ہو گئے مگر بادشاہ زادہ کے کوکہ نے خودسری کی تو بادشاہ نے شہزادہ کے پاس حکم بھیجا کہ اُس کو اپنے لشکر سے نکال دے۔ بادشاہ زادہ نے کوکہ کو اپنے پاس طلب کیا اور سو اشرفی و خیمہ دیا۔ ہزار پان دے کر رخصت کیا اور اس کے جانے سے دل گیر ہوا۔ ابھی وہ دریا سے پار نہ گیا تھا کہ بادشاہ نے شہزادہ کو حکم دیا کہ اس کو وہ خود لے کر حاضر ہو۔ وہ اس کو لے کر آیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ خود آئے اور کوکہ کو دیوان خواص میں چھوڑے۔ شہزادہ نے کہا کہ میں اور وہ دونوں ساتھ مجرا کریں گے اور اپنا بالا بند کھول کر اُس کی اور اپنی کمر میں باندھ لیا۔ ان ناپسندیدہ اطوار کے سبب سے بادشاہ نے کہا کہ وہ عدالت میں بیٹھیں۔ حمید الدین خاں کو حکم ہوا کہ اس جلیس کو بادشاہ زادہ سے جدا کرے جب وہ جدا کرنے آیا تو شہزادہ نے حمید الدین خاں کو کٹار لگا کے زخمی کیا۔ لوگوں نے کوکہ کو خوب مارا پیٹا مگر بادشاہ زادہ سے کوئی نہ بولا۔ اس حال کو سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ جواہر خانہ کے متصل ایک خیمہ لگا کے اس میں شہزادہ کو تادیب کے لیے رکھیں اور کوکہ کو زندان خانہ میں بھجوائیں اور بادشاہ زادہ کو منصب سے برطرف کیا اور اموال و اسباب و اثاثہ وکوکبۂ دولت سے ضبط کیا۔

## سنتاجی کا سر بادشاہ کے پاس آنا:

سنتاجی کو گھورپرے کے تسلط وتاخت وتاراج کے تکبر وغرور نے حد سے متجاوز کیا۔ ان دنوں میں کہ غازی الدین خاں فیروز جنگ سنتاجی کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا تھا وہ بیجاپور سے چار پانچ منزل پر مقیم تھا خبر آئی کہ سنتا گھورپرے بیس پچیس ہزار سواروں کے ساتھ آٹھ نو کوس پر آ گیا ہے۔ سپہ سالار فیروز سنتا کے غلبہ اور شہرت سے اور اپنی فوج کی قلت سے آگاہ تھا۔ بہ تقاضاء وقت مصلحت یہ سمجھا کہ شہرت یہ دی کہ سنتا سے لڑنے جاتا ہوں۔ میر منزل کو اور آدمیوں کے ساتھ راہ صاف کرنے کے لیے اور پیش خانہ لے جانے کے لیے تعین کیا اور خود سوار ہو کر بیجاپور کی راہ اختیار کی۔ جب وہ بیجاپور سے آٹھ نو کوس پر آیا تو جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا کہ سنتاجی اور دہناجی کے درمیان آپس میں فساد ہے۔ یہ دونوں سنتاپت یعنی مرہٹوں کے سپہ سالار تھے۔ دہنا جادو مرہٹوں کے عمدۃ قدیمی سرداروں میں تھا اور بہ نسبت اور سرداروں اور سنتاجی کے امراء بادشاہی سے سلوک وسلامت کا طریقہ مرعی رکھتا تھا۔ سنتا اس پر تفوق چاہتا تھا اس لیے دونوں کے دلوں میں غبار تھا اور ایک دوسرے کے استیصال میں کوشش کرتا تھا۔ راجہ رام کو دہناجی جنجی لیے جاتا تھا۔ منازعت قدیم کے سبب مقابلہ ہوا۔ سنتا غالب رہا۔ امرت راؤ برادر ناگوجی کو جو دہنا کا رفیق ویاور تھا زندہ گرفتار کر کے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈلوا دیا اور راجہ رام کو قید کیا اور دہنا جان بچا کر نکل گیا۔ دوسرے روز سنتا راجہ کے روبرو دست بستہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں وہی حضور کا غلام ہوں یہ گستاخی اس سبب سے ہوئی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ دہنا کو میر اروکش بنائیں اور اس کی اعانت سے جنجی جائیں۔ اب آپ جس خدمت کو کہتے ہیں حاضر ہوں۔ راجہ کو خلاص کر کے جنجی میں پہنچا دیا ذوالفقار خاں کے مقابلہ میں اور محمد کام بخش کے بہکانے میں اور تسخیر قلعہ کے مقدمات کی برہمزنی میں اور اسمٰعیل مکھا کے دستگیر کرنے میں شریک غالب رہا جب تک قلعہ جنجی فتح ہوا اور راجہ رام کے ساتھ قلعہ سے باہر ستارا کی جانب دہنا کی مخاصمت کے سبب سے گیا۔ دہنا یہاں تھا۔ مرہٹوں کے اکثر امراء اُس سے عداوت رکھتے تھے اور خفیہ دہناجی جادو سے سنتاجی کے واسطے نامہ وپیغام بھیجتے تھے۔

## ہنونت رائے کی سنتاجی سے مخاصمت:

ہنونت رائے ایک بڑا نامی سردار تھا۔ دہنا جادو کے اشارہ سے اُس نے سنتا کے عمدہ نوکروں سے سازش کی اور دہنا جادو کی فوج لے کر اُس نے سنتاجی کی بھیر کو جا لوٹا اور سنتا کے لشکر کے بڑے نامی



راوت اُس جدا ہو کر ہنونت راؤ سے پیوستہ ہوئے اور ایک جماعت قتل وزخمی ہوئی سنتا بے پر وبال ہو کر پہاڑوں میں گیا۔ اس خبر کے سننے سے فیروز جنگ کے لشکر میں بڑی خوشی ہوئی اور اسی زمانہ میں اورنگ زیب کا فرمان دستخط خاص کا لکھا ہوا آیا کہ مرہٹوں کے سرداروں میں آپس میں نفاق ہے یقین ہے کہ سنتا جلد اپنی جزائے کردار کو پہنچے گا۔ تم جلد جا کر ایسی کوشش کرو کہ اُس کے استیصال کی فتح تمہارے ہی نام ہو۔ اس حکم کے پہنچتے ہی سپہ سالار سنتا کے تعاقب میں مصروف ہوا۔ ایک طرف سے بادشاہی فوج اور دوسری طرف سے دہنا کی فوج سنتا کے پیچھے پڑی۔ سنتا کی فوج بالکل متفرق اور اُس سے جدا ہو گئی۔ اس حال میں ناگوجی میانے دیس مکھ مسور جو مرہٹہ سرداروں میں تھا اور بادشاہ کے ملازموں میں کچھ مدت تک داخل ہو چکا تھا مگر پھر اپنے فرقہ سے مل گیا تھا اور اس سرزمین میں وطن رکھتا تھا اور اُس کے بھائی کو ہاتھی کے پاؤں تلے سنتا مسلوا چکا تھا۔ عداوت جانی اُس سے رکھتا تھا۔ وہ اپنی بیوی کی رہنمائی سے اپنے آدمیوں کی جماعت لے کر سنتا کے تعاقب میں گیا اور وہاں پہنچا جہاں سنتا کوفتہ ودماندہ بے پروبال ایک نالہ کے کنارہ پر رہتا تھا۔ غافل پا کر اُس کو قتل کر ڈالا اور اُس کے سر کو توبرہ میں ڈال گھوڑے کے پیچھے باندھ اور اُس کو لے کر اپنی بیوی کے پاس یا دہنا جادو کے پاس چلے۔ رستے کے اندر توبرہ گر پڑا فیروز جنگ کی فوج کے سواروں اور ہرکاروں نے اُس کے سر کو پہچانا۔ اُس کو لطف اللہ خاں کے پاس کہ ہراول تھا لے آئے اور لطف اللہ خاں سر کو فیروز جنگ کے پاس لایا۔ اس پر بڑی مبارک سلامت ہوئی۔ شادیانے بجے۔ تشہیر کے بعد سر بادشاہ کے پاس خواجہ بابا کے ہاتھ بھیجا۔ بادشاہ نے سر کو دیکھ کر شکر الٰہی کیا اور نوبت بجوائی اور خواجہ بابا کو خوشخبر خاں کا خطاب دیا اور حکم دیا کہ لشکر میں اور بعض بلاد دکن میں اس سر کی تشہیر ہو۔

# تینتالیسویں سال جلوس کے واقعات وسوانح

## 1110ھ

### بادشاہ کا خود قلعوں کی فتح کے لیے جانا:

جب بادشاہ نے پیہم سنا کہ مرہٹوں کا فساد و تسلط بڑھتا جاتا ہے اور وہ بہت شوخی کرتے ہیں تو اُس کے دل میں آیا کہ اُن کے قلعوں کی تسخیر کے لیے جہاد کیجیے جو مرہٹوں کے مسکن اور پناہ گاہیں اور اس طرح اُن کا استیصال کیجیے۔ بادشاہ اسلام پوری میں چار سال سے چھاؤنی ڈالے ہوئے تھے۔ امرا نے اپنے بڑے بڑے مکان بنالیے تھے۔ ایک نیا شہر معلوم ہوتا تھا۔ ایک سال پہلے قلعچہ سنگ و گچ بنایا گیا تھا۔ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک خام قلعہ جس کا دور ڈھائی کروہ کا پیمائش ہو بنایا جائے یہ ایک سال کا کام پندرہ روز کے اندر کار پردازوں نے بنا دیا۔ زینت النساء بیگم اور والدہ بادشاہزادہ اور خدمہ محل کو اس آرام گاہ میں بٹھایا اور جمدۃ الملک مدارالمہام اسد خاں کو یہاں کی حراست سپرد کی۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے منادی کرائی کہ سب امراء و منصب دار و خلائق اپنے عیال و اطفال کو مع فضول اسباب کے اس بنگاہ میں رکھیں اور بہت تاکید کی کہ کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو ہمراہ نہ لے مگر بادشاہ کی مروت کے سبب اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی اور خود 5/ جمادی الاولیٰ کو سفر کیا اور 20 روز میں مرتضیٰ آباد عرف مرچ میں آیا۔ شہزادہ محمد اعظم کو بیرگاؤں سے طلب کیا تھا۔ وہ بھی اس منزل میں مل گیا۔

### نومسلم زمیندار دیوگڑھ بلند بخت کی سرکشی و بغاوت:

مخبروں کے اخبار سے تحقیق ہوا کہ راجہ رام برابر میں تاخت و تاراج کر رہا ہے اور یہ بھی معروض ہوا کہ زمیندار دیوگڑھ جو بہ سبب مناقشہ وطن اور وارثوں کے غلبہ سے بادشاہ کے پاس آکر مسلمان ہوا تھا اور بلند بخت اُس کو خطاب ملا تھا جب اُس نے مدعی وطن کے مرنے کی خبر سنی تو وہ بادشاہ کے پاس سے بھاگ کر دیوگڑھ میں چلا گیا۔ اور پیش کش مقرری جو ہر سال دیتا تھا وہ نہیں دیتا اور مفسدی کرتا ہے اور ملک کی تاخت و تاراج میں راجہ رام کے ساتھ اتفاق رکھتا ہے۔ بادشاہ نے حکم



دیا کہ آئندہ اُس کو نگوں بخت لکھا کریں اور بادشاہ زادہ بیدار بخت کو حکم دیا کہ شائستہ فوج کے ساتھ جا کر راجہ رام اور نگوں بخت کی تنبیہ کریں۔ اور بنگاہ اپنا مرتضیٰ آباد میں چھوڑے۔ بطریق ایلغار مسافت طے کرے اور ایسا تعاقب کرے کہ اخگر افسردہ خاکستر کے نیچے شعلہ زدنہ ہو اور روح اللہ خاں بخشی اور حمید الدین خاں بہادر کو حکم دیا کہ وہ پرتاب گڑھ سے ستارا گڑھ تک کہیں آبادی کا نشان نہ چھوڑیں۔ مرتضیٰ آباد سے جب بادشاہ نے پرگنہ کرکی نواحی میں کوچ کیا تو معروض ہوا کہ تھانہ بادشاہی یہاں تھا جس کو دشمنوں نے خراب کیا اور ایک مسجد پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی ہے وہ بے چراغ ہے۔ بادشاہ دو کروہ مسافت طے کر کے اس مسجد کو دیکھنے گیا وہاں دوگانہ شکر ادا کیا۔ یہاں تھانہ آباد کیا۔ جو رعایا فراری تھی وہ یہاں امان اور انعام دینے میں آباد کی گئی۔ بادشاہ نے اس کی حراست کے لیے ایک جماعت مقرر کی۔ یہاں سے تھانہ سوادی میں بادشاہ گیا۔

### قلعہ بسنت گڑھ کی تسخیر:

یہاں سے تین کروہ پر ایک مضبوط قلعہ بسنت گڑھ تھا۔ وہ غنیم کے تصرف میں تھا اور متانت پختگی اور استحکام میں مشہور تھا۔ تربیت خاں میر آتش کو حکم ہوا کہ وہ اس پہاڑ پر جا کر دشمنوں کو نکال دے۔ خاں نے دو روز میں توپ خانہ کو قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچایا۔ آتش باز توپیں لگا کے دشمن سوزی شروع کی۔ قلعہ نشینوں نے بھی کوہ پر سے توپوں کا چھوڑنا اور آلات آتش بازی کا چلانا شروع کیا۔ بادشاہ نے دو تین مقام کر کے حکم دیا کہ آب کشنا پر جو قلعہ سے ایک کروہ پر تھا اور گولہ رس تھا خیمے لگائے جائیں صبح کو حکم دیا کہ یورش کے لیے لشکر تیار ہو۔ محصوروں نے بادشاہ کی یہ جرأت دیکھی تو انھوں نے اپنے عجز کا اظہار کیا اور جان کی امان کا پیغام دیا اور قلعہ سپرد کرنے کو کہا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سب کے ہتھیار لے آؤ اور مضرت جانی نہ پہنچاؤ اور اُن کو چھوڑ دو۔ رات کو سب اس طرح بھاگ گئے کہ پتا بھی اُن کا نہ معلوم ہوا مصالحہ و ذخیرہ قلعہ قدرے غلہ اور اسباب بادشاہی لشکر کو ہاتھ آیا۔ 12/ جمادی آلاخر 1111ھ کو قلعہ سب طرح قبضہ میں آگیا۔ کلید فتح اس قلعہ کا نام ہوا۔

### قلعہ ستارا کی فتح:

بسنت گڑھ کی فتح کے بعد بادشاہ قلعہ ستارا کی فتح پر متوجہ ہوا۔ ستارا کا قلعہ ایسے اونچے پہاڑ پر واقع ہے کہ اُس نے ستارا کو اسم با مسمیٰ بنا دیا ہے۔ 25/ جمادی الآخر کو 43 جلوس کو پائے قلعہ سے آدھے کوس کے فاصلہ پر بادشاہ کا خیمہ لگا اور دوسری طرف شہزادہ محمد اعظم شاہ کا خیمہ ایستادہ ہوا

اور۱۔ اہ کے خیمے جابجا اطراف قلعہ میں تربیت خاں کی تجویز سے نصب ہوئے قلعہ کو مرکز اور گھیر لیا۔ تھوڑے دنوں میں اندک تردد سے قلعہ کے نیچے اور دمدموں کے اوپر توپیں لگا دیں۔ لیکن قلعہ دیوار کی صورت ایک پہاڑ ہے جو تیس گز بلند اور اُس کے اوپر چھ گز سنگ چین ہے۔ وہ کوئی دیوار نہیں کہ جس کے ارکان میں توپوں سے تزلزل آئے پھر اس پر اسباب استحکام سب موجود تھے۔ توپ خانہ وذخیرہ اور فزونیِ آب کہ عین گرمی کے موسم میں چشمے جاری تھے اور کام کے آدمی نقد جان کو ہاتھ میں لیے ہوئے مستعد و مہیا تھے۔ شب و روز بان و تفنگ و حقہ چادر و مشک اور سنگ پھینکتے تھے اور باہر کی بے شمار افواج رسد کو لوٹتی تھی اور 20 کروس تک گھاس کو اُس نے جلا دیا جو جاندار کا مایۂ عیش ہے۔ کئی بار وہ شوخی کر کے لشکر کے نزدیک آئے مگر اُنہوں نے مالش ایسی پائی کہ بھاگ گئے۔ غلہ دکاہ کی کمال گرانی ہوگئی، باوجود اس دشواری کے دیوار حصار سے تیرہ گز پر برج کے مقابل ایک دمدمہ تیار ہوگیا۔ اُس کے مصالحے میں اتنے درخت صرف ہوئے کہ تیس چالیس کوس تک درخت کا نام نہیں رہا۔ بادشاہ زادہ کی طرف سے مورچال پائے قلعہ تک پہنچ گئے اور نقابوں کو حکم ہوا کہ وہ نقب لگائیں ،انھوں نے دمدمہ کے قریب چند روز میں 240 گز سنگ خارا کو جس کا نام برج تھا خالی کیا۔ بادشاہ کے حکم سے قوم ماولیہ کہ قلعہ گیری میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔ دو ہزار آدمی حاضر ہوئے اور تین سال کی طلب کا ایک لاکھ چھتیس ہزار روپیہ اُن کو دیا گیا اور قلعے کے اوپر چڑھنے کا اسباب زینہ اور مال اور چرمین جامے تیار ہوئے۔ سچ ہے کہ طالب ہر در سے اپنے مطلوب کو ڈھونڈھتا ہے کہ کسی در سے اُس پر راہ کھل جائے۔ کارکنوں کی نظر میں یہ تمام اسباب قلعہ گیری کے لیے مفید نہ تھا۔ تربیت خاں نے اُسی دمدمہ کے نیچے جو چوبیس گز بلند تھا ایک زینہ رواں کیا اس کے مصالحہ میں ہزار کجاوے، ٹاٹ اور کرپاس کے خریطے صرف ہوئے کرپاس کمیابی کے سبب روپیہ کا چار گز ملتا تھا ہیمہ صحرا صرف ہوا۔ خاکریز کر کے قلعہ کے نیچے نقب لگائی اور اُس کے اُوپر چوبی زینے لگائے لیکن پیش رفت سوائے اس کے نہ ہوئی کہ خان مذکور دمدمہ سابق پر رحلکے لایا تھا۔ اس کے سبب محصور دیوار قلعہ سے سر نہیں نکال سکتے تھے اور بندوق نہیں مار سکتے تھے اور دیوار کے نیچے چھپ کر بیٹھے تھے اور پتھر مارتے تھے اور اس سبب سے یورش کا مقصد کہ دیوار پر بہادر چڑھیں حاصل نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ کے دروازہ کی طرح فتح اللہ خاں اور روح اللہ خاں اور مورچال رواں کریں۔ پنجم شوال 44 جلوس کو خان مذکور نے اپنے فکر صاحب سے ایک ماہ کے عرصہ میں ریونی قلعہ کے نیچے مورچہ پہنچائے۔



## تسخیر قلعہ کے لیے تربیت خاں کی تدابیر:

تربیت خاں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے تردد کے مقابل میں کوئی دوسرا نام آور ہو۔ اُس نے اپنی رائے صائب اور سنگ تراشوں کی مدد سے کمرکوہ میں دو طاق بقدر طول چودہ درعہ اور عرض دو درعہ خالی کیے۔ مردم کارزار دیدہ کو وہاں چوکی کے لیے بٹھایا کہ کارزار کے وقت اُن سے جانفشانی ظہور میں آئے۔ جب اُس کا منصوبہ جو مرکوز خاطر تھا پیش نہ گیا تو ایک تازہ تدبیر اس کے ذہن میں آئی کہ دونوں طاقوں کو اُس نے باروت سے پر کیا جب اس کا یہ حسن تردد بادشاہ سے عرض ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ سوار و پیادے تو توپ خانہ وخاص چوکی والوس افغان و گکھر اور تعینہ سائرد جماعہ عربی و کرناٹکی جو شب و روز حاضر رہتے ہیں اُن کے علاوہ بخشی الملک مخلص خاں وحمید الدین خاں بہادر چند ہزار سوار لے جا کر انتظار کریں کہ جب نقب اُڑائی جائے اور جاں فروش قلعہ میں داخل ہوں تو وہ اُن کی کمک کریں۔ پنجم ذیقعدہ سال مذکور کو طاق کلاں میں آگ دی گئی۔ اُس کے اوپر کا پشتہ مع دیوار کے اُڑ کر قلعہ کے اندر گیا اور اہل قلعہ کی ایک جماعت جل گئی اور اُڑ گئی۔ بادشاہی لشکر کو جرأت ہوئی اور اُس نے قدم آگے رکھا پھر طاق دوم کے باروت میں آگ لگائی اُس کے اوپر کا رپارچہ کوہ جس پر یہ گمان تھا کہ وہ قلعہ کے اندر پڑے گا وہ بادشاہی لشکر کے سر پر پڑا اور کئی ہزار آدمی جو مغاکوں اور بناؤں میں یورش کے منتظر تھے، پلک مارنے میں پتھروں کے نیچے دب گئے۔ گنج شہیداں کی طرح بے غسل وکفن دفن ایک دوسرے کے اوپر سوئے۔ اس سے دو ہزار کارآمدنی پیکار کام آئے۔ اگرچہ آدمیوں کے لیے راہ وسیع خود بخود کھل گئی اس حشر میں سو آدمی دیوار کے اوپر دوڑے اور غل مچایا کہ آؤں یہاں کوئی نہیں ہے۔ لیکن مورچال کے آدمیوں نے ترس وخوف سے اس راہ میں قدم نہ رکھا انتظام جاتا رہا۔ کام کیا نہ کیا برابر ہوا محصورین نے جب دیکھا کہ کوئی تنفس اس طرف سے نمودار نہیں ہوا تو وہ دیوار کے اوپر آئے جائے، گرم کو گرم تر اور قائم تر کیا اور بندوق زنی کی۔ آتش کو روشن کیا۔ دمدمہ بھی پھٹ گیا تھا۔ رحلکے گر پڑے تھے اور کارپردازوں نے کام سے ہاتھ اُٹھا لیا تھا۔ کون مقابلہ میں آتا جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بادشاہ خود گھوڑے پر سوار ہوا اور نوکروں کے سرکار پر آیا اور حکم دیا کہ مردوں کی لاشوں کو ایک دوسرے پر فراہم کرو اور سینوں کو سپر بنا کے یورش کرو۔ مگر بادشاہ نے اپنی بات کا اثر مشاہد نہ کیا تو حکم دیا کہ کمرکوہ میں خیمہ برپا ہوتا کہ وہ خود اور

بادشاہ زادہ اس جگہ تشریف لے جائیں۔ ارکان سلطنت بہت عجز و انکسار کے ساتھ اُس کے مانع ہوئے اس روز بھی سواری تھی لیکن کام کے برہم ہو جانے کے بعد جانے سے کیا فائدہ تھا۔ بعد اس کے بادشاہ نے سپاہ کی استمالت اور دلداری کی اور فرمایا کہ اس مرتبہ تو ہم اور ہر اس کو کس واسطے اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہو۔ ابھی غنیم نے کوئی دست بردتم پر نہیں کی ہے۔ جس جماعت کی اجل آئی تھی اس نے شہادت کی سعادت پائی جو اہل دین کی آرزو کا انتہا کا درجہ ہے اور آخرت کی رستگاری کا سرمایہ۔ تم کو چاہیے کہ جہاد پر کمر باندھو۔ جب تک بدن میں جان ہو کوشش کرو۔ سرافراز خاں دکنی کو حکم ہوا کہ سرباز ہمراہیوں کو جو مصالح قلعہ گیری ہیں اور بہرہ مند خاں بخشی کے آدمیوں کو تربیت خاں کی مدد کے لیے لے جائے اور از سر نو مورچالوں کے بنانے میں مشغول ہو۔ بہت سے بہادروں کو افسوس تھا کہ کارطلب آدمیوں کی جماعت یوں مفت رائیگاں خاک کے نیچے سوئے اور سنگ و کلوخ سے ہم آغوش ہوئے اور چند لاکھ روپیہ مع محنت و تردد پنج ماہ کے خاک کے برابر ہوا اور پھر مآل کار معلوم نہیں۔

## مرنے والے مجاہدین کے ورثا کا آنا اور ان کی سپہ سالار پر برہمی:

جو آدمی دبے ہوئے تھے اُن میں سے بعض کے وارث وقت پر پہنچے اور مردوں اور زخمیوں کو نکال لائے بلکہ باقی مر گئے۔ واقعہ غریب یہ ہے کہ پیادے بہلیہ اپنے بھائیوں اور فرزندوں اور یاروں کے مرنے سے بہت بے دل تھا اور میر آتش سے بھی دل سوختگی رکھتے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ کوہ سنگ و خاک سے مردوں کا نکالنا مشکل ہے اور اُن کے دین میں مردوں کا جلانا واجب ہے اُنہوں نے اُسی شب کو مورچال کو جو سراپا چوب سے مرتب تھا بے خبر آگ لگا دی۔ یہ آگ سات دن رات جلتی رہی۔ اتنا پانی کہاں تھا کہ اس صحرائے آتش کو بجھاتا۔ کل ہنود اور بعض مسلمین بھی جن کے نکالنے کی فرصت نہ ملی تھی وہ بالکل جل گئے۔ دنیا بھی عجب آتش کدہ ہے کہ دوست دشمن دونوں فنا کی آگ میں جلتے ہیں۔ اس سردار جد کار نے نان کی امید میں اور جان کی بیم میں کشائش قلعہ میں بہت کوشش کی مگر العبد یدبر واللہ یقدر۔

## راجہ رام کی موت اور مسلمانوں کی خوشی:

25 رمضان 1111ھ کو مخبروں نے خبر دی کہ راجہ رام جو برار میں تھا اپنے گھر جاتا تھا وہ مر گیا اور تین خرد سال بیٹے اور دو بیویاں چھوڑ گیا۔ دہم شوال کو بادشاہ کو یہ اطلاع ہوئی کہ پسر کلاں جو پانچ



سال کا تھا اس کو مرہٹوں نے باپ کا جانشین کیا تھا وہ چیچک سے مر گیا۔ راجہ رام کی بڑی رانی تارا بائی تھی کہ عقل و فراست میں اور ملک و سپاہ کی پرداخت میں اپنے شوہر کی حیات میں شہرت تام رکھتی تھی اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ اُس کا سرداروں نے راجہ رام کا قائم مقام کیا۔ رانی مذکور نے دشوار گزار پہاڑ کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ نے یہ خبر سن کر شادیانے بجانے کا حکم دیا اور راجہ کے شر کے دفعہ ہونے کا شکر ادا کیا امیروں نے بھی بادشاہ کو مبارک باد دی مگر وہ کارخانہ الٰہی سے غافل تھے۔ جب سنبھاجی قتل ہوا ہے تو بھی یہ سمجھے تھے کہ دکن کا فساد برطرف ہوا ہے اب بھی سب متفق اللفظ ہو کر خوشوقتیاں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مرہٹوں کی جڑ کٹ گئی اور طفل شیر خوار اور ایک بے دست و پا زن ہیں جن کا استیصال کیا بڑی بات ہے۔ یہ خبر نہیں کہ عاقل کہہ گئے ہیں ع دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد۔ تارا بائی زوجہ راجہ رام نے جس شرط سرداری و تردد بجالائی اور مرہٹوں بندوبست کیا اس کا ذکر سال بہ سال اپنے محل پر ہوگا۔

## قلعہ پرلے کی فتحیابی:

قلعہ پرلے قلعہ ستارہ سے ساتھ کوس پر تھا۔ پرسرام اس قلعہ میں راجہ رام کی طرف سے اس ضلع کے بندوبست مالی کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ایسا حواس باختہ ہوا کہ قلعہ دار کی صلاح بغیر اُس نے ملازمت کی اس ضمن میں قلعہ دار پرلے نے بھی جان و مال کی امان کے قول کا پیغام بھیجا۔ اس حالت میں سو بھان قلعہ دار ستارہ نے دیکھا کہ قلعہ کی ایک طرف کی دیوار اُڑ گئی ہے اور ایک جماعت کثیر سوختہ ہوگئی ہے۔

پشتۂ کوہ پر بادشاہ زادہ کا سرکوب ایسا لگا ہوا ہے کہ وہ عمارت قلعہ کو منہدم کر رہا ہے فتح اللہ خاں کے مورچال حصار کے اوپر پہنچ گئے ہیں اور وہ ایک پنجۂ آہنیں کی ضرب سے دروازہ کو اُکھیڑنا چاہتا ہے۔ راجہ رام کے مرنے کی خبر مشتہر ہوگئی ہے۔ قلعہ دار پرلے جو میرا دشمن ہے وہ التجا کرنے میں اور اپنے کام کے پیش لے جانے میں سبقت لے جاتا ہے اس سبب سے مآل کار سے سراسیمہ ہو کر شہزادہ محمد اعظم شاہ کو واسطہ بنا کے التماس کی کہ اگر جان و آبرو کی امان پاؤں اور قلعہ دار پرلے کی تقصیر معاف نہ ہو تو قلعہ ستارہ کی کنجیاں حوالہ کرتا ہوں اور یہ عہد کرتا ہوں کہ تھوڑے دنوں میں قلعہ پرلے کو بلا قول امان بادشاہ کے آدمیوں کے تصرف میں لاتا ہوں۔ اُس کی التماس بادشاہ کے حضور قبول ہوئی۔

## قلعہ ستارہ کی کلید ہاتھ لگتی ہے:

13 رذی قعدہ 1111ھ کو قلعہ ستارہ کی کنجی حوالہ کردی۔ تین ہزار عورت مرد بچوں کو امن دیا گیا۔ وہ قلعہ سے باہر آئے۔ قلعہ کی فتح کے شادیانے بجے۔ سو بھان کی گردن اور ہاتھ باندھ کے بادشاہ پاس لائے۔ اس نے اُس کے ہاتھ کھلوائے اور منصب پنج ہزاری دو ہزار سوار مع اسپ و فیل و کنار مع علم و نقارہ اور بیس ہزار روپیہ نقد اُس کو عنایت ہوا۔ چونکہ قلعہ ستارا بادشاہ زادہ محمد اعظم کی وساطت سے فتح ہوا تھا اس لیے اُس کا نام اعظم تارہ رکھا گیا۔ کشائش قلعہ ابتدا 25 رجمادی الآخر 43 میں یعنی 4 ماہ 18 روز میں ہوئی۔ اس اثناء میں جو اور واقعات پیش آئے اُنھیں لکھتے ہیں۔

## شہزادہ محمد اکبر:

شہزادہ محمد اکبر کے دو ملازم اُسی کی عرضداشت قندھار سے لائے جس میں عفو جرائم کی درخواست تھی اور ایک صندوقچہ عطر نذر کے لیے بھیجا تھا۔ بادشاہ نے فرستادوں کے ہاتھ خلعت اور فرمان بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ جب تک تم ہماری سرحد پر نہ آؤ گے عفو جرائم نہیں ہوگا اور جب ممالک بادشاہی میں داخل ہو گے تو تمھارے لیے فرمان صوبہ داری بنگالہ کا صادر ہوگا۔

## شہزادہ معزالدین، بلوچ اور قوم لتی:

ملتان کے اخبار نویسوں کے نوشتوں سے بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ بلوچ جن کے دس بارہ ہزار سوار فراہم ہو گئے تھے۔ اور قوم لتی (لٹی) یہ دونوں حد سے زیادہ فساد کر رہے ہیں شہزادہ معزالدین سے مکرر مقابلہ اور مقاتلہ ان کا ہوا۔ حفیظ اللہ خاں پسر خرد جمدۃ الملک مرحوم نے جو صوبہ ٹھٹھہ کا ناظم تھا اور اس ضلع میں تسلط کلی رکھتا تھا شہزادہ کی مدد کی لیکن مخالف کے غلبہ سے شہزادہ کی فوج کا عرصہ تنگ ہوا اور لطف علی خاں و راجہ سورج مل و بہادر خاں اور بندہائے بادشاہی کام آئے تو شہزادہ نے دشمنوں کے ایک ہزار آدمیوں کو مارا اور فتح حاصل کی۔ چہارم جمادی الاخرہ کو بادشاہ سے عرض ہوا کہ دریائے نربدہ کے پار بادشاہ زادہ بیدار بخت اور راجہ رام کے درمیان جنگ ہوئی۔ خان عالم اور سرافراز خاں نے تردد نمایاں کیے۔ مخالف بندوبار لشکر شاہی کو دے کر فرار ہوئے۔ بادشاہ نے خان بہادر کو شہزادہ کی ہمرکابی کے لیے مامور کیا۔



# چوالیسویں سالِ جلوس کے واقعات 1111ھ

قلعہ ستارہ (اعظم تارا) کی قلعہ داری پر ستر سال بوندیلہ سرفراز ہوا۔ 14 رذیقعدہ کو بادشاہ اس حصار میں گیا۔ ایک قدیم مسجد والیان بہمنیہ کی بنائی ہوئی تھی بادشاہ نے اس پر سفیدی پھروائی اور دوگانہ شکر ادا کیا۔

## بادشاہ کی حسن تدبیر سے قلعہ پرلے کی فتح:

جب بادشاہ قلعہ اعظم تارا کی بست و کشاد سے فارغ ہوا اور قلعہ اور فوجدار وہاں مقرر کیا تو فتح اللہ خاں قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا اور جو ستارہ میں پرلے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کے حکم سے فتح اللہ خاں قلعہ پرلے کے نیچے آ گیا۔ 22 رذیقعدہ کو بادشاہ تین روز مصالح قلعہ گیری جمع ہوا تھا وہ بہت جلد قلعہ پرلے کے نیچے آ گیا۔ روح اللہ خاں چل کر دروازہ قلعہ کے سامنے خیمہ زن ہوا اور دولت خانہ کے آگے شہزادہ کا خیمہ لگا۔ روح اللہ خاں میر مورچال مقرر ہوا۔ قلیج خاں بہادر اور مردم شاہی نے قلعہ کے اضلاع کوہ کو چند کروہ کے فاصلہ پر مرکز وار گھیر لیا۔ اگر ستارا کہتا کہ میں قلعہ آسمان فرسا ہوں تو پرلے نے کہا کہ میں اس کے جوش پر تیغ کارفرما ہوں۔ اگر ستارہ کہتا کہ آسمان میرے کوہ کا پشتہ ہے تو پرلے کہتا ہے کہ آسمان میرے شکوہ کا سایہ ہے۔ محاصرین نے تھوڑے دنوں میں محصورین کو تنگ کیا۔ مگر بارش کی شدت اور غلہ و کاہ کی کمی وہ ہوئی کہ اُس نے بادشاہی سپاہ کا بھی دم نکال دیا۔ مگر بادشاہ اس حال میں زر پاشی اور دلداری سے دلاوروں کا دل ہاتھ میں لیتا۔ قلعہ نشین کبھی کبھی بے خبر پہاڑ سے نیچے آ کر شوخی کرتے مگر یورش اور فتح اللہ خاں کی بہادری سے محصور دل باختہ ہو کر الامان کی فریاد کرنے لگے۔ ڈیڑھ مہینے کے محاصرہ کے بعد سوم محرم میں قلعہ مفتوح ہوا اور مردم قلعہ مع عیال امان پا کر قلعہ سے باہر نکلے۔ ان کے بدن پر سوائے پرانے کپڑوں کے کچھ اور نہ تھا۔ قلعہ میں جو مسجدیں شاہان بیجاپور کی تعمیر کی ہوئی تھیں اور ہندوؤں نے اُن کو خراب کر دیا تھا اُن کی تعمیر کا حکم دیا۔ ابراہیم عادل شاہ جو نئی چیز بناتا تھا اس پر نورس کا لفظ لگاتا تھا۔ کتاب نورس، شہر نورس پور، دام نورس۔ یہ قلعہ بھی اُس کا بنایا ہوا تھا اس لیے اُس کا نام نورس تارا رکھا۔

## بادشاہ کا سفر بھوسان گڑھ کی طرف:

اب بادشاہ نے قلعہ میں قلعہ دار مقرر کیا اور اس سرزمین کا بندوبست ہو گیا تو اُس نے بھوسان گڑھ کی طرف کوچ کو ارادہ کیا۔ مگر کارخانہ جات بادشاہی و امراء وغیرہ کے باربردار اصلا موجود نہ تھے۔ بارش کی زیادتی اور آب و ہوا کی ناموافقت سے شتر کا نام و نشان باقی نہ تھا اور ارابہ کی آمدورفت درہا دشوار گزار کے قلب ہونے کے سبب اس ضلع میں مشکل تھی۔ ارابہ باربردار کے بیل جو پانچ مہینے کی برسات میں زندہ رہے تھے ان میں سوا پوست و استخواں کے کچھ باقی نہ تھا۔ ہاتھیوں کا حال بھی یہ تھا۔ سرکار بادشاہی اور اُمیروں کا اسباب اُن ہی ناتواں ہاتھیوں پر جن کی پوست و استخواں کے سوا کچھ نہ تھا اور نیم جان بیلوں پر اور مزدوروں پر اور بلغور خانہ کے فقیروں پر جو لد سکا لادا گیا۔ باقی سبکبار ہونے کے لیے کچھ اسباب قلعہ دار کے حوالہ کیا گیا اور کچھ جلایا گیا۔ اور نامراد بے بضاعت خانہ بدوش ہو کر روانہ ہوئے۔ فیل و گاؤ جن پر اُن کی جانیں گرانباری کرتی تھیں درہوں میں گرانی بار سے گرے اور جان عزیز کو خیر باد کہا۔ راہیں بند ہوئیں۔ بڑی سختی سے دریائے کشنا کے کنارہ کہ پانچ کروہ تھا تین منزلیں کر کے آخر روز میں وہاں پہنچے۔ اب عبور کا فکر ہوا تو سات شکستہ بستہ کشتیوں کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ مقام کا حکم ہوا۔ شدت بارش سے آب کشنا بہت چڑھا ہوا تھا۔ کثرت لشکر و قلت معبر پر نظر کرنے سے قالب سے جان نکلتی تھی۔ جب اُترنا شروع ہوا تو باوجودیکہ بادشاہ نے گرز بردار مقرر کر دیئے تھے کہ زیردستوں پر زبردست تعدی نہ کر سکیں اور یہ مقرر تھا کہ ہر روز ایک بادشاہ زادہ اور باقی امیر گزریں مگر دریا کے کنارہ پر اس قدر فساد و شمشیر کشی ہوتی تھی کہ کوئی روز نہ ہوتا کہ دو تین نفر قتل و زخمی و غرق نہ ہوتے ہوں۔ بعض جو تیر کر پار جانا چاہتے تھے ان میں دس میں ایک زندہ کنارہ پر پہنچتا تھا۔ کئی ہزار آدمی جو پیچھے رہ گئے وہ بیابان مرگ ہوئے۔ 19 رصفر کو بھوسان گڑھ میں لشکر پہنچا۔ بادشاہ نے یہاں ایک ماہ کے قیام کا حکم دیا۔ باران جواب تک رفاقت میں تھا وہ بھی جدا ہوا۔ دریاؤں اور ہامون کا شور بھی کم ہوا۔ لشکر کو آرام ملا۔ شہزادہ اعظم کو خاندیس کو رخصت کیا کہ برہان پور میں لشکر کے ساتھ رخصت کرے۔ لشکر خستہ حال کو ملک قدیم کی آباد نواحی میں رخصت کیا۔ صوبہ جات کے نوابوں کو فرمان گیا کہ تازہ لشکروں کو ہمارے پاس بھیجیں۔ شہزادہ بیدار بخت کو بلا کر قلعہ پرنالہ کی فتح کے لیے بھیجا اور ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کی فوج کو اس کے ساتھ کیا۔ کچھ دنوں بعد تربیت خاں میر آتش کو اس طرف روانہ کیا۔ 26 ربیع



الاول کو بادشاہ خواص پور میں آ گیا۔

## غلے، چارے اور دیگر ضروریات زندگی کی کثرت سے آسودگی ملنا:

یہاں خلائق کو ایک گونہ آرام ملا۔ یہاں غلہ و کاہ اور اکثر مایحتاج کی ارزانی تھی مگر یہاں ایک اور تازہ حادثہ ناگہانی آسمانی مردم لشکر پر واقع ہوا جس کا مجمل حال یہ ہے کہ ایک نالہ کم آب تھا۔ اُس پر لشکر پڑا تھا۔ اس نالہ کے سب طرف خشک ریت تھی۔ برسات ہو چکی تھی بے ہنگام باراں کا گمان نہ تھا کہ وہ شدت سے برسے گا۔ 28 ربیع الثانی کو جبال و کوہستان و دشت میں بے موسمی ایسی بارش ہوئی کہ ایک پہر رات گئے سیلاب بلا ایک بارگی لشکر کی طرف آیا۔ اور آدمیوں کی جان پر بلا د مبرم بنی ایک جماعت بادۂ عشرت میں مدہوش اور خواب غفلت میں ہم آغوش تھی اس وقت خبردار ہوئی کہ پانی نے سر سے گزر کر بساط خانہ کو مع خیمہ و فرش کے زیر پا لپیٹا جو کوئی سراسیمہ ہو کر نجات کی فکر میں دست و پازنی کر کے اس شب تاریک میں جس طرف نظر ڈالتا سوائے بے پایاں موج آب کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک عالم سر و پا برہنہ جان بچانے کے واسطے استغفار پڑھتا ہوا ہر طرف دوڑتا تھا۔ اکثر نے اس بحر بے پایاں میں جان باد فنا میں دی۔ جس وقت اس قیامت کا برپا ہونا شروع ہوا بادشاہ جائے ضرور میں تھا وہ یہ سمجھ کر کہ دشمن کے ناگہاں آ جانے سے یہ ہنگامہ تسخیر ہوا ہے عالم اضطراب میں اُٹھا، پاؤں پھسلا اور پاؤں میں ایسی ضرب شدید آئی کہ علاج پذیر نہ ہوئی۔ اور میراث صاحب قران کہنہ لنگی ہاتھ آئی۔ آب سیلاب کی نوبت دولت خانہ بادشاہ تک پہنچی۔ اپنے اور خدمۂ محل سے سواری طلب ہوئی صبح ہوئی، تو پانی کم ہونا شروع ہوا۔ بہت سے عمدہ نامی آدمی ننگے سر اور ننگے پاؤں اسباب کو برباد کر کے پڑے پھرتے تھے غرض جو کچھ ضرر مالی و کسالہ و تصدیع خلق کو ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔

## حکم شاہی:

بادشاہ سے معروض ہوا کہ ہنود قید میں طعام نہیں کھاتے۔ ساہو بن سنبھا بجائے طعام کے شرینی و میوہ و پکوان کھاتا ہے تو بادشاہ نے حمید الدین خاں کی معرفت اس کو کہلا بھیجا کہ تم قید میں نہیں ہو اپنے گھر میں بیٹھے ہو۔ طعام کھایا کرو۔

Scanned with CamScanner

## کاشغر:

ملبارس خاں حاکم کاشغر فوت ہوا ملک کے بندوبست میں خلل پڑا۔ ارسلاں خاں پسر شاہ خاں ابن عم خاں متوفی بادشاہ کی بندگی سے سرفراز تھا اس کو ارشاد ہوا کہ وطن میں جا کر اپنے ملک پر قبضہ کرے۔ سردار خاں جو شہزادہ معظم کا منصب دار تھا اس کو حکم ہوا کہ اس کی کمک کرے۔

16 / رجب 1112ھ کو بادشاہ مرتضیٰ آباد مرچ کی طرف چلا۔ 2 / شعبان کو یہاں پہنچ گیا۔



# پینتالیسویں سالِ جلوس کے واقعات 1112ھ

## قلعہ پرنالہ کی فتح کے لیے بادشاہ کا جانا:

قلعہ بون گڑھ کی فتح قصبہ مرچ میں توقف ہوا۔ سوم شوال کو قلعہ پرنالہ اور اس کے پاس کے قلعہ کے لیے علم اُٹھایا۔ دہم ماہ مذکور کو حصار کے دروازہ کے روبرو بادشاہ آیا اور دریا کے کنارے پر قلعہ کے نیچے جو مقام توپ رس تھا وہ منزل گاہ بنائی۔ دیوان حافظ میں فال میں یہ شعر نکلا

ولے کہ غیب نمائست جام جم دارد
ہر خاتمے کہ دمے گم شود چہ غم دارد

سیواجی نے یہ قلعہ حکام عادل خانیہ سے لیا تھا پھر اس کو سلطان معظم شاہ نے فتح کیا تھا پھر اس کو سنبھاجی نے لیا۔ بادشاہ نے نصرت جنگ کو بھیجا کہ ہر طرف چور پھر رہے ہیں اُن کا سرتن سے جدا کرے۔ دونوں قلعوں کا دورسات کروہ تھا، اُس کو لشکر شاہی نے گھیر لیا۔ تربیت خاں کے اہتمام سے مورچال کی پیش رو ہوئی اور توپیں دشمنوں کے جلانے کے لیے گرم ہوئیں۔ تھوڑے دنوں میں قلعہ کے پانچ برج میں سے نصف سے زیادہ گر پڑے اور یہ سردار جلد کارخانہ زار زمین کی شگافت میں اور کوہسار میں کوچے بنانے میں کارنامے بروئے کار لاتا تھا۔ کئی جریب زیر زمین مجوف کر کے راہ بنائی کہ جس میں تین مسلح آدمی کام کرنے والے اس میں بیٹھ سکیں اور ہر طرف غرفے جس میں ہوا آئے اور آفتاب کی روشنی چمکے مرتب کیے۔ ان مکانوں میں توپ خانہ کے آدمیوں کو بٹھایا کہ مضرب توپ بندوقیں مار کر کسی کو دیوار سے سر نہ نکالنے دیں اور اس کوچہ کو اس برج کے نیچے پہنچایا کہ اُس کے اندر چوکی دیتی اور کوئی آسیب تھا۔ اس کی بنیاد کو اس قدر خالی کیا کہ بہادروں کی ایکجماعت اُس کے زیر فصیل دیوار میں لے گیا لیکن اس سبب سے کہ پیش رفت کار میں توقف طاری ہوا۔ برسات کا موسم آگیا اور شدت بارش اور سیلابوں کی طغیانی سے اس میں کچھ خلل پڑا۔ اس اثناء میں فتح اللہ خاں جو اورنگ آباد میں اپنے ہمراہیوں کی شکست کی خبر کے لیے گیا ہوا تھا وہ حضور میں آکر مامور ہوا کہ لشکر شہزادہ کے اطراف سے منعم خاں کی ہمدستی کے ساتھ مورچال بالاستقلال رواں کرے۔ اس فرمان پذیر نے ایک ماہ میں زمین سنگ آگین میں خاک سے زیادہ سہل تر کاٹ کر کوچہ پائے دیوار تک پہنچایا کہ عقل حیران رہ گئی۔

محصورین دونوں حصار سے آتش افروزی کرتے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک طرف سے تربیت خاں چاہتا ہے کہ اُن کی بیخ کنی کرے دوسری طرف فتح اللہ اُن کو خاک میں ملانا چاہتا ہے۔ محمد مراد خاں اپنے ہمراہیوں سمیت اور خواجہ محمود بخشی لشکر شہزادہ کام بخش لون کہان کے برج و بارہ کو اُڑانا چاہتا ہے۔ لشکر کے محاصرہ نے فرار کی راہ کو تنگ کر رکھا ہے۔ بادشاہ عالمگیر ہے کہ برسات کی شدت اور حادثات کے نزول سے اُس کے عزم جزم میں خلل نہیں پڑتا اور یہ لشکر ایسا ہے کہ جب تک اپنا کام نہ کرے گا پائے کار سے نہیں اُٹھے گا۔ ان باتوں پر لحاظ کر کے محصورین نے ڈر کر اپنا مفر عجز میں دیکھا اور تربیت خاں کے وساطت سے زنہار جوئی کے لیے بادشاہ زادوں کے امان خانوں میں دوڑے۔ ان دونوں نے بادشاہ سے اُن کی شفاعت چاہی۔ بادشاہ نے اُس کو قبول کیا۔ ٹربنک حارس کو جان مال کی امان دی۔ غرہ محرم 1113ھ کو پرنالہ اور پون گڑھ ممالک محروسہ میں آئے۔ بادشاہ نے پرنالہ کا نام نبی شاہ درک رکھا۔ اسمٰعیل مکھا کو یہاں کا فوجدار مقرر کیا۔

## فتح قلعہ صادق گڑھ و نام گیر و مفتاح و مفتوح:

بادشاہ نے پرنالہ کی اطراف سے گھاٹوں کی طرف جانے کا قصد کیا کہ وہاں علف و آذوقہ کثرت سے ہے خلق خدا کو اس سے آرام ملے گا اور قلعہ دارون گڑھ و نام گیر و چندن دوندن دشمنوں کے ہاتھ سے متخلص ہوں گے۔ اس ثواب کی نیت سے دوم محرم 1113ھ کو بادشاہ نے کوچ کیا۔ فتح اللہ خاں بہادر کو آگے جانے کے لیے مامور کیا۔ اُس نے جا کر چاروں قلعوں کے کوہ نشینوں کی کر کو توڑا اور غنیم کی ایک جماعت کو تلوار کا طعمہ بنایا اور بہت مویشی اور قیدی پکڑ لیے۔ دارون گڑھ کے قلعہ نشینوں کے بازوئے دست کوب کا یہ زور دیکھ کر اور اُن کے پیچھے بادشاہ کے لشکر کے آنے کی خبر سن کر جان کا بچانا غنیمت جانا۔ دسویں ماہ مذکور کو قلعہ خالی کر دیا اور چور بھاگ گئے۔ اس مناسبت سے کہ خان بہادر کا نام محمد صادق ہے، بادشاہ نے اس قلعہ کا نام صادق گڑھ رکھا۔ 27 رکو ظاہر قلعہ کو کہ گھاٹوں سے آدھ کوس پر ہے چھاؤنی کے لیے بادشاہ نے فرمایا اور یہاں خان بہادر کے ساتھ لشکر گراں کو بسر کردگی بخشی الملک بہرہ مند خاں نام گیر و چندن و دندن کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ دس بارہ روز میں قلعہ دار نام گیر نے اپنی جان پر رحم کر کے قلعہ کی کنجی خان بہادر کو حوالہ کی۔ قلعہ کا نام نام آوروں کے التفات کے سبب سے نام گیر رکھا گیا۔ پھر حصار چند کا محاصرہ ہوا تھوڑے دنوں میں **اہل حصار نے امان مانگ کر قلعہ حوالے کیا پھر قلعہ دندن کا محاصرہ ہوا۔ چودھویں جمادی الاولیٰ کو**



یہ چوتھا قلعہ بھی بادشاہی قبضہ میں آ گیا۔ ان دونوں قلعوں کا نام مفتاح و مفتوح رکھا گیا۔

## فتح قلعہ کھیلنا:

قلعہ کھیلنا کو فتح کرنا لڑکوں کا کھیل نہیں تھا۔ اس کا تسخیر کرنا سخت مشکل تھا۔ ہر در بستہ کے لیے ایک کشائش اور ہر محنت کے واسطے ایک آسائش اور ہر معمے کے لیے ایک تفسیر اور ہر امر کے واسطے ایک تعبیر ہوتی ہے۔ سو عالمگیر جس مکان میں عقدہ مخیل ہوتا اس کو ناخن کے اشارہ سے کھولتا۔ جس زماں میں طلسم لاینکشف نظر آتا ہے اُس کے چہرۂ حقیقت کو اپنی رائے زریں سے کھول دیتا ہے۔ اگر قاصدان آمال کی راہ میں خیال اشکال سنگ راہ ہوتا ہے تو اپنے حکم قاطع سے اُس کو کاٹ دیتا ہے۔ اگر تراکم اشجار راہ میں آنے جانے والوں کو روکے تو اس کو اپنے حکم کے تیر سے بیخ و بن سے اکھیڑ ڈالتا ہے۔ اگر دشوار گزار مرحلے پیش آئیں تو ان کو ہموار کر دیتا ہے اگر حصول مقاصد کے لیے بُعد شرق و غرب حائل ہو تو اس کو طے کرا دیتا ہے۔ یہ بادشاہ 16 رجمادی الآخر 1113ھ کو صادق گڑھ سے چلا، بارہ منزلیں طے کر کے ملکا پور میں خیمہ زن ہوا آگے راہیں دشوار گزار تھیں اس لیے سات روز یہاں قیام کیا۔ شہزادہ بیدار بخت بنی شاہ درک سے معاودت کے وقت برسات کے موسم کاٹنے کے لیے ہوکری اور کوکاک اور اُس کی حدود کی سمت میں گیا تھا۔ کم مدت میں کئی قلعے اُس نے مرہٹوں کے ہاتھ سے چھڑوائے۔ وہ بادشاہ کے حکم سے بورگاؤں کی راہ سے بادشاہ سے اسی منزل میں آ کر ملا بے موسم مینہ برستا تھا یہاں چندروز قیام ہوا۔ فتح خاں نے معبر کو صاف کر کے بادشاہ کو اطلاع دی۔ چار کروہ مسافت جو بڑی دشوار تھی آسانی سے طے ہوئی۔ 16 ررجب کو بادشاہ دامن کوہ میں جو اس کی فرودگاہ کے لیے کافی تھا خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے کھیلنا ساڑھے تین کروہ تھا۔ کوہسار کی راہ میں سراسر دشوار گزار دشت و صحرا اور جنگل انبوہ خاردار واقع تھے کہ آفتاب کی روشنی نہیں جا سکتی تھی اور ایسے تنومند اشجار بلند کی شاخیں باہم بافتہ تھیں کہ چیونٹی بھی اُن سے بدشواری گزر سکتی تھی۔ اگر کوئی بٹیا بھی تھی تو اس پر پیادہ مشکل سے چل سکتا تھا۔ خان بہادر فتح اللہ خاں مامور ہوا کہ ان مشکلات و موانع کو راہ کے آگے سے اُٹھائے۔ اس فرمان پذیر کی اہتمام و سعی سے بیلداروں و سنگ تراشوں نے ایک ہفتہ میں وہ دستکاری دکھائی کہ اُسے دیکھ کر عقل دنگ رہ گئی۔ اگر بلند پہاڑ آیا تو روئی کے گالوں کی طرح اُڑایا اور نشیب و فراز سد راہ ہوا تو اس کو بساطِ بنایا۔ اگر **درخت رستے میں کھڑے ہوئے تو ان کو خس و خاشاک کی طرح اُڑایا۔ غرض ایسا راستہ ہموار بنا دیا**

کہ سوسوار برابر آسانی سے چلے جائیں۔کام میں ہر روز دشمنوں سے لڑنا اور اُن کے سروں کو سبزہ کی طرح کاٹ کے لالہ زار بنانا پڑتا تھا۔

## بہادر خان کے ساتھ افواج شاہی کی روانگی:

سوم شعبان کو بادشاہ نے خان بہادر کے ساتھ افواج کو بسر کردگی جمدۃ الملک مدارالمہام اور بہ رفاقت حمید الدین خان بہادر منعم خاں واخلاص خاں وراجہ جے سنگھ کو رخصت کیا۔صبح کے وقت خان بہادر و منعم خاں اور چند یکہ سواروں کے ساتھ درہ میں داخل ہوا۔قلعہ کا پشتہ سرکوب تھا جس کے اوپر خان بہادر توپوں کو لگانا چاہتا تھا مگر وہاں مرہٹے ایک دیوار محکم برجوں کی کھینچ کر خود ہو بیٹھے۔اس کو اپنے روز بد کا حصار سمجھنے لگے۔حمید الدین خاں بہادر کمین گاہ ضلع چپ کی محافظت کے لیے کھڑا ہوا۔پانچ چار ہزار مرہٹے لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔درہ کی راہ کو روکا اونچے درختوں اور سنگھا کوہ کی پناہ میں بندوقیں مارنے اور پتھر لڑھکانے شروع کیے۔فتح اللہ خاں نے کوشش کرکے سینوں کو سپر بنایا اور تلوارن سے مرہٹوں کا سر اُڑایا۔پشتہ کو کشتوں سے دو پشتہ کیا۔شاہی آدمیوں کی ایک جماعت کام میں آئی آخر کار مرہٹوں کو ایسا تنگ کیا کہ وہ فرار ہوئے۔گریوں سے گر کر گئے۔وہ چاہتے تھے کہ قلعہ کی جانب بھاگیں سو خان بہادر نے اپنے سوار ہونے سے پہلے جزائر اندازوں کو دشمنوں کے جلانے کے لیے قلعہ کی راہ پر بٹھا دیا تھا۔اس طرف بھی آگ نے راہ گریز بند کی۔ناچار جنگلہ میں بھاگے۔درخت و بوٹہ میں پنہاں ہوئے۔اس اثناء میں کہ افواج شاہی پیچھے پہنچیں اور اُنہوں نے زندوں کو گرفتار کیا۔خان بہادر نے اُن کی کمر میں پتھروں کو باندھ کر بن کے غاروں میں پھینک دیا۔یہ فتح نمایاں ہوئی اور پشتۂ مذکور پر ثبات قدم ہوا۔بادشاہ نے یہاں اپنے خیمے لگائے۔مورچال قائم کرنے میں رت جگا رہا۔دوسرے روز دوسرا پشتہ قبضہ میں آیا جہاں سے قلعہ کے اندر بندوق کی گولی پہنچ سکتی تھی۔یہاں توپوں کو لگا کر خانہ نشینوں کے گھروں اور عمارتوں کو جلانا شروع کیا اور کوچہ سقف (کوچہ سلامت) بنانا شروع کیا۔دار کھڑی کرکے اس پر مخالفوں کے سروں کو بجائے انگور کے خوشوں کے لٹکایا۔ 22/ ماہ مذکور کو بادشاہ اس کارنامہ کو دیکھنے آیا اور مورچالوں کو آگے لے جانے کے لیے ترغیب دی اور لشکر کی پشت گرمی اور پیش رفت کار کے لیے اپنی منزل گاہ سے اُٹھ کر اُس میدان میں خیمہ لگایا کہ قلعہ سے آدھ کوس تھا۔



# چھیالیسویں سالِ جلوس کے حالات وسوانح

# 1113ھ

## قلعہ کھیلنا کی تسخیر کا مزید احوال:

بادشاہ کے حکم کے موافق شہزادہ محمد بیدار بخت اطراف بنی شاہ درگ میں منزل گزیں ہوا۔ تربیت خاں کتل انبہ کے درہ پر بیٹھا۔محمد امین خاں نے کوکن دروازہ کا کو انسداد کیا۔خان بہادر نے توپ جزائر لے کر بڑی مردی ہمت سے کوچہ سر غار حائل قلعہ کی ریونی تک لے گیا۔اہل حصار نے رات دن میں توپ وتفنگ کے چلانے سے لمحہ بھر کا توقف نہیں کیا کہ کوچہ سلامت میں ہر نوع کے آدمیوں کو جو کام کرتے تھے جان سے مارتے تھے مگر بہادر اپنا کام بناتے تھے۔غنیم نے دروازہ قلعہ سے پوشیدہ کوچہ بنایا اور ریونی پر مدافعت کے لیے بیٹھا۔جب اُس نے دیکھا کہ خان بہادر دبابہ کے مقابل آیا اور زینہ پر سوار ہونا چاہتا ہے تو اس کے ہوش اُڑے۔زینے جو غار میں سے نکال کر دیوار کے نیچے سطح زمین تک لگائے اُن کو دشمنوں نے خراب کیا۔بہادروں نے کجادوں کے زینے ترتیب دیئے اور اُن دبابوں کے اوپر باندھا اور پیش قدمی کی۔محمد امین خاں کا حال سنیے کہ وہ کوکنی دروازہ کے انسداد کے لیے گیا تھا پہاڑ کو بے سپر کرکے کھیلنا کے پائے کار میں ایک پشتہ محاذی دروازہ کہ مشرف ریونی تھا اس پر پہنچا۔مخالفوں نے اس پشتہ کے اوپر سنگین دیواریں بنائی تھیں اور نیچے اس کے گہری خندق کو حائل کیا تھا۔ایک مدت تک صعوبت کے سبب سے پیش رفت کار نہ ہوئی۔15/ شوال کو کوشش و کشش کرکے کشتوں کے پشتے لگائے۔اور قلعہ نشینوں کی راہ اس دروازہ سے بند کر دی۔محمد امین خاں کو بسبب عرض مرض کے بادشاہ نے اپنے پاس بلالیا اور کوکنی دروازہ کی طرف سے قلعہ کی تسخیر کے لیے شہزادہ بیدار بخت وراجہ جے سنگھ کو مقرر کیا اور چند ہزار پیادے یاقوت خاں حصدی و دندار راجپوری نے ان پاس بھیج دیئے اُنہوں نے مورچال لگا کے برج دہارہ پر توپیں چلانی شروع کیں۔فتح اللہ خاں نے دبابے بنا کے کمر برج تک ان کو پہنچایا اور سب طرح کی تدبیریں کیں لیکن مع سبزہ بر سنگ نہ روید چہ گنہ باراں را۔ہر چند شیر دہان اور کڑک بجلی توپوں نے گولے چلائے مگر سوا اس کے کچھ نہ ہوا کہ برج کے چند سنگ اُڑ گئے غنیم نے گولہ اندازی سے ذرا

بھی ہاتھ نہیں کھینچا۔ وہ راتوں میں کئی دفعہ قلعہ سے باہر نکل کر مورچال پر حملہ آور ہوا۔

## قلعہ کھیلنا کی فتح میں خان بہادر کے شاندار کارنامے:

خان بہادر بذاتہ اُس کی مدافعت میں مشغول ہوا۔ ایک دن دابہ باندھنے میں وہ خود
مزدوروں کے ساتھ کام کرتا تھا۔ ایک پتھر اوپر سے آیا کہ ایک تختہ چار طسوج عریض پر وہ لگا تختہ
شکستہ ہو کر اُڑا اس کا ایک پارچہ خان بہادر کے سر پر لگا۔ اور اُس کے ساق پائیں میں بھی ایک ٹکڑا لگا
پاؤں اُس کا اکھڑا اور وہ کجاوہ سمیت جو اس کے ہاتھ میں تھا ایک غار میں غرا۔ جان باقی تھی کہاں
گرا میں کچھ تھوڑی دور جا کر کجاوہ جو اس کے ہاتھ میں تھا ایک درخت کی شاخ میں اٹک گیا اور اس
میں خان بہادر لٹک گیا۔ لوگوں نے اس کو بلا تا گہانی سے نکالا اُس کے سر و کمر اور تمام اعضا پر اس
قدر سنگ کے صدمات پہنچے تھے کہ ایک ماہ تک صاحب فراش رہا پھر اچھا ہو گیا، وہ زبان دراز بڑا تھا
بادشاہ کی مرضی کے خلاف اُس نے ایک مقدمہ فیصلہ کیا تھا۔ اُس کی سرزنش نصیحت آمیز بادشاہ نے
خواجہ سرا کی معرفت کی۔ اُس کی عمر اسّی برس سے تجاوز کر گئی تھی وہ بادشاہ کا ہم عمر تھا اس نے جواب
میں خواجہ سرا سے کہا کہ بادشاہ سے عرض کر کہ ہر انسان کامل العقل کی عمر کی نوبت جب اسّی نوے
برس پر پہنچتی ہے تو اُس کی عقل میں خلل آجاتا ہے اور اُس کے حواس خمسہ بحال نہیں رہتے۔ میں تو
سپاہی ہوں عقل سے کوسوں دور پیدا ہوں۔ جب خواجہ سرا چلا گیا تو دوستوں نے اس جواب
ناصواب کو ہمراہیوں کو بتلایا۔ اُس نے بادشاہ سے عذر کیا۔ خان بہادر اس فکر میں تھا کہ دوسرے
برج کی طرف سے یورش کرے مگر یہ فکر اُس کا غلط تھا۔ دہم ذی الحجہ کو شہزادہ نے ریونی قلعہ کو لے
لیا۔ راجہ جے سنگھ نے بھی اس میں بڑا کام کیا۔ غنیم کو بڑی شکست فاحش ہوئی اس۔ کی جمعیت میں
تفرقہ پڑا۔ شہزادہ نے حکم دیا کہ توپوں کو آگے لے جائیں اور دیوار قلعہ کو گرائیں۔ پُرس رام نے
جب دیکھا کہ افواج شاہی اس طرح خانہ براندازی پر مستعد ہے تو اُس نے برہمنوں کو وکلاء بادشاہ
زادہ پاس بھجوایا کہ قلعہ حوالہ کرنے کی اور بعض اور ملتمسات کریں۔ بوساطت بخشی الملک روح اللہ
خاں کے پیام آوری اور پیام بری میں چند روز لگے۔ مگر آخر کو یہ درخواست منظور ہوئی کہ پُرس رام
مع محصوروں کے قلعہ سے جان سلامت لے جائے۔ 19 رمحرم کو شہزادہ کے نشان قلعہ پر قائم ہو گئے
اس کی تاریخ فتح (فتح شدہ قلعہ کھیلنا) ہوئی۔ بادشاہ نے اس قلعہ کا نام مسخر لنا رکھا۔ اس سرزمین
میں بھی عجب کوہ و زمین ہیں کہ سبزۂ گل کے سوائے کہیں زمین نہیں دکھائی دیتی۔ اس بستان سرائے



میں کوئی درخت نہیں جو کوئی نفع نہ رکھتا ہو کوئی پھول نہیں کہ جس کی بو دماغ کو فیض نہ پہنچاتی ہو ہر دانہ
اس کا خراج دیتا ہے ہر خاک اُس کی دامن گیر ہے۔ 25 رشہر مذکور کو بادشاہ قلعے کے ملاحظہ کے لیے
گیا ضابطہ خاں کو یہاں حاکم مقرر کیا اندر کی عمارتیں اس قلعہ کی دلچسپ نہیں ہیں یہ قلعہ سرحدی ہے
اور ملک اعظم بالا گھاٹ و پائیں گھاٹ کوکن اُس کی تسخیر کے سبب سے ممالک محروسہ میں داخل ہوا۔
اور دوسرے روز بادشاہ نے شہزدہ کو ایک لاکھ روپیہ دیا۔ ہوکری اور رائے باغ میں چھاؤنی ڈالنے کا
حکم دیا اور امراء کو جو اس مہم میں شریک تھے بڑے بڑے انعام دیئے۔

## بادشاہ کا سفر کھیلنا سے بہادر گڑھ کی طرف:

بادشاہ پنجم محرم 1114ھ کو کھیلنا سے بہادر گڑھ ناحیہ کی طرف چلا۔ کثرت بارش سے یہ حال
ہوا کہ شتر کا نام نہیں رہا گاؤ بہ گجرات رفت خر بہ خراساں شتافت۔ فیل مدہوش بدمستی سے بیہوش ہوا۔
لشکر کا بارگراں لے کر چلا۔ تگ اتنے لگے کہ گدھے کی طرف کیچڑ میں پھنسا۔ غرض سرائے احمال و
اثقال مرد و زن کے سر کے بوجھ بنے

اینکہ تو گوئی کہ ہمہ مردم اند
بیشتر گاؤ و خرے بے دم اند

دولت مند جو بہشت آسائش میں آسودہ رہتے ہیں کسی نہ کسی طرح زیر کتل اول اقامت گاہ
میں پہنچ گئے اور کارخانہ جات لشکر کے نہ پہنچنے کے سبب سے متوقف ہوئے۔ حکم ہوا کہ حارص کھیلنا کو
یہ کارخانے سپرد ہوں۔ سات روز بعد کوچ کا نقارہ بجا۔ اس منزل میں ایک نالہ تھا اُس نے بادشاہ کی
سواری کو تو راہ دی لیکن خلائق کے کھانے کے لیے منہ کھولا۔ کوئی غرقاب فنا ہوا کوئی اپنی قسمت کے
زور سے نکل آیا۔ جب دوسری منزل میں کوس بردار نے آواز و کیا تو وہی نالہ پھر پیش آیا۔ یہ نالہ بھی
عجب غدار اور تر دیر دار تھا کہ پیش خانہ بادشاہی کو اور پیش خانہ داروں کو اول حیلہ سے بلایا پھر بطریق
بے راہ روی کے اس طرح اسپ بے روی کو دوڑایا کہ سب کو صحرائے درماندگی میں بٹھایا۔ اصحاب
الفیل نے ہزار سماجت سے مال مغصوب کو اُس سے مستخلص کیا اور افسوس کرتے اور سر پیٹتے رہ گئے۔
آخر ایک گروہ کے تفاوت سے بادشاہ بائیں طرف چل کر ملکاپور میں آیا۔ اس منزل میں نالہ کجروی
کر کے سدراہ ہوا اور ہرگز کسی کا نالہ اُس نے نہ سنا اور شب و روز پاؤں دراز کر کے سویا۔ اس شور محشر
میں روپیہ کا ایک سیر غلہ بکتا تھا۔ کاہ و ہیمہ نام کو نہ تھے۔ بارش کا تیر باران بے نواؤں کے بدن اور

جان پر کار گر تھا۔ باد صرصر کا طعن دل ستان قالب کو تہی کرتا تھا۔ خلقت کو اپنی سخت جانی پر تعجب ہوتا تھا۔ 19 رصفر کو بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر نالہ سے گزرا۔ ایک کوس چل کر خیمہ لگایا۔ حجرۂ عدالت میں بیٹھنے کو جگہ ملی۔ بادشاہ زادوں اور دنیاداروں کو اپنے گھر میں کھڑے رہنے کی جگہ ملی۔ کئی روز بعد اس منزل میں آفتاب دکھائی دیا تو نیم جانوں میں جان آئی۔ 12 رربیع الاول تک لشکر نے چودہ کوس مسافت کو ایک ماہ سترہ روز میں طے کیا اور قلعہ بنی شاہ درک کے نیچے پہنچا۔ اب سورج بدستور نکلنے لگا تو روزی طلبوں نے ہاتھ ہلائے۔ اطراف سے بار بردار دوڑے آئے۔ اُنہوں نے خلائق خدا کا بوجھ سر و گردن پر اُٹھایا۔ پس ماندہ آدمی بھی لنگڑاتے لنگڑاتے آئے۔ 15 رشہر مذکور کو گاؤں میں لشکر آیا۔ ایک ماہ بیس روز یہاں توقف ہوا۔

## تسخیر بہادر گڑھ کی مشکلات اور شاہی لشکر کا عزمِ آہنی:

24 رربیع الآخر کو بہادر گڑھ کی طرف لشکر چلا۔ اگر چہ ابر نے دامن میں پاؤں نہ کھینچے تھے۔ دریائے کشنا کی طغیانی کی خبر آتی تھی مگر شاہانہ عزم کے مقابلہ میں یہ موانع کچھ وقعت نہیں رکھتے تھے اور وہ مسافت کنار دریا تک 16 کوچ و مقام میں طے ہوئی۔ سارا لشکر دریا کے کنارہ پر آیا۔ دریا کیا تھا طوفان قیامت تھا۔ ہر موجہ اس کا بلا قامت۔ لشکر کا شمار امواج دریا سے زیادہ عبور ایسی کشتیوں پر کشتی نہ کہ دوزخ فسردہ؛ یک تابوت و ہزار مردہ۔ اس حال پر اختلال میں دس روز میں آدھا لشکر دریا سے گزرا۔ بادشاہ کشتی میں سوار ہو کر دوسرے کنارہ پر گیا۔ بادشاہی لشکر نے یہاں بیس روز توقف کیا۔ پھر بہادر گڑھ کے سواد میں بادشاہ خیمہ زن ہوا۔ بادشاہ نے غازی الدین خاں کے لشکر کا توزک دیکھا۔ اکثر توپ خانہ کو ضبط کیا اور حکم دیا کہ امراء اس سے زیادہ توپ خانہ نہ رکھا کریں اور یہ فقرہ بیدار بخت کو لکھا کہ محلہ کہ خاں فیروز جنگ کہ ذغت ہزاری است در خانہ خود نمودہ توپ و گنجال و شتر نال و گھوڑ نال وہمہ چیز آں قدر یا بدبل سیابد۔ سواء انچہ کہ از سرکار بادشاہی باد تعین است داشت چرا شما کہ مضاعف اوی یا بیدزر ہا ضائع می کنید و بے مصرف صرف مینمائید ع انچہ درکار بود ساختنش خود سازیست۔ ع اند کے ماند و خواجہ غرہ ہنوز۔

ہیچ کس نیست کہ در فکر دل خود باشد
عمر مردم ہمہ در فکر شکم می گزرد

2 ررجب 460 جلوس کو لشکر نے قلعہ کندانہ کی فتح کے لیے کوچ کیا۔ 17 رشعبان کو اس حصار کے نیچے آیا۔



# سینتالیسویں سالِ جلوس کے واقعات 1114ھ

## بادشاہ کے مراتب قدردانی وخانہ زادنوازی:

بمبئی میں جب بادشاہ کا لشکر آیا تو اتفاق سے امیر الامراء کا خیمہ پست زمیں میں اور عنایت اللہ خاں ناظم خالصہ وتن کا خیمہ مرتفع مقام میں ایستادہ ہوا۔ چند روز گزرنے کے بعد خان مذکور نے محل سرا کا احاطہ بنالیا۔ امیر لامراء کے خواجہ سرا بسنت نے خان سے کہا کہ اس مکان سے اُٹھ جاؤ یہاں نواب کا خیمہ لگے گا۔ خان نے جواب دیا کہ میں اپنے اُترنے کے لیے جب تک کوئی اور جگہ نہ تجویز کرلوں نواب صاحب توقف فرمائیں۔ خواجہ سرا نے اس کا جواب سخت دیا۔ خان نے خواہ مخواہ دوسرے مکان میں اپنے خیمے کو منتقل کیا اور امیر الامراء کے خیمے اُس کے خیموں کی جگہ آکر لگے۔ اخبار نویس دیوانی کی فرد سے مقدمہ کا حال بادشاہ کو معلوم ہوا۔ اسی وقت حمید الدین خاں بہادر سے کہا کہ امیر الامراء سے جاکر کہو کہ اُس نے خوب نہیں کیا۔ اپنے خیمے پہلی جگہ پر یا کسی اور جگہ پر لگائے اور جس نے جہاں پہلے خیمے لگائے تھے وہ وہاں اپنے خیمے لگائے۔ خان بہادر بادشاہ کے پاس سے ابلاغ حکم کے لیے امیر الامراء پاس گیا۔ امیر الامراء نے اس حکم کے قبول کرنے میں تامل کیا تو خان بہادر اس کے پاس سے ازراہ اخلاص عنایت اللہ خاں کے پاس آیا اور سرگزشت بیان کی کہ بہتر ہوگا کہ تم امیر الامراء کے پاس چل کر کہو کہ مجھے خیموں کے لیے جگہ مل گئی ہے۔ آپ کو تبدیل مکان کی ضرورت نہیں ہے۔ عنایت خاں نے کہا کہ تم تو بادشاہ کے حکم کے موافق امیر الامراء پاس گئے تھے۔ میں بادشاہ کے حکم بغیر کیسے امیر الامراء کے پاس جاسکتا ہوں۔ خان بہادر نے یہ حال بادشاہ سے عرض کیا۔ دوسرے روز امیر الامراء دیوان میں آیا تو اہتمام خاں قول کو حکم ہوا کہ وہ امیر لامراء کو عنایت اللہ خاں کے گھر معذرت کے لیے لے جائے۔ خان کے گھر میں امیر الامراء آیا وہ حمام میں نہاتا تھا۔ جلد حمام سے نکل کر آیا۔ امیر الامراء اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لایا اور ایک تفوز پارچہ خان مذکور کو دیا اور پھر کبھی ان دونوں نے عمر بھر ایک دوسرے کا گلہ وشکوہ نہیں کیا۔ مدت تک صحبت ومحبت رہی۔

## قلعہ کندانہ کی فتح:

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ 17 رشعبان کو قلعہ کندانہ کے نیچے لشکر شاہی پہنچ گیا۔ بادشاہ کے حکم سے تربیت خاں اور بہادروں نے مورچال کے آگے لے جانے میں اور نقب کے کھودنے میں دمدمہ کے باندھنے میں کوشش کی۔ دشمنوں نے بی کوہ کے اوپر نمایاں دست بردیں کیں۔ دوم ذالحجہ کو بہ حسن اور قلعوں کے ساتھ فتح ہوگیا۔ اس قلعہ کا نام بخشندہ بخش رکھا گیا۔ اس لیے کہ جب تک اس قلعہ کو بخشندہ نہ بخشے کوئی اس کو نہیں لے سکتا۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ ساڑھے تین مہینے کے تردد میں بہت سے آدمی مارے گئے اور حضور کے کارفرما اور صاحب مدار تنگ ہوئے تو قلعہ دار کو روپیہ دے کر قلعہ خرید لیا۔ یوں قلعہ ہاتھ آیا اور بخشندہ بخش اس کا نام رکھا گیا۔

## بادشاہ کا مقام وکوچ:

بعد اس فتح کے بادشاہ نے کوچ فرمایا۔ لشکروں کے آرام کے لیے ایام برسات کا ایک مہینہ راہ پونا اور اُس کے حوالی کے مقامات صرف کیا۔ یہ مقام سیواجی کا آباد کیا ہوا ہے اور یہیں حویلی کے اندر اُس نے امیر الامراء شائستہ خاں کو شب خون مار کر چشم زخم پہنچایا تھا یہاں محمد محی الدین خلف الصدق بادشاہ زادہ محمد کام بخش نے جو رانی منوہر پوری کے بطن سے تھا دس برس کی عمر میں وفات پائی۔ شیخ صلاح الدین کے مزار میں وہ مدفون ہوا تھا۔ اس لیے پونے کو محی آباد سے موسوم کیا۔

## سفر کے مصائب:

اس سال میں باوجود بروقت و بے وقت بارش کی شدت کے خریف پر آب زدگی کی آفت پہنچی اور زراعت گندم اور جنس ربیع پر چند روز بڑا کہر پڑا کہ گیہوں سرخ ہوگیا اور دکن کے دو تین صوبوں میں دس من کی جگہ ایک من غلہ پیدا ہوا۔ بہت سی چیزیں اور جنسیں برسات کی کثرت بارش سے پوشیدہ اور ضائع ہوگئیں۔ سپاہ کو جو امید تھی کہ ارزانی ہوگی اور اچھی طرح زندگی بسر ہوگی اُس کی جگہ گرانی ہوئی۔

## قلعہ راج گڑھ کی فتح:

12 ررجب کو بادشاہ نے قلعہ راج گڑھ کی فتح کے لیے کوچ کیا۔ اس قلعہ سے سیواجی کی ترقی



کی ابتدا ہوئی تھی۔ بادشاہ نے جو اس ضلع میں کسالہ سفر اُٹھایا تھا اور خلق کو تکلیف دی تھی اس سے مقصود اس قلعہ کا اور دو تین قلعوں کا فتح کرنا تھا۔ پونا سے چار کروہ پر ایک بڑا اونچا پہاڑ تھا جس میں کہیں راہ کا نام ونشان پیدا نہ تھا۔ مرہٹوں اور اس ضلع کے کوہ نوردوں کے سوا جو گھوڑے سے اُتر کر پیادہ ہوتے اور بحسب ضرورت اس سے عبور کرتے اونٹ کا اور لدے ہوئے بیل کا چلنا مشکل تھا گاڑی چھکڑے کا تو کیا ذکر ہے۔ بہت سے آدمیوں نے رنج سفر اُٹھایا تھا۔ اپنے اطفال وعیال سے دور اور مہجور تھے۔ اُنہوں نے کچھ مدت کے قیام میں آرام کے لیے اپنے قبائل کو دور اور نزدیک سے بلایا تھا اور بعض نے یہیں تاہل اختیار کیا تھا۔ وہ کوچ کے صدمہ اور کوہوں کے عبور سے خاطر کو فارغ رکھتے تھے۔ اب اس کوہ کے نیچے وہ آئے باوجودیکہ ایک مہینہ پیشتر کئی ہزار سنگ تراش بیلدار آزمودہ کار آدمیوں کے ماتحت راہ کے درست کرنے کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ وہ اس قدر بھی کام نہ کر سکے کہ توپ خانوں اور کارخانہ جات کے ارابوں کے لیئے پل صراط کے برابر بھی رستہ بناتے۔ جب کتل کے نیچے لشکر آیا تو ناچار بھیر کو پہاڑ میں چھوڑا۔ بھل درتھ میں گاؤ وشتر پر جو عورات و مستورات سوار تھیں اُنہوں نے برقعہ اوڑھا اور سر پر چادر رکھی اور ارابوں میں رسیاں باندھیں اور درختوں کو کاٹ کر بڑی جانکاہی اور مشقت کے ساتھ صبح سے شام تک بان کے پٹہ کے برابر راہ طے کی۔ اونٹوں اور ارابوں سے بوجھ کو نیچے اُتارا اور آدمیوں کے سر پر رکھا اور اوپر چڑھے۔ اس تصدیع وکسالہ سے بہت بار بردار آدمی غاروں میں گر کر درندوں کے طعمے بنے۔ ڈیڑھ کروہ مسافت راہ طے ہوئی۔ دو ہفتہ میں (ایک ہفتہ) اس پہاڑ سے نیچے آئے۔ اوائل ماہ شعبان میں قلعہ کے نزدیک پہنچے۔ قلعہ بڑا پرشکوہ اور رفیع تھا۔ دامن کوہ میں غار بڑے وحشت فزا تھے۔ سانپ اور طرح طرح کے درندے وہاں رہتے تھے۔ اُسے ایک عالم فریاد کرتا تھا دور بارہ کروہ جریبی پیمائش ہو۔ اس کا واقعی ایسا محاصرہ مشکل ہوا کہ محصوروں کو غلہ نہ پہنچ سکے۔ تربیت خاں اور حمید الدین خاں بخشیاں عظام اور بہادران قلعہ کشا مامور ہوئے کہ محاصرہ کریں اور مورچال باندھیں اور کوچۂ سلامت کھودیں۔ تجربہ کار دلاوروں نے قلعہ گیری کے سرانجام میں کمر ہمت باندھی اور تھوڑی مدت میں کمر کوہ میں توپوں کو پہنچایا اور محصوروں کے حصار کے نیچے تک مورچال پہنچائے۔

## پہاڑوں پر سیواجی کا محفوظ عمارتیں بنوانا:

قلعہ راج گڑھ سے دور اور پہاڑ متصل تھے اُن پر بڑی بڑی عمارتیں سیواجی نے بنائی تھیں۔

مصالح جنگ بھی ان میں موجود رکھا تھا اور برج و بارہ کو استحکام دیا تھا۔ (ان کے نام سہیلی و یدماوت و سرجوئی تھے) تینوں پہاڑوں کے محصوروں نے گولہ توپ وتفنگ کے چلانے میں اور سنگین پتھروں کے پھینکنے میں اور غلہ کے لے جانے کے لیے کمین میں بیٹھنے میں کمی نہیں کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ محاصرہ دو مہینے چندروز رہا۔

## لشکر شاہی کا قلعہ شکن توپوں سے دھاوا:

11 رشوال کو بہادروں اور قلعہ شکن توپوں کی ضربوں سے اول دروازۂ قلعہ پر لشکر شاہی کے نشان قائم ہوئے۔ محصورین کچھ بھاگ گئے کچھ مارے گئے لیکن ہاماجی اس قلعہ کا نگہبان تھا اور دوسروں کے ساتھ جو نامی دونوں پہاڑوں میں تھے بارہ روز تک بے حاصل دست و پازنی کرتے رہے۔ آخر کو روح اللہ خاں کو میانجی بنا کر جان کی امانت مانگی اور اس شرط سے امان دیا گیا کہ قلعہ دار خود دروازہ پر آکر نشان کو قلعہ کے اندر لے جائے اور دوسرے روز اس قلعہ کو خالی کرے۔ نشان کے داخل ہونے کے بعد رات ہوگئی۔ اُس تاریکی کے پردہ میں محصورین جو اُٹھا سکے اپنے ساتھ لے گئے۔ جب صبح ہوئی اور قلعہ دار کے فرار ہونے کا حال معلوم ہوا تو شادیانہ فتح کا آوازہ بلند ہوا قلعہ کے اندر لشکر شاہی داخل ہوا۔ باقی اہل قلعہ سرو پابرہنہ نکالے گئے۔ حمید الدین کو نقارہ عنایت ہوا جس کی آرزو اس کو مدت سے تھی۔ اس قلعہ کا نام بنی شاہ گڑھ رکھا گیا۔

## غلہ کی کمی اور سیدی یاقوت خاں سے اس کی طلب:

لشکر میں غلہ کی کمیابی اور گرانی ایسی تھی کہ گیہوں و چنا و کاہ روپیہ کے دو سیر اور کبھی اس سے بھی گراں ملتے تھے۔ دندا راجپوری کا فوجدار یاقوت خاں 35 کوس کے فاصلہ پر تھا اُس کے نام حکم صادر ہوا کہ بقدر مقدور رسد غلہ کا سرانجام کر کے مع مصالح قلعہ گیری خود حضور میں آئے۔ سید یاقوت خاں کا ذکر پہلے کئی دفعہ آچکا ہے۔ وہ کسی باب میں بادشاہ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتا تھا اپنے قلعہ کے اطراف میں مرہٹوں کی خوب تنبیہ کرتا رہتا تھا۔ سمندر میں بیت اللہ کے لیے راہ کو خوب جاری رکھتا تھا اور تین لاکھ روپیہ کا خرچ فوجداری دریا کا یعنی خرد و کلاں کشتی و جہازوں کا اس کے تعلق میں تھا۔ خشکی اور دریا میں مرہٹوں کا علاج جیسا وہ کرتا تھا ایسا کسی اور سے نہیں ہو سکتا تھا۔ جب راہیری تسخیر ہوا تو اس کو بادشاہ نے اپنے پاس بلایا تھا وہ دبدبۂ سلطنت اور شان و تجمل سلطنت کو دیکھ کے ہوش باختہ ہوا۔ امرائے نامدار کے قریب میں بے آبروئی اور خفت کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا۔



علالت کا بہانہ بنا کے وہ اُردوئے معلیٰ سے اپنے وطن و مسکن کو جبال کی پناہ میں گیا۔ ان ایام میں کہ بادشاہ نے دوبارہ سیدی یاقوت خاں کو طلب کیا تو اُس نے اپنے تئیں ملازمت کے قابل نہ جانا کہ میں کس منہ سے بادشاہ کے روبرو جاؤں گا اور کارسازی کر کے چند لاکھ روپیہ پیش کش کا مع دو تین ہزار پیادۂ مصالح قلعہ گیری حضور میں ارسال کیے۔ اور عرضداشت بھیجی کہ غلام کے آنے میں یہاں رسد غلہ کا سرانجام اچھی طرح نہیں ہوگا اور اس ضلع میں بندوبست قائم نہیں رہے گا۔

## بادشاہ نے سیدی یاقوت کا عذر قبول کرلیا:

بادشاہ نے اس کے عذر کو قبول کرلیا۔ ان ہی دنوں میں اس کے مرنے کی خبر آئی اس کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ سیدی عنبر کو اپنا قائم مقام کیا اور وصیت کی کہ تامقدر ہر تدبیر سے کہ چل سکے پیشکش کے قبول کرنے میں اور دربار میں خرچ کرنے میں جان و جامہ کو گرو رکھنا مگر وطن سے ہاتھ نہ اُٹھانا اور کسی طرح اس سرزمین کو کسی دوسرے کے نام پر مقرر نہ ہونے دینا۔ یہاں کوئی اور شخص سیدی یاقوت خاں کا قائم مقام ہو چکا تھا۔ مگر بادشاہ کے کارکنوں نے عرض کیا کہ حبشیوں اور سیدی یاقوت خاں کے تربیت یافتوں کے سوا کسی اور سے اس کوہستان کا بندوبست اور راہیری کی قلعہ داری اور راہ کعبۃ اللہ کا اجزاء دریا میں بحال نہ رہ سکے گا۔ بادشاہ نے بھی غور کر کے بہ تقاضائے مصلحت سیدی عنبر کو مقرر کیا اور اس کو سیدی یاقوت کا خطاب دیا۔ راجہ رام کے مرنے کے بعد اس کی دو بیویاں اور دو فرزند خردسال باقی رہے تھے تو آدمیوں کا خیال یہ تھا کہ فی الحال زن بیوہ اور طفل ہائے شیرخوارہ باقی رہے ہیں۔ مرہٹوں کا دست تعدی ملک دکن میں کوتاہ ہوگا اور ان کا استیصال کرنا کوئی بُرا کام نہ ہوگا لیکن عاقل کہہ گئے ہیں ع دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد۔ جب تک خدا کا ارادہ نہ ہو انسان کی تدبیر سے کسی کا قلع قمع نہیں ہوسکتا۔

## راجہ رام کی وفات کے بعد اس کا تین سالہ بیٹا تخت نشین ہوتا ہے:

راجہ رام کی بڑی بیگم تارابائی تھی اُس نے بطن کے تین سالہ بیٹے کو باپ کا قائم مقام قرار دیا اور کاروبار حکومت اور سرداروں کا تغیر و تبدل اور اپنے معموروں کی آبادی کی اور ملک بادشاہ کی خرابی کی عنان کو اپنے ہاتھ میں لیا اور دکن کے چھ صوبوں کی سرحد سرونج و مندسور و صوبہ مالوہ تک تاخت و تاراج کے لیے فوج کو تعین کیا اور اپنے منصوبوں کا جذب قلوب ایسا کیا کہ عالمگیر کی بقائے سلطنت تک اس کے کل تردد و منصوبہ لشکر کشی و قلعہ گیری کے مقابل میں مرہٹے یا وہ سرکشی کو روز بروز زیادہ کرتے گئے۔

ہر چند بادشاہ نے خود اُس کے ملک میں آ کر تلوار چلائی۔ اور بہت روپیہ خرچ کیا، کئی ہزار آدمی مارے گئے اور بڑے بڑے قلعے فتح کیے اور مرہٹوں کو بے خان و مان کیا مگر مرہٹوں نے زیادہ شوخی کی۔ بڑی بڑی فوجیں لے کر ملک قدیم بادشاہی میں آ کر تاخت و تاراج کی۔ بادشاہ تو تمام فوج اور امراء کار طلب کے ساتھ ان دور دست پہاڑوں میں موجود تھا۔ تارا بائی کے منصوب جس مکان میں پہنچتے تھے اقامت کرتے تھے اور بندوبست میں کمائش دار مشغول ہوتے تھے اور زن و فرزند و خیمہ فیل کے ساتھ خاطر جمعی سے برسوں اور مہینوں رہتے تھے۔ اور حد سے زیادہ شوخی کرتے تھے اور سب پرگنوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے تھے اور حکام بادشاہی کے دستور کے موافق صوبہ دار و کمائش دار اور راہ دار مقرر کرتے تھے۔ ان کے صوبہ دار کا صیغہ یہ تھا کہ صاحب فوج ہوتا تھا جس جگہ قافلہ سنگین سنتا تو سات ہزار سوار کے ساتھ وہاں جا کر تاخت کرتا اور کمائش دار کو چوتھ وصول کرنے کے لیے مقرر کرتا۔ جہاں کمائش دار زمیندار اور فوجدار شاہی کی سختی سے چوتھ نہ وصول کر سکتا صوبہ دار اس کی مدد کو خود جاتا اور اس معمورہ کی خرابی اور محاصرہ میں کوشش کرتا۔ راہدار کا کام یہ تھا کہ جو متفرق بیوپاری یہ چاہتے تھے کہ ان کی آفت سے سالم گزر جائیں تو وہ حق ارابہ و گاؤ وجہ مقرری لیتا۔ جو 3 چند بادشاہ کے فوجداروں کی راہداری سے ہوتا اور شریک غالب جاگیردار اور فوجدار کا ہو کر راہ کو اُن کے لیے جاری کر دیتا۔ ہر صوبہ میں ایک دو گڑھی مرہٹوں نے بنا کر ان کو اپنا ملجاء بنایا تھا اور وہاں سے ہر طرف تاخت کرتے۔ بعض دیہات کے مقدمان صاحب سرانجام ان گڑھیوں کے مرہٹہ صوبہ داروں کے ساتھ اتفاق کر کے حکام بادشاہی سے ادائے محصول میں دار و مدار کرتے تھے۔ سرحد احمد آباد و پرگنات صوبہ مالوہ تک مرہٹے تاخت کر کے خاک کے برابر کرتے تھے۔ صوبہ جات دکن احمد آباد اور اطراف اجین میں خرابیاں پہنچاتے تھے۔ بڑے بڑے قافلوں کو اُردوے معلی سے دس بارہ کروہ پر بلکہ گنج بادشاہی تک لوٹ لیتے۔ اس کا ذکر کہاں تک کیا جائے۔

## بادشاہ کے تسخیر قلعہ جات مرہٹوں کا فساد نہ مٹنا:

بادشاہ کی قلعہ گیری نے مرہٹوں کے فساد دور کرنے میں کچھ فائدہ نہیں دیا۔ سرحد بندر سورت و احمد آباد کے مابین بابا پیارے کے معبر پر دریائے نربدا پر جو مرہٹوں نے کام کیا وہ بیان کیا جاتا ہے۔ شجاعت خاں کے واقعہ کے بعد بادشاہ نے صوبہ احمد آباد بادشاہ زادہ محمد اعظم شاہ کے نام مقرر فرمایا۔ پہلے اس سے کہ بادشاہ زادہ وہاں پہنچے یا کوئی نائب مستقل مقرر کرے نیابت کی سند خواجہ عبدالحمید خاں



دیوان احمد آباد پاس بھیج دی۔ اس ضمن میں غنیم کی فوج پندرہ سولہ ہزار سواروں کے بندر سورت کے نواح میں پھیلی۔ چند پرگنوں میں بہت خرابی پھیلائی۔ اب وہ دریائے نربدا سے پار جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ نربدا سرحد احمد آباد اور بندر سورت کے مابین واقع ہے۔ نائب بادشاہ زادہ اور فوجداران صوبہ احمد آباد نے باہم مصلحت و اتفاق کیا۔ ان کے پاس شائستہ فوج تھی جن کے سردار محمد بیگ خاں و حافظ نظر علی خاں پسر خواندہ شجاعت خاں اور التفات خاں فوجدار تھا۔ نیرو گودرہ تھے اور احمد آباد کے دس بارہ کے قریب فوجدار تھے۔ اور تیرہ چودہ ہزار سوار تھے اور سات آٹھ ہزار کولی جنگی تھے جو اس سرزمین کے جمع ہوئے تھے۔ ان سب نے دریائے نربدا کے کنارے خیمے ڈیرے ڈالے۔ سب کے سب مرہٹوں کے دفع شر کے لیے مستعد ہوئے۔ صبح وہاں فوج مرہٹہ بھی ساتھ آٹھ کروہ پر آئی۔ ان میں سے ایک طرف سے دو تین ہزار سوار خوش اسپہ قزاق پیشہ نمودار ہوئے۔ احمد آباد کی فوج خبر پا کے ان کے مقابلہ کو گئی۔

## مرہٹوں کا فرار ہونا اور پھر چھپ کر لشکر شاہی پر تاخت کرنا:

زد و خورد کے بعد مرہٹے فرار ہو گئے۔ بادشاہی سرداران فوج نے دو تین کروہ تک ان کا تعاقب کیا۔ کئی گھوڑیاں اور بھالے و چھتریاں ان کے ہاتھ آئیں۔ نقارہ فتح بلند آوازہ کر کے فوج پھر آئی۔ سپاہ نے خوش دلی اور خاطر جمعی سے کہ فوج غنیم کو ہزیمت دے آئے ہیں کمریں کھولیں۔ گھوڑے پر سے زین اُتارے۔ بعض سو رہے جبکہ بعض کھانے پکانے لگے کہ اس حالت میں سات آٹھ ہزار سوار جنگی انتخابی مرہٹوں کے جو آب کنوں اور کنارہ دریا کی اطراف کے مغاک میں پوشیدہ بیٹھے تھے اور جاسوسوں کو خبر کے لیے بھیج کر قابو طلب تھے وہ غافل ناگہاں سیلاب بلا کی مانند لشکر شاہی پر جا پہنچے۔ احمد آباد کے ناآزمودہ کار آدمی جنھوں نے دکنیوں کی دست برد نہیں دیکھی تھی ہوش و عقل باختہ ہوئے۔ گھوڑے پہ زین رکھنے اور کمر باندھنے کی فرصت نہ پائی ان کے درمیان کوئی مستقل سردار نہ تھا۔ دکنیوں نے لشکر کے اطراف کو گھیر لیا تو کل لشکر میں تزلزل ہو گیا۔ دریا کی ایک طرف میں سمندر کی رو آ گئی تھی اس میں پایاب نایاب تھا دوسری طرف سے فوج بلا فوج آ موجود ہوئی۔ بہت آدمی قتل و زخمی ہوئے اور کثرت سے آدمی دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ نظر علی خاں و خواجہ عبدالمجید خاں اور دو تین سردار اُن کے ساتھ دست و بازو لاحاصل کر کے گرفتار ہوئے۔ التفات خاں گھوڑے پر سوار ہو کر دریا سے پار جان سلامت لے گیا۔ پانی کی بڑی شدت تھی۔ غنیم نے تمام فوج بادشاہی کو گھیر لیا۔ دھنا جادو نے سب صاحب اختیار

سرداروں سے صلاح کرکے مصالح کو اس بنا پر قرار دیا کہ بادشاہ کی طرف سے تارابائی کے سب مرہٹہ
نوکروں کے پاس فرمان تسلی بھیجا جائے کہ وہ حضور میں آئیں۔ بعدہٗ کہ وہ اُردوئے معلی کے پاس پہنچیں
تو راجہ ساہو کو بادشاہ زادہ کام بخش کی خدمت میں دے کر لشکر میں چار پانچ کوس پر بھیجیں تاکہ مرہٹوں کے
سردار ابتدا میں راجہ ساہو سے ملاقات کریں اور اس کے بعد وہ راجہ ساہو کے استصواب سے بادشاہزادہ
کی ملازمت کریں اور پھر شہزادہ کی دستگیری سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں چنانچہ سرداران
سرداروں کے پاس بھیجنے کے لیے تیار ہوئے۔ آخر کو یہ مصلحت بادشاہ کو پسند نہ آئی بادشاہ کے دل میں یہ
وسوسہ آیا کہ اگر مرہٹے چالیس پچاس ہزار سوار فراہم کرکے اردو کے نزدیک آئے اور اس تزویر سے راجہ
ساہو اور بادشاہ زادہ کو ہمراہ لے کر دشوار گزار پہاڑوں میں چلے گئے تو چہ اکارے کند عاقل کہ باز آید
پشیمانی۔ وکیل رانی کو جواب دیا۔ سلطان حسین کو حضور میں طلب کیا۔ اس کو راہ میں مرہٹوں نے گھیر لیا
وہ ان سے لڑتا بھڑتا ان ایام میں بادشاہ کے پاس آ پہنچا کہ قلعہ ٹورنا کے محاصرہ کے لیے کوچ کی خبر تھی
اس کو حکم ہوا کہ وہ بغیر ملے قلعہ ٹورنا کے نیچے اپنے مورچے قائم کرے۔



# اڑتالیسویں سال جلوس کے حالات وواقعات

## 1115ھ

### قلعہ ٹورنا کی فتح:

قلعہ بنی شاہ گڑھ کی تسخیر کے بعد بادشاہ نے لشکر کے آرام کے لیے مقام کیا۔ 28رشوال کو
قلعہ ٹورنا کی فتح کے لیے کوچ کیا جو راج گڑھ سے چار کروہ پر تھا۔ دو کوچ دو مقام اُس نے کیے کہ
باربردار میسر نہ آنے سے تمام لشکر خانہ بدوش تھا۔ اکثر امراء اپنے اسباب کو ہاتھیوں اور مزدوروں
اور بلعور خانہ کے فقیروں پر رکھ کر منزل پر پہنچاتے تھے۔ ایک دو کروہ چل کر قلعہ ٹورنا کے نیچے پہنچے۔
بادشاہ نے محاصرہ اور مورچال کے آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ سلطان نے ملازمت کے لیے مکرر
التماس کیا تو اُس کو از روئے اعتراض لطیف آمیز جو خانہ زادوں کے ساتھ مخصوص تھا حکم ہوا کہ بغیر
ملازمت وہ قلعہ ٹورنا کے نیچے جا کر مورچال باندھے اور حسن تردد کے بعد ملازمت کرے۔ تربیت
خاں اور بہادر اور دلاور سرگرم خدمت مامور ہوئے۔

### محمد امین خان اور امان اللہ خان کے بہادرانہ کارنامے:

بالخصوص محمد امین خاں بہادر اور امان اللہ خاں نبیرہ الہ وردی خاں نے اس محاصرہ میں شائستہ تردد
کیا۔ بادشاہ کو ہرکاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ سلطان حسین نے جہاں اپنے مورچے قائم کیے تھے وہاں
سے بیس گز آگے بڑھائے ہیں باوجودیکہ اس پر دن رات گولوں اور آتش باری کا مینہ برستا تھا اور اتنی
آدمیوں کو اسیر کیا جو غلہ کو قلعہ کے اوپر لے جاتے تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ غلہ کو اپنے آدمیوں میں
تقسیم کرے اور اس کو اپنے پاس بلا کر اضافہ منصب کیا۔ یہ قلعہ بغیر اس کے فتح ہو گیا کہ پیغام و پیام وعدہ
و وعید تہدید انگیز و رسل و رسائل التیام آمیز درمیان میں آئیں۔ 15رذیقعدہ کو جو بادشاہ کی عمر کے
نواسی سال کا اول روز تھا امان اللہ خان نے جو اس محاصرہ میں عمدہ شریک تردد محاصرہ گنا جاتا تھا بادلیہ کی
ایک جماعت کو شریک کیا۔ یہ قوم فن قلعہ گیری میں بڑی مشہور تھی۔ اس نے کمر ہمت باندھی، زینوں اور
کمندوں کے ذریعہ سے رات کو کہ چاندنی نہیں کھلی تھی اور طرفین کی توپوں کا دھواں پھیلا اور آدمیوں کی

آمدرفت کا غبار چڑھا ہوا تھا دو آدمی کوہ پر چڑھ گئے اور اُنھوں نے اپنے مقرری اشاروں کے موافق اوروں کو بلایا۔ پچیس آدمی مسلح مع ایک نفیر نواز کے ان کے پاس پہنچ گئے اور اس جماعت کے پیچھے امان اللہ خاں مع اپنے بھائی عطاء اللہ خاں کے اور چند اور ہمدم جانبازوں کے پاشنہ کوب پہنچا۔ نفیر بجائی اور محصوروں پر حملہ کر کے بے دست و پا کیا۔ اس ضمن میں حمید الدین خاں بہادر کہ گھات لگائے ہوئے تھا زینہ و ریسمان کی مدد سے اور ماولیوں کی دستگیری سے پہنچا۔ سب نے متفق ہو کر محصوروں کو تہ تیغ کیا۔ بہت سے آدمی الامان الامان پکارتے ہوئے فرار ہوئے۔ ایک جماعت گوشہ و کنار میں چھپی اوپر سے صدائے نفیر نے فتح کا اشارہ کیا۔ نیچے شادیانہ، فتح نوازش میں آیا۔ بعض نے جس طرف سے راہ پائی ننگے سر ننگے پاؤں جان بچا کر لے گئے اور بہت نے جان و مال کی محافظت کو غنیمت جانا۔ عجز کیا ، مامون ہوئے۔ قلعہ فتوح الغیب کے نام سے موسوم ہوا۔

## پریم اور پریا نائک کے فسادات اور بادشاہ کی طرف سے گوشمالی کا عزم:

برسات کا موسم آ گیا تھا بادشاہ نے چھاؤنی ڈالنے کا ارادہ کیا تو قلعہ جیر کی طرف پیش خیمہ بھجوایا۔ جیر ملک نو آباد گلشن آباد میں بادشاہی آدمیوں کے تصرف میں تھا اور آخر ماہ ذیقعدہ (23 ذی الحجہ) کو موضع کھیر (کھید) میں متصل دریائے گنگ بادشاہ آیا۔ روح اللہ خاں ثانی در دمشانہ کی تکلیف سے اس دنیا سے رخصت ہوا۔ سابق میں فتح لشکر کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے کہ پیم نائک ایک زمیندار کم اصل قوم کا بیڈر (بے ترس) تھا۔ اصل اس کی ذات ڈھیر تھی جو دکن میں نجس ترین قوم گنی جاتی ہے۔ وہ مفسد پیشگان مقرری میں گنا جاتا تھا۔ حیدر آباد کی یورش ایام میں اُس نے ابوالحسن کی کمک کے لیے اپنی فوج بھیجی تھی۔ بادشاہ نے خان زادہ خان پسر روح اللہ خاں کو قلعہ سکر اور مکان ہائے قلب اور اس کے مل جانے کی تسخیر کے لیے تعین کیا تھا اُس نے افواج شاہی کے صدمات سے امان مانگی اور حضور میں آیا اور پھر جلدی سے اپنے مقر اصلی میں چلا گیا۔ پھر ان دنوں میں کہ 32 جلوس میں رائچور کی تسخیر کے لیے روح اللہ خاں مامور ہوا تو اُس نے پریا نائک برادر زادہ پیم نائک کو جو بادشاہ کے پاس آیا تھا اپنے مصالح کار کے لیے اپنے ہمراہ لیا وہ حسن خدمت بجا لایا۔ رائچور کی فتح ہونے کے بعد اُس نے ظاہر کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں واکنکیرا میں جاؤں وہ میرے باپ دادا کا مسکن ہے اور وہاں سر و سامان درست کروں پھر مجھے جس جگہ طلب کیجیے گا فوج شائستہ کے ساتھ حاضر ہوں گا۔ حصول رخصت کے بعد پریہ واکنکیرا میں آیا۔ توابع سکر میں کوہ پر ایک آباد گاؤں تھا۔ جب پیم کے تصرف سے سکر نکل گیا تو



پریا نے حیلہ اور روباہ بازی کر کے اپنے فرزندوں وعیال کے رہنے کا مقر مقرر کیا۔ یہاں سے بازگشت کا ارادہ نہ کیا اور احاطہ سابق کے سوا ایک حصار کی بنیاد ڈالی اور اُس کو مستحکم کیا اور مصالح جنگ کو جمع کر کے بغاوت کے سامان کو بڑھایا۔ اُس نے چودہ پندرہ ہزار پیادے کہ قدر اندازی میں شہرت رکھتے تھے جمع کیے اور اس پشتہ کو سد سکندر بنایا اور تھوڑے دنوں میں چار پانچ ہزار سوار بہم پہنچا کر مشہور معموروں کی تاخت و تاراج دور و نزدیک کے نواح میں شروع کی اور قافلوں کو لوٹنا شروع کیا۔ وہ پناہ قلب کا استحکام رکھتا تھا وہ دربار کے ساخت و ساز کے طریقہ سے واقف کار ہو گیا تھا۔ اس کو رشوت دینے کا مقدور رکھتا تھا اسی طرح ہون اور جواہر اور اقسام جنس کے خریطے بھیج کر رخنہ، گفتگو کو مسدود کرتا تھا اور عرضداشت بھیج کر اپنے تئیں زمینداران مال گزار کے جرگہ میں مطیع محسوب کرتا تھا اور ہر ماہ و سال میں افزونی عمارت اور استحکام برج دبارہ میں اور فوج اور چھوٹی بڑی توپوں کے جمع کرنے میں کوشش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اب قلعہ واکنکیرا مشہور ہو گیا۔ اور وہ دکن کے مرہٹوں کے ساتھ ہمداستاں ہوا۔ جگنا پسر پیم نائک اُس ملک کا وارث تھا۔ وہ حضور میں آیا۔ منصب سے سرفرازی پائی۔ اس ولایت کی سند زمینداری بطریق وراثت حاصل کی۔ مع فوج کے پریا کے سر پر گیا دخل نہ پایا۔ ہزیمت پائی۔ بعدہٗ کہ بادشاہ زادہ محمد اعظم شاہ کو پریا کی گوشمالی کے لیے مقرر کیا اور افواج نے اُس کے تعلقہ کو تاخت کیا۔ قابوئے وقت پا کر شہزادہ کی خدمت میں آیا اور عجز و ندامت ظاہر کی اور لطائف الحیل سے شہزادہ کو سات لاکھ روپیہ کی پیشکش پر اور دو لاکھ روپیہ نقد شہزادہ کو دے کر راضی کر لیا اور حسدیوں کو کچھ رشوت دی۔ اس طرح غضب سلطانی کے پنجہ سے رہائی پائی۔ جیسے ہی محمد شاہ نے بادشاہ کے پاس مراجعت کی وہیں اُس نے اپنا پرانا طریقہ اختیار کیا اور پہلے سے زیادہ آتش فساد کو روشن کیا۔ تو وہی قدیمی روباہ بازی پیشتر سے بیشتر کام میں لا کر افسانہ و افسوں کے پیغام دے کر اور اطاعت اظہار کر کے نو لاکھ روپے پیشکش دے کر اپنی جان و آبرو کو آفت سے محفوظ رکھا۔ جب بادشاہ قلعہ جات پونا کی تسخیر کے لیے آیا اور جیر میں ساڑھے سات مہینے مقیم رہا۔ اور اس ضمن میں اس ضلع میں دو تین قلعے غیر مشہور بہادروں کی سعی سے فتح ہوئے۔ تو روز بروز پریا کے تمرد و فساد کی خبریں بادشاہ کے پاس آئیں اس لیے بادشاہ نے واکنکیرا کی تسخیر کے لیے پیش خیمہ روانہ کیا۔

Scanned with CamScanner

## انچاسویں سالِ جلوس کے حالات وسوانح 1116ھ

آغاز 49 جلوس میں بادشاہ داکنکیرا کی طرف چلا۔ قلیج خاں خلف فیروز جنگ جو بیجاپور کی صوبہ داری پر مامور تھا اور مدبران کار طلب میں سے تھا اور اس کی جاگیر سے پرگنات داکنکیرا تعلق رکھتے تھے اور پریا کے مفسدوں کے سبب سے ان پر اس کا قبضہ نہ تھا۔ بادشاہ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور بخشی الملک ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کو اورنگ آباد کی حراست سپرد تھی اس کے نام بھی حکم آیا کہ داکنکیرا میں آئے۔ اسی طرح سے گرزبرداروں کے ہاتھ اکثر عمدہ صاحب فوج فوجداروں کے پاس ایسے ہی حکم بھیجے گئے۔ آواخر شوال میں حوالی قلعہ مذکور میں بادشاہ آیا۔ قلیج خاں بادشاہ کے پاس بہت جلد آ گیا، وہ تربیت خان و محمد امین خاں اور توپ خانہ کے ساتھ مامور ہوا کہ محاصرہ کرے اور مورچے باندھے۔ مصالح قلعہ گیری جمع کرے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ خود اس کا خیمہ ایک کروہ کے فاصلہ پر لگایا جائے۔ ادھر بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو جانفشانی و کافرکشی میں مصروف کیا اُدھر پریا برج و بارہ کے استحکام میں اور فوج متفرقہ کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ مرہٹوں کے سرداروں نے تارابائی کے پاس سے کمک کی طلب میں رسل ورسائل شروع کیے۔ اس کو چند ہزار سواروں کا بھروسا تھا جن میں تمام قومیں خصوصاً مسلمان یہاں تک کہ سادات موجود تھے اور کالیہ پیادوں کا جوش وخروش تھا اور توپ خانہ آتش بار تھا۔ ان سب کے ساتھ بڑی خوشی سے وہ آیا اور لشکر شاہی نے مقابلہ میں اقدام کیا۔ ہمیشہ چھوٹے بڑے توپوں کے گولے اور کئی ہزار بان رات دن برستے اور آن واحد کی فرصت نہ دیتے۔ محاربات عظیم ہوتے۔ دونوں طرف سے ایک جمع کثیر قتل وزخمی ہوتی۔ ایک دن صبح کے وقت محمد امین خاں و تربیت خاں و چین قلیج خاں بہادر و عزیز خاں روہیلہ و اخلاص خاں میانہ بطریق طلایہ کے اطراف کی سیر کرتے تھے۔ ایک پشتہ کو جولال ٹکر مشہور تھا اور تھوڑا سا قلعہ بھی سرکوب تھا وہاں تیز رفتاری سے وہ پہنچے۔ اور اس مکان کی جو جو جماعت نگہبان تھی اس کو تلوار سے مار ڈالا اور اس پشتہ پر مورچال قائم کر کے بڑے تردد کیے۔ اس ضمن میں دشمن حصار کے اندر اور باہر سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کی طرح بالا اور پائیں سے پہنچے اور ہجوم کر کے مردم بادشاہی کو گھیر لیا۔ اور کئی ہزار سنگ و فلاخن اور توپ و تفنگ کے گولے مار کر غالب ہوئے اور پاؤں جمانے کی فرصت نہ دی۔



### شاہزادہ کام بخش اور دیگر نامور سپہ سالاروں کا مامور ہونا:

جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے بادشاہ زادہ محمد کام بخش کو مع امیر الامراء اسد خاں اور رزم جو آدمیوں کی کمک کے لیے حکم دیا کہ ہر شخص جس قدر جلد ممکن ہو کم زیادہ فوج لے کر پہنچے۔ چین قلیج خاں بہادر نے بہادری کی شرط کو ادا کیا مگر کوئی فائدہ بروئے کار نہ آیا۔ جان ستاں گولوں کے اولے برس رہے تھے اور بہت سے آدمی مارے گئے تھے۔ اور گولہ کی ضرب سے اور بان کے صدمہ سے محمد امین خاں کے گھوڑے کے دونوں پاؤں اور چین قلیج خاں کے گھوڑے کا ایک ہاتھ اُڑ گیا۔ دونوں بہادروں نے پیادہ ہو کر خدا کا شکر بھیجا کہ جان کا کچھ آسیب نہ پہنچا اور اعضا محفوظ رہے۔ ایک حشر برپا ہو رہا تھا ان امیروں کے کوتل کے گھوڑے ان کے پاس نہ پہنچ سکے تو وہ پیادہ پا اس بلا سے نکلے۔ یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو اُس نے اپنے دو کوتل گھوڑے خاصہ دونوں سرداروں کے پاس بھیج دیے۔ قلیج خاں کو ہول دل کا مرض تھا جو ایسی حالت میں زیادہ ہو جاتا تھا اُس کے لیے چالیس تولہ عنبر امیر خاں کے ہمراہ بھیجا۔ دوسرے روز حمید الدین خاں بہادر مع ایک جماعت دلاوروں کے دوسرے پشتہ پر کہ محاذی پیٹھ کے اور ڈھیروں کے ایک پورہ کے تھا چڑھ گیا اور ایک جماعت کو مار کر وہاں اپنے قدم جمائے۔ اس حالت میں ایک جماعت مخالفوں کی جولال ٹکر کے پشتہ پر منتشر تھی وہ حمید الدین خاں سے لڑنے آئی۔ محمد امین خاں جو بھوکے باز کی طرح قابو ڈھونڈ رہا تھا لال ٹکر کے پشتہ پر چڑھ گیا اور وہاں استقامت کی۔ اسی حالت میں سلطان حسین خاں عرف میر ملنگ شہزادہ کام بخش کی فوج میں سے ایک جماعت کو لے جا کر رفیق و شریک اس تردد میں ہو گیا جس سے وہاں خوب پاؤں جم گئے۔ ایسے ہی دوسرے پشتہ پر باقر خاں پسر روح اللہ خاں پہنچا اور جگہ کی نگہبانی کی۔ ان بہادروں کے مقابلہ میں علی الاتصال گولہ اور اقسام آتش باری و سنگ دست و فلاخن برستے تھے۔

### مرہٹوں کی تجربہ کار فوج کی کمک کا پہنچنا:

قریب تھا کہ لشکر شاہی کا کام بن جاتا کہ اس ضمن میں مرہٹوں کی سنگین فوج مخالف کی کمک کو آ گئی۔ دوسرے روز دھنا جادو اور ہندو راؤ اور دو تین نامی سردار جن میں سے اکثر کے قبیلے اور فرزند اس حصار داکنکیرا میں تھے آٹھ نو ہزار سوار اور پیادے بے شمار لے کر دور سے نمودار ہوئے۔ دھنا جادو کثر فوج بادشاہی کے مقابلہ میں آتا مگر ملک بادشاہی کو تاخت و تاراج کرتا۔ وہ اس قصد

حصار سے جس سے زیادہ کوئی اور جائے مامون نہ تھی سے یہاں آیا کہ اپنے قبیلہ و مال و عیال کو اس حصار سے نکال کر لے جائے۔ اور پریا پر کمک کا احسان بھی رکھے۔ ایک طرف سے ان کی سنگین فوج افواج شاہی کے مقابل میں شوخی زیادہ کر کے سرداران بادشاہی کو اپنی طرف کھینچ کر زد و خورد میں مشغول کیا اور دوسری طرف سے دو تین ہزار سوار تازہ رسیدہ اپنے قبائل کو گھوڑیوں پر سوار کر کے اس حصار کی پناہ سے باہر لے گئے۔ بعد اس کے تارابائی کے سرداروں نے پریا سے کہا کہ ہم اور تم آپس میں رفیق ہو کر افواج شاہی کے مقابل میں دست و پازنی خواہ کیسی ہی کریں جانبر نہیں ہو سکتے مصلحت یہ ہے کہ تو اطاعت کر اور ملک موروثی کو عجز و فرمانبرداری سے محفوظ رکھ۔ مگر اس مغرور نے ان کا کہنا نہ مانا مبلغ نقد اور جنس ماکولات و مشروبات بطریق ضیافت ان کے پاس بھیجے اور ہر روز سرداروں کو خرچ مقرری جب تک دیا کہ محاصرہ کے ایام کا انقضا ہوا اور رفاقت و معاونت کے لیے ان کی بڑے منت و سماجت کی۔ مرہٹوں کے سرداروں نے یوں مفت زر ہاتھ لگنے کو غنیمت گنا اور انہوں نے اقامت کی۔ ہر روز وہ جس طرف شوخی شروع کرتے تھے ایک جماعت کو قتل و زخمی کرتے تھے ہر روز مرہٹوں کی فوج زیادہ ہوتی جاتی تھی اور بادشاہی آدمی کام میں آتے جارہے تھے۔ لشکر شاہی میں ایک تزلزل پڑا ہوا تھا۔

## پریا نائک کی ایک پرفریب سازش اور جنگی چال:

آخر کار روباہ بازی اور مکاری سے پریا نے ایک تازہ منصوبہ باندھا۔ ابتداء میں عبدالغنی کشمیری نے دست فروشی اور داد و ستد کے وسیلہ سے سرمایۂ نجات بہم پہنچایا۔ سب قوموں سے سودا اور معاملہ کرتا تھا اور ان کے ساتھ اختلاط اور آمد و رفت رکھتا تھا۔ افواج بادشاہی سے حصار کے اندر اُس نے آمد و رفت کی راہ نکالی۔ پریا کے ساتھ ہم داستاں ہو کر اُس نے ایک پرچہ کاغذ جو التماس مصالح اور اظہار ندامت و عجز پر مشتمل تھا عبدالغنی کے ہاتھ بھیجا۔ عبدالغنی نے اس پرچہ کو ہدایت کیش واقعہ نگار کل کو دیا جس کے ہاتھ میں سررشتہ واقعہ نگاری تمام مقدمات ملکی و مالی قلمرو ہند کا تھا اور خود حاضر ہو کر کہا کہ میں پائے حصار میں تفرج اور نماز پڑھنے کے لیے گیا تھا۔ محصوروں نے غافل مجھے پکڑ لیا اور قلعہ کے اندر پریا کے پاس لے گئے۔ اس نے لشکر کا احوال پوچھ کر یہ پرچہ کاغذ مجھے دیا ہے کہ تمہارے پاس پہنچاؤں کہ خلق اور بادشاہ کے خیر خواہ ہو۔ ہدایت کیش نے کاغذ موصولہ کو بادشاہ کی خدمت میں لے جا کر عرض کیا۔ بادشاہ نے بعد تامل کے تقاضائے وقت اور غلبہ غنیم کو



خیال کر کے حکم فرمایا کہ پریا اپنی حالت کا شہزادہ کام بخش اور ہدایت کیش سے عرض کرے۔

## پریا کی درخواست والتماس کا خلاصہ:

اس التماس کا خلاصہ یہ تھا کہ پریا کا بھائی سوم سنکر قلعہ سے نکل کر ملازمت کرے اور خلعت و اسپ و جواہر و منصب سے سرافرازی پا کر بطور یرغمال گلال باری میں رہے۔ بعد اس کے درخواست محتشم خاں پسر شیخ امیر خاں خوانی کہ ان ایام میں بے منصب منزوی تھا اور اس کشمیر کا مدیون تھا بھیجا جائے اور واکنکیرا کا قلعہ دار قلعہ کے خالی ہونے تک جس کا ایک ہفتہ کا وعدہ ہے چند نفر معدود کے ساتھ نشان بادشاہی لے کر قلعہ کے اندر جائے اور بندوبست کرے۔ اختصار کلام یہ ہے کہ اس کے التماس کے بموجب سوم سنکر اس کا بھائی قلعہ سے نکلا اور نذر و نیاز کے ساتھ ملازمت کی خلعت و اسپ و جواہر و منصب سے سرفرازی پائی۔ آداب تسلیمات عنایات شاہی اور عفو تقصیرات برادر بجالایا۔ عجز و الحاح سے وعدہ اور مہلت ایک ہفتہ کی لی کہ اس مابین میں محتشم خاں حصار میں شب کو رسمیات اور اس پیغام کی آمد و رفت میں گزاری کہ کل بدنگیر قلعہ دار پریا ملازمت کرے جب قلعہ دار قلعہ میں داخل ہوا تو صدائے شادیانہ بلند آوازہ ہوئی۔ دوسرے روز ارکان سلطنت تسلیمات تہنیت بجالائے۔ ہدایت کیش نوکر کو حسن خدمت کے صلہ میں ہادی خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ مورچال سرد ہوئے۔ جنگجو طلب حضور ہوئے۔ عبدالغنی کشمیری کو اس دلالی کی عوض میں منصب صدی عنایت فرمایا۔ مردم قلعہ نے قلعہ دار کی تسکین کے لیے اسباب ناکارہ اور عورات اور پیر زالوں کو قلعہ سے باہر نکالنا شروع کیا۔

## پریا نائک کے رنگ زنگ کے بہانے اور حیلے:

سہ پہر تک قلعہ دار کے پاس پریا کے حاضر ہونے کی خبر کو گرم رکھا۔ آخر روز میں عارضہ تپ شدید کا عذر کر کے اس دن کو ٹالا تیسرے روز کہا کہ اس کو سرسام ہو گیا ہے۔ تپ و ہذیان ہے۔ دوسرے روز یہ شہرت دی کہ اس کو جنون ہو گیا ہے۔ آخر شب کو قلعہ سے باہر بھاگ گیا ہے اور کچھ تحقیق نہیں کہ قلعہ سے نیچے ہلاک ہونے کے لیے وہ گرا ہو یا دیوانگی کے اثر سے وہ مرہٹوں کے لشکر سے مل گیا ہو۔ اس مکار کی ماں نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ بادشاہ پاس پیغام بھیجا کہ بیٹے کے مفقود الخبر ہونے سے خاطر جمعی حاصل کر کے قلعہ کو خالی کرتا ہوں امیدوار ہوں کہ سوم سنکر میرے پسر کو بجائے برادر کے خلعت زمینداری مرحمت کیا جائے اور محتشم خاں کے پاس بھیج دیا جائے کہ بعض

جگہ خزانے مدفون ہیں جس کی اطلاع اس کو ہے وہ قلعہ دار کو بتلا دے۔ باقی مال اور عیال کے ساتھ قلعہ سے باہر آ وَں۔ بادشاہ اس مکر و منصوبہ سے غافل تھا۔ اُس نے سوم سنگر کو قلعہ میں اُس کی ماں کے پاس بھیج دیا اور بعد اس کے جانے کے بھی حیلے اور آج کل کے وعدے کر کے دفع الوقت کیا اور بادشاہی آدمیوں کے لیے آمد و رفت بند کی اور محتشم خاں کو گنتی کے آدمیوں کے ساتھ بطور محبوسوں کے قلعہ میں ایک جگہ بٹھا دیا۔ اب بادشاہ اور اس کے ہوا خواہوں کو پر یا کا منصوبہ و غدر و تزویر تحقیق ہوا۔ مگر بادشاہ نے بردباری اور حوصلہ کو کار فرما کر کے پہلے ہی سا سلوک مرعی رکھا۔ ان دنوں میں ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ و داؤد خاں وغیرہ چند سردار صاحب فوج قریب آ گئے تھے ان کو اور زیادہ جلد آنے کا حکم دیا۔ دشمنوں نے شوخی کی۔ بادشاہ نے پائے قلعہ میں استقامت کی۔ لوگ ہنستے تھے کہ ایسا بادشاہ سراپا تدبیر ایسی نجس قوم کے دام میں آ گیا۔ اب دشمنوں نے اُس سے شوخیاں کیں کہ بادشاہ کو محصور کر لیا مگر اور امراء فوجیں لے کر قریب آ گئے تھے۔ بادشاہ نے نصرت جنگ کو شتہ اپنے ہاتھ سے اس مختصر مضمون کا لکھا کہ اے یاری دہ بیکساں زود خود را برساں۔ جب یہ لشکر تازہ آ گئے تو ابتدائے جنگ اس پشتہ سے شروع ہوئی کہ جس پر محمد امین خاں اور سلطان حسین نے مورچال قائم کر رکھے تھے اور اب وہ مرکز کی طرح محاصرہ میں آ گئے تھے۔ اور کئی فاقے ان پر گزر چکے تھے۔ پھر ہر طرف سے لشکر شاہی نے دشمنوں کو گھیر لیا۔ چاروں طرف خوب لڑائی ہوئی۔

## حمیدالدین خان بہادر داؤد خان، خلیج خان، جمشید خاں اور راجپوتوں کے کارہائے نمایاں:

حمیدالدین خاں اور قلیج خاں بہادر داؤد خاں و جمشید خاں اور راجپوتوں نے خوب اپنی بہادریاں دکھائیں۔ چار پانچ روز تک ہنگامہ کارزار خوب گرم رہا۔ جمشید خاں اور روشناس راجپوتوں کی ایک جماعت جو راؤ دلپت کے ہمراہ تھی اور کئی اور خان زادوں میں سے کام آئے۔ بعدہٗ چین قلیج خاں و محمد امین خاں اور بعض اور پردلوں کو حکم ہوا کہ بطریق طلایہ کے اطراف قلعوں میں آ کر جس جگہ قلعہ کی کمک کا اثر دیکھیں اس کی تنبیہ کریں اور کسی طرح سے مرہٹہ وغیرہ کی مدد کو محصوروں کے پاس نہ پہنچنے دیں۔ ذوالفقار خاں نے چند باولیوں و کنوؤں پر قبضہ کیا کہ ان ہی پر اس قوم کے آدمیوں اور چار پایوں کے پانی پینے کا مدار تھا۔ اس سبب سے یا تو فوج شاہی پر پانی کی تنگی رہتی تھی یا اب دشمنوں پر وہ رہنے لگی۔ روز بروز درختوں و عمارتوں کی چوبوں اور لکڑی کو جمع کر کے مورچالوں کو بڑھاتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قلعہ کی دیوار تک ان کو پہنچایا اور سرداروں نے بھی پائے حصار تک مورچالوں کو پہنچایا۔ جس روز



یورش قرار پائی بادشاہ خود سوار ہوا اور شریک یورش ہوا اور مکان گولہ رس میں عمداً استقامت کی۔ اس بادشاہ کے دل میں یہ آرزو ہمیشہ رہتی تھی کہ میں کسی جہاد میں شہید ہوں۔ ایک طرف سے ذوالفقار خاں اور دوسری جانب سے تربیت خاں نے صف ربائی کی۔ مخالفوں نے بھی اوپر اور اطراف سے ہجوم اور زور کیا۔ بادشاہی جانباز بہادروں نے سینہ کو سپر بنا کے پیادہ ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ عجب زد و خورد ہوئی ایک قیامت برپا ہوئی۔ ایک جماعت دونوں طرف سے زخمی و قتل ہوئی۔ دشمن مغلوب ہوئے اور دو تین حملوں میں وہ پشتے کہ جن پر بازار پیٹھ آباد تھا بادشاہ کے قبضہ میں آئے سب جگہ کی نسبت زیادہ یہاں آلات جاں ستاں بلا افروز کام کرتے تھے۔ اور لشکر شاہی نے ایک گروہ سے زیادہ مخالفوں کا تعاقب کیا۔ اور بہت آدمیوں کو مارا اور زخمی کیا۔ فراز کوہ پر دروازہ کے نزدیک علم ثبات اور نشان فتح کھڑا کیا۔ اہل قلعہ نے دو تین ہزار بندوقچی دروازہ اور اطراف کی پناہ کے لیے بہادران قلعہ گیر کے سر راہ کھڑے کیے اور سراسیمہ وار زن اور فرزند اور زیور کو کہ ہمراہ لے سکتے تھے اپنے ساتھ لیا اور معبد خانہ میں اکثر جگہ اپنے ہاتھ سے آگ لگا کر دوسرے دروازہ سے اور مختلف راہوں سے بھاگ کر مرہٹوں کی فوج سے جا ملے اور ان کے ساتھ متفق ہو کر فرار ہو گئے۔ حصار کے اندر شعلۂ آتش بلند ہوئے۔ اور آلات شرر بار کے برسنے کے آثار کم ہوئے۔ اور اہل قلعہ کے فرار پر اطلاع ہوئی تو داؤد خاں و منصور خاں قلعہ کے اندر گئے اور اہل قلعہ کا نشان نہ پایا مگر چند آدمی زخمی پڑے تھے جو بھاگ نہیں سکتے تھے۔ اور محتشم خاں بھی وہیں موجود تھا اگر ایک لمحہ اور بادشاہی آدمی اُس پاس نہ پہنچتے تو دشمن اُس کا کام تمام کر دیتے۔ 14 محرم 1117ھ کو قلعہ بادشاہی تصرف میں آیا اور صدائے شادیانہ بلند ہوئی۔ امیروں کو بڑے بڑے منصب و صلے ملے۔ قلعہ واکنکیرا کا نام رحمٰن بخش رکھا گیا۔ اور خواجہ مسعود محلی کے اہتمام سے قلعہ اور مسجد دونوں تعمیر ہوئے۔ یہاں کے انتظام کے بعد برسات کا موسم کاٹنے کے لیے بادشاہ دیو گاؤں میں آیا جو دریائے کشنا سے پانچ چار کروہ تھا۔ یہاں لشکر کے آرام کے لیے چھاؤنی ڈالی اور جابجا حکام فہمیدہ کار مالی اور ملکی بندوبست و ضبط کے لیے تعین کیے۔ اس ضلع کے مفسد و سرکش زمینداروں کی تنبیہ کے لیے ذوالفقار خاں کو مقرر کیا۔ ملک نو مفتوح سے کل روپیہ اور زمینداروں سے پیشکش وصول ہوئی۔ رعایا اپنے وطنوں میں آباد ہوئی۔

## قلعہ بخشندہ بخش:

ان دنوں میں خبر آئی کہ قلعہ بخشندہ بخش عرف کندتالہ قلعہ دار کی بے خبری سے اور غنیم کی حیلہ پردازی سے مرہٹوں کے تصرف میں آ گیا ہے۔ اُسی روز حمیدالدین خاں بہادر کو مع تربیت خاں کے اس کے محاصرہ اور تسخیر کے لیے روانہ کیا۔

### بادشاہ کی علالت کا احوال:

اس زمانہ میں بادشاہ کے تمام اعضاء میں جوڑوں کا درد بڑی شدت کا ہوا جس سے ایک عالم کے احوال میں اختلال پیدا ہوا۔ ہر چند ہر روز خودداری کر کے بادشاہ بیٹھ کر دیوان داری میں مشغول ہوتا اور خلق اللہ کی تسلی کا سبب ہوتا۔ مگر آخر کر مرض بڑھتا گیا۔ غشی و بے خودی کی نوبت آئی۔ ایک دو دفعہ خبریں ناخوش آمیز فساد و انگیز واقعہ طلبوں کی زبان زد ہوئیں۔ دس بارہ روز تک لشکر اور امراء کے آدمیوں میں ایک عجیب ہنگامہ برپا رہا۔ مگر آخر کو فضل الٰہی ہوا کہ بادشاہ کا مزاج بحال ہوا۔ کبھی کبھی دیوانی کرتا۔ یہ خیر ہوئی ورنہ اس دارالحرب میں کہ سارا غنیم کا ملک ہے اگر واقعہ ناگزیر پیش آتا تو اس کوہستان اور سرزمین پرشور و شر سے ایک آدمی کا نجات پانا مشکل ہوتا۔ امیر خاں نقل کرتا ہیکہ بادشاہ ایک دن نہایت ضعف میں زیرلب یہ اشعار پڑھتا تھا:

ابیات

بہشتا دونو و چوں در رسیدی

بسا سختی کہ از دوراں کشیدی

دراں جاچوں بصد منزل رسانی

بود مرگے بصورت زندگانی

جب میں نے یہ شعر سنے تو عرض کیا کہ نظامی گنجوی نے ان ابیات کی تمہید میں یہ بیت کہی ہے

بس آں بہتر کہ خود درا شاد داری

درآں شادی خدارا یاد داری

بادشاہ نے اس شعر کو کئی بار سنا اور لکھوایا اور مدت تک اس شعر کو بادشاہ موقع بہ موقع پڑھتا رہا۔ حکیم حازق خاں (صادق خاں) معالج تھا اس خدمت کے صلے میں بادشاہ نے اپنے تئیں سونے سے تول کر اس کو زر، زن اور سر پیچ دیا۔ اُس نے چوب چینی کا استعمال کرایا جس سے نفع عظیم ہوا۔ 16 رجب 49 کو بادشاہ نے بہادر گڑھ عرف بھیر کا عزم کیا اور شعبان میں وہاں آ گیا۔ سپاہ کے آرام و ایام صیام کے لیے چالیس روز کے قیام کا حکم صادر کیا۔



# پچاسویں سالِ جلوس کے احوال 1117ھ

ماہ رمضان کو اس مقام میں بسر کیا اور ہر سال کے دستور کے موافق روزے رکھے۔ تراویح پڑھیں۔ صلوٰۃ ادا کی اور دیگر مسنون اعمال بدستور ادا کیے۔ ایام صیام کے اہتمام کے بعد بلا ناغہ دیوان میں امور مالی اور ملکی میں توجہ کی۔ ذوالفقار خاں کو قلعہ بخشندہ بخش کو رخصت کیا اور خود احمد نگر کی طرف توجہ ہوا۔

### ساہو پسر سنبھا:

اب سے چند سال پہلے ساہو پسر سنبھا نبیرہ سیوا منصب ہفت ہزاری دو ہزار سوار سے اور خطاب راجہ و جاگیر سیر حاصل سے سرفراز ہوا تھا۔ دیوان و خانساماں اور متصدی اس کے علاوہ بادشاہ نے مقرر کیے تھے کہ اس کی تربیت پر متوجہ ہوں۔ ابتداء قید سے لغایت حال رکاب عالی سے اس کو جدا نہ کیا تھا۔ احاطہ گلال بار میں اپنے ظل عاطفت میں اس کو رکھتا تھا۔ کوچ کے وقت اس کو سواری کا حکم اپنے ساتھ دیتا تھا۔ ان دنوں میں کہ ذوالفقار خاں اس کے پرداخت حال پر متوجہ تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ "مار کشتن و بچہ در آستین پرورش دادن نہ کار خردمنداں است۔" وہ بادشاہ کی خدمت میں التماس کر کے اس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔

### بادشاہ کا سفر:

بائیس سال بعد وسط ماہ شوال میں بادشاہ سواد احمد نگر میں دوبارہ آیا۔ جس روز بادشاہ یہاں اترا تو اُس نے کہا کہ احمد نگر مکان اختتام سفر است۔ ماہ ذی الحجہ کو بادشاہ کے پاس خبر آئی کہ نصرت جنگ کے زور بازو سے قلعہ بخشندہ بخش تسخیر ہوا اور قلعہ کے حوالہ داروں کو اُس نے مار مار کر حصار سے ہتھیار لے کر نکال دیا۔

### شہزادہ محمد عظیم و کام بخش:

شہزادہ محمد اعظم شاہ صوبہ احمد آباد میں تھا۔ باپ کے عارضہ جسمانی کی خبر سن کر حضور کے پاس آنے کا ارادہ کیا اور بہت اضطرار کا اظہار کیا اور احمد آباد کی آب و ہوا کی ناموافقت کا عذر کیا۔ بادشاہ کی مرضی کے خلاف یہ امر تھا اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ ہم در ایام انحراف مزاج اعلیٰ حضرت

عرضداشت بہ ہمیں مضمون بحضور ارسال داشتہ بودیم در جواب فرمان رسید کہ ہوائے ہمہ جابایشان ساگزارا ست مگر ہوائے نفس امارہ۔ بعدہٗ محمد اعظم شاہ نے مکرر معروض کیا تو صوبہ مالوہ اُس کے لیے مقرر کیا۔ بادشاہ زادہ ابھی اُجین میں نہیں پہنچا تھا کہ اُس نے عرضداشت کی کہ بادشاہ نے طوعاًوکرہاً اُس کو حضور میں طلب فرمایا۔ 21/ ذی الحجہ کو وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ صوبہ احمد آباد سے جب بادشاہ زادہ محمد اعظم شاہ کا تغیر ہوا تو یہاں محمد ابراہیم خاں کو جو صوبہ بنگالہ بھی تھا مقرر کیا فاصلہ بہت ہاورکا تھا اس لیے شہزادہ بیدار بخت کو جو برہان پور میں تھا حکم صادر کیا کہ محمد ابراہیم کے آنے تک احمد آباد میں جا کر وہاں کے بندوبست سے خبردار رہے۔ محمد اعظم بادشاہ کی خدمت میں موجود تھا۔ اسے اپنی شجاعت کا غرور تھا۔ اُس نے لشکر کی گردآوری کی تھی۔ احمد آباد میں کچھ خزانہ بھی جمع کرلیا تھا۔ بادشاہ کی رکاب میں جو خزانہ اور فوج تھی اس کی تاک میں تھا۔ ان اسباب سے برادر کلاں کی ہستی کچھ نہیں جانتا تھا۔ بلکہ سب باب میں اپنے تئیں بزرگ سمجھتا تھا۔ شہزادہ کام بخش کو یہ جانتا تھا کہ وہ عدم سے وجود ہی میں نہیں آیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ باپ کی طبیعت اکثر بحال نہیں رہتی تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ شہزادہ محمد عظیم کو کہ عظیم آباد عرف بہار پٹنہ میں مدت سے صوبہ دار بالاستقلال تھا اور خزانہ کے جمع کرنے میں بہت مشہور تھا اس کو بیجا کر کے حضور میں طلب کرے۔ اس کی طرف سے بادشاہ سے وقوعی اور غیر وقوعی باتیں لگا کے اور بہت منت کر کے اس کو حضور میں طلب کرایا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ محمد عظیم کی حرکت اس کی جان کے لیے ایک بلائے عظم ہوگی۔ محمد عظیم نے باپ کی خدمت میں آنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ زادہ محمد اکبر کی ایک سال سے یہ خبر مشہور تھی کہ وہ حوالی گرم سیر خراسان کے توابع کے حوالی میں مرگیا۔ اس خبر کے جھوٹ سچ کے معلوم کرنے کے لیے ملتان واطراف ملک سرحدی کے حکام کو فرمان لکھے گے۔ ان دنوں میں محمد اعظم شاہ کی زبانی تصدیق ہوئی کہ وہ مرگیا۔



# سال اکیاون جلوس کے حالات وسوانح 1118ھ

## اعظم شاہ کا عمدۃ الملک اسد خاں اور دیگر عُمال کو اپنا ساتھی بنانا:

محمد اعظم شاہ نے حضور میں رہ کر عمدۃ الملک اسد خاں کو اور ایک جماعت اکبر کو اپنا رفیق بنایا۔ بادشاہ کا مزاج کچھ بحال ہوگیا تھا اور چند روز وہ دیوان عدالت بلاناغہ کرتا تھا۔ مگر سفر آخرت کا ضعف اس کے چہرہ پر پیدا تھا۔ اس مابین میں روز بروز بادشاہ زادہ محمد اعظم کی طرف سے محمد کام بخش کی نسبت بے اعتدالیاں ظہور میں آتی تھیں۔ وہ اُس سے پرخاش کے لیے بہانے تلاش کیا کرتا تھا۔ کام بخش حافظ کلام اللہ تھا اور علوم عقلی ونقلی سے بہرۂ تام رکھتا تھا۔ بادشاہ اس کی رعایات خاطر کرتا تھا۔ قاعدہ ہے کہ چھوٹے بیٹے سے باپ کو محبت زیادہ ہوتی ہے۔ بادشاہ کام بخش سے بہت محبت رکھتا تھا۔ سلطان حسین عرف میر ملنگ مخاطب حسن خاں کو کام بخش کا بخشی مقرر کیا۔ حسن خاں بڑا ہوشیار وعاقل تھا۔ وہ اپنے حسن عقیدت وکار طلبی کے سبب سے تقاضائے وقت کو دیکھ کر بادشاہ زادہ کام بخش کو دربار میں لے جاتا۔ تو اس کے ساتھ مسلح ومکمل ایک جماعت مردم خاص کی سوا اپنے رفیق نوکروں کے ہوتی۔ اس کی شکایت کئی دفعہ بادشاہ سے محمد اعظم نے کی۔ کچھ جواب نہ ملا تو ایک دفعہ نواب زیب النساء بیگم ہمشیرہ اعیانی کو لکھا جس میں حسن خاں کی بے ادبی کا شکوہ لکھا کہ وہ اپنے حد کے دائرہ سے باہر قدم رکھتا ہے اور اس میں یہ بھی درج کیا کہ اگرچہ اس بے ادبی کی شوخی کی تادیب کوئی کام نہیں ہے مگر حضرت کا ادب مانع ہے اس میں مصلحت یہ تھی کہ پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ شہزادہ محمد اعظم کے ہاتھ میں فوراً نہ گرفتار ہوجائے۔ یہ رقعہ بادشاہ کے پاس گیا۔ اس پر اپنے دستخط خاص سے بادشاہ نے لکھا کہ وجود حسن خاں معلوم کہ از طرف اوایں ہمہ مغلوب وسواس ہراس گردد۔ محمد کام بخش راجائے مرخص می نمائیم۔ اگرچہ محمد اعظم نے اس جواب طعن آمیز کے مضمون سے پیچ وتاب کھائے مگر سوائے صبر کے کوئی اور چارۂ کار نہ تھا اور مراد برخورد کا جدا ہونا غنیمت جانا۔ بادشاہ اپنے مزاج کو خلل سے خالی نہیں دیکھتا تھا۔ اور بادشاہ زادہ اعظم کے فساد کی گرمی بازار روز بروز زیادہ مشاہد کرتا تھا اس لیے اُس نے دوشیر زنجیر گسیختہ کا اپنے ارتحال کے بعد لشکر میں رہنا خلق اللہ کے حق میں فساد عظیم کا مادہ جانا۔ محمد کام بخش کی رعایت خاطر ضرور تھی اس کو مع کل اسباب سلطنت کے اکرام احترام کے ساتھ بیجاپور رخصت کیا اور حکم دیا کہ حضور کے پاس سے نوبت بجاتا ہوا روانہ ہو۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ شہزادہ

محمد اعظم کے ہاتھ میں فوراً گرفتار ہو جائے۔

## بادشاہ کا شہزادہ اعظم کو مالوہ بھیجنا:

محمد اعظم شاہ یہ دیکھ کر سانپ کی طرح بل کھاتا تھا مگر پھنکار نہیں مار سکتا تھا۔ دو تین روز کے اندر محمد اعظم کو صوبہ مالوہ کو رخصت کیا اور حکم دیا کہ پانچ پانچ کوس کی منزل طے کرے اور ہر منزل میں دو روز قیام کر کے تیسرے روز سفر کرے۔ اس سے غرض یہ تھی کہ شہزادہ اس سے بہت دور نہ چلا جائے جس کے سبب سے لشکر میں غدر مچ جائے۔ اور پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں شاہجہاں کا معاملہ نہ پیش آئے۔ ان دونوں شہزادوں کی روانگی کے بعد مرض کی شدت ہوئی تپ بڑی شدت سے چڑھی۔ چار روز تک باوجود اشتداد مرض بہ سبب کمال تقویٰ کے پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اس حالت میں حمید الدین خاں نے منجموں کی تجویز سے ایک فیل اور ایک دانہ الماس بیش قیمت کے صدقہ کے لیے عرض بھیجی۔ بادشاہ نے اس پر دستخط کیے کہ فیل تصدق برآوردن طریقہ ہنود و اختر پرستان است چہار ہزار روپیہ نزد قاضی القضات بفرسید کہ بمستحقان رسانید اور اس عرض پر دستخط کیے کہ ایں خاکسار را زود بمنزل اول رسانیدہ بخاک سپارند و بہ تربیت تابوت نہ پردازند۔

## بادشاہ کا بیٹوں کے نام وصیت نامہ:

کہتے ہیں کہ بیٹوں کے نام ملک کی تقسیم کا وصیت نامہ لکھ کر حمید الدین خاں کو دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کے تکیہ کے نیچے سے نکلا تھا جس میں لکھا تھا کہ معظم شاہ شمالی اور شمال مشرقی صوبوں پر قبضہ کرے اور دلی کو دارالسلطنت بنائے اور اعظم شاہ آگرہ اور جنوب مغرب کے ملکوں پر سارے دکن سمیت قابض ہو اور آگرہ کو دارالسلطنت ٹھہرائے۔ مگر گول کنڈہ اور بیجاپور کی دو ریاستیں کام بخش کے پاس رہیں۔ اس کے سوا ایک اور وصیت نامہ تھا کہ جس میں اُس نے اپنی تجہیز و تکفین کی نسبت یہ لکھا تھا کہ ساڑھے چار ہزار روپیہ جو میرے ہاتھ کی محنت کی ٹوپیوں کی سلائی سے بچے ہیں اس میں تجہیز و تکفین ہو اور آٹھ سو پانچ روپے جو قرآن نویسی کی اجرت سے حاصل ہوئے ہیں مساکین میں تقسیم ہوں۔



## بادشاہ کا انتقال کرنا:

روز جمعہ 28/ذی القعدہ 51 جلوس مطابق 1117 ہجری کو بادشاہ نے صبح کی نماز پڑھ کے کلمہ توحید کا ذکر شروع کیا۔ ایک پہر دن چڑھے اس دارفنا سے روضۂ جناں کو تشریف فرما ہوا۔ قاضی و علماء و صلحا موافق وصیت کے تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ جنازہ کی نماز پڑھی اور نعش کو خواب گاہ میں رکھا کہ نواب زینت النساء بیگم اور شہزادہ محمد اعظم جوار دوئے معلیٰ سے پچیس کرو: پر تھے روز شنبہ کو آئے۔ محمد اعظم روز دوشنبہ کو نعش کو کندھے پر دیوان عدالت تک لے گیا اور آگے اس کو روانہ کیا۔ شیخ زین الدین کے مقبرہ میں بادشاہ نے اپنی حین حیات میں قبر بنائی تھی وہاں وصیت کے موافق دفن کیا۔ اور کئی سیر حاصل دیہات پرگنات اورنگ آباد کے منجملہ سرکار دولت آباد کے جدا کیے گئے اور پرگنہ خلد آباد کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور وہ مزار خلد آرام گاہ کے خرچ کے لیے مقرر ہوئے۔ بادشاہ کی قبر کا چبوترہ سنگ سُرخ کا ہے جس کا طول 3 گز اور عرض ڈھائی گز ہے اور ارتفاع چند انگشت سے زیادہ نہیں ہے۔ تعویذ مجوف ہے کہ اس کو خاک سے پر کر کے ریحان کو اس میں بوتے ہیں۔ بادشاہ کا نام مرنے کے بعد خلد مکاں رکھا گیا۔ مدت عمر اکانوے سال تیرہ یوم اور ایام سلطنت پچاس سال دو ماہ 27 دن تھی۔

## بادشاہ کے ذاتی خطوط سے اس کی خداپرستی اور دینداری کی شہادت:

آخر وقت میں اُس نے یہ خطوط ایسے لکھے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بڑا خداپرست اور سچا دیندار تھا۔ اس کو خوف الٰہی اس وقت میں ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک سچے دیندار کو ہوتا ہے۔

## شہزادہ محمد اعظم کے نام خط:

محمد اعظم شاہ کو یہ رقعہ تحریر کیا: "السلام علیکم وعلیٰ من یدیکم، پیری رسید ضعف قوی شد و قوت از اعضاء رفت۔ یگانہ آمدم و بیگانہ می روم۔ خبر از خود نیست کہ کیستم و چکارہ ام نفسے کہ بے ریاضت رفت افسوس آں باقیماندہ ملک داری و پاسبانی خلائق ہیچ از من نیامد عمر عزیز مفت رفت۔ خداوند درخانہ دارم و روشنائی آں در چشم تاریک خود نمی بینم حیات پائیدار نیست و از نفس رفتہ نشانے پدیدار نہ۔ واز استقبال توقع مفقود۔ تپ مفارقت کردو چرم و پوست تنہا گذاشت۔ فرزند کام بخش اگرچہ بہ بیجاپور رفت اما نزدیکی است و آں عالی جاہ ازاں ہم نزدیکتر۔ عزیز القدر شاہ عالم از ہمہ

دورتر۔ فرزندزادہ محمد عظیم بحکم اللہ اعظم نزدیک ہندوستان رسیدہ۔ لشکریاں ہمہ بیدست و پا سراسیمہ بچو من مضطرب کہ از خداوند تنہائی گزیدہ در حالت اضطراب است و چوں سیماب بیقرار۔ نمی فہمند کہ صاحب نعمے داریم ہیچ باخود نیاوردم و ثمرۂ گناہاں ہمراہ می برم۔ نمیدانم کہ در چہ عقوبت گرفتار خواہم شد۔ ہر چند نظر برالطاف و رحمت امید قوی است۔ اما نظر بہ اعمال و افعال تفکر نمی گزارد و چوں از خود گذشتم دیگر کے کجا ماندہ ع ہر چہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم۔ اگر چہ از خود رفتہ را فکر نمی ماند چوں عالم بنگی نیست ہمہ را بخدائی سپارم۔ وصیانت بندگان اگر چہ پروردگار خواہد کرد لیکن نظر بر عالم ظاہر بر فرزندان ہم ضرور است کہ خلق و مسلمین ناحق کشتہ نشوند۔ فرزندزادہ بہادر دعاء آخریں بگویند وقت رخصت ندیدم اشتیاق باقی ماند۔ بیگم بظاہر اگر چہ ملول است لیکن مالک دلہا خداست کوتہ اندیشی و ثبات جز ناکامی ثمرہ ندارد۔ الوداع الوداع الوداع۔ آخری وقت میں شہزادہ محمد کام بخش کے نام یہ رقعہ لکھا ہے: ''فرزند جگر بند من در عالم اختیار ہر چند برضائے الٰہی نصیحت کہ دم و زیادہ از مکان وصایا کردم چوں خواست الٰہی نہ بود بگوش رضا کے نہ شنیدہ۔ حالانکہ از ہمہ بیگانہ میروم بر بے بضاعتی شما رحم دارم اما چہ فائدہ عذاب و گناہ ہر چہ کہ دم ثمرہ آں باخود می برم عجب قدرت است کہ آمدم تنہا و می روم با ایں قافلہ اگر چہ تپ از دہ روز مفارقت داشت لیکن تاب نیاوردہ گذاشت ہر جا نظر کنم جز خدا بہ نظر نمی آید۔ اندیشہ لشکر و لشکریاں نظر بر وبال آخرت موجب ملالت خاطر شد۔ از خود خبرم نیست۔ گناہ بسیار کردم نمیدانم بچہ عذاب گرفتار خواہم شد۔ حراست بندگان اگر چہ رب العالمین خواہد کرد اما بر مسلمانان و فرزندان ہم اہم است حفظ و احتیاط بندہا ء بحسب ظاہر ضرور عالی جاہ ہم نزدیک است آنچہ لازم بود در حق شما گفتہ ام و ہم بجان و دل قبول داشتہ شود نشود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال بر گردن ایں ناکارہ بماند شمارا بخدائی سپارم و خود رخصت میخواہم حالت اضطراب است بہادر شاہ جائیکہ بود ہست و فرزندزادۂ عظیم الشان نزدیک ہندوستان آمدہ فرزندزادہ بہادر نواحی گجرات حیات النساء چیزے از روزگار ندیدہ ملول است و حال بیگم بیگم داند واودے پوری والدہ شما و بیماری با من بودہ ارادۂ رفاقت دارد۔ خانہ زادان و مردمان حضور چند گندم نما جو فروش اند باید برفق و مداراء آدمی پروائے کار گیرد و پا باندازہ داوراز کشد۔''

## شہزادہ محمد معظم کے نام بادشاہ کا والا نامہ

شہزادہ محمد معظم کے نام خط ''مبین پورخلافت منعم خاں از حضور رخصت یافت، تا جلد رسیدہ انچہ بر زبان او حوالہ خواہد شد ابلاغ نماید۔ از خود خبر نیست کہ کیستم و کجامی روم و بر سرایں عاصی پر معاصی چہ خواہد گذاشت۔ حالا از ہمہ مرخص میشوم و ہمہ را بخدائی سپارم۔ فرزندان نامدار کامگار را باید کہ تخالف نہ کنند و بجوز کشت و خون خلق کہ بندگان خوایند نشوند انچہ بہ نظر می آید طرفہ ہنگامہ بر پاشدنی است ابزد مقلب القلوب توفیق حفاظت خلق اللہ کہ و دائع بدائع خلق اللہ اند۔ چراغ راہ سالکان طریق ریاست و ملکداری کناد۔''

## الفاظ ''اودی پوری'' سے عجیب عجیب باتیں تراشی گئیں:

اس رقعہ کے اس فقرہ میں کہ اودی پوری والدہ شما در بیماری با من بودہ۔ لفظ اودی پوری نے بڑے تماشے دکھائے ہیں۔ کوئی تو یہ کہتا ہے کہ اودے پور کے خاندان میں سے کوئی لڑکی اس کے نکاح میں آئی تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ اودے پوری کی جگہ جودھ پوری ہے۔ سب سے زیادہ لطیفہ یہ ہے جو فرنگستانی تاریخوں میں لکھا جاتا ہے کہ اودے پوری ایک عیسائی عورت کا نام تھا وہ گوری بہت تھی۔ وہ بہار جیا کی رہنے والی تھی۔ ایک بردہ فروش سے داراشکوہ نے اس کو خریدا تھا وہ دارا کی محبوبہ بھی تھی۔ یہی مخفی سبب تھا کہ دارا نے عیسائی مذہب اختیار کیا۔ جب دارا مارا گیا تو بادشاہ نے اپنے بڑے بھائی کی دو بیویوں سے شادی کرنی چاہی۔ اُن میں ایک راجپوتن تھی وہ تو زہر کھانے کو موجود ہوگئی۔ عالمگیر سے نکاح نہ کیا۔ مگر اس کرسچین لیڈی نے اس سے نکاح کرلیا۔ فرنگستانی تاریخوں میں بہت سی ایسی دل لگی کی کہانیاں ہیں۔

# اورنگ زیب عالمگیر کے اوصاف وخصائل

## بادشاہ کی دین داری کا تذکرہ:

عالمگیر کی خلقت وجبلت میں دین میں راسخ ہونا داخل تھا۔ وہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب پر چلتا تھا۔ اس کے سارے اعمال وافعال وعقائد اس حنفی مذہب کے مطابق تھے۔ وہ فرائض خمسہ اسلام کی جیسی چاہیے تاسیس کرتا تھا۔ اول صلوٰۃ مفروضہ کو اول وقت مسجد میں یا غیر مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اور کل سنن ونوافل ومستحبات توحضور وخشوع کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ مسجد جامع میں جمعہ کی نماز سب مسلمانوں اور مومنوں کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اس کو اس نماز جمعہ کا ایسا خیال تھا کہ اگر وہ شاہجہاں آباد یا کسی اور بڑے شہر سے شکار کے لیے چلا جاتا تو جمعرات کو شہر میں آجاتا کہ نماز جمعہ جامع مسجد میں ناغہ نہ ہو۔ اگر شکار کے لیے زیادہ دنوں کے لیے جاتا تو ضرور نزدیک کے قصبہ میں جاکر جمعہ کی نماز پڑھتا۔ عیدین کی نماز سفر وحضر میں جماعت کے ساتھ پڑھتا۔ دوم رمضان کے روزے رکھتا تھا۔ خواہ موسم کیسا ہی سخت ہوتر اویح وختم کلام اللہ میں آدھی رات تک صلحاء وفضلاء کی جماعت کے ساتھ مشغول رہتا اور عشرہ آخرہ میں مسجد غسلخانہ میں معتکف ہوتا تھا۔ ہر ہفتہ میں تین دن پیر وجمعرات وجمعہ کو روزہ رکھتا تھا۔ سوم زکوٰۃ شرعی قبل از جلوس جو ماکل وملبوس خاص کے لیے مقرر کی تھی اور ایام سلطنت میں صرف خاص کے لیے جو مواضع دار الخلافہ اور دو تین محل نمکسار جدا کیے گئے ان کی زکوٰۃ ہر سال ارباب استحقاق کو دیتا تھا۔ اپنی اولاد کی طرف سے بھی زکوٰۃ کا حساب کر کے دیتا تھا۔ چہارم حج۔ ادائے مناسک حج کی حد سے زیادہ تمنا اس کو تھی مگر بعض موانع وعوائق کے سبب سے وہ حج کو نہ جاسکا اُس کے بدلے میں حرمین محترمین کے عازموں کے ساتھ اس قدر رعایت کرتا تھا کہ اس کا حج بمنزلہ حج کبریٰ کے ہوجاتا تھا اتنی مدت سلطنت میں کبھی ہر سال کبھی دو سال میں بہت روپیہ بھیجتا تھا اور جہائے شریف میں طواف حج اور سلام رسانی کی نیابت کے لیے اور دو مصحف مجید جو اُس نے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے بھیجے تھے۔ ان کی تلاوت کے لیے اور تسبیح وتہلیل اور عبادات کے ادا کے لیے بہت آدمیوں کو وظیفہ دیتا تھا۔ پنجم جہاد جس کا حال اس کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ باوضو رہتا اور کلمہ طیبہ اور اذکار اور ادعیہ ماثورہ کو پڑھتا رہتا اور متبرک راتوں میں شب بیدار اور راتوں کو حق طلبی کے واسطے مسجد دولت خانہ میں اہل اللہ سے صحبت رکھتا۔



وہ سن شعور کی ابتدا ہی سے کل ملاہی ومناہی ومسکرات ومحرمات سے محترز تھا۔ کبھی اُس نے شراب کو لب سے نہیں لگایا مسکرات ومغیرات کی بو تک کو دماغ کے پاس نہیں آنے دیا اور سواز وجات حلال کے کسی حرم سے مقاربت نہیں کی۔ باوجودیکہ مطربان خوش آواز اور سازندہ ہاء دل نواز پائے تخت میں مجتمع تھے اور اوائل جلوس میں کبھی کبھی سامعہ افروز طرب ہوتا تھا اور اس میں دقیقہ یاب تھا۔ لیکن کمال تورع وپرہیزگاری کے سبب سرود کے استماع سے کلی پرہیز کرتا تھا۔ اور جو کوئی گویا ونغمہ سراو مطرب تائب ہوتا تو روزینہ وزمین اور مدد معاش سے اس کو خوشنود کرتا تھا۔ مرزا اکرم خاص مفوی موسیقی کے ماہروں میں تھا۔ بادشاہ سے پوچھا کہ آپ سرود کے حق میں کیا فرماتے ہیں تو اُس نے فرمایا کہ میں مزامیر خصوصاً پکھاوج کے ساتھ گانا سن نہیں سکتا وہ بالاتفاق حرام ہے اس لیے میں نے سرود بھی چھوڑ دیا۔ ایک حکایت سرود کے جنازہ بنانے کی مشہور ہے جس کو ہم نے پہلے لکھا ہے۔ بادشاہ نے اصلا لباس ناشروع نہیں پہنا اور ظرف نقرہ وطلا مطلقاً وہ کام میں نہیں لایا اور زردوزی لباس ورنگین اور جواہر نگار خود بھی چھوڑا اور امیروں کو بھی منع کر دیا کہ زنانہ لباس پہننا چھوڑ دیں۔ ان کا لباس ہمیشہ شرعی ہوتا۔ جواہر جن کے پہننے سے زیب وزینت وافر ہوتی ہے ان کے گھر سنگ یشب کے بجائے چاندی سونے کے بنوائے کہ وہ مشروع ومباح ہوں۔ وہ تقلیل نوم وغذا میں عبادت خدا کے لیے کرتا۔ اس کی محفل میں غیبت وخبث وکذب کی ناشائستہ باتیں مذکور نہیں ہوتی تھیں۔ اُس نے بندہائے حضور کو تلقین کر رکھی تھی کہ عرض کے وقت معیوب لفظ عبارت حسنہ سے تعبیر کیا جائے۔ ترویج قواعد دین اور تنقید احکام دین میں اور ضلالت وجہالت کے رسوم مٹانے میں اور بدعتوں ومناہی وملاہی کے اُڑانے میں ایسی کوشش کی جو پہلے کسی بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوئی تھی۔

## احتساب:

بادشاہ نے 1069ھ میں یہ تجویز کیا کہ کوئی فاضل محتسب مقرر ہو کہ وہ تمام منہیات و محرمات خصوصاً شراب وبھنگ وبوزہ کے کھانے پینے کو اور تمام مسکرات اور زنا کاری کو منع کرے۔ اول اس عہدہ پر بلاعوض مقرر ہوا، پندرہ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی اور ہزاری صد سوار کا منصب ملا اور تمام ممالک محروسہ میں صوبہ داروں کے نام احکام صادر ہوئے کہ وہ اپنے علاقہ میں ایسا ہی ایک محتسب مقرر کریں اور اس کے ساتھ احدی اور سوار بھی ساتھ رہیں کہ اگر کوئی شرع کے پابند ہونے میں حجت کرے تو اس کی تنبیہ وتاکید وہ کریں۔ بعض مورخوں نے اس احتساب میں

یہ بھی داخل کیا ہے کہ بتوں کی سواریاں اور نمائش بھی نہ ہونے دیں۔ غرض امور احتساب کا فنا نام اور خواص و عوام پر بعنایت جاری تھے۔ طوائف کے فواحش کو دارالخلافہ سے باہر نکال دیا اور تمام ممالک محروسہ میں یہ حکم جاری کیا کہ شہر سے باہر کسبیاں رہا کریں۔ اس طائفہ کے معدوم کرنے میں اور بدکاریوں کے پھیلنے کا احتمال تھا۔ اس لیے اُس نے شہر کی آبادیوں سے دور بسنے کا حکم دیا۔ اور پہچان کے لیے ان کو لال کپڑے پہننے کا حکم دیا۔ اسی وجہ سے فرنگیوں میں ان کا نام لال بیوی مشہور ہوا۔ مملکت میں باوجود اس وسعت کے سوا حد سیاست شرعیہ کے کوئی اور سیاست کام میں نہیں آتی۔ ہرگز باقتضاء قوت غضبی واستیلاء نفس کسی فرد انسانی کی حیات کی بنا کے خراب کرنے کا حکم دینے کا کسی کو یارانہ تھا۔ بادشاہ قتل کا حکم خود دیتا۔

## ہندوؤں کا مسلمان ہونا اور ان کو ناراض کرنا:

عالمگیر نے کسی ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہیں کیا مگر اس کے عہد کی تاثیر ایسی تھی کہ دارالخلافہ اور اطراف میں ہنود مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ جو ہندو مسلمان ہوتا اس کو مہام شرعیہ کے ناظم بادشاہ کی بارگاہ میں لاتے اور اس کو اشارہ سے کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے اور بادشاہ ان کو خلعت و انعام و نقود دیتا اور بقدر حال اس کے عطایا سے نوازش کرتا۔ اور جو ممتاز ہنود مسلمان ہوتے وہ بلا واسطہ بادشاہ کے پاس آتے اور بادشاہ ان کو خود اپنی زبان سے کلمہ کی تلقین کرتا۔ خلاع اور عنایات سے ان کو کامیاب کرتا۔

## جزیہ کی وصولی سے ہندوؤں کی برہمی:

اواسط ایام سلطنت میں اُس نے ہندوؤں پر شریعت کے موافق جزیہ مقرر کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ ہنود اسلام کے مطیع ہیں۔ وہ اکبر کے عہد میں موقوف ہو گیا تھا جس کے سبب سے مسلمانوں کے دلی خیر خواہ ہندو ہو گئے تھے۔ مگر اب پھر اس کے جاری ہونے سے ہندوؤں کا دل دکھا اور وہ بادشاہ کے دشمن بن گئے۔ اُس نے ایک حکم گشتی تمام حکام کے پاس بھیجا کہ ہندو اہل قلم یک قلم آئندہ نوکر نہ رکھے جائیں اور حکام کے ماتحت جو عہدے خالی ہوں تو ان کی جگہ مسلمان نوکر رکھے جائیں مگر یہ حکم صرف کاغذی تھا اس پر عمل نہ ہوا۔ وہ فقط ہندوؤں کے دل ناراض کرنے کے لیے کام آیا اورنگ زیب کے عہد میں ہندو نوکروں کی کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اس نے ایسے حکام بے ضرورت جاری کر کے ہندوؤں کو شکستہ خاطر کیا کہ سوائے راجپوتوں کے کوئی گھوڑے اور پالکی اور



ہاتھی پر بغیر حکم سوار نہ ہو۔ عالمگیر کا تعصب مذہبی بھی عجب ہندوؤں کا دل دکھانے والا تھا۔ گو کبھی اس نے کسی ہندو کو تلوار اس سبب سے نہیں لگائی کہ وہ ہندو تھا۔ کبھی اس نے کسی ہندو کو زبردستی مسلمان نہیں کیا۔ ہندوؤں کی جو مذہبی عبادات اور رسومات قدیم سے چلی آتی تھیں ان کو نہیں روکا مگر باتیں وہ کیں کہ جن سے ہندوؤں کا دل ناراض ہو گیا۔ بنارس میں بشیشور اور بندھا بیجو کے عالی شان مندروں کو خاک میں ملایا۔ متھرا میں گوبند دیو کا مندر توڑ کر جو برباد کیا اور جزیہ جاری کیا۔ نوکری کی بات میں فقط کاغذی حکم دل دکھانے والا دیا۔ گو مسلمانوں نے اپنے عہد سلطنت میں بتوں کو توڑا اور مندروں کا ڈھایا۔ مگر اس سے ہندوؤں کے دل میں بت پرستی کا اثر ایسا کم نہیں ہوا جیسا کہ تعلیم انگریزی اور مشنریوں کے مواعظ سے ہوا۔ ان دونوں باتوں سے ہندوؤں کے دل میں بت پرستی کی جگہ خدا پرستی یا لا مذہبی نے لے لی۔ وہ پکار پکار کے کہنے لگے کہ بت پرستی حماقت و گناہ ہے یا ہمارے انجیلی مذہب میں نہیں ہے۔ غرض جو سلطنت اسلامیہ میں ظاہر بتوں اور بت خانوں کی کمی ہوئی۔ مگر باطن میں ہندوؤں کے دل میں بت خانے بنے رہے۔ مگر اب اس کے خلاف حال ہوا کہ گو ظاہر بت اور بت خانے بہت دکھائی دیتے ہیں مگر تعلیم یافتہ ہنود کے دلوں سے بت پرستی کوسوں دور بھاگ گئی۔ یہی تعلیم یافتہ ہنود آج کل اپنی قوم میں سربرآوردہ ہیں۔

## عطایاء عام و خیرات و جوہ و احسان:

اُس کی عطایاء عام میں سے یہ ایک ہے کہ غلے اور اجناس اور وجوہ راہداری اور محصول باقشہ اور اموال سائر کو معاف کر دیا خصوصاً محصول تمباکو کو کہ جس کی آمدنی مبلغ خطیر تھی اور اس کا عملہ ان لوگوں کی ناموس کی بے ستری کرتا جن پر اس کو احتمال تمباکو کے چھپا کر لے جانے کا ہوتا۔ کل ممالک محروسہ میں ہندو و مسلمان پر تیس لاکھ روپیہ سالانہ کا محصول معاف کر دیا۔ دوم یہ ہے کہ اجداد و نیاگان کے مطالبات کو اولاد پر معاف کر دیا۔ پہلے دستور تھا کہ اولاد کی تنخواہ اور مناصب کے روزینے میں سے باپ دادا کے مطالبات کی بابت اہل دیوان عظام اور مستوفیان ممالک بہ سبیل تدریج وضع کرتے اور ہر سال مبلغ کلی اس جہت سے خزانہ عامرہ میں داخل کرتے جس کے سبب بادشاہ کے منتسب پریشان حال ہوتے۔ بادشاہ نے دفاتر مطالبات پر قلم عفو کھینچا اور ناظمان دیوانی کو حکم دیا کہ کل بندہائے درگاہ میں سے منصب دار دوبیستی سے ہفت ہزاری امیر تک اس مطالبہ سے جو ان کے اجداد و نیاگان کی بابت واجب الادا ہو معاف کریں اور مطالبات کی بابت کچھ تعرض اور

مزاحمت نہ کریں اور منصب دار دو بیستی سے چہار صدی تک کی منصب کے سبب سے جوان کے باپوں پر مطالبہ ہو وہ معاف کیا جائے۔ اور پانصدی سے ہفت ہزاری تک جو مطالبہ اُن کے باپوں کی بابت ہو اس کو ان کی وسعت حال اور استطاعت وجوہ کے موافق لازم الادا جانیں، اگر انہوں نے مطالبات کے برابر میراث پائی ہو تو مہینوں اور سالوں میں بہ تدریج مطالبہ کو وصول کریں اور اگر اس قدر میراث نہ پائی ہو تو وہ مطالبہ بقدر ترکہ وصول کریں۔ اور اگر یہ تحقیق ہو کہ متروکہ مطلقاً نہیں پہنچا ہے تو اس کو بالکلیہ وجہ مطالبہ کی ادا سے معاف و مرفوع القلم کریں۔ یہ عطا اس کی کروڑوں روپے زیادہ کی تھی۔

## سڑکوں، شاہراہوں، سراؤں اور مسافر خانوں کی تعمیر:

اس کی میراث عام میں سے ایک یہ ہے کہ اس مملکت میں بہت سی راہیں اور سڑکیں ایسی تھیں کہ ان میں مسافر خانے اور سرائیں نہ تھیں۔ مسافروں کو اُن میں راحت اور آسائش نہ ملتی تھی، بعض راہوں میں خاص کر اورنگ آباد سے اکبر آباد تک اور لاہور سے کابل تک خلائق کو سفر میں سخت تکلیف و اذیت ہوتی تھی۔ اس لیے بادشاہ نے حکم دیا کہ ان ممالک کثیر المسالک میں جس جگہ سرا اور رباط نہ ہو سرکار خالصہ سے سرائے وسیع سنگ و خشت و آہک و گچ سے نہایت مضبوط اور مستحکم بنائی جائے۔ جس میں بازار و مسجد و چاہ پختہ و حمام بنایا جائے اور ہر منزل میں مسافروں کے لیے ایک منزل گاہ بنائیں جس میں وہ اپنی سواری و اشیاء و اموال کو رکھیں اور یہ بھی حکم دیا کہ جو پرانی سرائیں مرمت طلب ہوں ان کی مرمت کی جائے اور جہاں پل کی ضرورت ہو وہاں پل بنایا جائے۔ ایسے کاموں میں بادشاہی خزانہ کا بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے ایسے حکموں سے ہندوستان کی راہوں میں آبادی میں ایسا امن ہے کہ مراحل و منازل و جبال صحرا معموری اور ایمنی کے سبب سے شہروں کا حکم رکھتے ہیں۔ جب بادشاہ کو اول سال جلوس میں معلوم ہوا کہ بعض مساجد و معابد اسلام پرانے ہونے کے سبب سے بے رونق ہو گئے ہیں تو بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ میں جہاں کوئی مسجد پرانی شکستہ ہو گئی ہو تو سرکار خالصہ سے اس کی مرمت کی جائے یا وہ از سر نو بنائی جائے۔ امام موذن خادم اور سائر خرچ مسجد مثل فرش و چراغ وغیرہ سرکار سے مقرر کیا جائے۔ ہر سال اس کام میں بھی بہت روپیہ خرچ ہوتا۔ اور بلغور خانے (محتاج خانے) متعدد دار الخلافہ اور شہروں میں عاجز و مساکین کے لیے مقرر تھے۔ مراۃ عالم میں لکھا ہے کہ اس کے باپ کے عہد میں 79 ہزار روپیہ صدر الصدور



اور مستحقوں میں ہر سال پانچ مہینے میں اس طرح تقسیم ہوتا تھا کہ محرم و ربیع الاول کے ہر ایک مہینے میں بارہ ہزار اور رجب میں دس ہزار اور شعبان میں پندرہ ہزار اور رمضان میں تیس ہزار باقی سات مہینوں میں کچھ نہیں تقسیم ہوتا تھا تو اُس نے حکم دے دیا کہ ان مہینوں میں بھی ہر مہینہ میں دس ہزار روپیہ خیرات ہوا کرے۔ کل سال میں ایک لاکھ 49 ہزار روپیہ خیرات ہوتا تھا۔

## ترویج علم:

بادشاہ نے اپنی کشور وسیع میں تمام بلاد و قصبات میں فضلاء مدرسوں کو لائق وظیفے و روزانہ اور املاک مقرر کیے تھے اور طالبانِ علم کی وجہ معیشت درخور حالت و استعداد مقرر کی۔

## فتاویٰ عالمگیری:

چونکہ بادشاہ دل سے یہ چاہتا تھا کہ کافۂ اہل اسلام مفتیٰ بہا مسائل علماء مذہب حنفی پر عمل کریں اور مسائل مذکورہ کتب فقہ میں قضات کا اختلاف ہے اور فقہائے کرام نے روایات ضعیفہ گھڑی ہیں اور ان کے اقوال مختلف کتابوں میں مخلوط ہیں اور معہذا ان کے مجموع پر ایک کتاب حاوی نہیں اور جب تک بہت کتابیں جمع نہ کی جائیں اور کسی کو استحضار دانی اور دستگاہ وسیع و تتبع کافی علم فقہ میں نہ ہو استنباط مسئلہ نہیں کر سکتا اس لیے بادشاہ کا عزم مصمم یہ ہوا کہ ہندوستان کا ایک گروہ مشہور علماء اور معروف فضلاء کا اس فن کی کتب مطولہ معتبر پر جو کتاب خانہ سرکار شاہی میں فراہم ہیں گہری نظر ڈال کر استخراج مسائل مفتیٰ بہا کرے اور اس کے مجموعہ کو ایک نسخہ جامعہ میں ترتیب دے تاکہ سب کو معمول بہا مسائل کی تلاش میں سہولت کے ساتھ قدرت حاصل ہو۔ اس کام کی سرکردگی شیخ نظام کو تفویض ہوئی اور علماء کے فریق کو وظائف شائستہ دیے گئے۔ چنانچہ دو لاکھ روپیہ صرف اس کتاب کے لوازم میں خرچ ہوا اُس کا نام فتاوی عالمگیری رکھا گیا اُس نے اور کتابوں سے مستغنی کر دیا۔

## عصری و دینی علوم میں بادشاہ کی ذاتی استعداد:

بادشاہ کے کمالات اکتسابی یہ ہیں کہ علوم دینیہ تفسیر و حدیث فقہ سے بہرۂ تام رکھتا تھا اور تصانیف محمد غزالی اور انتخاب مکتوب شیخ شرف یحییٰ منیری و شیخ زین الدین منیری و قطب محی الدین شیرازی اور اس قبیل کی اور کتابیں ہمیشہ زیر مطالعہ رکھتا۔ وہ حافظ قرآن تھا ابتدا و حال میں اس کو کچھ سورتیں یاد تھیں مگر بادشاہ ہونے کے بعد کل کلام اللہ حفظ کیا۔ تاریخ شروع حفظ سنقرئك فلا

تنسلی اور تاریخ اتمام لوح محفوظ ہے۔ خط نسخ لکھنے میں اس کو کمال قدرت تھی۔ شہزادگی میں ایک قرآن اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ بھیجا۔ اور ایام شاہی میں دوسرا قرآن شریف لکھ کر مدینہ منورہ میں بھجوایا۔ جس کی جدول اور لوح اور جلد میں سات ہزار روپیہ خرچ کیا۔ سوا ان دو قرآنوں کے پنج سورہ اور سور قرآنی لکھیں۔ وہ خط نستعلیق اور شکستہ بھی خوب لکھتا تھا۔ قطعے لکھتا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات بادشاہ زادوں اور امراء کو خطوط اور فرمان ورقعات اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا ہوگا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے دو چار سطریں نہ لکھتا ہوگا۔ اس کو فارسی کی انشا پردازی میں ملکہ حاصل تھا اور نظم میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ فارسی زبان بڑی سلاست و ملاحت سے بولتا تھا۔ ترکی چغتائی خوب جانتا تھا ان ہندوؤں سے جو فارسی نہیں جانتے تھے ہندی خوب بولتا تھا۔

## شاعروں سے عدم دلچسپی:

شعر کے باب میں یہ آیت الشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ ط اس کے ذہن نشین تھی۔ اس پر متمسک ہو کر وہ استماع شعر پر بے فائدہ توجہ نہیں کرتا تھا۔ اشعار مدح نہ کیا سنتا۔ ہاں کسی شعر میں موعظت کا مضمون ہوتا تو اس کو سنتا:

نکرد بہر رضائے خدائے عزوجل
نہ چشم سوئے غزال و نہ گوش سوئے غزل

اس نے ملک الشعراء کا عہد تخفیف کر دیا مگر موزوں طبع اور عالی دماغ شاعروں سے دربار خالی نہ تھا۔ بعض دفعہ ایسے شعر اور قصیدے شعراء لکھ کر لاتے کہ بادشاہ سلامت کو سر دھننا ہی پڑتا مگر جب شاعر پڑھ چکتے تو اُن کو ارشاد ہوتا کہ آئندہ ایسے بے سود کام میں اپنی اوقات ضائع نہ کریں۔ جن مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ اُس نے شعر کہنے اور پڑھنے کی ممانعت کی وہ مبالغہ ہے۔ اس کی خود رقعات عالمگیری میں استادوں کے شعر لکھے ہیں۔ بعض اوقات وہ خود شعر کہتا چنانچہ اس کا یہ شعر مشہور ہے۔ بیت

غم عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم
چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگِ بیاباں را

وہ اپنے بیٹوں کو بیاضوں میں اشعار لکھاتا تھا۔ علم نجوم و رمل و جفر کو اپنے مذہب کے موافق باطل جانتا تھا۔ اس لیے اس کے عہد میں نجومیوں کا ستارا اور رمالوں کا بھی پانسہ پلٹ گیا۔ ہندوؤں



کی رسوم کے موافق جو نجومیوں سے کام کرنے کی ساعت پوچھی جاتی تھی وہ موقوف کر دی۔ تقویمیں جو پہلے دفتر میں کام آتی تھیں ان کو دفتر سے خارج کیا۔

## اولاد کی تعلیم:

وہ اپنے اولاد کو قواعد و آداب سپاہ گری و علم صید و شکار و کمانداری و تفنگ و اسپ تازی اور علوم دینی و دنیوی میں تعلیم کرتا اور حرم سرا میں تو لڑکیوں کو بھی اکتساب عقائد حقہ دینیہ و احکام ضروریہ و تحصیل خط و سواد کی تعلیم کرتا تھا۔

## عدالت وانصاف ورحم:

بادشاہ نے یہ منصفانہ حکم جاری کیا کہ اگر بادشاہ نے کوئی شرعی حق تلفی کی ہو تو اس پر عدالت میں گوشمالی کی جائے اور اس لیے اس نے سارے ممالک کی کل عدالتوں میں وکیل شرعی مقرر کیے کہ وہ عدالت میں مقدمہ دائر کر کے شریعت کے موافق اس کی تحقیقات کرائیں۔ غربا کو ایسی دسترس نہیں ہوتی کہ وہ بادشاہ تک پہنچ کر اپنی حق رسی کی داد فریاد کریں اس لیے یہ وکیل شرعی مقرر کیے کہ ان کی معرفت یہ مقدمات دائر ہوا کریں۔ یہ اسی بادشاہ کی عدالت تھی کہ اس نے یہ جائز رکھا کہ بادشاہ پر نالش ہوا کرے خلائق کی دادرسی اور رعایا و زیردستوں کے حال کی تفتیش کے لیے ہر روز بلاناغہ دیوان عدالت میں اپنے اوقات کو صرف کرتا۔ میر عدل اور داروغہ عدالت تعین کیے ہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں اور دادخواہوں کو اپنے ساتھ لائیں۔ اور ان کے مطالب و مقاصد کو عرض والا میں پہنچائیں۔ اور ایک معتمد کو تعین کیا ہے کہ متصدیان عدالت جن ضعیفوں کے عرض مدعا اور انجاح مطالب میں بہ سبب اغراض نفسانی کے تاخیر کریں تو مستغیث اس معتمد کی طرف رجوع کر کے اپنی حقیقت حال کی عرائض اس کو دیں تا کہ وہ ان عرائض کو نظر شاہی کے روبرو لائے۔ بادشاہ ان عرائض کو خلوت میں پڑھتا اور عرائض کے حاشیوں پر مستغیثوں کے مطالب کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھتا۔ مملکت کا نظم و نسق باوجود اس وسعت کے اور دولت کی حفظ و حراست باوجود اس عظمت کے ایسے ہیں کہ سوائے حدود و سیاست شرعیہ کے جن کا اجراء عمدہ داروں کو ناگزیر ہے کوئی اور سیاست نہیں کر سکتا۔ کوئی شہزادہ اور امیر و امیر زادہ جو کسی ولایت و صوبہ میں منتظم مہام ہے اس کا مقدور نہیں ہے کہ وہ بادشاہانہ باز پرس اور قہر و عتاب کے سبب سے کسی قتل کی جرأت کر سکے۔ جو جماعت کو تعزیرات اور عقوبات کی مستحق ہوتی ہے حکام و صوبہ داروں کی عرائض سے اور وقائع نگاروں کے

نوشتوں سے اس کی حقیقت حال پر بادشاہ کو اطلاع ہوتی ہے۔ بادشاہ شریعت کے موافق خود حکم سیاست صدور کرتا ہے تو مجرم قتل ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی عدالت کے سامنے وضیع وشریف وادنیٰ اعلیٰ باز پرس ومواخذہ کے لیے یکساں ہیں۔ حدود شرعیہ کے اجراء میں اعیان وامراو غنیا و فقراو بے نوا آپس میں متمیز نہیں ہوتے۔ جب کوئی عمائد شاہی میں سے مراتب خدمت ومراسم عبودیت میں کسی بُرے فعل زشت کا مرتکب ہوتا ہے تو بحکم آئین شاہی وقوانین فرماندہی اس کی گوشمالی واجب ہوتی ہے اس کی جزاء تقصیر کے موافق تعزیر ہوتی۔ خدمت سے معزول ہوتا ہے یا رتبہ عزت واعتبار سے اس سے لے لیا جاتا ہے یا منصب وجاگیر سے برطرف کردیا جاتا ہے۔ اگر چند روز کے بعد اس کا جرم عفو کے قابل ہوتا ہے تو وہ فضل وکرم وبخشائش ونوازش کا مورد ہوتا ہے۔ کل بندہائے بادشاہی اس طرح متنبہ ومتادب ہوتے ہیں اسی طرح بندہائے ناہنجار کے طوار واخلاق کی تہذیب ہوتی ہے بادشاہ عفو تقصیرات میں مصرعہ: ”در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست۔“ پر عمل کرتا ہے۔ جو امرا اور سردار بادشاہ سے برسر جنگ ہوئے ان سب کے قصور معاف کردیے۔ تمام تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کیسے کیسے تقصیر داروں کے قصور معاف کردیے۔ وہ سزا دینے میں نہایت متحمل ومتامل تھا۔ حیا وشرم ومردی اس قدر اُس میں تھی کہ کبھی کلمہ رکیک زبان پر نہ لایا۔ کوئی بات کسی کے منہ پر ایسی نہیں کہتا کہ جس سے دوسرا آدمی شرمندہ ہوتا۔ یا اُس کی ہتک عزت کا باعث ہوتا اور اس کے حال کی برائی ہوتی۔ اگر کسی کو زجر وملامت کے کلمے لکھتا تو اس کے ساتھ لطف آمیز اور عنایت خیز فقرے بھی تحریر کرتا۔

## عالمگیر کا بے مثال عدل وانصاف:

بادشاہ عدل وداد ایسی کشادہ پیشانی ونرم خوئی سے کرتا کہ ہر روز دو تین دفعہ استادہ ہو کر داد طلبوں کو بلاتا۔ وہ بے ممانعت بارگاہ معدلت میں جوق جوق آتے اور بادشاہ کی غایت توجہ کے سبب سے بغیر کسی خوف وہراس وہیبت ودہشت کے اپنا عرض مطلب کرتے اور اپنا انصاف پاتے۔ اگر وہ اپنے بیان کو بہت بڑھاتے اور خارجی باتیں بہت بناتے اور مبالغہ کرتے تو بادشاہ اصلا بے دماغ چیں بہ جبیں نہیں ہوتا۔ بارہا باریافتوں نے حضور سے عرض کیا کہ ایسے مستغیثوں کو جسارت نہیں دینی چاہیے تو فرمایا کہ ایسے کلمات کے سننے سے اور ایسے امور کی امثال کے واقع ہونے سے ہمارے نفس کو تحمل کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔



## عالمگیر کی حزم واحتیاط:

حزم سے مراد ہماری اس صفت سے ہے جس کے سبب سے آدمی دوسرے آدمیوں پر بے جا اعتبار نہیں کرتا۔ اورنگ زیب نے جو باپ سے سلوک کیا تھا اس کو وہ زندگی بھر میں ایک لحہ بھی نہیں بھولا۔ اس کو حزم واحتیاط کے سبب یہ اندیشہ رہا کہ کہیں میری اولاد بھی میرا حال وہی نہ کرے جو میں نے باپ کا کیا اس لیے وہ سارا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا۔ ہمیشہ اپنے افسروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں بدلتا رہتا کہ وہ ایک جگہ اپنی اقامت کے سبب سے اپنا تعلق ایسا نہ پیدا کرلیں کہ پھر اس کا توڑنا مشکل پڑے۔ سب سے زیادہ وہ اپنے بیٹوں کے حال احوال چال ڈھال سے بڑی اپنی احتیاط کرتا۔ آٹھوں پہر خفیہ نویس اور جاسوس ان کے پیچھے لگائے رکھتا۔ جب ان کو فوج کے ساتھ روانہ کرتا تو ان کے ساتھ اتالیق مقرر کرتا۔ ان کے سب کاموں کو اپنے قابو میں رکھتا مگر اس کے ساتھ ہی اپنے رقعات نصیحت آمیز اور شفقت انگیز تحائف کے ساتھ بھیجتا۔ بیٹوں میں شہزادہ معظم کو قید کیا اور قید سے چھوڑا تو کابل کی صوبہ داری پر اپنے سے بہت دور پھینکا۔ ذوالفقار کی تحریر سے بادشاہ زادہ کام بخش سے آشفتہ خاطر ہوا مگر اُس سے اُس کا دل بہت جلد صاف ہوگیا۔ اپنے لاڈلے بیٹے مرزا اعظم شاہ کا اُس نے اس طرح امتحان کیا کہ اس کو شکار میں ساتھ لے گیا اور اُس کے ساتھ کے آدمیوں کو راہ میں روکتا گیا۔ جب اس کے ساتھ آدمی نہ رہے تو اپنی بھری بندوق اس کے ہاتھ میں دی پھر ایک خیمہ میں لے جا کر ایک عجیب وغریب تلوار اس کو دکھائی جو خاندان میں بطور یادگار چلی آتی تھی۔ ننگی کرکے اس کے جوہر دکھائے۔ آپ خود گرمی کا بہانہ کرکے ننگا ہوگیا۔ غرض اس طرح خوب اس کا امتحان کرلیا اور اپنا اعتبار اس کے دل میں بٹھادیا تو اس کو رخصت کیا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ اس معاملہ کے بعد یہ شہزادہ باپ سے ایسا ڈرتا تھا کہ جب اس کا خط آتا تو اس کا چہرہ زرد ہوجاتا۔

## عالمگیر کی امورِ مملکت کی جزئیات پر نظر:

کوئی سرکار وصوبہ ایسا نہ تھا جس میں سوانح نگار جا بجا مقرر نہ ہوں وہ روزنامچہ لکھتے تھے اور یہ روزنامچے بادشاہ کی نظر سے گزرتے تھے۔ وہ جزئیات اور کلیات اور طور وطریقہ صوبہ داروں اور حکام ودع مال کے ادنے سے اعلےٰ تک بالکل حضور میں بھیجتے تھے۔ اور عدالت کے موافق وہ اپنے حسن عمل کے پاداش اور سوء کردار کے کیفر پاتے۔ ان واقعہ نویسوں کے سوا ایک معتمد خفیہ مقرر تھا۔

شخص کی اطلاع بغیر لکھتا۔ اگر واقعہ نگار اپنی کسی غرض کے سبب سے بعض سوانح وحقائق ملک دوسرے امور کی نگارش میں نفس الامر سے تجاوز کرتا تو معتمد مذکور کے نوشتے سے اصل حقیقت حال کھل جاتی۔ اس طرح کسی اہلکار کی بدوضعی اور بدکرداری چھپ نہیں سکتی تھی۔ شاید کوئی خیال کرے کہ بادشاہ کو ایسی جزئیات کی طرف متوجہ ہونا اس کو کلیات پر نظر کرنے سے محروم کرتا ہوگا۔ مگر اس بادشاہ کا یہ جوہر ہمیشہ زمانہ کو تعجب وحیرت دلائے گا کہ اس کی نظر جیسی جزئیات پر تھی ایسی ہی اعاظم امور ملکی اور کلیات مہمات پر توجہ تھی۔ وہ جزئیات کی تہہ میں ایسا جھٹ پٹ پہنچ جاتا تھا کہ اس کو کچھ توجہ ہی کرنی نہیں پڑتی تھی۔ ہر سرکار اور صوبہ سے سوانح نگار جو واقعات لکھ بھیجتے تھے ان پر بے تکلف ہدایتیں لکھا تا چلا جاتا تھا۔ امراء اور بادشاہوں اور سرداران کو معاملات ملکی کے باب کی تحریرات جو دبیران سلطنت پیش کرتے تھے ان کی اصلاح دے دیتا اور اپنے قلم سے کسی فقرہ کو لکھ دینا کچھ بات ہی اس کے نزدیک نہ تھی۔

## عالمگیر ہمت واستقلال کا پیکر:

بادشاہ فنون رزم آزمائی وسپہ آرائی ومراتب لشکر کشی وجہاں کشائی میں مہارت رکھتا تھا۔ حسن توکل وثبات واستقلال ایسا تھا کہ اپنے اعوان وانصار کی قلت اور دشمنوں کی کثرت پر خیال نہ کرتا۔ خدا کی عنایت کے بھروسہ پر اعتماد کرتا خواہ دشمنوں کا کیسا ہی ہجوم ہو وہ میدان رزم عرصہ کارزار سے منہ پھیرنا نہیں جانتا تھا۔ بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے لشکر کی جمعیت پراگندہ ہوگئی اور تھوڑے آدمی اُس کے پاس رہ گئے۔ اور دشمنوں کی افواج جمعیت وشوکت سے ہنگامہ آرائے کارزار ہوئی مگر اس بادشاہ خصم افگن ودشمن شکن نے استقامت وپائیداری ایسی اختیار کی کہ کوہ کی طرح سیلاب لشکر انبوہ سے اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حسن صبر وثبات وکمالِ ہمت وپردلی سے پرچم غلبہ واستیلاء کو بلند کیا اور مظفر ومنصور ہوا۔ یہ اس کی عادت میں داخل ہے کہ رزم وجنگ میں جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ اپنی سواری سے اتر کر طمانیت سے اس کو پڑھتا ہے۔ بادشاہ کا لشکر بلخ میں تھا اور عبدالعزیز خاں سے مقابلہ آرائے صف کارزار ہوا اور بلخ کی فوج نے جو مور ومار سے زیادہ تھی لشکر شاہی کو حلقہ میں کرلیا۔ عین ہنگامہ پیکار کی گرمی میں ظہر کی نماز کا وقت آیا باوجودیکہ بند ہائے ظاہر بیں نے منع کیا مگر وہ گھوڑے سے اُترا اور جماعت کا صف آرا ہوا اور فرض وسنت ونوافل کو کمال اطمینان سے ادا کیا۔ عبدالعزیز خاں نے جب یہ خبر شجاعت اثر سنی تو وہ اس استقلال پر ایسا متحیر ہوا کہ اس نے جنگ سے



ہاتھ اُٹھایا اور زبان سے کہا کہ ''باچنیں کے دار افتادن برافتادن است من استانس بالعدلم یستوحش من غیر اللہ'' (جو شخص خدا سے مانوس ہوا وہ غیر اللہ سے متوحش نہیں ہوتا) یہ ایک سعادت خداداد اُس میں تھی کہ ناملائم امور کے وقوع سے اُس کے چہرۂ احول پر ملال ظاہر نہ ہوتا اور سوانح مسرت بخش اور حصول مقاصد سے اس کے چہرہ سے فرحت وانبساط کے آثار نہیں ظاہر ہوتے۔ چنانچہ محاربات عظیمہ میں جب اس کو فتوح ہوتیں اور امرا اس کو مبارکباد دینے آتے تو وہ اس پر کچھ توجہ نہیں کرتا اور شگفتگی جو اس وقت کی فتوحات سے چہرہ پر ظاہر ہونی چاہیے وہ نہ ظاہر ہوتی۔ حاصل یہ کہ اوقات شدت ورضا ورنج وراحت واندوہ وشادی میں اس کا حال ایک دتیرہ پر رہتا اور مرغوبہ کی وقوع پر منعم حقیقی کا شکر وسپاس بجالاتا۔ اور مکروہات پر صبر وسکون وثبات نفس فرماتا۔ بشاشت وانبساط میں اس کا خندۂ حد تبسم سے نہیں گزرتا اور قہر وشورش جبلی کے وقت سوائے چیں بجبیں ہونے کی زیادہ عتاب نہ کرتا۔

## عالمگیر کی شجاعت، بہادری اور استقلال مزاج:

اس کی تاریخ کو اول سے آخر تک پڑھئے تو معلوم نہیں ہوتا کہ خدا نے اس کو کیا استقلال دیا تھا کہ کبھی اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ارادہ سے نہ ٹلا۔ چودہ برس کی عمر میں جب ہاتھی نے اپنی سونڈ سے اس پر کمند ڈالی تو اس نے اپنے گھوڑے سے ایسا چیل بند ڈالا کہ فیل کو مات کیا۔ جب شاہجہاں نے کہا کہ بیٹا ایسی جگہ اُڑا نہیں کرتے ہٹ جاتے ہیں تو اُس وقت بیٹے نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا غلام کو خدا نے ہٹنے کے لیے نہیں پیدا کیا۔

## پیرانہ سالہ میں بادشاہ کی ہمت مردانہ:

اکیاسی برس کی عمر میں اس کی ہمت واستقلال کو دیکھیے کہ قلعوں کے فتح کرنے کا اور دشمنوں کے شکار کرنے کا شوق ان پہاڑوں میں پیدا ہوا جن کی راہیں کاٹنا پہاڑ کاٹنے سے زیادہ مشکل تھا۔ پھر ان خیموں کے اندر گرمی اور برسات کے دنوں کا کاٹنا۔ کبھی فقط آسمان ہی کے شامیانے کے نیچے رات بسر کرنا اور اپنے شاہانہ مکانوں اور آرام گاہوں کا چھوڑنا اور پھر دشمنوں سے سینہ بہ سینہ بہادری سے لڑنا، چالیس چلنا اور روز فوج کشی کرنا اس صاحب کمال بادشاہ کا کام تھا۔ ان کوچوں اور مہموں میں جو اس پیرانہ سالی میں اس نے بے تکان وبے تکلف اُٹھائیں وہ اچھے جوان اور طاقتور سپاہیوں سے نہیں اُٹھ سکتیں۔ جن برساتوں میں وہ ان گرم ملکوں میں رہا ان میں طوفانوں نے کیا کیا تکلیفیں

اس کو پہنچائیں۔ جب وہ برسات میں کوچ کرتا تو دشوار گزار ندیوں اور غرقاب وادیوں اور دلدلی ریتوں اور تنگ تاریک و باریک راہوں میں گزرنے سے کیا دشواریاں پیش آتیں، کبھی ایسے مقاموں میں اقامت کرنی پڑتی کہ جہاں کھانے پینے کو مشکل سے میسر ہوتا تھا اور اکثر حادثات ایسے واقع ہوئے کہ بار برداری کے سارے جانور مشکلات کی بھینٹ ہوتے جن کے سبب سے فوج لنگڑی ہو جاتی۔ خیموں کے اندر کوچ اور مقاموں میں گرمی کی شدت سے نہایت تکلیف ہوتی تھی۔ گرمی کا موسم پانی کی کمیابی، پیاس کی شدت پانی کی قلت سمجھ لو کہ کیا مصیبت دکھاتی ہوگی۔ ان سب آفتوں پر ایک اور آفت وبا کی تھی۔ بعض اوقات وہ لشکر میں پھیل کر بادشاہی سپاہ پر ایسی دست اندازی وسفا کی کرتی تھی کہ دشمنوں کا مقدور نہ تھا کہ وہ کرتے وہ ہزاروں کی جان کا کھلیان کرتی اور دشمنوں کا بال بیکا نہ کرتی۔ مگر واہ عالمگیر تیرے اس استقلال پر قربان جائیے کہ آب و ہوا قحط ووبا سب نے تجھ پر وار کیے مگر تیری ہمت واستقلال نے سب کو ٹال دیا۔ کوئی محنت تجھ کو درماندہ اور کوئی مشقت تجھ کو افسردہ نہ کر سکی۔ ترس وبیم وخوف وہراس تیرے آس پاس ہو کر نہ گزرے۔ ان مصائب کے اوقات میں کوئی کارخانہ ایسا نہ تھا کہ جس پر اس کی توجہ نہ تھی۔ کوئی حصہ سپاہ کا اس کے حکم بغیر قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ جس وقت کسی فوج کے کوچ کا حکم دیتا تو ضرور اس کی منزلیں اور سفر کی ہدایتیں بھی خود لکھ کر یا لکھوا کر بھیجتا۔ اپنے افسروں سے قلعوں کے نقشے منگا تا اور ان کے وہ مقامات بتلاتا جہاں وہ حملہ کر کے فتح پاتے۔ دکن میں بیٹھا تھا۔ مگر اتر پچھم پورب کی خبر رکھتا تھا۔ وہاں کے حاکموں کے نام خطوط لکھتا اور فرمان جاری کرتا۔ پٹھانوں کو ناہموار ملکوں میں سڑکوں کے بنانے کے نقشے بتلاتا۔ ملتان اور آگرہ کے فسادوں کے مٹانے کی اور قندھار دوبارہ تسخیر کرنے کی تدابیر سوچ سوچ کر بتلاتا۔

## تقسیم اوقات:

بادشاہ صبح صادق سے پہلے اُٹھتا ہے اور وضو کر کے مسجد غسلخانہ میں جاتا ہے اور وقت نماز کا انتظار کرتا ہے۔ جب اس کا وقت آتا ہے تو نماز پڑھتا ہے۔ نماز کے بعد کلام مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ادعیہ ماثورہ اور اوراد وظائف معہودہ جو اس کو حق پرستوں نے بتائے ہیں پڑھتا ہے پھر وہ اپنی خلوت گاہ میں جو ایک نشیمن خاص ہے آتا ہے اور اپنے مقربوں کو بلاتا ہے اور سریر معدلت و دادخواہی پر بیٹھتا ہے۔ عدالت کے منتظم داروغہ دادخواہوں کو لاتے ہیں۔ خواہ وہ اہل دارالخلافہ و مردم حضور ہوں



یا دور دست بلاد وصوبوں کے ستم رسیدہ ہوں اور وہ اپنے وطنوں اور مسکنوں سے بادشاہ کے پاس عدالت کے لیے آئے ہوں۔ غرض ان کا استغاثہ وہ خود سنتا ہے۔ قضایا اشرعیہ موافق شریعت کے فیصلے کرتا ہے اور مراتب عرفیہ کی تنقیح و تشخیص موافق قوانین سلطنت کرتا ہے۔ جن کا استغاثہ مسکینی و فقیری کا ہوتا ہے ان کو خزانہ سے روپیہ دیا جاتا ہے۔ بعد اس کے اکثر اوقات بادشاہ اپنے شبستان میں اور بعض اوقات منظر جھروکہ میں بیٹھتا ہے۔

## جھروکہ درشن میں بیٹھنا:

جھروکہ درشن کے نیچے کے میدان میں ایک خلعت انبوہ پر صنف و گروہ کی جمع ہوتی ہے۔ بے مانع و مزاحم بادشاہ کو دیکھتی ہے (اس درشن کو بادشاہ نے موقوف کر دیا) اسی میدان میں بادشاہ لشکر کو دیکھتا ہے۔ جمعہ کو وہ جامع مسجد میں جاتا ہے تو قلعہ کے نیچے میدان میں بعض امراء اپنے تابینیوں کا ملاحظہ کراتے ہیں اور سرکار خاصہ کے فیل خانہ کے متصدی مست ہاتھیوں کو جن کا دیوان خاص و عام میں لانا دشوار ہے بادشاہ کو جھروکہ کے نیچے دکھاتے ہیں اور کبھی بعض ہاتھیوں کو گھوڑے کے پیچھے دوڑاتے ہیں تا کہ میدان جنگ میں گھوڑوں اور سواروں پر دوڑنے کی مشق ہو۔ کبھی بادشاہ ہاتھیوں کی کشتی بھی دیکھتا۔ غرض اس جلوہ گاہ میں دو گھڑی اور کبھی اس سے بھی کم بیٹھتا ہے اور یہاں سے اُٹھ کر ایوان چہل ستون خاص و عام کے جھروکہ میں بیٹھتا ہے اور اس میں امور عظیم ملکی و کلیات مہمات مالی میں مشغول ہوتا ہے اور بخشیانِ عظام کی وساطت سے امراء و منصب داروں کے لیے مراتب معاملات اور مہام عرض کیے جاتے ہیں اور ایک جماعت تفویض خدمات و اضافہ مناصب اور عطایا اور مراتب سے کامیاب ہوتی ہے یا بعض اس آدمی کی بندگی سے تازہ سربلندی پاتے ہیں اور رسم تسلیم کی تقدیم کرتے ہیں۔

## عمال اور افسروں کو خلعت وانعام دینا:

ایک گروہ صوبوں اور بیرونی خدمتوں پر تعین ہوتا ہے۔ خلعت ملتے ہیں اور رخصت ہوتے ہیں اور دولت خدمت اور اضافہ منصب کے امیدوار روبرو ہوتے ہیں اور اپنی شائستگی کے موافق اپنے مطالب پر فائز ہوتے ہیں۔ گروہ برقنداز جو عبارت سوار تفنگچیوں سے ہے خواہ منصب دار خواہ احدی اور فرقۂ احدیان تیر انداز بوساطت میر آتش و بخشی احدیوں کے موقف عرض میں پہنچتے ہیں اور بادشاہ ان کو دیکھتا ہے اور مقربان بارگاہ اور امیران درگاہ کے وسیلہ سے صوبہ داروں کی اور ہر صوبہ د

سرکار کے متصدیوں کی عرائض اور ان کی پیش کش محل عرض میں آتی ہیں۔ خدمت عرض مکرر کا متصدی احکام شاہی جو درباب منصب و جاگیر اور مراتب مہمات اور اقسام معاملات میں صدور ہوتے ہیں مکرر عرض کرتا ہے اور ہر روز اختہ بیگی کچھ گھوڑے و ہاتھیوں کا داروغہ کچھ ہاتھی آراستہ کر کے روبرو کرتا ہے۔ اگر کوئی گھوڑا یا ہاتھی زبوں اور لاغر ہوتا ہے تو اُس کے متکفل معرض عتاب اور بازخواست میں آتے ہیں اسپان داغی اور تابینیوں اور منصب داروں کو داروغہ داغ و تصحیح دکھاتا ہے۔ اگر کوئی گھوڑا اور سوار نظر میں زبوں معلوم ہوتا ہے تو اس کو رد کرتا ہے۔ تابین باشی معرض عتاب میں آتا ہے اس ایوان میں غرض کلیات امور وعظائم مطالب جمہور کا انتظام ہوتا ہے چار پانچ گھڑی اس کام میں بادشاہ مشغول رہتا ہے۔ دوپہر سے پہلے بادشاہ اس ایوان سے اُٹھ کر خاص غسل خانہ میں جاتا ہے یہاں دوپہر تک وہ رہتا ہے اکثر اعیان دولت وارکان سلطنت ومتصدیان مہمات اور اہل خدمات اور ایک گروہ گرزبرداروں کا اور اہل خاص چوکی اور ایک جماعت چیلوں اور قورچیلوں کی اور ان آدمیوں کی جن کا ہونا ضروری ہے شرف بار پاتے ہیں اور دیوانیان عظام اور بخشیانِ ممالک نظام ومتصدیان مہام بیوتات کارخانہ جات کے داروغے اور ارباب خدمت جن کو عرض کی اجازت ہوتی ہے مطالب ومہمات کلی وجزوی نوبت بنوبت معروض کرتے ہیں اور ان کے جواب بادشاہ ارشاد کرتا ہے۔ صدرالصدور اہل استحقاق و نیازمندوں کو جوق جوق بادشاہ کی نظر کے سامنے لاتا ہے اور ان کے احوال کو عرض کرتا ہے اور یہ گروہ اپنے نصیبہ کے موافق تعین وظائف اور عطائے اراضی مدد معاش اور انعام نقود سے کامیاب ہوتے اور صوبہ داروں اور حکام اطراف کی عرائض اس محفل باریافتگان قرب کی وساطت سے بادشاہ کی نظر سے گزرتیں۔ بعض کو بادشاہ خود پڑھتا اور بعض کو اوروں سے سنتا۔ جو شاہی احکام ہوتے ان کو دستور منشیوں کو لکھنے کے لیے کہتا، ان کے مسودے بادشاہ کی نظر سے گزرتے وہ ان کی اصلاح کرا دیتا۔

## قانون کے مسودے کا بادشاہ گہری نظر سے مطالعہ کرتا:

جب جلیل القدر منشور لکھے جاتے تو دستور اعظم ان کو نظر سے پہلے گزارتا۔ بعض فرمانوں پر وہ اپنے ہاتھوں سے کچھ سطریں لکھ دیتا۔ ہر صوبہ و سرکار کے جو سوانح نگار اطراف کے نوشتے بھیجتے بادشاہ ان کو سنتا۔ بعض اوقات جانوران شکاری باز و جرہ و شاہین و چرغ و بحری دیوز وغیرہ خوش بیگی و قراول بیگی ملاحظہ کراتے۔ بعض اوقات اصطبل سرکاری کے متصدی بعض پری چہرہ گھوڑوں کو



آراستہ کر کے ملاحظہ کراتے اور ان کو صحن غسلخانہ میں چابک سوار پھراتے۔ اسی مجلس میں داروغہ عدالت مستغیثوں اور دادخواہوں کو حاضر کرتا اور عرضِ احوال ومطالب گزارش کرتا۔ بادشاہ ان کی داد رسی کرتا۔ ایام ہفتہ میں سے چہارشنبہ کو خاص عدالت کے لیے مقرر کیا تھا۔ جس میں وہ دیوان خاص و عام میں نہیں بیٹھتا۔ تمام متصدیان عدالت و قاضی عساکر و مفتی و فضلاء و علماء و ارباب عمائم و شحنگان شہر محفل میں غسل خانہ میں حاضر ہوتے اور بادشاہ تمام وقت عدل پروری و دادگستری میں مصروف ہوتا۔ جن آدمیوں کی یہاں ضرورت نہ ہوتی وہ بار نہ پاتے۔ دوپہر تک بادشاہ ان شغلوں میں مصروف رہتا۔

## عدل گستری کے بعد محل میں جانا اور دیگر مصروفیات:

پھر یہاں سے اُٹھ کر محل میں جاتا۔ اور وہاں قلیل کھانا کھاتا اور قیلولہ کرتا۔ ظہر کی نماز سے پہلے اُٹھتا اور مسجد میں جاتا۔ دو نفل پڑھتا اور جانماز پر بعد اُس کے بیٹھا رہتا۔ تسبیح پڑھتا رہتا۔ جب نماز کا وقت آتا تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا۔ پھر خلوت خانہ میں جاتا اور عصر کے وقت تک وہیں رہتا۔ قرآن شریف کی تلاوت و کتابت کرتا اور مسائل دینی و مطالعہ کتب اور عارفوں کے رسالوں کو پڑھتا۔ کبھی کبھی بڑے امیروں کو مصالح ومہمات ضروریہ کے لیے بلا لیتا۔ اور بعض دادخواہوں کی اور مظلوموں کی التماس کو سن لیتا ان کا جواب دے دیتا۔ کبھی کبھی بادشاہ کے حرم سرائے میں سے بیگمیں آجاتیں اور مستورات محنت زدہ و بیویوں و یتیموں کو حال عرض کرتیں۔ ہر ایک اپنے حال کے موافق عطائے شاہی سے کامیاب ہوتا۔ جب عصر کی نماز کا وقت آتا تو پھر غسلخانہ کی مسجد میں آتا۔ بعض مہمات ملک و دولت عرض ہوتیں اور صبح کے وقت کی طرح یہاں امراء کورنش بجالاتے۔ امراء اور منصب دار جن کی چوکی ہوتی حاضر ہوتے۔ دستور کے موافق ان کو قور دیے جاتے۔ جب شام کے وقت موذن اذان دیتا تو بادشاہ سب کاموں کو چھوڑ کر اذان سنتا اور مسجد میں جا کر نماز پڑھتا اور دو گھڑی تک وظائف و اوراد میں گزارتا پھر نشیمن غسلخانہ میں آتا اور امور ملک و مال میں مشغول ہوتا۔ اس وقت وزیر اعظم مہمات کلیہ و جزیہ دیوانی کو عرض کرتا۔ جواب و احکام سنتا۔ جب چار گھڑی رات جاتی اور عشاء کی اذان ہوتی تو بادشاہ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا اور غسلخانہ سے اکثر آدمیوں کو رخصت کر دیتا۔ آرام گاہ خاص میں جاتا۔ روز پنجشنبہ کو دیوان خاص و عام میں اول روز کے دیوان پر اکتفا کرتا اور غسلخانہ کے دیوان آخر روز کو موقوف کرتا۔ اس دن بادشاہ اس

وقت کو عبادت میں بسر کرتا اور وظائف پڑھتا رات دن میں بادشاہ ایک پہر سے زیادہ نہ سوتا تھا۔ رات کو یادالٰہی کرتا تھا۔

## اورنگ زیب کی ذاتی اور اس کے عہد کی تصنیفات:

اورنگ زیب کے رقعات بھی ایک دفتر دانش ہے۔ اس کے رقعوں میں احادیث و آیات قرآنی و اشعار اساتذہ قابل تحریر ہیں۔ اس کے مختلف نسخے قلمی اور مطبوعہ درس میں جاری ہیں۔ اُس کے رقعوں کے تین مجموعے موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں: ''کلمات طیبات'' جس کو اس کے میر منشی عنایت اللہ خاں نے مرتب کیا۔ دوم ''رقائم کرائم'' جس کو دوسرے میر منشی نے ترتیب دیا۔ تیسرے ''دستور العمل آگاہی'' جو اس کے مرنے کے 38 برس بعد مرتب ہوا۔ پہلے دو مجموعے اس کے خود ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودے تھے جو اُس نے میر منشیوں کو نقل کے لیے دیے تھے۔ تیسرا مجموعہ بھی اس قسم کا تھا اس میں ترتیب اور تاریخ کا پتا نہ تھا اور اختصار کے باعث اور ان مضمونوں کی ناآشنائی کی وجہ سے جن پر اشارے اور کنائے کیے گئے تھے وہ مبہم ہی رہے۔ آداب عالمگیری میں قابل خاں نے بہت سے مکتوبات اورنگ زیب کے جمع کیے ہیں اور ایسے ہی مکتوبات عالمگیری کا حال ہے۔ اس کے زمانہ کی عمدہ تصنیفات یادگار روزگار ''فتاویٰ عالمگیری'' ہے جس کا بیان اوپر کیا گیا۔

## تاریخ عہد سلطنت عالمگیری:

پہلے دستور یہ تھا کہ مورخ بادشاہوں کی تاریخیں اور روزنامچے لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بادشاہ کے عہد میں بھی منشی محمد کاظم بن محمد امین نے عالمگیر نامہ لکھا جس میں دس سال کی سلطنت کا حال بالتفصیل لکھا ہے اور یہی معتبر تاریخ سلطنت دَہ سالہ کی ہے۔ مگر بادشاہ نے اس کے بعد اپنے زمانہ کی تاریخ لکھنے کی سخت ممانعت کر دی کہ کوئی شخص نہ لکھے اب اس کا سبب مآثر عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے کہ بادشاہ بنائے باطن کی تاسیس کو آثار ظاہر کے اظہار پر مقدم جانتا تھا اس لیے اس نے اپنی عہد سلطنت کی تاریخ نویسی کی ممانعت کر دی۔ کوئی سبب اس کا یہ بیان کرتا ہے کہ عالمگیر ایک معجون مرکب شجاعت و فطنت و عناد و عصبیت کا تھا۔ شجاعت اور فطنت کے سبب سے تو اس سے وہ کام صادر ہوتے تھے جو بادشاہان عالی مقدار کو شایاں ہیں مگر عناد اور عصبیت کی وجہ سے وہ افعال ظہور میں آتے تھے جو عظیم الشان بادشاہوں کو زیبا نہیں ہیں۔ اس لیے اس نے عقلمندی سے تاریخ لکھوانی بند کر دی کہ اس کے یہ کام زمانہ کے یادگار نہ رہیں۔



## خافی خاں کی تاریخ ''منتخب اللباب'' پر تبصرہ:

مگر باوجود بادشاہ کی اس ممانعت کے اس کی سلطنت کے حالات میں چند تاریخیں لکھی گئیں۔ جن میں سے ایک خافی خاں کی تاریخ ہے جو اہل یورپ کے ہاتھ میں اورنگ زیب کی بدکاریاں بیان کرنے کے لیے دستاویز ہے۔

ہمیشہ سے سنی و شیعوں کے درمیان معاندت و مخالفت چلی آتی ہے جس کے سبب سے وہ ایک دوسرے کی نیکیوں کو نہیں دیکھ سکتے یا ان کو وہ نیکیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ غرض دونوں فریق ایک دوسرے کے حالات کو معاندت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نیکیوں کے بیان کرنے میں کنجوس ہیں اور بدیاں کھود کھود کر نکالتے ہیں۔ ان دونوں فریق کے طرز تحریر میں یہ فرق ہے کہ اہل سنت کی تحریر میں تقیہ نہیں ہوگا اور شیعوں کی تحریر میں تقیہ ہوگا۔ خافی خاں شیعہ ہے اس کی تحریر عجیب تقیہ آمیز ہے۔ اس کی تاریخ کوئی بغور پڑھے تو کسی مغلیہ بادشاہ کی نسبت نیک خیالات پیدا نہ ہوں۔ وہ ان کے نیک کاموں کی تعریف کر کے ایک بات ایسی لکھ دے گا جس سے وہ نیکیاں خاک میں مل جاتی ہیں۔ اگر بادشاہ نے کوئی اچھا قانون جاری کیا تو اس کو لکھ کر تعریف کرے گا مگر یہ لکھے گا کہ وہ عمل میں نہیں آیا۔ اورنگ زیب نے بہت سے محصول معاف کیے۔ مگر دارالخلافہ میں اور اس کے گرد اُن کی تعمیل ہوئی اور باقی مقاموں میں ان کے سبب سے زیادہ ظلم و ستم ہونے لگا وہ ایسا متعصب شیعہ ہے کہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایران کے صفوی خاندان کے بادشاہ جو دائم الخمر رہتے تھے انھوں نے بھی دشمنوں سے وہ سلوک نہیں کیا جو اس بادشاہ دیندار اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ کیا۔ وہ طعن و تشنیع و تبرا کرنے میں ایسا کمال رکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرانسیسی زبان پڑھا ہوا ہے جس میں ایسے مضامین بڑے لطافت و ظرافت سے ادا کیے جاتے ہیں۔ یہ فرانسیسی طرز اُس نے اپنی فارسی زبان میں خرچ کی ہے۔

## وسعت مملکت:

مملکت جس پر بادشاہ بلاواسطہ سلطنت کرتا تھا اس کی شمالی حد ازبکوں کی سلطنت یعنی خیوا اور بخارا کے خانات تک تھی۔ جنوب میں اس کی سرحد وہی تھی جو اب برٹش گورنمنٹ کے احاطہ بمبئی اور مدراس کی ہے۔ مشرق میں پوری تک جو اڑیسہ میں ہے اور مغرب میں سومنات تک جو گجرات میں ہے۔

## محاصل ملکی کا احوال:

اس زمانہ میں انگریزی تاریخوں میں اور اخباروں میں بڑی بحثیں اس بات پر ہوتی ہے کہ رعایات سے محصولات برٹش گورنمنٹ میں زیادہ لیے جاتے ہیں یا سلطنت اسلامیہ میں لیے جاتے تھے۔ اس میں انگریزی محققین تمام حسابوں کو لگا کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ سلطنت اسلامیہ میں رعایا کی گردن پر محصولات کا زیادہ بار تھا۔ برٹش گورنمنٹ سے محصول کم لینے والی سلطنت ہندوستان میں اب تک نہیں ہوئی۔ اس کی مخالفت میں یہ کہا جاتا ہے کہ سلطنت اسلامیہ جو رعایا سے محصول لیتی تھی کنویں سے پانی نکال کر کھیت اور باغ میں دے دیتی تھی نہ کسی دوسرے ملک کو لے جاتی تھی نہ اپنے خزانوں میں جوڑ کر رکھتی تھی۔ غرض یہ ایک بحث ایسی طول طویل ہے جس کے موافق اور مخالف دلائل سے ہزاروں صفحات کے منہ کالے ہوئے ہیں میرے نزدیک مغربی اور مشرقی سلطنتوں کی آمدنی اور خرچوں کے طور اور طریقے سب جداگانہ ہیں کہ ان کا حساب لگا کر مقابلہ کرنا اور اس کا نتیجہ نکالنا محقق کی میلان طبع پر موقوف ہے جو انگریز نتیجہ نکالتے ہیں۔ اس کے برعکس ہندوستانی محاصل کا حساب ہے اس تحقیق میں اب سلطنت اسلامیہ کے محاصل سلطنت کے حساب میں دو دقتیں پیش آتی ہیں۔ اول سکوں کی قیمت کی تشخیص میں دوم محاصل کی تفصیل میں کہ کس قدر یہ محاصل زمین کی جمع سے لیا جاتا تھا اور کتنا سائر ابواب سے۔ وہ بالاجمال تو ہندوستانی اور انگریزی تواریخ میں تحریر ہیں اور بالتفصیل دونوں کی تحقیق و تشخیص کی گئی۔ 1594ء سے 1707ء تک روپیہ کی قیمت انگریزی سکوں میں بحساب اوسط 2 شلنگ اور 2 پنس تحقیق ہوئی ہے جو ہندوستان کے ایک روپیہ 2 کے برابر ہے۔ جو روپیہ بہت گھس گھسا گیا ہو اس کی قیمت ایک روپیہ اور جو پورے وزن میں نیا روپیہ ہو وہ ایک روپیہ 3/ کا اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ پہلے حساب دام میں ہوتا تھا اور دہ روپیہ کا ایک چالیسواں حصہ یعنی چالیس دام کا ایک روپیہ ہوتا تھا۔ غرض اس حساب سے تحصیل مالگزاری کی تفصیل یہ ہے اس روپیہ کی قیمت وہ سمجھنی چاہیے جو اوپر بیان ہو چکی:

| نام بادشاہ | سنہ | روپیہ | سند |
|---|---|---|---|
| اکبر | 1594 | 186400000 | ابوالفضل |
| // | 1605 | 196300000 | دی لایٹ |
| جہانگیر | 1627 | 196800000 | پادشاہ نامہ |
| شاہجہاں | 1628 | 187500000 | محمد شریف |
| // | 1648 | 247500000 | پادشاہ نامہ |
| // | 1655 | 300800000 | سرکاری نقشہ |
| اورنگ زیب | 1660 | 254100000 | برنیر |
| // | 1666 | 267000000 | تھیونوٹ |
| // | 1667 | 308500000 | بختاور خاں |
| // | // | 401000000 | نقشہ جات سرکاری |
| // | 1697 | 435500000 | منکی |
| // | 1707 | 339500000 | رومیوسیو |



ان دو آخر سنوں کی تفصیل صوبہ وار یہ ہے:

ملک کی جمع (یعنی زمین کی پیداوار سے آمدنی جو بادشاہ کو دی جائے)

زمین کی جمع:

1697ء تا 1707ء

| نمبر | نام صوبہ | آمدنی روپیہ | نمبر | نام صوبہ | آمدنی روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| 1 | دہلی | 12550000 | 1 | دہلی | 30548753 |
| 2 | آگرہ | 22203550 | 2 | آگرہ | 28669003 |
| 3 | لاہور | 23305000 | 3 | اجمیر | 16308634 |
| 4 | اجمیر | 21900000 | 4 | الہ آباد | 11413581 |
| 5 | گجرات | 23395000 | 5 | پنجاب | 20653302 |
| 6 | مالوہ | 99062505 | 6 | اودھ | 8058195 |
| 7 | بہار | 12150000 | 7 | ملتان | 5361073 |
| 8 | ملتان | 5025000 | 8 | گجرات | 15196228 |
| 9 | ٹھٹھہ (سندھ) | 6002000 | 9 | بہار | 10179025 |
| 10 | بکر | 2400000 | 10 | سند | 2295420 |

| 11 | اڑیسہ | 5707500 | 11 | دولت آباد | 25873627 |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| 12 | الہ آباد | 7738000 | 12 | مالوہ | 100097541 |
| 13 | دکن | 16204750 | 13 | برار | 153506025 |
| 14 | برار | 15807500 | 14 | خاندیس | 11215750 |
| 15 | خاندیس | 11105000 | 15 | بیدر | 9324359 |
| 16 | بگلانہ | 6885000 | 16 | بنگال | 13115906 |
| 17 | نندی(ماندیو) | 7200000 | 17 | اڑیسہ | 3570500 |
| 18 | بنگال | 40000000 | 18 | حیدرآباد | 27834000 |
| 19 | اجین | 200000000 | 19 | بیجاپور | 26957625 |
| 20 | راج محال | 10050000 | | میزان کل | 292023147 |
| 21 | بیجاپور | 50000000 | 20 | کاشمیر | 5747734 |
| 22 | گول کنڈہ | 50000000 | 21 | کابل | 40025983 |
| | میزان کل | 379534552 | | میزان کل | 301796864 |
| 23 | کاشمیر | 3505000 | | | |
| 24 | کابل | 3207250 | | | |
| | میزان کل | 386246802 | | | |

ان رقموں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کی آمدنی ترقی پر تھی۔ 1655ء میں افزائش جمع کی وجہ ممالک دکن کی آمدنی تھی اور 1660ء اور 1707ء میں آمدنی محاصل زمین کی کمی کی وجہ وہ فسادات میں جو 1658ء میں اورنگ زیب کی تخت نشینی کی بابت ہوئے اور بعد اس کے قحط ہوا اور دکن کی لڑائیوں کے نقصان ہیں جو اورنگ زیب کی موت سے پہلے 1707ء میں ہوئے۔

## شاہی محصول میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا:

سلاطین مغلیہ کی آمدنی زمین کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بالاستقلال افزائش ہوتی رہی۔ اکبر کے آخر عہد میں اُنیس کروڑ کی آمدنی تھی۔ اورنگ زیب کے عہد میں وہ چالیس کروڑ روپیہ کے قریب ہوگئی۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ آمدنی محاصل زمین کی پیداوار سے تھی اور اس



آمدنی میں وہ خراج بھی داخل ہے جو سلاطین مغلیہ 1600ء میں اُنیس کروڑ 1700ء میں 43 کروڑ کے قریب سرف زمین کا محصول لیتے تھے۔ بادشاہ اگرچہ کل زمین کا مالک تھا مگر وہ زمین کی پیداوار کا تہائی حصہ لیتا تھا۔ اکبر نے، جو سررشتہ زراعت کا قائم کیا اور میعادی بندوبست جدید کیا اور زمین کی پیمائش کی اور اس کی پیدوار کے موافق جمع شاہی مقرر کی یہی قوانین اورنگ زیب کے آخر زمانہ تک جاری رہے مراۃ عالم میں بختاور خاں یا محمد لقا نے لکھا ہے کہ جمع 9241716082 دام تھی۔ جس میں سے 1727981351 دام خالصہ کے تھے یعنی خزانہ شاہی میں داخل ہوتے تھے اور باقی 7513734731 دام جاگیرداروں اور منصب داروں وغیرہ کو دیے جاتے تھے۔ زمین کے محصول کی آمدنی کا حساب تو آسان ہے مگر سائر ابواب کے محصول کا حساب کرنا نہایت دشوار ہے اس لیے کہ یہ ابواب ہمیشہ بدلتے رہتے تھے۔ 38 طرح کے جو محصول اکبر نے معاف کر دیے تھے جن کی تفصیل آئین اکبری میں لکھی ہے اور پھر اورنگ زیب نے بہت سے محصول معاف کیے نئے مقرر کیے۔ جزیہ پانچ فیصدی ہندوؤں پر اور زکاۃ ڈھائی فیصدی مسلمانوں پر مقرر کی جس سے آمدنی بہت بڑھ گئی ہوگی۔ 1675ء میں 26 ہزار روپیہ جزیہ کا صرف شہر برہان پور سے وصول ہوا مگر یہ امر نہایت مشتبہ ہے کہ یہ جزیہ اور زکاۃ وصول بھی کی گئی۔ امیر بڑی بڑی نذریں دیتے تھے اور بیش بہا خلعت پاتے تھے اس کا حساب بھی کچھ نہیں ہوسکتا کہ بادشاہ کو ان نذروں کے اور خلعت دینے میں کچھ بچتا تھا یا خرچ ہوتا تھا۔ کل آمدنی کی تفصیل ہندوستانی تاریخوں میں نہیں ہے۔ مگر فرنگیوں نے قیاس سے اناپ شناپ بیان کیا ہے۔ ولیم ہائنس جو 1609ء سے 1616ء تک ہندوستان میں رہا وہ لکھتا ہے کہ بادشاہ کی آمدنی پچاس کروڑ روپیہ سالانہ تھی۔ کیٹ رو بیان کرتا ہے کہ 1691ء میں بادشاہ کی آمدنی فقط زمین کی پیداوار سے ساڑھے بیتالیس کروڑ روپیہ کی تھی اور اس کے علاوہ اور آمدنیاں محصول کی تھیں۔ بندر سورت کے محصول کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ اور ٹکسال وغیرہ کی آمدنی گیارہ لاکھ روپیہ کی تھی۔ ڈاکٹر جیمیلی کیری جس نے اورنگ زیب سے 1695ء میں ملاقات کی وہ بیان کرتا ہے کہ بادشاہ کو اپنے موروثی ملک کی آمدنی اسّی کروڑ روپیہ کی ہے اس حساب سے سائر ابواب کی آمدنی زمین کی جمع سے بھی زیادہ تھی۔ ان بادشاہوں کی آمدنیاں ساری ایک ہاتھ میں آتی تھیں اور دوسرے ہاتھ میں خرچ ہو جاتی تھیں۔ لاکھوں سپاہی تھے ان کے افسروں اور منصب داروں اور جاگیرداروں اور صدہا طرح کے

ملازموں میں یہ آمدنیاں خرچ ہوتیں۔ اگر امیروں کی تنخواہوں کا حساب لگاؤ تو وہ کروڑوں روپیہ کا ہوگا۔ سلاطین مغلیہ میں شاہجہان کے خزانہ میں کبھی چھ کروڑ روپیہ سے زیادہ جمع نہ ہوا اور اورنگ زیب تیرہ لاکھ روپیہ خزانہ میں چھوڑ کر مرا۔ سلاطین مغلیہ میں تیمور سے لے کر آخر تک کسی کو روپیہ جمع کرنے کا شوق نہیں ہوا۔ آمدنی خرچ برابر رکھتے تھے۔ اور طامسن صاحب بادشاہوں کی آمدنی کا نقشہ یہ لکھتے ہیں:

| نمبر | نام بادشاہ | زمین کا محصول | کل آمدنی |
|---|---|---|---|
| 1 | فیروز شاہ تغلق 1351ء سے 1388ء | — | 68500000 روپیہ |
| 2 | بابر 1526ء سے 1530ء | 26000000 | — |
| 3 | اکبر 1593ء | — | 320000000 |
| 4 | اکبر 1594ء | 16574388 | — |
| 5 | اکبر 1605ء | 174500000 | — |
| 6 | جہانگیر 1609ء، 1611ء | — | 500000000 |
| 7 | جہانگیر 1628 | 175000000 | — |
| 8 | شاہجہان کا اول زمانہ | 220000000 | — |
| 9 | شاہجہان کا پچھلا زمانہ۔ | 360000000 | — |
| 10 | اورنگ زیب | 387190000 | 774388000 |



# شہنشاہ عالمگیر

ہم نے عالمگیر کے خصائل کا بیان عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری سے نقل کیا ہے جو بالکل سچا معلوم ہوتا ہے۔ خافی خاں کے بیان کو پایۂ اعتبار سے ساقط جانتا ہوں جس کا سبب میں نے اوپر بیان کردیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"کہ اولاد تیمور میں بلکہ دہلی کے بادشاہان سلف میں بحسب ظاہر ایسا بادشاہ کہ عبادت و ریاضت وعدالت گستری میں ممتاز ہو سکندر لودھی بادشاہ کے بعد جس کی صفات حمیدہ جلد اول میں گزارش ہوئی ہیں کمتر دوسرا بادشاہ سریر آرا ہوا ہے، وہ شجاعت و بردباری اور رائے صائب میں بے نظیر تھا لیکن اس سبب سے کہ رعایت شرع کی پاسداری کرتا تھا سیاست کو کام میں نہیں لاتا تھا اور ملک کا بندوبست بے سیاست صورت نہیں پکڑتا تھا اور امراء میں بسبب ہم چشمی کے نفاق تھا جو تدبیر و منصوبہ کام میں آتا کمتر پیش رفت ہوتا۔ ہر مہم کو طول ہوتا اور آخر نہ ہوتی۔ باوجودیکہ نوے برس کی عمر ہوئی مگر اس کے حواس خمسہ میں فرق نہیں آیا۔ سماعت میں خلل کچھ ہو گیا تھا مگر وہ دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا تھا۔ شب اکثر بیداری عبادت میں بسر ہوتی۔ اکثر لذات جو لازم و ملازم بشریت ہیں ان کو چھوڑ دیا تھا۔

## خافی خان دوست نما دشمن تاریخ نویس:

اس مورخ کی تعریف کرنی ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کے حسن کی بڑی تعریف کرے اور بعد اس کے تلوار سے گلا کاٹ ڈالے۔ یہ جو اس نے لکھا ہے کہ وہ سیاست نہیں رکھتا تھا اس لیے اس کے کام ادھورے رہتے تھے بالکل غلط ہے۔ کیا اس نے گول کنڈہ و بیجاپور کو نہیں فتح کیا؟ کیا اس نے بگڑے ہوئے راجپوتوں کو اپنے عہد میں دبائے نہیں رکھا؟ مرہٹوں کو ایک دفعہ کیا اس نے ستیاناس نہیں کردیا؟ اگر وہ زندہ رہتا تو کیا مرہٹوں کا سر نہ کچلتا آسام کے راجہ سے کیا اُس نے پیشکش نہیں لی اور اس کے ملک کا حصہ نہیں لیا اس کے بعد جو سلطنت میں خرابی پھیلی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ سلطنت کو ایسا وسیع کر گیا تھا کہ کوئی اسی جیسا جانشین ہوتا تو اس کو سنبھالتا۔ ہم اس کے خیالات جو بادشاہ کے فرائض کے اور اولاد کی تعلیم اور نفس تعلیم کے باب میں تھے ڈاکٹر برنیر کے سیاحت نامہ کے ترجمہ سے اصل سے مقابلہ کر کے لکھتے ہیں۔

## اولاد کی تعلیم کے باب میں عالمگیر کے خیالات:

عالمگیر اپنے تیسرے بیٹے اکبر کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا اس کے واسطے اتالیق مقرر کرنے کے لیے اپنے اراکین سلطنت اور علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنی بڑی آرزو یہ ظاہر کی کہ میں اس نوعمر لڑکے کی تعلیم و تربیت ایسی چاہتا ہوں کہ وہ بڑا لائق و فائق ہو۔ بادشاہ سے زیادہ کوئی اس امر کو نہیں جانتا تھا کہ یہ امر ضروری ہے کہ شہزادوں کے دلوں میں وہ مخازن مفید علوم کے ہوں جس سے وہ قوموں پر حکمرانی اور فرمانروائی کے قابل ہوں۔

اس کا قول ہے کہ جیسے وہ بلند مرتبگی اور قدرت میں اوروں پر فضیلت رکھتے ہیں ایسے ہی وہ فرزانگی اور نکوکاری میں افضل ہوں۔ وہ خوب واقف ہے کہ ایشیا کی سلطنتوں پر جو آفتیں اور بلائیں پڑتی ہیں اور ان میں بدعملی اور بے انتظامی پاؤں پھیلاتی ہے اور جس سے وہ آخر کار برباد اور تباہ ہو جاتی ہیں اس کا سبب یہی دریافت ہوگا کہ بادشاہوں کی اولاد کی تعلیم مضر اور ناقص ہوئی ہے۔ وہ بچپنے ہی سے روس، سرکیشیا، منگ ریلیا (مغولستان) اور گرجستان (جارجیا) اور حبش کی عورتوں اور خواجہ سراؤں کی صحبت میں پرورش پاتے ہیں۔ وہ اپنے سے بڑے کے آگے فروتنی اور چاپلوسی کرتے ہیں۔ اپنے سے چھوٹوں کے اوپر ظلم توڑتے ہیں اور غرور سے پیش آتے ہیں۔ جب یہ شہزادے تخت نشین ہوتے ہیں اور محل کی چار دیواری سے باہر آتے ہیں تو وہ اپنے فرائض منصبی سے جو اس حالت کے لیے لازم ہیں بالکل جاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنی حیات کی تماشا گاہ میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ کسی اور ہی دنیا سے آئے ہیں یا اول ہی اول کسی تہ خانہ سے نکلے ہیں جو احمقوں کی طرح اپنے گرد کی ہر چیز کو حیرت سے دیکھتے ہیں۔ یا تو وہ بچوں کی طرح ہر بات کو یقین کر لیتے ہیں یا ہر چیز سے ڈرتے ہیں۔ حماقت کے سبب ایسے ضدی اور بے احتیاط ہوتے ہیں کہ وہ نیک صلاح کے سننے سے بہرے ہوتے ہیں اور بُرے کاموں کے کرنے میں بے دھڑک ہوتے۔ جب ان کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے تو وہ اپنی جبلی طبیعت کے سبب یا اُن خیالات کی وجہ سے جو ابتدا سے ان کے خاطر نشان کیے گئے ہیں اپنی تمکنت اور وقار دکھاتے ہیں مگر آسانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہری تمکنت دو وقار اُن کی اصل خصلت نہیں ہے بلکہ ان صفات کا ایک ظاہری تصنع ان کی کسی بُری تعلیم کا اثر ہے بلکہ حقیقت میں ان کی ان صفات کا دوسرا نام وحشی پن اور خالی نمائش ہے۔ ان کی خوش اخلاقی طفلانہ ہوتی ہے اس سبب سے کہ وہ اصلی اور بے تکلف نہیں ہوتی۔ ایشیا کی تاریخ سے جو شخص آگاہ ہے وہ میرے اس بیان کا منکر نہ ہوگا۔ میں نے شہزادوں کے حال کی ہو بہو تصویر کھینچی ہے۔ کیا ایشیا کے



سلاطین آنکھیں بند کر کے ظلم و ستم نہیں کرتے؟ کیا وہ ظالم بے رحم و بے انصاف نہ تھے۔ کیا وہ شراب خواری کی ذلیل و کمینہ عادات میں ایسے بدمست نہ ہوتے تھے کہ جس سے ان کی تندرستی غارت ہو جاتی تھی اور شہوت پرستی میں ایسے مستغرق نہ ہوتے تھے کہ عقل ان کی سلامت نہ رہتی تھی؟ کیا وہ سلطنت کے کاروبار کرنے کی جگہ سیر و شکار ہی میں اپنا تمام وقت نہ کھوتے تھے؟ کتوں کی جوڑیوں کا خیال ان کو بہت رہتا اور ان سے بہت مانوس رہتے ہیں مگر ان بیچارے غریبوں کی تکلیفوں کی پروا نہیں کرتے جو شکار میں ان کو بادشاہوں کے ساتھ جانے کی بیگار میں مجبور کیے جاتے ہیں۔ اور گرمی سردی کی شدت اٹھانے سے اور بھوک اور تکان سے مر جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایشیا کے سلاطین شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور یہ بُرائیاں ان کی بوقلموں ہوتی ہیں اور یہ کون ان میں طبعی میلان کے سبب سے یا ان کے ابتدائی خیالات کی وجہ سے ہوتا ہے جو ان کے دلنشین ہوتے ہیں۔

## ہر بادشاہ کا سلطنت کے داخلی اور خارجی امور سے باخبر ہونا ضروری ہے:

کمتر ایسا بادشاہ کوئی ہوتا ہے کہ جو اپنے ملک کی اندرونی مالی و ملکی حالت سے نہایت ناواقف نہ ہو۔ وہ اپنی سلطنت کی عنان کسی وزیر کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جو اپنی مطلق العنانی کے لیے کہ کوئی اس کے کام کا مزاحم نہ ہو ایسی تدبیر میں رہتا ہے کہ بادشاہ کسی طرح سے اپنی بدآشنائی سے فرصت نہ پائے۔ اور اپنے امور سلطنت کا اُسے علم نہ ہو۔ اگر وزیر اعظم اعضائے سلطنت کو استحکام کے ساتھ اپنے ہاتھ میں نہیں رکھ سکتا تو بادشاہ کی ماں جو اصل میں کوئی لونڈی باندی ہوتی ہے اور کوئی گروہ خواجہ سراؤں کا اور ایسے آدمیوں کا حکمرانی کرتے ہیں جن کی تدابیر ملکی وسیع اور آزادانہ خیالات پر مبنی نہیں ہوتیں بلکہ ہمیشہ سازشوں کے جوڑ توڑ کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں کہ کسی اپنے ہم جنس کو جلا وطن کریں یا قید کریں یا پھانسی دیں۔ اور اکثر یہ سلوک امیر الامراؤں اور وزیروں سے بھی کرتے ہیں۔ ان کی ایسی شرمناک سلطنت میں کوئی شخص جو کچھ بھی مال رکھتا ہو ایک دن کے لیے بھی اپنی حیات کو یقینی نہیں جانتا۔

## عالمگیر اپنے استاذ ملا صالح سے مکالمہ:

پھر ایک دوسری جگہ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے استاد ملا صالح سے کہا (ملا صالح بدخشاں کا رہنے والا تھا اور داراشکوہ کا پیر و مرشد تھا۔ شاہجہاں کی بہت تعظیم کرتا تھا وہ 1660ء میں کاشمیر میں مر گیا۔ برنی کا ملا صالح یہی ہوگا جس نے کچھ عالمگیر کو بھی سکھایا ہوگا۔ ملا جی مجھے آپ یہ تو بتلایئے کہ آپ مجھ سے بخوشی کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں آپ

31

کو اپنے دربار کے اعلیٰ درجہ کے امراء میں داخل کروں؟ تو مجھے اول یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ آپ کس درجہ کی عزت کے مستحق ہیں۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ اگر آپ میری نوعمری میں میرے دل کو شائستہ تعلیم سے معمور کرتے تو ضرور آپ اس عزت کے مستحق ہوتے۔ آپ کسی عمدہ تعلیم یافتہ نوجوان کو دکھلائیے تو میں کہوں گا کہ یہ اَمر مشتبہ ہے کہ اس کا باپ یا استاد کون زیادہ شکرگزاری کا مستحق ہے۔ مجھے آپ بتلائیں کہ آپ کی تعلیم سے مجھے کون سا علم حاصل ہوا؟ آپ نے مجھے سکھایا کہ سارا فرنگستان (یورپ) ایک جزیرہ سے بڑا نہیں ہے جس میں سب سے زیادہ طاقتور پہلے بادشاہ پرتگال تھا اور اس کے بعد شاہ ہالینڈ اس کے بعد شاہ انگلینڈ اور فرنگستان کے اور بادشاہوں کی نسبت جیسے کہ شاہ فرانس اور شاہ انڈولیشیا ہیں۔ یہ بتلایا کہ یہ بادشاہ مثل ہمارے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے ہیں اور ہندوستان کے زبردست بادشاہ جنھوں نے سارے بادشاہ کو گرہن لگایا، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں ہیں جو اقبال مند، عظیم الشان، کشورستان اور جہاں کے بادشاہ ہیں اور ایران و ازبک، کاشغر، تاتار، خطا، پیگو، سیام، چین ماچین (ماچین متقدمین کی کتابوں میں بطور تابع مہمل کے چین کے نام کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مہاچین جو چین کو ہندو کہتے ہیں اس کا ماچین مسلمانوں نے بنایا ہے) کے بادشاہ تو سلاطین ہند کے نام سے کانپتے ہیں۔ آفریں ہے آپ کی اس جغرافیہ دانی اور تاریخ دانی پر۔ میرے استاد کو یہ لازم تھا کہ وہ مجھے دنیا کی ہر قوم کے حالات سے مطلع کرتا کہ اس کی وسائل آمدنی کیا ہیں؟ چین کی قوت کیسی ہے؟ طرز و آئین جنگ اس کے کیا ہیں؟ اس کے رسم و رواج و مذہب اور روش حکمرانی کیا ہیں۔ کن باتوں کو وہ اپنے حق میں مفید سمجھتے ہیں؟ ان سب باتوں کی سلسلہ وار کیفیت تواریخ میں پڑھا کے مطلع کرتا کہ میں ہر ایک سلطنت کی اصل اور اُس کے اسباب ترقی و تنزل سے اور حادثات و واقعات سے واقف ہوتا اور ان غلطیوں کو جانتا کہ جن کے سبب سے ایسے انقلابات و حادثات عظیم واقع ہوئے اور قطع نظر اس سے کہ اب مجھ کو بنی آدم کی وسیع اور کامل تواریخ سے آگاہ کرتے۔ آپ نے تو ہمارے ان نامور بزرگوں کے نام بھی خوب طرح نہیں بتائے جو اس سلطنت کے بانی مبانی تھے۔ آپ نے تو مجھے بالکل ان کی سوانح عمری سے اور ان واقعات سے جو اس سے پہلے گزرے اور اُن کی عجیب ذہانت سے جن کے سبب سے اُنھوں نے پہلے فتوحات عظیمہ حاصل کیں بالکل جہالت میں رکھا۔

**بادشاہ کے لیے ہمسایہ اقوام کی زبانیں جاننا ضروری ہے:**

بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ قوموں کی زبانوں سے ماہر ہو اس کی بجائے



مجھے آپ نے عربی لکھنا پڑھنا سکھایا اور آپ یہ سمجھے کہ مجھ پر آپ ایک دائمی احسان کرتے ہیں کہ میری عمر کا بڑا حصہ اس زبان کے سیکھنے میں ضائع کیا جو دس بارہ برس میں برابر محنت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ اس بات کو بھول گئے کہ بادشاہ زادہ کی تعلیم میں کن کن علوم کے سکھانے کی ضرورت ہے۔ آپ نے مجھے علم صرف و نحو سکھایا اور اس علم کا سکھانا جو قاضی کے لیے ضروری ہے واجب جانا جس میں میر نوعمری کا بیش قیمت وقت بے سود بے لطف۔ الفاظ کے سکھانے میں ضائع گیا۔ کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ نوعمری کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ حافظہ قوی ہوتا ہے اور آسانی سے ہزاروں عقلی احکام ذہن نشین ہو سکتے ہیں اور ایسی مفید تعلیم ہو سکتی ہے کہ دل و دماغ میں اعلیٰ درجہ کے خیالات پیدا ہوں اور بڑے بڑے کاموں کے کرنے کی قابلیت پیدا ہو۔ کیا اپنی نماز پڑھنی اور فقہ اور علوم عربی زبان ہی کے ذریعہ سے سیکھ سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنی مادری زبان میں نماز پڑھیں تو وہ خدا نہیں قبول کرے گا اور مسائل شریعہ ہم آسانی سے اپنی مادری زبان میں نہیں سیکھ سکتے؟ آپ نے میرے باپ شاہجہاں سے کہہ دیا کہ مجھے فلسفہ سکھاتے ہیں اور مجھے خوب یاد ہے کہ آپ نے برسوں تک ایسے لاطائل و لغو مسائل سے میرا دماغ پریشان کیا جن کے حل ہو جانے کے بعد بھی میری خاطر کو تشفی نہیں ہوئی اور وہ دنیاوی معاملات میں کارآمد نہ ہوئے۔ اور صرف ایسے غیر معین اور فضول خیالات اور توہمات میں جو بڑی مشکل سے سمجھ میں آتے ہیں مگر فوراً بھول جاتے ہیں اور جس کا نتیجہ صرف یہ ہے کہ دماغ پراگندہ ہو اور عقل چکر میں آئے۔ اور آدمی منہ پھٹ زبان دراز اور ہٹ دھرم ہو جائے کہ لوگ اُس سے دق ہو جائیں۔۔ بے شک آپ نے میری اوقات گرامی کئی سال تک ایسے مسائل مفروضہ کی تعلیم میں جو آپ کو مرغوب تھے صرف کرائے۔ مگر جب میں آپ کی تعلیم سے علیحدہ ہوا تو کسی بڑے علم کے جاننے کا فخر نہیں کر سکتا تھا بجز اس کے کہ اس سے چند عجیب اور غیر معروف اصطلاحوں سے واقف تھا جو ایک عمدہ فہم کے نوجوان شخص کی ہمت کو شکستہ، دماغ کو مختل، طبع کو حیران کر دیتی اور جو فلسفہ کے مدعیوں کے جھوٹے دعوؤں اور جہالت کے چھپانے کی خاطر جو آپ کی مانند لوگوں کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ وہ عقل و دانش میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور یہ کہ ان کی تاریک اور مشتبہ المفہوم ہق ہق و بق بق ایسے بہت سے وقائع ہیں جو سوائے ان کے اور کسی کو معلوم نہیں گھڑ لی گئی ہیں۔ اگر آپ مجھ کو فلسفہ سکھاتے جس سے ذہن اس قابل ہو جاتا ہے کہ بغیر برہان اور دلیل صحیح کے کسی بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ یا آپ کو مجھ کو ایسا قابل پڑھاتے جس سے انسان کے نفس کو ایسا شرف و علو حاصل ہو جاتا ہے کہ دنیا کے انقلابات سے متاثر نہیں ہوتا اور ترقی و تنزل کی حالت میں ایک ہی سا رہتا ہے یا آپ مجھے انسان کے لوازم فطرت اور مقتضیات

نیچر (فطرت) سے واقف کرتے مجھے ان سے طریق استدلال کا عادی بناتے کہ تصورات اور تخیلات کو چھوڑ کر ہمیشہ اصول صادقہ بدیہہ کی طرف رجوع کیا کرتا۔ اور عالم و مافیہا کے حقائق واقعیہ اور ان کے کون وفساد کے ترتیب ونظام کے معارف قطعیہ سے مجھے مطلع کرتے اور جو فلسفہ آپ نے مجھے تعلیم کیا ہے وہ ایسے مسائل پر مشتمل ہوتا تو میں اس سے بھی زیادہ آپ کا احسان مانتا جیسا کہ سکندر نے ارسطو کا مانا تھا اور ارسطو سے بھی زیادہ آپ کو انعام عطا کرتا۔ ملا جی ناقدر دانی کا جھوٹا الزام خواہ مخواہ مجھ پر نہ لگائیے۔ کیا آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ شہزادوں کو اتنی بات ضرور سکھانی چاہیے کہ ان کو رعایا سے اور رعایا کو ان کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا لازم ہے۔ اور کیا تم کو اوّل ہی میں یہ خیال کر لینا واجب تھا کہ میں کسی وقت میں تاج کی خاطر بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے تلوار پکڑ کر اپنے بھائیوں سے لڑنے پر مجبور ہوں گا کیونکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ سلاطین ہند کی اولاد کو ہمیشہ یہی معاملے پیش آتے رہتے ہیں۔ بس آپ نے کبھی لڑائی کا فن یا کسی شہر کا محاصرہ کرنا یا فوج کی صف آرائی کا طریقہ سکھایا تھا؟ مگر میری خوش طالعی تھی کہ میں نے ان معاملات میں ایسے لوگوں سے کچھ سیکھ لیا تھا جو آپ سے زیادہ عقلمند تھے۔ آپ اپنے گاؤں کو چلے جائیے۔

## بادشاہی فرائض کے بارے میں عالمگیر کے خیالات بلند:

ایک بڑے امیر نے اورنگ زیب سے عرض کیا کہ حضور جو کام میں اس قدر محنت و مشقت اُٹھاتے ہیں اس سے خوف ہے کہ مبادا صحت جسمانی بلکہ قوائے دماغی کے اعتدال اور طاقت کا کچھ نقصان پہنچے۔ اس کو سن کر بادشاہ نے اس ناصح عقلمند کی طرف سے تو منہ پھیر لیا گویا سنا ہی نہیں اور ذرا ٹھہر کر ایک اور بہت بڑے امیر کی طرف جو نہایت دانا اور ذی علم تھا متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ تمام اہل علم اس باب میں متفق الرائے ہیں کہ مشکل اور خوف کے زمانہ میں بادشاہ کو جان جوکھوں میں پڑ جانا اور ضرورت کے وقت رعایا کی بہتری کے لیے جو خدا نے اس کے سپرد کی ہے تلوار پکڑ کر میدان جنگ میں جان دے دینا فرض واجب ہے۔ مگر اس کے برعکس یہ نیک اور باتمیز شخص یہ چاہتا ہے کہ رعایا کے آرام اور آسائش کے لیے مجھے ذرا بھی تکلیف اُٹھانی نہ پڑے اور بغیر اس کے کہ ان کی رفاہ و فلاح کی تدبیروں کے سوچنے میں مجھے ایک رات بھی بے آرام نہ رہنا پڑے۔ یا ایک دن بھی بے عیش وعشرت اور لہو ولعب کے بسر نہ ہو۔ یہ مدعا یوں ہی حاصل ہو جائے اور اس کی یہ رائے ہے کہ میں اپنی تندرستی کو مقدم جانوں اور زیادہ تر عیش وعشرت اور آرام و آسائش ہی کے امور میں مصروف رہوں اور اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ میں اس وسیع سلطنت کے کام کو کسی وزیر کے بھروسہ پر چھوڑ بیٹھوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ



اُس نے اس امر پر غور نہیں کیا جس حالت میں مجھے خدا نے بادشاہی خاندان میں پیدا کر کے تخت پر بٹھایا ہے تو دنیا میں اپنے ذاتی فائدے کے لیے بھیجا بلکہ اوروں کے آرام کے لیے محنت کرنا فرض کیا گیا ہے۔ بس میرا کام یہ نہیں ہے کہ اپنی ہی آسائش کی فکر کروں البتہ اُن ہی کی رفاہ کی غرض سے جس قدر آرام لینا ضروری ہے اس کا مضائقہ نہیں ہے۔ اور سوائے اس حالت کے کہ انصاف اور عدالت اس کی مقتضی ہو یا اقتدار سلطنت کے قائم رکھنے یا ملک کی حفاظت کے لیے ضروری ہو اور کسی صورت میں رعایا کے آرام و آسائش کا نظر انداز کرنا جائز نہیں ہے اور رعیت کی آسائش اور بہبودی ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا فکر مجھے ہونا چاہیے مگر یہ شخص اس بات کی تہہ کو نہ پہنچا کہ اس آرام سے جو یہ میرے لیے تجویز کرتا ہے کیا کیا قباحتیں پیدا ہوں گی اور یہ اس کو معلوم نہیں کہ دوسرے کے ہاتھ میں حکومت کا دے دینا کیسی بات ہے اور سعدی نے جو یہ لکھا ہے کہ بادشاہوں کو چاہیے کہ بذات خود کاروبار سلطنت کا بوجھ اپنے اوپر لیں ورنہ بہتر ہے کہ بادشاہ کہلانا چھوڑ دیں تو کیا اس بزرگ کا یہ قول لغو ہے پس اپنی دانست سے کہہ دیجئے کہ اگر ہم سے تحسین وآفرین حاصل کرنا چاہتا ہے تو جو کام اس کے سپرد ہے اُس کو اچھے طور سے کرتا رہے اور خبردار ایسی صلاح جو بادشاہوں کے سننے کے لائق نہیں ہے پھر کبھی نہ دے اور افسوس ہے کہ تن پروری اور آرام طلبی اور ایسے خیالات سے بچنا جو دوسری کی بہبودی کے فکر وتردد میں آدمی کو گھلا ڈالتے ہیں انسان کا طبعی اور جبلی امر ہے۔ پس ایسے فضول صلاح کاروں کی ہم کو حاجت نہیں اور عیش آرام کی صلاحیں ہماری بیگمیں بھی دے سکتی ہیں۔ یہ تو برنیر کے بیان سے نقل کیا گیا ہے۔ العلم عنداللہ۔ مگر عالمگیر نے جو رقعات ماں باپ کے پاس اس کی قید کی حالت میں لکھے ہیں ان میں اس نے یہ صاف صاف بیان کیا ہے کہ میں صرف آپ کو بار سلطنت سے سبکدوش کرنے کے لیے جس کے اُٹھانے کی طاقت آپ میں نہیں رہی یہ کام کرتا ہوں۔ میں آپ سے محبت کرنے پر خلقت کی آسائش اور آرام کو ترجیح دیتا ہوں اور ایسے ہی فرائض سلطنت بیان کیے تھے کہ اوپر لکھے گئے۔ ان رقعوں کو ظفر نامہ شاہجہاں کے آخر میں نکال کر پڑھو تو تم کو سب حال باپ کے قید کرنے کا اور بھائیوں کے مارنے کا معلوم ہو جائے گا۔

# عالمگیر کی سلطنت کا خلاصہ اور اُس کا انجامِ کار

1654ء میں اورنگ زیب تخت پر بیٹھا اس کا باپ قید میں تھا اس نے اپنا لقب عالمگیر رکھا جو ایک بے نظیر تلوار کا نام تھا۔ جو شاہجہاں نے اپنی قید کی حالت میں اس کے پاس بھیجی تھی۔ 1707ء تک سلطنت کی۔ ہندوستان میں جتنے مسلمان بادشاہ گزرے ان سب میں وہ زیادہ دیندار اور صاحب قدرت اور قوت تھا۔ اس کی سلطنت کو وہ وسعت تھی یہ جو دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کو ہوئی ہے۔ اس کے عہد میں خاندان تیموریہ کی سلطنت اپنی معراج پر پہنچی اُس نے پچاس برس تک بڑے کروفر و شان و شوکت سے سلطنت کی۔ اول اس کو بہ امر مجبوری باپ سے سرتابی کرنا پڑی۔ اگر وہ یہ نہ کرتا تو دارا شکوہ بھلا اس کو کب سلطنت کرنے دیتا اور جیتا چھوڑتا۔ بھائیوں کو بھی اس کو ضرور مارنا پڑا۔ وہ مدعیان سلطنت تھے۔ دنیا کا دستور یہی ہے کہ جو شخص سلطنت کا دعویٰ کرے اس کو بادشاہ مارے یا قید کرے یا ملک سے خارج کرے۔ اس کو بھی یہی کام کرنا پڑا کہ بھائیوں کا خون گردن پر لیا۔

## جو لوگ اس باب میں عالمگیر کو مطعون کرتے ہیں:

ایسے لوگ یقیناً وہ انصاف نہیں کرتے۔ در سلطنت خویشی نیست کے مقولہ کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ باپ اور بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا تو تخت سلطنت پر ایک دم کے لیے قدم نہیں رکھ سکتا تھا اور اپنی جان نہیں بچا سکتا۔ جو اُس نے بھائیوں کا حال کیا وہ حال اُس کا بھائی کرتے ایسے فسادات تو اُس خاندان میں ارث میں ملے تھے ان کی شکایت کیا۔ اس کے برابر کوئی بادشاہ مدبر نہیں ہوا۔ اُس نے اپنی حسن تدبیر سے کابل اور قندھار کے پٹھانوں کو سر نہیں اُٹھانے دیا ان کو تابع رکھا۔ شاہِ ایران اُس کے ساتھ اتحاد رکھنے کا خواستگار رہا۔ اور بڑے بڑے شاہان اسلام غیر ملکوں نے اُس کے دربار میں سفیر اور تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ اور دوستانہ خط و کتابت رکھتے تھے۔ راجپوت بگڑے۔ مگر پھر اُس نے ان کو اپنے عہد میں مطیع رکھا۔ بادشاہ دکن میں اپنے زمانہ میں بڑے بڑے کارنمایاں کر چکا تھا اس کو فتح دکن کی ایسی دھن تھی کہ اپنی سلطنت کے آدھے زمانہ میں اپنے سپہ سالاروں کو بھیج بھیج کر اہل دکن سے لڑتا رہا اور آدھی مدت سلطنت میں خود دکن میں جا کر معرکہ آرا ہو۔ دکن میں مسلمانوں کی پانچ سلطنتیں تھیں۔ جن میں سے تین بیدر۔ احمد نگر، ایلچ پور، (برار) تو پہلے ہی اس کی تخت نشینی



سے سلطنت مغلیہ میں داخل ہو چکی تھی۔ اب اُس نے باقی دو بیجاپور اور گول کنڈہ کو بہت محنت شاقہ اُٹھا کر فتح کیا اور اپنی سلطنت میں ملایا اور وسعت سلطنت کو کمال پر پہنچایا۔ مشرق میں آسام پر سر جملہ نے معرکہ آرائیاں کیں جن میں فتح یابی اور ناکامیابی دونوں ہوئیں۔ ساحل مالابار پر فرنگیوں کی گھٹا کا ٹکڑا اُٹھا اور گھاٹوں پر جما۔ امید تھی کہ اُسے عالمگیر کی ہوائیں ہی اڑا کر بے نشان کر دے گی مگر امید کے برخلاف اس سے وہ طوفان بلاخیز اُٹھا کہ ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ پر اُس نے پانی پھیر دیا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بیجاپور اور گول کنڈہ کے سلطانوں کی سلطنتوں کے سبب سے دکن میں مسلمانوں کی حکومت قائم اور غالب تھی اور ان کے سبب سے امن امان اور انتظام رہتا تھا۔ اور مرہٹوں پر خوب اس کا رعب داب رہتا تھا۔ جب وہ یہ پامال ہو کر ممالک محروسہ شاہی میں شامل ہوئیں تو اس کے متعلقین خواہ خواص خواہ عام پراگندہ اور منتشر ہو گئے پٹھانوں اور بیگانہ ملکوں کی سپاہ نے تو بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور جو افسران میں سے اپنے آقاؤں سے بے وقت کر دیا بیکار ہو کر بادشاہ کی خدمت اور ملازمت میں آئے اُن کے دل بجھ جاتے اور بدنصیب جانتے کہ لیے بادشاہ کو اپنے موروثی کار پرداز موقوف کرنے پڑے۔ باقی سپاہ اور اس کے افسر کیا تو سنبھاجی سے جا کر مل گئے یا بجائے خود قزاقی اور راہزنی کا پیشہ کرنے لگے اور اس طرح دکن فسادوں اور فتنوں کا گھر بن گیا اور دور کے زمیندار اپنی خود مختاری کے لیے موقع تکتے رہتے اور مرہٹے جو قزاقیاں اور قزاقیاں کرتے ان میں وہ رفیق بننے کو تیار رہتے۔ کیونکہ وہ مرہٹوں کو ہی اہل اقبال عار گری کا حامی اور مددگار اور مائی باپ جانتے تھے۔ اب یہ کیفیت تو دور کے زمینداروں کی تھی اور جو زمیندار زیر طناب بستے تھے وہ بھی بادشاہ کی حکومت سے خوش نہ تھے۔ دکن کا فتح کی سہرا کیا سر پر چڑھا تھا ایک کٹاروں کا ہار گلے میں پڑا تھا۔ سلطنت کے واقعات عظیم 1658ء شاہجہاں کی معزولی اور اورنگ زیب کی تخت نشینی سے حسب ذیل ہیں:

1659ء اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں دارا اور شجاع کو شکست دی۔ دارا پکڑا آیا اور بادشاہ کے حکم سے مارا گیا۔

1660ء شجاع سے معرکہ آرائی جاری رہی اور وہ شکست پا کر اراکان میں گیا اور وہاں مر گیا۔

1661ء مراد کو قید خانہ میں اورنگ زیب نے قتل کرایا۔

1662ء میر جملہ کی آسام پر حملہ آوری فتح یابی و ناکامی۔ دکن میں فسادوں کا پیدا ہونا۔ بیجاپور اور سیواجی کی لڑائی۔ بعد بہت سے دولت کے انقلابات کے سیواجی نے مرہٹوں کی سلطنت کو قائم کیا اور دکن کے ایک حصہ پر قبضہ کیا۔

1662-1665ء سیواجی نے سلطنت مغلیہ سے بغاوت کی۔ 1664ء اُس نے اپنے تئیں راجہ بنایا۔ اور اپنے تئیں آزاد کیا۔ بادشاہ نے 1665ء میں اس سے لڑنے کے لیے ایک بڑی سپاہ بھیجی اُس نے اس کو مطیع کیا۔ وہ دہلی میں آیا کچھ دن مقید رہا اور پھر بھاگ گیا۔

1666ء شاہجہاں اس دنیا سے سدھارا۔ دکن میں لڑائی اور والی بیجاپور سے معرکہ آرائی۔

1667ء اورنگ زیب اور سیواجی کی مصالحت اور سیواجی کی وسعت مملکت اور گول کنڈہ اور بیجاپور سے پہلی دفعہ خراج لینا۔

1670ء سیواجی کا خاندیس اور دکن کا لوٹنا اور چوتھ لینے کا ڈول ڈالنا۔

1672ء بادشاہ اور سیواجی کی معرکہ آرائیاں۔

1677ء غیر مسلمانوں پر بادشاہ کا جزیہ مقرر کرنا۔

1679ء بادشاہ کی راجپوتوں سے لڑائی۔ شہزادہ اکبر کی بغاوت جو راجپوتوں سے جاملا اور اس کی سپاہ جو بھاگ گئی۔ شہزادہ بہ مجبوری مرہٹوں سے جاملا۔

1681ء راجپوتوں کے ساتھ بادشاہ کا لڑائی جاری رکھنا۔

1672-1680ء دکن میں مرہٹوں کی ترقی۔ 1674ء سیواجی نے رائے گڑھ میں تاج سلطنت سر پر رکھا۔ بادشاہ اور بیجاپور سے لڑائی۔ 1680ء میں سیواجی مرا۔ اس کا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا۔

1683ء میں اورنگ زیب نے خود دکن پر حملہ کیا اور لشکر عظیم ساتھ لے گیا۔

1686-1688ء اورنگ زیب نے بیجاپور اور گول کنڈہ فتح کرلیا۔

1688ء میں ان کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔

1689ء میں اورنگ زیب نے سنبھاجی کو گرفتار کیا اور مار ڈالا۔

1692ء مرہٹوں کے مختلف سرداروں سے لڑائیاں۔

1698ء مرہٹوں سے جنجی کو اورنگ زیب نے لے لیا۔



1699-1701ء مرہٹوں سے لڑائیاں۔ ستارا اور مرہٹوں کے اور قلعوں کا مفتوح ہونا۔ مرہٹوں کی ظاہری بربادی۔

1703-1705ء مرہٹوں کی فتوح۔

1706ء بادشاہ کا احمد نگر میں آنا۔

1707ء اورنگ زیب کا مرنا۔

# عالمگیر کی اولاد کا احوال

عالمگیر کے اوصاف میں سے یہ بھی ایک وصف تھا کہ اُس نے اپنے بیٹوں کو طاعت وصلاح و پرہیزگاری وقواعد اطوار سروری وسرداری اور بہت طرح کے ہنر سکھائے تھے۔ حافظ کلام اللہ علم ادب سے بقدر معتدبہ آگاہ۔ اقسام خطوط لکھنے میں ماہر زبان ترکی وفارسی خوب جاننے والے تھے اور بیٹیاں بھی عقائد حقہ اور احکام ضروریہ دینیہ سے واقف اور تلاوت وکتابت قرآن میں ماہر تھیں۔ بادشاہ کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں اگرچہ ان شہزادوں کا حال تاریخ میں بیان کیا گیا ہے مگر یہاں دونوں شہزادوں اور شہزادیوں کی لیاقت علمی کا بیان کیا جاتا ہے:

| نام | سنہ ولادت | تاریخ وفات | نام | سنہ ولادت | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|---|---|
| زیب النساء | 1045ھ | 1103ھ | زبدۃ النساء | 1061ھ | 1718ھ |
| محمد سلطان | 1049ھ | 1088ھ | اعظم شاہ | 1063ھ | 1118ھ |
| معظم شاہ عالم بہادر شاہ | 1053ھ | 1712ھ | اکبر شاہ | 1047ھ | 1116ھ |
| زینت النساء | 1053ھ | 1110ھ | مہر النساء | 1072 | 1116ھ |
| بدر النساء | 1057ھ | 1081ھ | کام بخش | 1077ھ | 1120ھ |

بیٹوں کا حال یہ ہے کہ سب سے بڑا بیٹا محمد سلطان تھا۔ نواب بائی اس کی ماں تھی۔ کلام مجید کا حافظ تھا۔ عربی، فارسی، ترکی کے لکھنے پڑھنے میں بہرہ کافی رکھتا تھا۔ محاربات میں شجاعت ودلیری دکھائی۔ 21 جلوس میں وفات پائی۔

دوم پسر محمد شاہ عالم بہادر بھی نواب بائی کے بطن سے پید ہوا۔ حافظ قرآن علم قرأت وتجوید سے آگاہ۔ اس طرح ترتیل وترسیل سے قرآن پڑھتا تھا کہ اس کے سننے سے سامع کا دل نہ بھرتا تھا۔ ایام شباب کو زیادہ تر تحصیل علم میں صرف کیا۔ علم حدیث میں اُس کو ندوۃ المحدثین کہتے تھے۔ فقہ میں قرآن وحدیث سے استخراج مسائل کر لیتا تھا۔ عربی زبان ایسی بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے۔ فارسی ترکی میں بھی خوب استعداد تھی۔ اقسام خطوط لکھنے میں استاد تھا۔ اکثر شب کو نوافل کو ادا کرتا۔ وظائف کی تقدیم اور قرآن مجید کی قرأت اور حدیث اور تفسیر وفقہ وسلوک کی



کتابوں کا مطالعہ کرتا۔ وقت پر فجر کی نماز پڑھتا۔ جب ایک دو نیزہ آفتاب بلند ہوتا تو وہ مصلے پر سے اُٹھتا۔ بعد اس کے غرفہ میں بیٹھتا۔ اور ستم رسیدوں کی ملتمسات کو سنتا اور بقدر مصلحت یہاں توقف کرتا۔ بعد ازاں دیوان خاص کو دیوان عام کے ساتھ آرائش دیتا۔ مقدمات مالی وملکی بوساطت دیوانوں اور بخشیوں اور متصدیوں کے معروض ہوتے اور لوگوں کے مقصد نکلتے۔ ظہر کی نماز کے بعد محل میں جاتا۔ تناول طعام اور قیلولہ کرتا۔ بعد اس کے عصر کی نماز پڑھتا اور پھر مظلوموں کے درد کی دوا کرتا۔ مغرب کی نماز سے پہلے قور کے ملازموں کا مجرا لیتا۔ مغرب کی نماز پڑھتا اور پھر شبستان میں جا کر آرام کرتا۔ یہ بادشاہ کا بیٹا سیدھا سادا تھا اور باپ کی وہ اطاعت کرتا تھا کہ غلام آقا کی تابعداری کیا کرے گا۔ کبھی کوئی بات بلند نظری کی منہ سے نہیں نکالتا اور باپ کا کہا ساری باتوں میں مانتا۔ اورنگ زیب کا حال بھی نوجوانی میں ایسا ہی تھا کہ وہ بالکل اولوالعزمی سے خالی تھا۔ اس لیے وہ اس کی سادگی کو اپنی سادگی سمجھتا۔ اس کے بعد کا حال تاریخ میں پڑھو۔

سیوم محمد اعظم دلرس بانو بیگم سے پیدا ہوا جو شاہ نواز خاں صفوی کی بیٹی تھی۔ سب بیٹوں میں بادشاہ اس بیٹے کو بہت پیار کرتا تھا۔ اکثر بادشاہ اس کو مصاحب بے بدل بدل نزدیک کہتا۔ باپ سے تین مہینے تین یوم بعد معرکہ آرائی میں مارا گیا۔

چہارم محمد اکبر دلرس بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوا۔ 1116ء میں مر گیا۔

عالمگیر اس میں دو خوبیاں بتاتا تھا۔ ایک نماز باجماعت پڑھتا ہے۔ کوئی جمعہ ترک نہیں کرتا اور مخالفانِ دین سے کچھ باک نہیں رکھتا۔ دوم مشہد معلیٰ میں امام موسیٰ رضا کے مرقد کی زیارت کی۔

پنجمین کام بخش بائی اودے پور سے پیدا ہوا اور حافظ قرآن تھا۔ کتب متداولہ میں اور بھائیوں سے زیادہ ماہر تھا۔ زبان ترکی میں اور اقسام خط کے لکھنے میں مہارت تھی شجاعت وسخاوت جبلی اس میں تھیں۔ باپ سے دو سال بعد مر گیا۔

اب بیٹیوں کا حال یہ ہے کہ زیب النساء بیگم بطن بیگم سے پیدا ہوئی۔ حافظ کلام مجید تھی۔ جس کی عوض میں باپ نے تیس ہزار اشرفیاں دی تھیں وہ علوم عربی وفارسی سے بہرہ تمام رکھتی تھی۔ اقسام خطوط نستعلیق وشکستہ میں خوش نویس تھی۔ وہ علم کی قدر شناس تھی۔ کتابیں جمع کیں۔ تصنیف وتالیف میں مصروف رہتی۔ ارباب فضل وکمال کی خوشنودی میں توجہ کرتی سرکار شاہی کے کتب خانہ میں جتنی کتابیں اُس نے پڑھی تھیں اتنی کسی اور نے نہیں پڑھیں۔ بہت سے علماء وفضلاء وصلحاء وشعراء و

منشیانِ بلاغت وثار وخوشنویسانِ سحر نگار اس کے انعام سے بہرہ ور ہوتے ملا صفی الدین اردبیلی کشمیر میں رہتا تھا اس کے حکم سے تفسیرِ کبیر کا ترجمہ کیا اس کا نام زیب التفاسیر ہے اور اس کے نام پر اور کتابیں اور رسالے بھی تصنیف ہوئے ہیں۔ 42 جلوس میں انتقال ہوا۔ دوم زینت النساء بھی بیگم کے بطن سے پیدا ہوائی۔ عقائد حقیہ و حکام ضروریہ دینیہ سے آگاہ تھی۔ بہت سخی تھی۔ سوئمیں بدر النساء بیگم۔ نواب بائی کے پیٹ سے پیدا ہوئی۔ حافظ قرآن مجید تھی۔ علم دینی سے واقف ہوئی۔ سپہر شکوہ پسر دارا شکوہ سے نکاح ہوا جس مہینہ میں باپ مرا اس مہینہ میں وہ مر گئی۔

پنجمین مہر النساء بیگم بطن اورنگ آبادی محل سے پیدا ہوئی ایزد بخش پسر مراد بخش سے بیاہی گئی 1116ھ میں وفات پائی۔



# اورنگ زیب عالمگیر

# (بادشاہ نامہ عالم گیری) کے مآخذ

## (۱) عالم گیر نامہ تصنیف منشی محمد کاظم بن محمد امین:

میں نے بادشاہ نامہ عالم گیری کو کتب مفصلہ ذیل کی اعانت سے تالیف کیا ہے:

محمد کاظم کو مرزا کاظم بھی اور اُس کے باپ محمد امین کو مرزا امینائے کاشی بھی کہتے ہیں جس نے شاہ جہاں نامہ لکھا ہے۔ اورنگ زیب کے سال اوّل جلوس میں محمد کاظم بادشاہ کا ملازم ہوا۔ بادشاہ کو اُس کی انشاء پردازی پسند آئی۔ اُس کو بادشاہ نے اشارہ کیا کہ ہماری سلطنت کا سچا سچا حال لکھے اور حکم دیا کہ جب تک مولف سوانح نگاری اور وقائع نگاری کرے نسخہ واقعات اور فہرست واردات کو وقائع نگارا حوال ماہ بہ ماہ وسال بسال معدہ صوبہ جات اور ولایت کے سوانح کے اُس کو حوالہ کرتے رہیں اور یہ مقرر کیا کہ جو سوانح واخبار تحریر میں آئیں وہ ترتیب پانے کے بعد اوقات مناسب میں خلوت میں بادشاہ کو زبانی سُنائے جائیں تا کہ اُس کی تصحیح و تنقیح بادشاہ کرتا رہے۔ یہ حکم بھی دیا کہ بادشاہ نامہ میں ہماری شاہزادگی کا حال تو مفصل لکھا جا چکا ہے اب ایّام سلطنت کا احوال آغاز جمادی الاولیٰ 1067 ہجری سے اٹھارہ سال تک لکھا جائے اور اُس کی ایک جلد بنائی جائے۔ بادشاہ کے مشورے اور حکم سے مولف نے جمادی الاولیٰ 1067 ہجری سے رجب 1078 ہجری تک ایّام سلطنت کا دس سال کا احوال تالیف کیا اور 32 جلوس میں بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے اس سبب سے کہ اس کے نزدیک مآثر باطن کی تاسیس کے سامنے آثار ظاہر کی بقا کی کچھ وقعت نہ تھی مولف کو منع کر دیا کہ اب دس سال سے آگے وہ ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھے۔ چنانچہ مؤلف نے اس دس برس کی تاریخ پر اکتفا کیا۔

## (۲) مآثرِ عالمگیری:

اس کا مصنف محمد ساقی خاں مستعد ہے۔ وہ بہادر شاہ کے وزیر عنایت اللہ کا منشی تھا۔ اس نے عالم گیر نامہ محمد کاظم سے اوّل دس سال کا احوال سلطنت خلاصہ کر کے لکھا۔ باقی چالیس سال کا حال زیادہ تر اپنی آنکھوں دیکھا تحریر کیا۔ وہ ان چالیس سال میں بادشاہ کے دربار کے حاضرین میں سے تھا۔

### (۳) فتوحاتِ عالمگیری:

اس کتاب کو واقعات عالمگیری بھی کہتے ہیں۔ اس کا مصنف محمد معصوم ہے، وہ اورنگ زیب کے بھائی شاہ شجاع کا ملازم تھا، یہ تینوں عالمگیر نامے عہد نویس مؤرخوں نے لکھے ہیں۔ اس کتاب کا نام ظفر نامہ عالمگیری بھی ہے۔

### (۴) منتخب اللباب:

یہ خافی خان کی تصنیف ہے جو اپنی اس کتاب تاریخ میں لکھتا ہے کہ اگرچہ اورنگ زیب کی پچاس سال کی سلطنت کا خلاصہ لکھنا دریا کے پانی کو کلیا سے ناپنا ہے خصوصاً آخر چالیس سال کا حال جن میں بادشاہ نے مؤرخوں کو تاریخ کے لکھنے سے منع کر دیا تھا وہ ایک بحرِ بے پایاں ہے لیکن مؤرخ نے بقدر مقدور دست و پازنی کر کے تفتیشِ تمام اور تفحص تام کر کے مقدمات اور واقعات کو قابل تحریر کیا۔ جن میں سے بعض کو ثقہ راویوں اور بوڑھوں کی زبانی اور بعض کو اور اہل دفتر واقعہ نگاروں سے تحقیق کیا ہے اور بعض حالات کو اس مدت میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔

### (۵) وقائع نعمت خان عالی:

یہ مشہور کتاب ہے، جس میں اورنگ زیب کی سلطنت کے بعض وقائع بطور استہزاء کے لکھے ہیں اور یہ تاریخ نہیں ہے۔

### (۶) جنگ نامہ نعمت خان عالی:

یہ کتاب نعمت خان عالی نے جس کا لقب دانشمند خاں تھا لکھی ہے۔ اس میں حالات اس زمانہ سے کہ اورنگ زیب راناسے لڑا ہے بہادر شاہ کی جانشینی تک لکھے ہیں۔

### (۷) آدابِ عالمگیری:

اس کتاب میں وہ ساری عرضداشتیں و رقعات و تحریرات جمع ہیں جو عالمگیر نے باپ کو اور امیروں، وزیروں، مشائخ، بزرگوں اور شہزادوں کو لکھے ہیں یا اپنے منشی ابوالفتح سے لکھائے ہیں۔ جس کا خطاب قابل خاں تھا۔



### (۸) رُقعاتِ عالم گیری:

اس کا مصنف خود بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر ہے اس کے تین مجموعے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) کلماتِ طیبات۔ (۲) رقائم کرائم۔ (۳) دستور العمل آگاہی۔

اس میں کچھ تاریخی حالات بھی لکھے ہیں۔ تالیف کے دوران اکثر یہ کتاب زیر مطالعہ رہی ہے۔

### (۹) تاریخ فتح آسام:

اس میں شہاب الدین طالش خاں نے آسام کی فتح کا حال لکھا ہے اور اس جنگ میں مؤلف خود بھی شریک تھا۔

ان کتابوں کے سواء اور چھوٹی موٹی کتابیں تالیف کے وقت زیر مطالعہ رہیں۔ اسی طرح انگریزی تاریخوں کی ورق گردانی اس بادشاہ کے حالات کے لیے بہت کی گئی۔ اس بادشاہ کے حالات کی پندرہ تاریخیں لکھی گئیں مگر افسوس ہے کہ کوئی کامل تاریخ اس کی ایسی نہیں جیسی کہ اس کے آباؤ اجداد کی تاریخیں ہیں اس لیے اس کے حالات میں اختلافات تاریخوں میں ایسے ہیں کہ کسی اور بادشاہ کے حال میں ہیں۔